

جون سنہ ۱۹۳۶ء

هل

جلد ۱ نمبر ۲ | باتصویر ماہوار رسالہ | جون سنہ ۱۹۳۶ء

فہرست مضامین

ہَل

یو۔پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

جون ۱۹۳۹ء باتصویر ماہوار رسالہ نمبر

بورڈ آف ایڈیٹرس

جناب ونکٹیش نارائن تواری — جناب سکھ دیو بہاری مسر
جناب ڈاکٹر ذاکر حسین — جناب مہابیر تیاگی
جناب سمترا نندن پنت — شریمتی تارا پانڈے
جناب منوہرداس چترویدی

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد
۱۹۳۹ء

سالانہ قیمت ۱۲؍ — ایک پرچہ ۶؍



कुम्हार

کمہار



باتصویر ماہوار رسالہ

جون ۱۹۳۹ء نمبر ۷ جلد ۱

سورج کو دیکھکر

(از جناب سلام مچھلی شہری)

دیکھو پیارے! سورج نکلا، اب تک یوں ہی سوتے ہو
کرنیں سونا پھینک رہی ہیں تم سونے کو کھوتے ہو
دھرتی ماتا کی سیوا سے تم کیوں غافل ہوتے ہو؟
اُٹھو - چلو - ہم کھیت کنارے تم کو گیت سنائینگے!

ایسا گیت جو صبح کو سورج خود ہی گایا کرتا ہے
دھن دولت والوں کو میٹھی نیند سُلایا کرتا ہے
ہم مزدوروں کو اپنی محنت پہ لگایا کرتا ہے
آؤ - ان گیتوں سے ہم بھی اپنا کام بنائیں گے!

لیکن - سورج سب کا ہے اور سب ہی اسکے پجاری ہیں
پھر دشمن راجا کیسے ہے - ہم کیوں اُس کے بھکاری ہیں؟
خیر - یہ ایشور کی مرضی ہے - اسکی باتیں پیاری ہیں!
اُس کو کھیت کنارے چل کر اپنا حال سنائیں گے!

ہے ایشور! ہم دن بھر اِس دھرتی کی سیوا کرتے ہیں
سوکھے تھالوں کے پودوں کو ہم آنسو سے بھرتے ہیں
پھر یہ کیا انصاف ہے پیارے! ہم یوں بھوکوں مرتے ہیں؟
اب کرپا ہو ہم پر ایشور! ورنہ ہم مر جائیں گے!

اُف! پوجا کے بدلے ایشور! ہم یہ کیا کیا کہہ بیٹھے
تیرا درشن کرنے آئے، اپنا قصہ کہہ بیٹھے
پوجا کے گیتوں کے بدلے - ہم تو دکھڑا کہہ بیٹھے
اچھا، اب اپنے ہی ہاتھوں ہم تجھکو کبھی پائیں گے!

سوویٹ روس کی امداد باہمی انجمنیں

(از جناب منی شنکر مسرا بی۔ کام۔ انسپکٹر کوآپریٹیو سوسائٹیز)

لا علاج اور پرانا مریض دوسرے طبیب کی شہرت سنکر یہی خواہش کرتا ہے کہ اُس کا بھی علاج وہی طبیب کرتا تو ضرور فائدہ ہوتا۔ ہندوستان کیا ہر ایک غلام و پچھڑے ہوئے ملک یہی خواب دیکھا کرتے ہیں کہ اُن کے یہاں بھی روس کی طرح اقتصادی نظام ہو تو انکی روٹی کا سوال کسی طرح حل ہوسکے۔

اور اُس عظیم ملک روس کے متعلق بھی بہت سی غلط فہمیاں پھیلی ہوئی ہیں۔ قدیم خیالات کے حامل اور سرمایہ داروں کا کہنا ہے کہ سوشلزم کامیاب نہیں ہوا ملک روز بروز غریب ہورہا ہے بھلا جب تک ذاتی مال جمع کرنے کا لالچ نہ ہو تب تک کوئی کیوں جی توڑ محنت کرے گا۔ کچھ دنوں دباؤ ڈالکر کچھ بھی کروالیا جائے مگر ہمیشہ کے لئے امیر غریب برابر نہیں ہوسکتے دوسری طرف سوشلزم کے حامی کہتے ہیں کہ کسان و مزدوروں کی حالت سدھارنے کا واحد علاج سوشلزم ہے اور روس رفتہ رفتہ فردوس ارضی بن رہا ہے۔

مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ ملک نہ تو دوزخ بن رہا ہے نہ جنت ہی بن گیا ہے صدیوں سے ستائے جانے والے غریبوں کی رگوں میں خون دوڑنے لگا ہے اور وہ خود اپنے ملک کے تعمیری اور اقتصادی کاموں میں دلچسپی لے رہے ہیں ہندوستانی اپنے حقوق کے حاصل کرنے میں جتنی کوشش کر رہے ہیں اس سے کہیں زیادہ توجہ روسی عوام اپنے فرائض کی انجام دہی میں لگا رہے ہیں۔

پھر روس ایک آزاد ملک ہے۔ اسٹیلن کو لوگ ہٹلر اور مسولینی کی طرح مطلق العنان ڈکٹیٹر سمجھکر غلطی کرتے ہیں۔ ملک میں اب ہر ایک بالغ کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہے ۱۹۳۵ء کے آئینی اصلاحات نے روسی طرز حکومت میں بہت کچھ تبدیلیاں کر دی ہیں۔

اس ملک کی امداد باہمی انجمنوں کا اختصار کے ساتھ ذکر کیا جا رہا ہے مجھے کئی انتہا پسند خیالات کے حامل اور روسی طرز حکومت سے ناواقف لوگوں سے ہندوستانی امداد باہمی انجمنوں کی ناکامیابی کے وجوہ پر گفتگو کرنے کے مواقع ہاتھ آئے تو اُن لوگوں نے فوراً یہی رائے دی کہ اگر روسی طرز پر یہاں بھی کام کیا جائے تو کامیابی ہو۔ یہ دریافت کرنے پر کہ وہ کیا ڈھنگ ہے انھوں نے ایسی دلچسپ باتیں بتائیں کہ ان کی سچائی پر اتنا ہی خیال کیا جاسکتا ہے جتنا الف لیلہ کی داستانوں پر۔

روسی تحریک امداد باہمی کی تاریخ

انیسویں صدی کے آخر میں ملک میں انجمنیں قائم ہونے لگی تھیں۔ مگر زارشاہی حکومت انھیں ہمیشہ شک وشبہ کی نظروں سے دیکھتی رہی۔ قرض کی اسامان خریدنے کی اور روئی فروخت کرنے کی انجمنوں کی تعداد رفتہ رفتہ بڑھتی گئی ۱۹۰۵ء کے فسادنے اِس سلسلے میں لاپروائی اور مخالفت کم کردی انجمنوں کی تنظیم میں حکومت سے بھی امداد ملنے لگی۔ گذشتہ جرمنی جنگ عظیم و روسی انقلاب نے انجمنوں کی تعداد و میدان عمل کی توسیع میں کافی امداد دی اور انکی تعداد ۷۰۰۰۰ تک پہنچ گئی۔

اشتراکی حکومت کا تحریک امداد باہمی پر پہلا وار قرض کی انجمنوں کا قانوناً خاتمہ کر دینے کی صورت میں ہوا کیونکہ قرض کا تعلق سرمایہ سے تھا اور حکومت کے لئے ذاتی سرمائے کا خاتمہ کرنا ضروری تھا۔ ایچھوگ سوسائٹیز (وہ سوسائٹیز جو ضروریات کی خرید و فروخت کرتی ہیں) جن کے ملک میں ہزاروں اسٹور تھے توڑدی گئیں اور وہ دوکانیں اٹھلیں

دکانوں کے ملازموں کو کھانے کمانے کے لئے بانٹ دی گئیں۔

۱۹۱۹ء میں لینن نے اپجوگ سوسائٹی کو پھر سے قائم کرنیکا ارادہ کیا۔ ۱۹۲۱ء میں انھیں قانونی حیثیت دی گئی اور بہت سے کام کرنے کی اجازت ملی اور ملکی باشندوں کے لئے ان انجمنوں کا ممبر ہونا ضروری قرار دیا گیا۔ ۱۹۲۱ء میں نئی اقتصادی پالیسی کی ابتدا ہوتے ہی اپجوگ سوسائٹی کا ممبر ہونا لوگوں کی مرضی پر چھوڑ دیا گیا۔ سوسائٹیوں میں انگلستان کی طرح ذاتی حصے دار بننے لگے اس وقت ان انجمنوں کی دوکانیں سرکاری دوکانوں اور کسی حد تک ذاتی تجارت کے مقابلے میں کام کرنے لگیں دیہاتوں کی ابتدائی اپجوگ سوسائٹیوں نے ایک قومی اپجوگ سوسائٹی قائم کی۔ ایسی سوسائٹیاں سرکاری حکم سے غلہ بھی خریدتی تھیں اور قومی سوسائٹی اس غلہ کو باہر بھی بھیجتی تھی۔ ۱۹۲۸ء میں ایسی ۷۵۰۰۰ سوسائٹیاں تھیں جنکے ۲ کروڑ ۳۰ لاکھ ممبر تھے اور سال میں ۶۰ کروڑ پاؤنڈ کا لین دین ہوا۔ کسانوں کی امداد باہمی انجمنوں کی تعداد (۱۹۲۸ء میں) ۴۳۰۰۰ تھی اور ایک کروڑ سے زیادہ ممبر تھے۔ ان انجمنوں کا کھیتی کی ضرورتوں کو پورا کرنے والی چیزوں کا انتظام کرنا، بیج کی صفائی و تیاری، مویشیوں کی نسل کی ترقی اور دودھ مکھن کی تیاری و فروخت تھا۔

۱۹۲۸ء میں جب پنج سالہ اسکیم شروع ہوئی تو انفرادی زراعت کا خاتمہ کیا جانے لگا اور اجتماعی زراعت پر زور دیا جانے لگا اور زرعی انجمنوں کا کام اجتماعی زراعتی فارم دینے لگے۔

۱۹۳۲ء میں بہت سی اپجوگ سوسائٹیوں کو سرکاری فیکٹریوں نے اپنی ماتحتی میں لے لیا۔

۱۹۳۵ء میں سرکاری حکم سے شہروں و قصبوں کی کل اپجوگ سوسائٹیاں کا خاتمہ کر دیا گیا مگر اسکے ساتھ ساتھ دیہاتی انجمنوں کی تنظیم و توسیع میں سرکار نے کافی مدد دی۔

آج کل روس میں امداد باہمی انجمنیں حسب ذیل طرز کی ہیں۔

(ا) دیہاتی اپجوگ سوسائٹیاں

(ب) گھریلو صنعتی انجمنیں۔

(ج) اجتماعی زراعتی فارم

(د) ملاحوں کی انجمنیں۔

اجتماعی زراعتی فارم

یوں تو انقلاب کے بعد سے ہی اجتماعی زراعت پر زور دیا جانے لگا تھا۔ مگر ۱۹۲۸ء کے بعد اس طرف اُمید سے زیادہ ترقی ہوئی۔

زبردستی قدیم طرز کی کھیتی کا خاتمہ کرنے کے نتیجے کی صورت میں بہت سے کسانوں کو جوش اور ولولے کے بغیر کام کرنا پڑا جنھوں نے کام نہیں کیا اُنھیں ملک بدر کیا گیا۔ بہت سے مویشی یا تو جان بوجھکر مار ڈالے یا چارے کی کمی کے باعث مر گئے۔ مشینوں کا استعمال بھی بڑھنے لگا۔

اس کے بعد ان فارموں میں سرکار نے کچھ سدھار کئے اور اب تقریباً ۹۰ فیصدی کسانوں کی زمینوں میں ایسے فارم کام کرتے ہیں۔ ۴ فیصدی زمین میں کسان ذاتی ساگ ترکاری بوتے ہیں اور ۶ فیصدی زمین میں انکی ذاتی زراعت ہوتی ہے۔

آج کل قریب قریب سوا ۲ لاکھ فارم ہیں جن کے تقریباً ۸ کروڑ ممبر ہیں۔ ان فارموں کے علاوہ زرخیز زمین کے تقریباً ۱۲ فیصدی حصے پر حکومت خود کاشت کرتی ہے اور سرکاری کھیتوں پر ۴۰ لاکھ مزدور کام کرتے ہیں لیکن سرکاری کھیتی اب کم ہو رہی ہے۔ رفتہ رفتہ وہ کھیت فارموں کو دئے جا رہے ہیں۔

اتنا ہوتے ہوئے بھی روس کی زمین کے بلم حصے پر ہی کاشت ہوتی ہے بقیہ ابھی تک جوتی ہی نہیں جاتی یا جوتی جا ہی نہیں سکتی۔

ایک فارم کا رقبہ ۱۰۰ سے ۵۰۰۰ ہیکٹر (ایک ہیکٹر ۲ ۱/۲ ایکٹ ہوتا ہے) اوسط ۵۰۰ ہیکٹر ہے۔ فارموں میں ممبروں کی تعداد اوسطاً ۱۵۰ کے قریب ہوتی ہے ۱۹۳۲ء میں فی ممبر

۴ء ۶ ہیکٹر زمین کا اوسط پڑتا ہے جس میں ۵ء۱ ہیکٹر پر غلہ کی کاشت ہوتی تھی۔

یہ اجتماعی فارم سرکاری حکم سے منظم ہوتے ہیں اور زمین کے مستقل کا سرکاری پٹہ بھی ملتا ہے۔

فارموں میں میمبر عام جلسے (جنرل میٹنگ) کے ذریعے بھرتی کئے جاتے ہیں اور نکالے بھی جا سکتے ہیں۔ فارم کی ملکیت اجتماعی زراعت و چراگاہ کی زمین اور اجتماعی زراعت میں کام آنے والے مویشی و آلات ہوتے ہیں۔

ہر ایک میمبر کی ذاتی ملکیت اُس کا مکان مویشی خانہ سوہا ۱ ایک دو ایکڑ کا باغ یا ترکاری کے کھیت ایک دو گائیں اور کچھ چھوٹے مویشی یا پرند جیسے بکری، بھیڑ یا مرغ ہوتے ہیں میمبروں کے ذاتی مویشی عام چراگاہ میں چرتے ہیں۔ حکومت بھی کسانوں کے ہاتھ گائیں فروخت کرتی ہے اور قسطوں میں دام وصول کر لیتی ہے۔

فارم کا انتظام ایک پنچایت کے ذریعے ہوتا ہے جس کا ہر دوسرے سال انتخاب ہوتا ہے۔ فارم کا کل کام میمبروں کی ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور ہر ٹولی کا ایک ذمہ دار ہوتا ہے۔ کام کے گھنٹے موسم کے حساب سے کم بیش ہوتے رہتے ہیں ٹولیوں میں میمبروں کی تعداد اور کام بھی فارم کے رقبے کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے۔ غلّہ پیدا کرنے والی ٹولی میں ۶۰ سے لیکر ۱۰۰ اشخاص تک ہو سکتے ہیں۔ جن میں زیادہ عورتیں ہوتی ہیں۔ ساگ ترکاری کی ٹولی میں ۵ ہی شخص ہو سکتے ہیں۔ مویشی کی پرورش کرنے والی ٹولی میں زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں۔ ہر ایک فارم کو ہر سال سرکار ہدایت دیتی ہے کہ اس سال فلاں فلاں فصل اتنے رقبے میں پیدا کیجائے اور کم سے کم سے اتنا غلہ پیدا کیا جائے۔ فارم سرکار سے تجارتی فصلوں جیسے چقندر، پٹوا، سن، کرئی، تمباکو کے پیدا کرنے و فروخت کے بھی سٹے کرتے ہیں اس سٹے میں فارموں کو یہ بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ فی ایکڑ فصل ایک مقررہ وزن سے کم نہ ہوگی۔ اگر قدرتی وجوہ سے فصل برباد نہ ہوگئی تو یہ شرط نہیں ہے۔ اور اگر فصل بہت خراب ہوگئی تو سرکاری امداد بھی ملتی ہے کھیتی کا کل انتظام فارم کی پنچایت ہی کرتی ہے سرکاری ماہر زراعت صرف رائے ہی دے سکتے ہیں۔ انکی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ کھیتی میں مشینوں کا استعمال بڑھ رہا ہے لیکن ان کا استعمال فارم کی مالی حالت، مویشیوں کی استعداد کا۔ اور کسانوں کی استعداد قابلیت پر بہت کچھ منحصر ہے۔

سرکار نے کئی دیہاتوں کے مرکزوں میں مشین ٹریکٹر اسٹیشن (مشینوں کے ذریعے کھیتی کرنے والے مرکز) کھول رکھے ہیں۔ بڑے بڑے فارموں کے پاس خود مشینیں ہوتی ہیں مگر چھوٹے چھوٹے فارموں کا کھیت بونا، جوتنا، فصل کاٹنا ان مشینی مرکزوں پر منحصر ہے جس کے لئے فارموں کو غلّہ کی پیداوار کا ⅙ حصّہ و تجارتی فصلوں کی پیداوار کا ⅒ حصّہ سرکار کو مشینوں کے کرائے کی صورت میں دینا پڑتا ہے۔

مویشیوں یا کم سے کم فصلوں کا سرکار کے ذریعے لازمی طور پر بیمہ کیا جاتا ہے۔ مشینوں کے کرائے کے علاوہ ہر ایک فارم کو فی ایکڑ پیداوار پر ایک قسم کا سرکاری ٹیکس دینا پڑتا ہے جو نقد نہیں لیا جاتا بلکہ تقریباً ⅕ پیداوار حکومت کے ہاتھ سستے نرخ پر (جو بازار نرخ کا صرف ⅟₁₁ کے قریب ہوتا ہے) فروخت کرنی پڑتی ہے۔ یہ ٹیکس مقرر سا رہتا ہے اور وہ موقع بہ موقع کم و بیش کر دیا جاتا ہے۔ اگر کسی فارم میں تجارتی فصلوں کی پیداوار مقررہ وزن سے زیادہ ہو تو زیادہ پیداوار کی حکومت سہ گنی قیمت دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہر ایک فارم زمین سے زیادہ سے زیادہ غلہ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

اسی طرح مویشیوں سے (خواہ مجموعی فارم ہو یا ذاتی) پیدا ہونے والا دودھ، دہی، مکھن، پنیر یا اُن مویشیوں کے گوشت، چمڑے پر بھی ٹیکس اُسی طرح لگتا ہے جیسے غلہ پر (جیسے کسی کی گائے سال بھر میں ۴۰ من دودھ دیتی ہے تو اُسے قریب ۲½ من دودھ حکومت کو ایک روپئے کا مال ایک آنے کے نرخ سے دینا پڑیگا۔)

ساگ ترکاری پیدا کرنے والوں کو نقد ٹیکس دینا پڑتا ہے

(پیداوار کے حساب سے)

فارم کی پیداوار سرکاری کارخانوں یا دوکانوں میں فروخت کردی جاتی ہے یا انجمنوں کے ہاتھ بھی فروخت ہوتی ہے کبھی کبھی بازار میں بھی مال فروخت کیا جاتا ہے مال فروخت کرنے سے جو آمدنی ہوتی ہے اس کا خرچ حسب ذیل طریقوں پر ہوتا ہے

(۱) سرکاری زراعتی آمدنی کا ٹیکس (نقد آمدنی کا ۲ یا ۲½ فیصدی)

(۲) کھیتی کے خرچ، مشینوں کا کرایہ وغیرہ۔

(۳) فارم کے انتظام کے خرچ (جو قانوناً ۲ فیصدی سے زیادہ نہیں ہوسکتے۔

(۴) قومی تمدنی ترقی کا معمولی خرچ

(۵) فارم کی ترقی کے لئے خرچ جیسے نئے مویشی، مشینیں یا مکانوں کی خرید یا تعمیر (آمدنی کے ۱۰ سے ۲۰ فیصدی تک)

(۶) ممبروں کی نقد مزدوری

اوسطاً ہر ایک مزدور اپنی مزدوری نقد و غلے کی شکل میں پاتا ہے۔ مزدوری کا حساب ایک محنت کے دن ہوتا ہے یوم محنت کا وقت سے اتنا تعلق نہیں ہے جتنا کام کی سختی اور نرمی سے سب کام سات حصوں میں تقسیم کر دئے گئے ہیں سب سے آسان کام کرنے والا مزدور دن بھر میں ½ یوم محنت کا کام کرتا ہے، سب سے مشکل کام کرنے والا ½۱ یوم محنت کی مزدوری کا حقدار ہوتا ہے۔ اسی طرح سب سے مشکل کام کرنے والے مزدور ۲ یوم محنت روزانہ کرکے حساب سے مزدوری پاتے ہیں۔ کام چوروں پر جرمانے ہوتے ہیں زیادہ کام کرنے والوں کو انعام ملتا ہے۔ تمغے ملتے ہیں عام طور پر تعریف کی جاتی ہے۔ ان پر باہمی اخلاقی دباؤ اتنا پڑتا ہے اور آپس میں زیادہ کام کرکے دکھانے کا اتنا جوش ہوتا ہے کہ ذاتی سرمایہ و تجارت برباد ہو جانے پر بھی کھیتی کی پیداوار میں کمی نہیں آنے پاتی۔ بلکہ پیداوار رفتہ رفتہ بڑھ ہی رہی ہے۔

نقد مزدوری ۳ سے ۵ روبل روزانہ (تقریباً ۹ آنہ) ملتی ہے اور غلہ اتنا کافی ملتا ہے کہ کھانے پینے کے بعد بھی کچھ بچ رہتا ہے جسے لوگ بیچ لیتے ہیں اس کے علاوہ اور ذاتی آمدنی بھی ہوتی ہے (دودھ، گوشت، سبزی وغیرہ بیچ کر)

کھیتی کی پیداوار فروخت کرنے کا انتظام ملک میں اتنا ترقی یافتہ نہیں کہا جاسکتا۔ خواہ وہ پیداوار مشترکہ زراعتی فارموں کی ہو یا دیہاتیوں کے ذریعے ذاتی طور پر پیدا کی گئی ہو حسب ذیل طریقے پر فروخت ہوسکتی ہے۔

(الف) سرکاری کارخانوں میں

(ب) سرکاری خرید کے مرکزوں میں

(ج) مشترکہ دیہاتی انجمنوں کے ہاتھ

(د) خاص قسم کے بازاروں میں (جسکا ذکر آگے کیا جائے گا۔

ایمپوگ سوسائٹیوں کے ہاتھ مال فروخت کرنے میں ایک بہت بڑی سہولیت یہ ہے کہ بہت سی نایاب چیزیں جو ایمپوگ سوسائٹیوں کے اسٹور فروخت کرتے ہیں صرف نقد داموں نہیں خرید سکتیں قیمت کا کچھ حصہ غلہ وغیرہ کی صورت میں ادا کرنا ضروری ہے۔ جیسے فارموں کے لئے موٹر لاری یا ذاتی استعمال کے لئے سائیکلیں ریڈیو سیٹ عمدہ کپڑے وغیرہ صرف نقد داموں نہیں فروخت ہوتے۔

روس کے عام بازار کسی دیگر ملک کے بازاروں ہی سے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ بازار کی مالک میونسپلٹی یا کسی سرمایہ دار کے بجائے خود حکومت ہے۔ بازار میں کسی قسم کا ٹیکس یا چنگی نہیں لگتی۔ نہ کسی قسم کی کوئی خاص پابندی یا تنظیم ہی نظر آتی ہے۔ زیادہ تر عورتیں ہی خرید فروخت کا کام کرتی ہیں۔ بازار میں دوکاندار خردہ فروشی نہیں کر پاتے۔ زیادہ تر ایک آدمی دوسرے سے خرید فروخت کرلیتا ہے صرف اپنی ضروریاتوں کو پورا کرنے کے لئے تجارت کرنے کے لئے نہیں۔ لیکن کوئی پھر سے جیسے یا تجارت کرکے فائدہ اٹھانے کی نیت سے مال خریدنے کی کوشش کرے تو اسے کیا سزا ملے گی اس پر اختلاف رائے ہوسکتا ہے۔ لیکن بیکار مویشیوں اور سوروں کی ایک چھوٹے پیمانے پر اب بھی تجارت ہو رہی ہے۔

اِس قومی پابندی کے زمانے میں روسی زراعت میں ترقی ہوئی یا نہیں یہ دو پہلوؤں سے دیکھا جا سکتا ہے ایک تو سماج کو رزق اور خام مال کی کمی نہیں ہے دوسرے انسان کی ذاتی اقتصادی حالت بھی پہلے سے اچھی ہے۔

سن ۳۲ء کے بعد ملک میں رزق کی کمی نہیں رہی غلہ موٹا جھوٹا ہی سے مگر ملتا ہے اتنا کہ پیٹ بھر کر بھی کچھ بچ جائے۔ یہی حال کپڑے کا ہے۔ عمدہ اور مہین کپڑے کی بہت کمی ہے یا ملتا ہی نہیں۔ مگر سستا موٹا کپڑا ملک میں اتنا تیار ہوتا ہے کہ روسی کسانوں کی عورتوں کو اب چیتھڑوں میں پیوند لگانے کی فکر نہیں کرنی پڑتی۔ اب بھی روس میں فی ایکڑ پیداوار فرانس اور جرمنی کا تو ذکر ہی کیا رومانیا اور البانیہ سے بھی کم ہے مگر وہ رفتہ رفتہ بڑھ رہی ہے اور ملک میں پہلے سے ڈیوڑھا دونا غلہ پیدا ہوتا ہے۔ باشندوں کے رہنے سہنے میں بھی ترقی ہوئی ہے۔ جگہ جگہ اسکول شفاخانے کتب خانے، کسرت گاہیں اور بچوں کے لئے تفریح گاہیں سینکڑوں ہزاروں کی تعداد میں کھلتے چلے جا رہے ہیں۔ انقلاب کے پہلے ملکی باشندے اپنے پیدائشی حقوق کے حصول کی فکر میں ڈوبے رہتے تھے اب اپنے فرائض کی ادائیگی کی فکر میں ایڑی چوٹی کا پسینہ ایک کر رہے ہیں۔ اجتماعی زراعت سے زراعت کی پیداوار میں ترقی ہوئی تو ضرور مگر اتنی نہیں جتنی لوگ اُمید کرتے تھے اور ممکن سمجھتے تھے۔ اس کی وجہ سوشیلزم مخالف ملکوں کے خیال میں یہ ہے کہ کسان دباؤ میں آ کر جی لگا کر کام نہیں کرتے۔ جہاں تک ہوتا ہے کام کو ٹالتے ہیں جس کا کہ عام طور پر ملک کا باشندہ کرتا رہا ہے اور کرے گا لیکن پیداوار میں اُمید سے کم توسیع کی یہ وجہ نہیں ہے روسی کسان ہمیشہ سے دوسرے ممالک کے یکساں حالات والے کسانوں کے مقابلے میں فن زراعت میں اُتنے ہوشیار نہیں رہے کھیتی کا گر تو چھوٹے زمیندار یا چند موروثی کاشتکار جانتے تھے (جیسا سب ملکوں میں ہوتا ہے) بیشتر روسی کسان شکمی کاشتکار یا سیر کے مزدور تھے نہ تو وہ پہلے ہی کچھ بہت زیادہ دلچسپی لیتے تھے نہ اب۔ اُن کے لئے جیسے پہلے زمیندار کا فارم تھا ویسے ہی اب مشترکہ زراعتی فارم۔ دوسرے بوڑھے کاشتکار و زمینداروں نے اس اشتراکی زراعتی اسکیم میں تعاون کرنا جب نامنظور کیا تو انھیں ملک بدر کر دیا گیا اور زراعت کا وہ قدیم تجربہ کتابوں میں نہیں ڈھونڈھا جا سکتا ملک کو کوئی فائدہ نہ پہنچا سکا۔ تیسرے یہ کہ مشینوں کے استعمال میں بھی بڑی جلد بازی و بے احتیاطی سے کام لیا گیا جہاں مویشی و کسان محنت سے کام کر سکتے ہیں وہاں بھی مشینوں کا استعمال کرنے سے خرچ بڑھ گیا اور کھیتی میں زیادہ سرمایہ لگانے سے دھیرے دھیرے پیداوار کی کمی کا مالی اصول ناطق ہونے لگا۔

مشترکہ زراعت کی کامیابی کا انجام کیا ہو یہ بتانا ذرا مشکل سا ہے۔ موجودہ اصول خالص اشتراکیت سے کافی دور ہے۔ ان فارموں کی نہ صوبجاتی اور نہ مرکزی انجمن ہے نہ مال فروخت کرنے کی کوئی منظم اسکیم ہی کام کر رہی ہے۔ ایک فارم دوسرے فارم کی مدد نہیں کرتا۔ ایک گاؤں کی فصل اچھی ہو تو وہاں والے چین کریں گے اور دوسرے کی خراب ہو تو سرکاری عطیہ کے علاوہ اُن کی کوئی مدد نہ کی جا سکے گی۔ یہ ممکن ہے کہ دیہاتیوں کے ذریعے ما تحت فارم حکومت اپنے ہاتھ میں لے لے۔ لیکن اس کی زیادہ اُمید نہیں ہے ایسا کرنے سے پیداوار تو ضرور بڑھ جائیگی لیکن زندگی بے کیف ہو جائیگی۔ آپس کی منتخب کی ہوئی پنچایت کے حکم کے مطابق مزدوری کرنے میں زندگی بے کیف نہیں ہوتی جتنی سرکاری ملازم کی مرضی کے مطابق کام کرنے میں۔

اِس اسکیم کا مستقبل بہت کچھ ملک کی قومی ترقی پر منحصر ہوگا۔ جس چیز کی جتنی ضرورت ہو اُتنی ہی پیدا کی جائے یہ پابندی ممکن ہے آگے چل کر حکومت اتنی آسان نہ رہ سکے۔ آبادی کی کمی بیشی کا بھی بہت اثر ہوگا۔ ابھی مزدور بیکار نہیں ہیں لیکن آگے چل کر ایسا ہی رہے گا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا

ملک میں متعدد کنبے قائم رہنے کا خاتمہ ہو رہا ہے۔ جو کچھ تھوڑی بہت ذاتی ملکیت رکھنے کا عوام کو اختیار ہے خوف ہے کہ آگے چل کر اس سے ناجائز فائدہ اُٹھایا جانے لگے وراثت کے جھگڑے بھی کیسے طے ہونگے یہ بھی طے نہیں ہے۔ آبادی کی توسیع پر کیا انتظام کیا جائے گا یہ بھی ابھی نہیں سوچا گیا ہے۔

دستکاروں کی امداد باہمی انجمنیں

سارے ملک میں گھریلو دستکاروں کی چھوٹی چھوٹی انجمنیں پھیلی ہوئی ہیں اور اُن کی ایک مرکزی انجمن بھی ہے۔ دستکار اس انجمن کے ممبر ہیں۔ کہیں کہیں کسان بھی (جو فرصت کے وقت کچھ دستکاری کرتے ہیں) شامل ہیں۔ ممبر اپنی ۲ ½ ماہ کی اوسط آمدنی سے انجمنوں میں حصے خریدتے ہیں اور انجمنیں حسب ضرورت سرکاری بینک سے قرض بھی لے لیتی ہیں۔ یہ انجمنیں کچا مال سرکاری کارخانوں یا دیہاتی بازاروں میں خریدتی ہیں اور ممبروں کو اُنکے کام کے حساب سے مزدوری دیتی ہیں۔ تیار شدہ مال زیادہ تر اپھوگ سوسائٹیوں کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے۔ زیادہ تر انھیں صنعتوں پر توجہ کی جاتی ہے جو روسی تہذیب کے جزو بن گئے ہیں۔ جیسے کشیدے، بیل بوٹے کا کام، مصوری، لکڑی پر نقاشی، اچھی بُنائی و نمائشی مٹی کا کام۔

ملاحوں کی انجمنیں

ان انجمنوں کے ممبروں کی ذمہ داری غیر محدود ہے انکی مرکزی انجمنیں بھی ہیں جہاں سے یہ قرض لیتی ہیں کشتیاں جال و مچھلی پکڑنے کے دیگر آلات خریدتی ہیں اور قرض بجائے نقد کے مچھلیوں کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ انجمنوں کے صدر کا تقرر بھی عموماً حکومت کرتی ہے۔ اور وہ صدر کے کام کے لئے کچھ تنخواہ بھی پاتا ہے۔ مشترکہ فارموں کے لئے جس قسم سے مشین کے مرکز ہیں اُسی طرح ان انجمنوں کے لئے بھی حکومت نے اسٹیمر بڑے بڑے جال وغیرہ کے سپلائی مرکز کھولے ہیں اور بہت سی انجمنیں انھیں مرکزوں سے وقت ضرورت یہ سامان کرایہ پر لیتی ہیں فارموں کی طرح یہاں بھی ٹولی بناکر کام کرنے کا طریقہ رائج ہے یہ انجمنیں مشینوں کا کرایہ دیکر حکومت کو ٹیکس دیتی ہیں۔ باقی مال حکومت کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا ہے اور کچھ ممبروں کو مزدوری کی صورت میں دیدیا جاتا ہے جسے وہ بازار میں فروخت کر لیتے ہیں۔

دیہاتی اپھوگ سوسائٹیاں

۱۹۶۲ء کے آخر میں ۲۳۲۴۰۰ انجمنیں اس قسم کی تھیں اب بجائے نئی انجمنیں کھولنے کے پرانی انجمنوں کو مضبوط بناکر انھیں زیادہ مفید بنانے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ کچے مال کی فروخت و مویشیوں کی تجارت تو مشترکہ فارم خود کرتے ہیں۔ مال کی تیاری (مثلاً دودھ سے کریم بنانا) سرکاری کارخانوں میں ہوتی ہے۔ کہیں کہیں اپھوگ سوسائٹی بھی یہ کام کرتی ہیں۔ ان انجمنوں میں جو چاہے (ان کے علاوہ جو اشتراکی خیالات کے خلاف ہوں) ممبر ہو سکتا ہے۔ ممبروں کو اپنی آمدنی کے حساب سے حصے لینے پڑتے ہیں جو رفتہ رفتہ قسطوں ۲ سال کے اندر ادا کر دئے جاتے ہیں۔ حصوں کی قیمت تقریباً ۲۰ روبل (دھائی شلنگ) ہوتی ہے۔ کچھ فیس داخلہ بھی دینی پڑتی ہے۔ ضمانتیں بھی لی جاتی ہیں۔ ان انجمنوں کی مرکزی انجمن بھی ہوتی ہے جو نئی انجمنوں کے منتظم ہونے میں معاون ہوتی ہیں۔

انجمنیں مرکز کی ضمانت پر حکومت سے قرض لے لیتی ہیں یا اگر لمبی میعاد کے قرض کی ضرورت ہوئی تو کوآپریٹو بینک سے قرض لے لیتی ہیں۔

انجمنوں کی مجلس عاملہ کا انتخاب ہر دوسرے سال ہوتا ہے۔ منافع کا ۱۰ فیصدی کوآپریٹو بینک، ۱۰ فیصدی مرکزی انجمن کو ۵ فیصدی توسیع تعلیم کے لئے دیدیا جاتا ہے۔ باقی محفوظ فنڈ میں رکھ لیا جاتا ہے۔ ممبروں کو حصوں پر سود ملتا ہے مگر منافع

نہیں ملتا۔ ان انجمنوں کے اسٹور ہر قسم کی چیزیں (شراب تک) فروخت کرتے ہیں۔ چیزوں کی فروخت کس قیمت پر ہو گی یہ حکومت طے کرتی ہے۔ ہر ایک اسٹور کے لئے کچھ ضروری چیزیں فروخت کرنے کے لئے ہمیشہ موجود رکھنا ضروری ہوتا ہے اُدھار کوئی چیز کبھی نہیں فروخت ہوتی۔ ممبروں کو نایاب چیزوں کی خرید کا پہلا موقع دیا جاتا ہے دوا سٹور فارموں وکسانوں سے بھی خود یا مرکزی انجمنوں کی معرفت مال خریدتے ہیں۔ روسی اسٹور معمولی خرید فروخت کرنے والی دوکانوں سے اُتنا ملتا جلتا نہیں ہوتا۔ جتنا فوجی رسد تقسیم کرنے والے افسر سے پیداوار کا کام حکومت یا مشترکہ فارم کرتے ہیں اور تیار شدہ مال کی فروخت کا کام اسٹور کرتے ہیں ایسے اسٹوروں کی تعداد ۰۰۰ر۰۱۰ر۱ کے قریب ہے اور اُن کے ۵ کروڑ ممبر ہیں جنھوں نے ۱۴۰ کروڑ روبل کے حصے خرید رکھے ہیں۔

ہوا اور گھاس

(از جناب میراجی ایڈیٹر "ادبی دُنیا" لاہور)

برہ نہ آئے راس، ہوا کو برہ نہ آئے راس
ٹھنڈی ٹھنڈی بن سے آئے اپنی سکھی کے پاس
اپنی سکھی کے بال بنائے، سکھی ہے اس کی گھاس

لمبی لمبی گھاس ہے۔ جیسے جل پریوں کے بال
دھرتی نے یا اوڑھ رکھا ہے نرم ہرا اِک شال
جس پر ہوائیں چلتی جائیں موہن، دھیمی چال

ہلکا ہلکا صاف بہاؤ جیسے کوئی گیت
دُکھیا پریمی کے من میں جوں دبی ہوئی ہو پریت
پریتم کی برہا میں جس کا جیون جائے بیت

گھاس بچھی ہے دھرتی پر یا پریوں کا ہے لباس،
دیکھ کے جس کو بجھ جائے میری آنکھوں کی پیاس،
بھر کے پیٹ پشو کو پائے جیون اس کے پاس،



دیہات میں اکثر ایسے ہی کنوئیں ملتے ہیں جن کا پانی کھیتوں کے لئے کافی نہیں ہوتا۔ بور کرا لینے پر انہیں کنوؤں کا پانی کبھی بھی ختم نہیں ہو سکتا۔

کھیتی

(از جناب جے۔ ایس۔ لوبھو پربھو آئی۔ سی۔ ایس۔ کلکٹر رحیم پور)

کھیتی ہندوستان کا خاص پیشہ ہے۔ یہ تقریباً .. فی صدی لوگوں کو برسرکار رکھے ہوئے ہے اور ۱۵ فیصدی لوگوں کو فرصت کرنے، قرض دینے اور ڈھلائی کی صورت میں روزی دیتا ہے۔ اس لئے بیشتر حالات میں کسانوں کے حالات کے مطابق ہمارا ملک امیر یا غریب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حکومت کسانوں کی حالت بہتر بنانے میں لگی ہوئی ہے اور دوسرے کاموں کے مقابلے میں اسے ترجیح دیتی رہی ہے نیز گاؤں کی ترقی میں روپیہ خرچ کر رہی ہے۔ اس ملک کی دولت میں کھیتی کی ایک اہم جگہ ہے۔

اس سے کھیتی کے نقائص کم ہو گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک نقص علیحدہ علیحدہ دیکھنے پر ممکن ہے چھوٹا معلوم ہو مگر پھر بھی وہ سارے ملک کے لئے کروڑوں کی قیمت کا ہے۔ اس صوبے میں ساری پیداوار کی قیمت میں ایک فی صدی بھی ترقی ہو جانے پر ایک کروڑ کا فرق ہو جاتا ہے۔ حساب لگانے پر یہ معلوم ہوا ہے کہ فوراً ہٹائے جانے کے قابل نقائص ۳۰ فی صدی پیداوار یعنی تیس کروڑ کی رقم بڑھا سکتے ہیں۔ اس صوبے کی مالگزاری کی جو کل رقم ہے گرام سدھار کا یہ مقصد ہے کہ یہ بڑی رقم حاصل



صدہا سال سے یہی ہل یہاں چلتا ہے۔ یہ نئے ہلوں کے مقابلے میں کسی کام کا نہیں ہے کیونکہ اس سے گہری جوتائی نہیں ہوتی۔

پیداوار آپ لوگ جو لگان دیتے ہیں اس کی کم سے کم دونی رقم آپ لوگوں کو ملنے لگے۔ گرام سدھار آپ کی پیداوار بڑھاکر آپ کے کھیتوں کا رقبہ بڑھا دے گا اور ان کے لگان کا بوجھ ہلکا کر دے گا یہی آپ لوگ بھی چاہتے ہیں۔

یہ خواب نہیں ہے اپنی پچھلی تقریر میں میں نے آپ لوگوں سے کہا تھا کہ کھیتی کے سلسلے میں آپ اپنے سب سے بڑے دشمن ہیں دوسرے ملک کے کسانوں کی طرح آپ کو بھی اچھی زمین آب و ہوا اور پانی میسر ہے لیکن آپ جتنا چاہئے اس کا نصف حصہ ہی پیدا کر سکتے ہیں یہ آپ کے کھیتی کرنے کے طریقوں کا ہی نقص ہے جس سے آپ نصف پیداوار ضائع کر دیتے ہیں جسے آپ پیدا کر سکتے تھے میں سمجھاؤں گا کہ یہ بات کس طرح ہوتی ہے۔

کھیتی خاص طور سے چار ذرائع پر منحصر ہے زمین۔ بیج۔ نمی اور پیدا کرنے کا طریقہ۔ زمین پودے کے لئے وہی حیثیت رکھتی ہے جو پیدا ہونے سے قبل بچہ کے لئے ماں پودے کا نصف حصہ زندگی بھر زمین کے اندر رہتا ہے حساب لگانے پر یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ پودے کا زمین کے اوپر کا حصہ جڑوں سے زیادہ مضبوط اور لمبا نہیں ہوتا اس لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جڑیں آسانی سے بڑھیں اس کے لئے مٹی بھربھری ہو اور کافی غذا اور پانی ملتا رہے سخت مٹی میں جڑیں اپنے کو بہت دور تک نہیں پھیلا سکتیں اور اس لئے وہ تنگ رقبے میں پانی اور غذا جمع کرتی ہیں یہی وجہ ہے کہ آپ کو اس لئے زمین جوتنی پڑتی ہے کہ جڑیں دور تک پہنچ سکیں۔ بدقسمتی سے جو ہل آپ کام میں لاتے ہیں وہ صرف زمین کو کھرونچ دیتا ہے یہ اس مٹی کی راہ میں رکاوٹ ڈال دیتا ہے جس کی طاقت خرچ ہو چکی ہو گہری جوتائی سخت سطح کو توڑ دیتی ہے پرانی مٹی کی جگہ نئی مٹی اوپر لاتی ہے۔ اور پرانی جڑوں اور گھاس کو مٹی میں اس طرح ملا دیتی ہے کہ وہ قدرتی کھاد بن جاتی ہے۔ اس قسم کی مٹی میں نئے پودے کی جڑیں پھیلتی اور بڑھتی ہیں۔ اس لئے زیادہ پیداوار پانے



کٹائی کا پرانا ڈھنگ - ایک آدمی دن بھر محنت کر کے مشکل سے تین چار گٹھے کاٹ سکتا ہے۔

کے لئے آپ کو ایسے ہلوں کی ضرورت ہے جو کم از کم ۶ انچ گہری جتائی کر سکیں - آپ ایسے ہل تقریباً پانچ روپئے میں پا سکتے ہیں ۔ یہ اس ساخت کے بنے ہوتے ہیں کہ آپ کے بیلوں کو زیادہ محنت نہ پڑے گی ۔ کوشش کیجئے اور اپنے کو مطمئن کیجئے ۔ آپ قیمت سن کر خوفزدہ نہ ہوں کیونکہ ایک بیگھہ زمین کی پیداوار کا فرق اس سے بھی زیادہ ہوگا ۔

مٹی بھر بھری کرنے کے علاوہ اُسے اُپجاؤ بنانا بھی ضروری ہے ۔ جڑوں کو صرف وسعت کی ہی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ پانی اور مختلف نمکوں کی صورت میں غذا کی بھی ضرورت ہوتی ہے ۔ ہر ایک فصل کے بعد غذا ختم ہو جاتی ہے اور جب تک آپ کھاد نہیں دیتے اُس وقت تک جڑوں کو بہت گہرائی تک غذا تلاش کرنی پڑتی ہے ۔ تجربہ سے یہ ظاہر ہوا ہے کہ کھاد دینے پر آپ کی پیداوار ایک چوتھائی بڑھ سکتی ہے اس بات کی آپ خود آزمائش کریں ۔ ایک ہی فصل دو برابر ٹکڑوں میں بوئیے ۔ ایک میں کھاد ڈالئے اور دوسرا بغیر کھاد کے رہنے دیجئے ۔ جب کھاد دینے سے آپ کی پیداوار کو اتنا فائدہ ہوتا ہے تو آپ کتنے بے عقل ہیں کہ اپنے گوبر کا زیادہ حصہ ایندھن کی صورت میں استعمال کرتے ہیں اور باقی گوبر کو گاؤں میں ڈھیر لگا کر برباد کر دیتے ہیں ۔ اگر آپ نے ایک گہرا گڑھا کھودنے کی زحمت برداشت کی ہوتی تو وہ گوبر جسے آپ نہیں جلاتے آپ کے کھیتوں کے ایک بڑے حصے کے لئے کافی ہوتا ۔ آپ ایسا کام کرنے میں کیوں پس و پیش کرتے ہیں جو اتنا سہل ہے اور ساتھ ہی آپ کی فصلوں کے لئے اتنا فائدہ مند ہے ۔ اس لئے میں آپ لوگوں سے اپنے اپنے کھیت زرخیز بنانے کے لئے عرض کروں گا تاکہ وہ اِن فصلوں کو غذا دے سکیں جو آپ کو رزق دیتی ہیں ۔ یہ آسانی سے کیا جا سکتا ہے اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ اپنے فائدہ کے دشمن ہیں ۔

آپ ٹھیک طور پر باندھ باندھ کر اپنے کھیتوں کی پیداوار بڑھا سکتے ہیں ۔ جب تک آپ ایسا نہیں کرتے ہوا اور سورج کی کرنوں سے محفوظ مٹی اور فصل کی ترقی ہوتی کھونٹیوں کو پہلی بارش بہالے جائے گی تھوڑی سی

محنت بیکار آپ اس ... سے ہی ہاتھ دھونے ہیں جو قدرت
آپ کے کھیتوں کو سلا کرتی ہے ... کی طاقت خرچ ہو گئی
انھیں مت جاری رکھئے گاؤں کی طرف لیجئے اور اپنے
کھیتوں کے چاروں طرف باندھ باندھئے۔

بیج پودے کے لئے اس لئے سب سے زیادہ
ضروری ہے کہ اس میں پودے کی روح رہتی ہے۔
قدرت یا آپ بیج کی اس صنعت کو نہیں بدل سکتے کمزور
بیج سے کمزور پودے اُگیں گے خواہ زمین اچھی ہوا و موسم
ہوا موافق ہو۔ اس لئے آپ ناقص بیج بو کر اپنی محنت
اور زمین کی طاقت برباد کرتے ہیں۔ اگر آپ کچھ نہ کریں
توکم از کم اچھے بیج رکھیں۔ لیکن آپ کیا کرتے ہیں!
آپ میں سے بیشتر لوگ ایسا غلہ خریدتے یا بیج کے لئے
اُدھار لیتے ہیں جسے غلہ کا سوداگر کھانے کے لئے نہیں
فروخت کر پاتا۔ ٹوٹے ہوئے بیج کی فصل یقیناً کمزور ہوگی
اور پیداوار اچھے یا اصلاح شدہ بیج کی پیداوار کی
نصف ہوگی جو آپ کو سرکاری بیج گوداموں کی طرف
سے غلہ کے تاجروں سے اچھے شرائط پر دیا جا رہا ہے
کیا آپ تعجب کر سکتے ہیں کہ آپ کیوں غریب ہیں؟ کیوں
آپ خود اپنے دشمن ہیں؟

آپ میں سے کچھ لوگوں نے اصلاح شدہ بیجوں
کی آزمائش کی ہے۔ لیکن کتنے تھوڑے لوگوں نے
آئندہ سال زیادہ رقبے میں بونے کے لئے اس کی
پیداوار رکھ چھوڑی ہوگی۔ اپنے فائدہ کو سمجھتے
ہوئے بھی آپ میں اس کی حفاظت کرنے اور اسے بڑھانے
کی دوراندیشی کی کمی ہے۔ عموماً آپ لوگوں نے پیداوار
بیچ دی ہوگی یا گروی رکھ دی ہوگی۔ اگر سرکاری بیج گودام
آپ کو ہر سال بیج دیتے رہیں تو یہ بیج زیادہ رقبے میں
بوئے نہ جا سکیں گے۔ اس لئے آپ اپنا بیج ضرور رکھیں
یا اُسے دوسروں کو غلہ کے بدلے میں دیں جسے آپ
اچھی طرح کھا سکتے یا بیچ سکتے ہیں۔

بیج کی قسمیں اور اختلاف دونوں اہم ہیں۔ آپ لوگ
ایک ہی قسم کی فصل بویا کرتے ہیں اس کے کئی خراب
نتائج ہوتے ہیں۔ پہلے پہلے آپ کو ... جاننا چاہئے
کہ مختلف فصلیں زمین سے مختلف قسم کے نمک لیتی ہیں۔
بغیر وقفے کے ایک ہی فصل بوتے رہنے سے زمین میں
کسی خاص نمک کی کمی پڑ جاتی ہے۔ آپ کو دوسری بات
یہ جاننی چاہئے کہ کچھ پودے اپنی جڑوں سے مٹی بھربھری
کر دیتے ہیں۔ اُن کے ساتھ ایسے پودے لگائے جائیں
جو مٹی بھربھری نہیں کرتے۔ گرام سدھار کا یہ مقصد
ہے کہ وہ آپ کو پروگرام بتائے جس کے مطابق فصل
بونی چاہئے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس بات کو آپ صاف
طور پر سمجھ لیں کہ ایک ہی قسم کی فصل کی زیادتی اس کی
قیمت گھٹا دیتی ہے۔ اس لئے آپ ایسے ہی غلے جن کی
قیمت زیادہ ہو تاکہ سستے غلوں کا کمی کے باعث اچھا
دام ملنے لگے۔ جب تک آپ فصلوں کے انتخاب میں
اس طریقے پر عمل نہیں کرتے تب تک بازار کی خراب
حالت کے باعث آپ کی محنت بیکار جائے گی۔

آپ کی بیج کے متعلق ضروریات میں گرام سدھار
تحریک خاص دلچسپی رکھتی ہے۔ کئی بیج گودام کھولے
گئے ہیں۔ آپ میں سے کوئی بھی اپنے غیر معمولی بیج کو
اصلاح شدہ بیج کے ساتھ بدلنے کے لئے درخواست
دے سکتا ہے۔ اس قسم کے تبادلے کا انتظام آپ کے
لئے مفت ہے لیکن اس کام میں حکومت کو زیادہ رقم
صرف کرنی پڑی۔ کیونکہ گاؤں کے بیجوں کو بدلنے کے
لئے حکومت کوئی بھی رقم بڑی نہیں سمجھتی۔ آپ میں سے
ایسے لوگوں کے لئے جن کے پاس بدلنے کے بیج نہیں
ہیں۔ سوائی کے اصولوں پر اُدھار لینے کی سہولیت مہیا
کی گئی ہے۔ اگر اتنی آسانیوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ
اپنے خراب بیج نہیں بدل سکے تو کیا آپ خود اپنے دشمن
نہیں ہیں؟



دھان کی مڑائی - یہ ڈھنگ کتنا تکلیف دہ ہے؟

سب فصلوں کو نمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ قدرت پانی دیتی ہے مگر آپ میں سے کتنے اس سے پورا فائدہ اُٹھاتے ہیں؟ تھوڑی سی کوشش کے ذریعے جو دوسرے ملکوں میں طے شدہ پروگرام سمجھی جاتی ہے آپ اپنے کھیت کے چاروں طرف باندھ باندھ کر بارش سے ہونے والے فائدوں کو بڑھا سکتے ہیں۔ ان میں سے زیادہ کام آپ اپنی آمدنی سے ہی کر سکتے ہیں اور جہاں ایسا نہیں ہو سکتا وہاں حکومت تقاوی دیتی ہے اور محکمہ گرام سدھار بھی مالی امداد کرتا ہے۔ آپ کو اپنے فائدے کی طرف لے جانے کے لئے اس سے زیادہ کیا کیا جا سکتا ہے؟

آبپاشی کا دوسرا ذریعہ تالاب ہیں۔ اُن میں سے کتنے ہی مٹی سے بھر رہے ہیں کیا اُنھیں گہرا کرنے کے لئے گاؤں والے جمع نہیں ہو سکتے؟ کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ آپ کئی دنوں تک بارا توں میں جمع ہو سکتے ہیں مگر ایک ایسے کام کے لئے جمع نہیں ہو سکتے جو آپکی فصلوں کو بڑھا دے گا؟ یہ بھی سوچئے کہ آپ اُن کنوؤں کے لئے کیا کر رہے ہیں جنھیں آپ کے بزرگوں نے بنوا دیا ہے اُن میں سے کتنے ہی ڈھے گئے ہیں کیوں کہ آپ ٹھیک وقت پر اُن کی مرمت نہیں کر سکے۔ آپ اتنے ناعاقبت اندیش ہیں کہ اجتماعی ذمہ داری میں اپنا حصہ نہیں سمجھتے حالانکہ جنگلی کتوں کا جھنڈ اس لئے شکار مار لاتا ہے کہ سب اُسے کھا سکیں۔ آپ اُن جنگلی جانوروں سے بھی کم عقلمند اپنے کو ظاہر کرتے ہیں۔ وہ گاؤں کا جوش کہاں ہے جسکے لئے ہمارا ملک مشہور تھا۔

آپ میں سے جن لوگوں کے پاس کنوئیں ہیں وہ بھی اکثر ناکافی پانی پاتے ہونگے۔ تقریباً ۲۰ روپئے خرچ کرکے آپ کنوئیں کو بور کرا سکتے ہیں تاکہ اس کا پانی کبھی بھی ختم نہ ہو سکے۔ آبپاشی بڑھ جانے سے آپ کی رقم آسانی سے واپس ہو جائے گی۔

کبھی کبھی آپ فصلوں کو پانی نہ دیکر انھیں بھوکا رکھتے ہیں کیونکہ آپ کو خود پانی کھینچنا پڑتا ہے۔ اور کبھی سرکاری نہر سے ملنے والے پانی سے فصلوں کو زیادہ سینچتے ہیں آپ یہ نہیں سمجھتے کہ بہت زیادہ پانی زمین کو چپ چپا بنا دیتا ہے اور آپ کی فصلوں کو بجائے نفع کے نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے آپ نہروں کے ذریعے فصلوں کو دئے جانے والے پانی کی حد مقرر رکھئے۔

کھیتی کے تقریباً سبھی طریقوں کو آپ اپنے دشمن کی طرح استعمال کرتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر طریقے بزرگوں کے ذریعے ہزاروں سال پہلے کام میں لائے جاتے تھے جبکہ کسان کم تھے اور زمین زیادہ تھی آپ نے ان میں اصلاح نہیں کی اور رہنتوں کو اور بھی خراب بنا دیا ہے۔ اس وقت جبکہ زمین اتنی کم ہے اور آپ لوگوں میں اتنے چھوٹے سے چھوٹے رقبوں میں تقسیم کی گئی ہے آپ کے طریقے ایسے ہونے چاہئیں کہ آپ اپنے کم حصے سے بھی اتنی ہی پیداوار حاصل کر سکیں جتنی آپ کے بزرگ اپنے چوگنے حصے سے پاتے تھے یہ غیر ممکن نہیں ہے۔ ایسا دوسری جگہ ہو چکا ہے خصوصاً جاپان میں۔ یہ صرف طریقوں کا ہی سوال ہے جسکے لئے آپ کو کچھ تعلیم اور اپنی محنت کی ضرورت ہے۔ سب سے اہم طریقہ جوتائی کا ہے جسکے متعلق میں بہت کچھ پہلے ہی عرض کر چکا ہوں۔ دوسری بات بوائی ہے۔ اسکے لئے وقت کی پابندی بہت ضروری ہے آپ میں سے بیشتر لوگ تیوہاروں کے مطابق چلتے ہیں لیکن یہ سال بہ سال بدلا کرتے ہیں۔ موسموں کا حوالہ نہیں دیتے۔ انگریزی تاریخوں کے مطابق چلنے اور ان تاریخوں کے مطابق بوائی کرنے سے جن کی اطلاع محکمہ زراعت نے پٹواریوں کے ذریعے سے پہلے ہی سے دیدی ہے آپ کو فائدہ ہوگا۔ پودے کا اگنا بوائی کے طریقے پر منحصر ہے۔ اگر آپ لاپرواہیں اور بیج ادھر ادھر چھینٹ دیتے ہیں تو پودے کہیں گھنے اور کہیں کم تعداد میں اگیں گے۔ اگر آپ سلسلے سے بوئیں گے تو آپ کم بیج استعمال کریں گے اور پودوں کو نشو و نما کے لئے جگہ دینگے۔

ارہر کو ہمیشہ قطار میں بو یا کیجئے تاکہ اس کے ساتھ بوئی ہوئی مگر پہلے ہی پک جانے والی فصل کاٹنے پر آپ ارہر کے لئے زمین جوت سکیں۔ آپ اپنی ایکھ گہرے کونڈا میں بویا کیجئے اس کے لئے کم پانی کی ضرورت ہے اور ایکھ بہت اونچی اگے گی۔

اس سلسلے کو بھی یاد رکھیں جسکے مطابق فصلیں بونی چاہئیں۔ اگر ٹھیک سلسلے کے ساتھ فصل نہ بو سکیں گے تو اس کے یہ معنی ہیں کہ آپ زمین کو کمزور بنا دیں گے انجام کار اس پر اگنے والی فصلیں بھی کمزور ہو جائیں گی۔

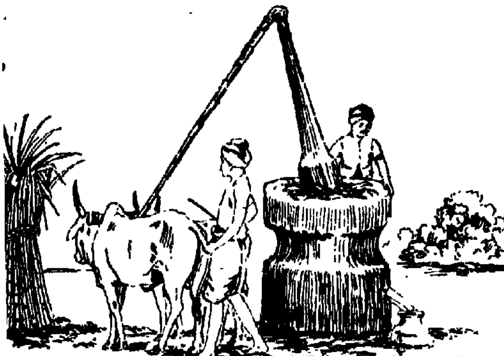
فصل کے انکھوے نکل جانے پر اسے نرانا چاہئے اگر آپ ایسا نہ کر سکیں گے تو فصل کے ساتھ اگے ہوئے نکمے پودے فصل کی غذا چھین لیں گے۔ ارہر کی طرح فصلوں کا ساتھ میں بویا جانا ضروری ہے۔ اس کے لئے سستی کھر پی ملتی ہے۔

اگر پچھمی ہوا پالا پڑنے کی قبل از وقت اطلاع دے رہی ہو تو کھیتوں کو فوراً سینچ دیجئے۔ آپ کے پاس وقت ہے۔ آپ باتیں کرنے میں زیادہ وقت صرف کرتے ہیں۔ آپ ان باتوں کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے؟ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر ایک کسان کو ۱۰ روپے کا فائدہ ہوگا تو سارے صوبے کے کسانوں کی ۱۰ کروڑ آمدنی بڑھ جائے گی۔

فصل کاٹتے وقت یہ خیال رہے کہ کچھ نقصان نہ ہو۔ اناج پیٹنے کی کچھ ایسی مشینیں ہیں جنھیں ایک کسان نہیں خرید سکتا مگر کئی کسان مل کر خرید سکتے ہیں اور باری باری سے کام میں لا سکتے ہیں۔ بھوسا علیحدہ کرنے کی بھی مشینیں ہیں جنھیں آپ کئی کسان مل کر خرید سکتے ہیں۔ اسی طرح کولھو بھی۔ آپ جانتے ہیں کہ دیسی کولھو ایک تہائی سے زیادہ رس ایکھ کے ریشوں میں چھوڑ دیتا ہے۔ ان کولھوؤں کو کام میں لانا گویا ایک تہائی رس پھینک دینا ہے یا ایکھ بوئی ہوئی زمین کے ایک تہائی حصے کو چھوڑ دینا ہے۔ اصلاح شدہ کولھو آسانی سے کام دیتے ہیں اور ان کی قیمت ایک ہی فصل کی قیمت میں نکل آتی ہے۔ پھر بھی اگر قیمت زیادہ معلوم ہو تو چار یا پانچ کسان باری باری سے کام میں لانے کے لئے مل کر خ

سکتے ہیں ہر ایک اصلاح شدہ آلہ کی قیمت ادا کرنے میں آپ کچھ نہ کچھ گرام سدھار ایسوسی ایشن کی امداد کی توقع کر سکتے ہیں۔ جو کچھ بھی تھوڑی سی رقم آپ کو خود خرچ کرنی ہوگی وہ ایک ہی سال کی اصلاح شدہ پیداوار میں آپ کو مل جائیگی۔ دوسرے سال جو کچھ زیادہ رقم آپکو ملے گی اُسے آپ منافعہ کی صورت میں سمجھ سکیں گے اور آپ آلات کے مالک ہو جائیں گے اصلاح شدہ آلات میں رقم لگانے میں دیر کرنا آپ کی حماقت ہے۔ ایسا کر کے آپ خود اُس آمدنی کو کم کر رہے ہیں جو آپ کے کھیت آپ کو دے سکتے ہیں۔

آپ کی کھیتی اس لئے زیادہ خراب ہوتی ہے کہ آپ کے کھیت گاؤں کے چاروں طرف بکھرے ہوئے ہیں۔ مختلف کھیتوں میں جانے میں آپ کو فضول محنت کرنی ہوتی ہے۔ مینڈ بنانے میں آپ بہت زمین کھو دیتے ہیں۔ آپ اپنی فصلوں کو مویشیوں سے محفوظ نہیں پاتے کیونکہ آپ اُن کی نگہبانی نہیں کر سکتے آپ دیکھتے ہیں کہ آپ ایک کنواں نہیں بنوا سکتے جس کا پانی آپ اپنے کھیتوں میں اچھی طرح استعمال کر سکتے ہیں یہ اور دیگر نقصانات آپ کو اس لئے ہوتے ہیں کہ آپ کے کھیت بکھرے ہوئے ہیں۔ حکومت تجویز کر رہی ہے کہ گاؤں والے آپس میں برابر قیمت کے ٹکڑوں کی چک بندی کریں۔ اس قسم کی تقسیم آپ کی پنچایت ہی کریگی جو آپ سب کے ساتھ انصاف کریگی۔ اس لئے آپ کو اپنے کھیتوں کو ایک چک میں رکھ کر فائدہ اُٹھانے کے لئے تیار رہنا چاہئے۔ آپ یہ نہ ڈریں کہ اس سے آپ کا کچھ نقصان ہوگا۔ کیونکہ اس تقسیم میں وہ سبھی سہولتیں رکھی جائیں گی جو آپ کو مختلف ٹکڑوں میں حاصل ہیں چک بندی سے کم از کم ۲ آنہ فی روپیہ آپ کی آمدنی بڑھ جائے گی۔ یہ صرف آپ کے لئے تھوڑی رقم ہے لیکن صوبے بھر کے کسانوں کی آمدنی جوڑنے سے بہت بڑی رقم ہے۔



اب بھی کچھ گاؤں میں گنا پیرنے کا یہی پرانا ڈھنگ چلا آرہا ہے۔ اس سے رس بھی کم نکلتا ہے اور وقت بھی زیادہ لگتا ہے۔

آپ کو کھیتی کے ساتھ پھل اور ترکاریاں بھی لگانی چاہئیں۔ موجودہ قوانین کے مطابق آپ اپنے کھیتوں میں پپیتا، امرود اور آم کے درخت لگا سکتے ہیں۔ نئے قوانین کے مطابق جو ابھی بنائے جائیں گے، آپ اور بھی درخت لگا سکیں گے۔ اس لئے اگر آپ پھلوں کے درخت نہ لگا سکے تو اس کے لئے آپ خود قصوروار ہیں۔ پھلوں کے پودے بہت آسانی سے نہیں ملتے کسی نہ کسی طرح آپ اپنے کسی کھیت کے کونے میں کچھ پودے لگانے کا کام شروع کر سکتے ہیں۔ آپ کی کھیتی تب تک ہوتی رہیگی جب تک درخت بڑے ہو کر پھلنے نہ لگیں۔ اس لئے آپ کو کچھ نقصان نہ ہوگا۔ اور جب درخت بڑے ہو جائیں گے تو بغیر محنت کئے ہوئے آپ کو آمدنی ہونے لگے گی جو فصل کی آمدنی سے کئی گنا زیادہ ہوگی آپ آزمائش کرنے میں اتنے سست کیوں ہیں۔ پودوں کے لئے کچھ سرمایہ اُنھیں لگانے اور اُن کی رکھوالی کے لئے کچھ محنت اتنی چیزوں کی ہی پھل لگانے میں ضرورت پڑتی۔ بیچنے کے بعد بچے ہوئے پھلوں کو آپ اور آپ کے گھر والے اپنے مصرف میں لا سکتے ہیں۔

ترکاریوں کے لئے پونجی کم لگانی ہوگی اور فائدہ فور ہوگا۔ شاید ہی کوئی ایسی ترکاری ہو جس کی فصل اُسی رقبے میں بوئے ہوئے غلہ کی قیمت سے تگنی نہ ہوتی ہو۔ صرف محنت کی

ضرورت ہے اور یہ آپ زیادہ کر سکتے ہیں۔ لوگوں کو ترکاری کی اتنی ضرورت ہے جتنی آپ پیدا کر سکتے ہیں اور اس سے اچھی آپ دوسری غذا نہیں پا سکتے اگر آپ اسے زیادہ غلہ میں کھائیں تو آپ پہلے کی نسبت زیادہ تندرست ہو جائینگے اور آپ کو چھوت سے اور خون کی بیماریاں کم ہوا کریں گی۔ اگر آپ اچھی ترکاریوں کے ساتھ وہی غلہ کھائیں جو آجکل کھاتے ہیں تو وہ زیادہ خوش ذائقہ دار معلوم ہو گی۔ اس لئے آپ ایسی چیزوں کی آزمائش کرنے میں دیر نہ لگائیں جو زیادہ دولت اور عمدہ غذا دیں گی۔

فصل بیچنے کی بات آخری ہے۔ آپ یہ نہیں محسوس کرتے کہ جس قاعدے سے آپ اس وقت فروخت کر رہے ہیں اس سے کتنی ہی پیداواریں ہی برباد ہو جاتی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ آپ میں سے بیشتر لوگ جوں ہی غلہ تیار ہوتا ہے اُسے فوراً بیچ دیتے ہیں منڈی میں اتنا زیادہ غلہ آتا ہے کہ غلہ کا تاجر اپنی مرضی سے ہی قیمت لگا سکتا ہے۔ جو قیمت وہ دو تین ماہ بعد دیتا اُس سے کم از کم ۱/۵ حصہ اس وقت کم دیتا ہے اسکے یہ معنی ہیں کہ آپ پیداوار کا ۱/۵ حصہ جلد بازی سے پھینک دیتے ہیں۔ بیشک آپ لگان اور قرض ادا کرنے کے لئے تنگ کئے جا سکتے ہیں لیکن اگر آپ کے مہاجن یہ سمجھ لیں کہ کسی اچھی وجہ کے باعث ہی فروخت میں دیر ہو رہی ہے اور آپ کا خیال اُنھیں دھوکا دینے کا نہیں ہے تو آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔ فروخت گی کی سوسائٹیاں قائم کرنا آپ کے ہاتھ ہے۔ یہ آگے فروخت کرنے کے لئے آپ کا غلہ لیں گی اور اُس کی ضمانت پر مہاجنوں کا قرض ادا کر دیں گی۔ یہ آپ کو فروختگی کے خرچ سے بھی بچا سکتی ہیں جو اچھی طرح جوڑے جانے پر آپ کے غلہ کی قیمت کا ۱/۳ حصہ ہوگا۔ اس لئے ۱/۵ حصہ غلے کا نقصان روکنے کے لئے جو کٹائی کے بعد غلہ کو فوراً بیچنے سے ہوتی ہے اور ۱/۳ غلہ بچانے کے لئے جو تولائی اور دوسری مدوں میں خرچ ہوتا ہے۔ آپ لوگوں کو فروخت کرنے کی امداد باہمی سوسائٹیوں میں نام لکھا لینا چاہئے۔ اس کام میں دیر ہونے سے آپ کو تقریباً ایک چوتھائی فصل کا نقصان ہوتا رہے گا۔

کھیتی میں اور بھی ایسی متعدد باتیں ہیں جن سے آپ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مگر آج آپ اُن باتوں پر اپنے دشمن کی طرح عمل کر رہے ہیں۔ اگر آپ صرف انھیں باتوں میں اپنے دشمن ہونا بند کر دیں جن کا ذکر میں کر چکا ہوں تو آپ جلد ہی اپنی آمدنی دونی بنا لیں گے۔ آپ کو تقریباً اتنی زمین ملنے لگے گی جتنی آپ کے پاس ہے۔ آپ کو اس سے زیادہ کون دے سکتا ہے جتنی آپ گرام سدھار کی تعلیم پر عمل کرکے خود حاصل کر سکتے ہیں۔ آپ دیر نہیں کر سکتے۔ ملک آپ کی کوشش کے انتظار میں ہے۔ جب تک آپ اور خوش حال نہیں ہو جاتے اُس وقت تک فروخت نہ ہونے کے باعث صنعت و حرفت ترقی نہیں کر سکتی۔ زیادہ سڑکیں نہیں بنوائی جا سکتیں۔ زیادہ اسکول نہیں کھولے جا سکتے آپ کی ترقی پر ہی ملک کی زندگی کا انحصار ہے۔ اُن مواقع کا استعمال کرکے آپ ترقی حاصل کریں جو آپ کو مل رہے ہیں۔ اپنے فائدوں سے دشمنی ختم کرکے آپ اسے حاصل کریں۔

اناڑی شکاری

(از جناب مارکنڈے واجپئی ایم-اے-ایل ایل-بی)

لوگ کہتے ہیں کہ شکار میں بڑا مزا آتا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک ریاست میں ضروری سے ضروری کام بھی شکار کے پیچھے رک جایا کرتا تھا۔ ایک معمولی شکاری سب کا نظام بگاڑنے کے لئے بہت کافی تھا۔ محل کا زینہ چڑھتے چڑھتے وہ ایک تنکا اٹھا لیتا تھا اور اندر پہنچکر فوراً اطلاع کرتا تھا کہ شیر کی خبر ملی ہے۔ خواہ کتنا ہی ضروری کام کیوں نہ ہو رہا ہو بس وہ فوراً ہی اندر طلب کر لیا جاتا تھا۔ اندر پہنچکر اس نے یہ کہنا شروع کیا "حضور اتنی بڑی شیر کی گادی میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھی۔ اس تنکے کی ناپ ہے۔ غریب پرور سرکار بڑا زبردست جانور ہے۔ اور سارے سرکاری کاغذات زمین پر نظر آنے۔ افسران لاکھ کہا کریں کہ بہت ضروری کاغذات ہیں مگر ان کی کون سنتا ہے۔ محل کے لوگوں کا کام ہی یہ تھا کہ جب کوئی ایسا افسر کاغذات لیکر آتا تھا جسے وہ پسند نہیں کرتے تھے تو وہ فوراً کسی شکاری کو ایک تنکا لیکر بھیج دیتے تھے اور پھر اس افسر کی شنوائی حشر تک نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ افسر غریب رات کو ۲ بجے تک ٹاپا کرتا تھا اور وہاں شیر کی گادی کی بات ہی کسی طرح ختم نہیں ہوتی تھی۔ شیر خواہ ملے یا نہ ملے گادی اُسے ضرور مل جاتی تھی۔ شکاری کا ذمہ گادی ملنے کا تھا۔ شیر ملنے کا تو تھا نہیں۔ ایک شکاری نے تو یہاں تک کیا تھا کہ شیر کا ایک پنجہ کاٹ کر رکھ لیا تھا اور اُسی سے وہ زمین پر نشان بنا آتا تھا۔ اب اگر شیر کے پنجے کا نشان ہونے کے بعد بھی راجہ کو شیر نہ ملے تو راجہ کی قسمت! شکاری کا کیا قصور؟ ریاستی لوگوں اور بڑے زمینداروں کو شکار کا مرض ہوتا ہے۔ اُس سے اُن کا جی کبھی نہیں بھرتا۔ جتنا زیادہ شکار ملتا ہے اُتنا ہی زیادہ اُنکا حوصلہ بھی بڑھتا جاتا ہے اور "مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی" کی مثل صادق ہوجاتی ہے۔

گیا تھا ایک دوست کے یہاں دیہات میں آرام کرنے اور پھنس گیا وہاں جاکر شکار کے چکر میں۔ میں نے کبھی بندوق بھی نہیں چلائی ہے مگر میرے دوست کو ان سب باتوں سے کوئی غرض نہیں۔ رات کو ایک بجے سوکر بھی وہ صبح ۴ بجے اُٹھنے کے لئے تیار ہیں اور ساتھ میں دوست گھسیٹے جاتے ہیں خواہ اُن کی مرضی ہو یا نہ ہو۔ صبح چار بجے اُٹھکر میرے زمیندار دوست ہم لوگوں کے ایک وکیل دوست کو لینے کے لئے اسٹیشن گئے۔ میں نے ۴ بجے اُٹھنے سے انکار کر دیا تھا مگر میرے دوست نے اتنا شور مچایا تھا کہ میری آنکھ بھی ۴ ہی بجے کھل گئی تھی۔ جب اُن کی موٹر بھرّا کر چلی گئی اور ایک طوفان بے تمیزی کے بعد سناٹا چھا گیا تو میں نے کروٹ بدل کر پھر سے خرّاٹے لینا شروع کئے۔ اپنی سمجھ میں ۸ ہی منٹ سویا ہوں گا کہ "بھوں بھوں" کرکے موٹر نے پھر جگا دیا۔ دُنیا کو کوستا ہوا اُٹھا اور وکیل صاحب سے ملنے کے لئے باہر آیا۔ وہ شکار کے لئے بڑے بیقرار تھے۔ بندوق شاید دس پانچ سال میں ایک بار چلاتے ہوں گے مگر شکار کا تاؤ بہت چڑھا ہوا تھا۔ میں ہاتھیوں سے شیر کا شکار دیکھ چکا تھا۔ اس وقت بھی کمر میں درد تھا اور دل کی دھڑکن کم نہ ہوئی تھی۔ میں نے اپنے زمیندار دوست سے پوچھا کہ شیر کا شکار تو نہ ہوگا؟ اُنھوں نے فرمایا۔ شیر کا شکار بھی ہوگا۔ میں نے پھر پوچھا۔ ہاتھیوں سے تو نہ ہوگا؟ انھوں نے فرمایا۔ ہم لوگ ہاتھی ہی پر رہیں گے۔ میں نے کہا۔ بابا مجھے معاف کرو! میں ہاتھیوں سے خود شیر کا ہانکا کر چکا ہوں اب جاکر کیا کرونگا! مگر مجھے چھٹی نہ ملی۔ معلوم ہوا کہ اس بار شکار گھاس میں نہیں ہے جنگل میں ہے۔ اور اس بار ہاتھی ہانکا نہیں کریں گے۔ آدمی ہانکا کریں گے اور کچھ ہاتھی ناکے پر کھڑے ہوں گے۔ میرا جانا اس لئے ضروری ہے کہ ایسا ہانکا میں نے نہیں

دیکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ اور لوگ تو ناکوں پنڈلیوں یا زیادہ سے زیادہ کمر تک کیچڑ میں ہوں گے۔ دلدل ... اپنے وکیل دوست کے ساتھ مجھے ہاتھی پر بیٹھ کر کھڑے ہونگے مگر اپنے وکیل دوست کے ساتھ مجھے ہاتھی پر نالکا صنبھالنا پڑیگا۔ میں نے بہت کہا کہ میری شادی ہونے والی ہے۔ اسلئے مجھے اپنی جان بہت پیاری ہے اور اگر میرے دوست کی بندوق کا نشانہ خطا کر گیا تو شیر کا خوف ہی کافی ہے۔ مگر میری کسی نے بھی نہیں سُنی۔ اناڑی شکاری کے ساتھ ہی مجھے بیٹھنے پر مجبور کیا گیا۔ جس شخص کی بدحواسی کا یہ عالم ہو کہ ریل میں پان خرید کر پانوں کے ساتھ تمباکو کے بجائے پان کی بو۔ او نگھتے ہوئے رات بھر استعمال کرتا رہا اس کے ہاتھ کی بندوق کا کیا اعتبار۔ ایک بار ایک شکار میں اناڑی شکاری کے ساتھ شکار کا لطف حاصل کر چکا ہوں۔ ایک جھیل کے کنارے مرغابیوں کا شکار تھا۔ ایک میم صاحبہ میرے پیچھے تھیں۔ ان کی پہلی گولی ہی میرے کان کے پاس سے سنسناتی ہوئی گئی۔ میں نے بڑے زور سے چلّا کر کہا میں آگے ہوں ذرا سنبھال کر گولی چلایئے۔ اس کا جواب دوسری گولی سے ملا جو میرے سر سے ایک انچ اونچی گئی۔ میں جان لیکر بھاگا مگر پیچھا نہ چھوٹا۔ جدھر جدھر میں سرکنڈوں کے بیچ میں بھاگتا تھا اُدھر ہی اُدھر میم صاحبہ کی گولی چلتی تھی۔ میں کئی بار چلّایا کہ میں مرغابی نہیں ہوں انسان ہوں مگر جواب گولی ہی سے ملا۔ آخر کیچڑ میں لیٹنا پڑا۔ لوٹ کر پہنچا تو میم صاحبہ بڑے جوش سے فرما رہی تھیں کہ انھوں نے ایک مرغابی کا سرکنڈوں میں بہت دور تک پیچھا کیا مگر وہ ہاتھ نہ لگی۔ میں نے کہا۔ وہ مُرغابی میں ہی تھا اور اب حاضر ہوں۔ میم صاحبہ بہت ٹپٹائیں اور سب لوگ کیچڑ میں سنی ہوئی میری شکل دیکھ کر ہنسنے لگے۔ ایک بار اناڑی شکاری سے پالا پڑ چکنے پر انسان دوسری بار اسی تجربے سے گھبراتا ہے۔ مگر میرے زمیندار دوست قصہ سُن کر بولے کہ وکیل صاحب ہاتھی پر سوار ہی رہیں گے۔ پیچھے سے گولی نہیں چلائیں گے۔ میں بہت کہتا رہا کہ ایک بنگالی صاحب کہا کرتے تھے کہ "کبھی کبھی کھولی باندوک بھی رُونگ جایا کرتا ہے" اور میرے وکیل دوست کے ہاتھ میں تو خالی نہیں بھری ہوئی بندوق ہوگی مگر وہ نہیں مانے ایک ہاتھی پر زمیندار صاحب خود بیٹھے۔ وہ خود ہاتھی جیسے ڈیل ڈول والے ہیں ایک ہاتھی پر دوسرا ہاتھی۔ عجیب منظر تھا۔ وکیل صاحب اور میں ایک اور صاحب کے ساتھ دوسرے ہاتھی پر بیٹھے۔ وکیل صاحب کے پاس رائیفل تھی اور ہم لوگ نہتے تھے۔ دیہاتی سڑک پر موٹر نے پہلے ہی ہم لوگوں کا کچومر بنا دیا تھا۔ رہی سہی کسر ہاتھی نے نکال لی۔ میں لیٹا ہوا تھا اور وکیل صاحب پیچھے کی طرف بیٹھے ہوئے تھے۔ یکایک رائیفل کی نلی اپنی طرف دیکھ کر میں گھبرا کر اُٹھ بیٹھا۔ وکیل صاحب رائیفل اِدھر اُدھر گھما کر اس کا وزن آزما رہے تھے۔ میں نے اُنھیں آگے بٹھایا تب رائیفل کی نلی میری طرف سے دوسری طرف گھومی۔ وکیل صاحب نے مہاوت سے فرمایا کہ تمھارا سر اُڑتا ہے۔ سامنے سے الگ نہیں ہوسکتا؟ لوئی کیرال نامی ایک انگریز مصنّف نے اپنی ایک بڑی ہی پُر لطف کتاب "عجیب ملک میں الائس" میں ایک رانی کا ذکر کیا جو ذرا ذراسی بات میں یہی حکم دیتی تھی کہ اس کا سر کاٹ لو۔ اگر اُس کے حکم پر پوری طرح عمل کیا جاتا تو اس ملک میں کسی کا سر بچتا ہی نہیں۔ وہی بات میرے دوست کہہ رہے تھے کہ مہاوت کا سر اُڑتا ہے اسلئے نکال ڈالا جائے میں نے اُن سے کہا کہ سر الگ تو ہوسکتا ہے مگر ہاتھی بلا سر کے مہاوت کے قابو میں نہیں رہ سکتا اور ایک بار ہاتھی اُس جنگل میں بھاگا تو پھر خدا ہی مالک ہے۔ ایک تو گھنا جنگل دوسرے انجان جگہ ایک بار اگر کھو گئے تو وہاں سے زندہ لوٹنے کی کوئی اُمید ہی نہیں۔ کوئی چھوٹا موٹا جانور بھاگے تو انسان اُس پر سے کود بھی پڑے لیکن اتنے بلند قامت جانور کی پیٹھ سے کودنا موت کو دعوت دینا ہے یہ باتیں ہمارے وکیل دوست بھی مان گئے اور طے یہ ہوا کہ مہاوت کی طرف بندوق چلنے کی اطلاع مہاوت کو دیدی جائیگی اور وہ فوراً لیٹ جائیگا یہی ایک طریقہ تھا جس سے مہاوت کا سر بچا بھی رہتا اور درمیان میں بھی نہ آتا۔

جنگل میں گھس کر ہمارے ہاتھی نے ناکا لیا۔ ہوا یہ کہ بڑے بڑے درخت ہاتھی سے گرائے۔ درخت گرانے کا سین بھی قابل دید تھا۔ مہاوت کا حکم پاتے ہی ہاتھی نے اپنے ماتھے سے درخت ٹھیلنا شروع کیا۔ درخت جھکنے لگا اور جھکتے جھکتے آخر ایک آواز کے ساتھ ٹوٹ کر گر پڑا۔ ایک درخت کو ماتھے سے جھکا کر ہاتھی نے اس پر اپنا ایک پیر رکھ کر توڑ ڈالا۔ ہاتھیوں کا یہ کمال میں نے پہلی ہی بار دیکھا تھا۔ شکار نے ہاتھیوں کو بھی خوب سکھانا پڑتا ہے۔ پہلی بار جب درخت گرایا جا رہا تھا تو میں ہاتھی کی دم کی طرف منہ کئے بیٹھا ہوا تھا۔ وکیل صاحب کی رائیفل دو گئے ہی میں سے گھبرا کر پیچھے کی طرف دیکھا۔ درخت کے کانٹوں سے بچنے کے لئے وہ تیزی سے پیچھے کی طرف کھسکے تھے اور ان کی بندوق سے میری پیٹھ کا نشانہ سا دھا تھا میرے خفا ہونے پر وکیل صاحب نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں۔ گولیاں رائیفل میں ضرور ہیں مگر نلی خالی ہے۔ اب بتائیے کہ گولی کو نلی میں پہنچتے ہوئے کیا دو چار گھنٹے لگتے ہیں۔ میں نے جلدی سے اپنی پیٹھ اس کمبخت بندوق کی زد سے ہٹائی اور ہاتھی کا درخت گرانا دیکھنے لگا۔

یہ بات نہیں کہ تنہا مجھ کو اپنے دوست کی بندوق سے پریشانی تھی۔ ہم لوگ درخت توڑ کر کھڑے ہی ہوئے تھے کہ بائیں طرف سے آواز آئی "ادھر گولی نہ چلائے گا۔ یہاں ہانکے والے کھڑے ہیں" میرے دوست نے بہت خفا ہو کر کہا کہ یہ بات بتلانے کے لئے میں ہی اکیلا بچ رہا ہوں۔ اتنے میں ہانکا شروع ہو گیا چاروں طرف سے شور ہونے لگا "ہا۔ ہا۔ ہو۔ ہو۔ نکلو دوڑو وغیرہ کی آوازیں آنے لگیں۔ ہاتھی ذرا سا چونکا مگر مہاوت نے "دیچھ دیچھ" کہکر اسے پھر پیچھے کر لیا۔ شکاری خاموش تھے۔ ایسے موقع پر بول دینے سے شکاری آپس میں لڑ جاتے ہیں۔ ذرا دیر میں سانبھر اور چیتل بھاگتے ہوئے ہم لوگوں کی داہنی طرف آئے۔ ادھر ہی زمیندار صاحب تھے۔ دھڑا دھڑ گولیاں چلنے لگیں۔ وکیل صاحب نے بھی گولی چلائی۔ ان کے گولی چلاتے ہی ہاتھی ناچنے لگا۔ وہ ہاتھی پر بیٹھے ہی رہے تھے کہ سانبھروں کا ایک جھنڈ نکلا۔ انھوں نے بہت ہوشیاری سے نشانہ لیکر گولی چلائی مگر گھوڑا دباتے ہی رائیفل "کھٹک" کر کے رہ گئی۔ انھوں نے نلی میں دوسری گولی بھری ہی نہ تھی۔ جب تک گولی بھری جاتی تب تک زمیندار صاحب کا ہاتھی بڑی زور میں چنگھاڑا اور شور ہوا کہ شیر پر گولی چل گئی اور شیر گھر گیا۔ سب لوگ جنگل کے اندر چلے گئے۔ ہم لوگ مرے ہوئے جانور تلاش کرنے لگے۔ تھوڑی دیر تلاش کرنے کے بعد ایک مرا ہوا چیتل ملا۔ اس کے کئی گولیاں لگی تھیں۔ ہمارے وکیل صاحب نے تھوڑی دیر سوچ کر فرمایا کہ چیتل کی دم کے پاس انھیں کی گولی لگی تھی۔ دفعتاً مجھے دوسرے شکاری کا قصہ یاد آگیا۔ ایک صاحب شکار کھیلنے گئے تھے۔ ان کے ساتھ ایک صاحبہ بھی تھیں۔ شیر کا شکار تھا۔ کئی شیروں پر ان دونوں کی گولیاں چلیں اور ان گولیوں کا حال ان کے ایک مذاقیہ دوست نے اپنے ایک دوست کو ٹیلی فون سے ایک شعر میں یوں بتایا۔

شکاری کو تم نے یہ اچھی دعا دی
کہ شیروں کی دم پر بھی گولی چلا دی

یہی ہمارے دوست نے چیتل کے ساتھ کیا اور پھر میرا قصہ سن کر بہت ناراض ہو گئے۔ میں نے گولی چلائی نہیں تھی اور چیتل کو گولی دم پر روکنا بھی میں نے نہیں سکھایا تھا مگر وکیلوں سے بحث کر کے کون اپنا دماغ خراب کرے۔

جنگل گھنا تھا اور بڑا لطف آ رہا تھا۔ مگر دوسرے ہانکے کے ناکے تک پہنچتے پہنچتے جنگل کی یہ سب دلچسپی بھول گئی۔ کانٹوں اور درختوں کی شاخوں سے گھٹنے اور پیر ایسے چھل گئے گویا شیر کے پنجوں کا وار ہماری ہی ٹانگوں نے جھیلا ہو۔ کانٹوں اور شاخوں سے آنکھیں بچانے کے لئے سر نیچا رکھنا پڑ رہا تھا۔ گردن اور کمر درد کے مارے ٹوٹی جا رہی تھی پھر بھی زخمی شیر کی تلاش میں ہم لوگ جنگل کی خاک چھانتے رہے۔ میری جان سوکھی جا رہی تھی کیونکہ یہ سن رکھا تھا کہ زخمی شیر فوراً ہاتھی پر حملہ کرتا ہے غنیمت ہوئی کہ شیر ہم لوگوں کو ملا نہیں دوسرا ہانکا ختم ہوا تو سوچا کہ شاید اب کھانا ملے گا۔ مگر شکاریوں کو کھانے پینے کی پرواہ نہیں ہوتی تیسرا ہانکا ہوا تو ہاتھی نے سیتا گرہ کر دیا۔ ایک جگہ خاموش کھڑے ہونے سے اس نے صاف انکار کر دیا۔ مہاوت نے بھالے مار مار کر ہاتھی کا ماتھا لہولہان کر دیا مگر ہاتھی خاموش کھڑا نہ ہوا۔ وکیل صاحب نشانہ ہی نہ لے پائے۔ شام تک ہانکے ہوئے بہت سے جانور مارے گئے۔ مگر ہم لوگوں کے سامنے ایک بھی جانور نہ آیا۔ جانور بھی تو سمجھدار ہوتے ہیں انھوں نے سوچا ہوگا کہ مرنا ہے تو ایسے شکاری کے سامنے سے چلو جو کم از کم دم پر تو گولی نہ چلائے گا۔ وکیل صاحب نے خفا ہو کر چیل کوؤں پر گولیاں چلانے کا ارادہ کیا۔ مگر ہم لوگوں نے گولی نہ چلانے دی۔ شام کو پانچ بجے گوشت کنارے کھانا نصیب ہوا اور وہ بھی جلدی جلدی کھایا گیا۔ شکاریوں کو شکار کا مرض ہوا کرتا ہے شکار کے آگے انھیں کچھ اور نہیں سوجھتا۔ ہم لوگوں نے لاکھ کہا کہ اب اندھیرا ہو گیا ہے اور اس وقت شیر نکل آیا تو بیدل ہانکا کرنے والوں کی جانیں جائینگی مگر شکاری نہ مانے اور آخری ہانکا اندھیرے ہی میں ہوا ہم لوگوں کے سامنے پھر بھی کوئی جانور نہ آیا۔ وکیل صاحب بہت جھنجھلائے اور جب میں نے سامنے بھاگتے ہوئے سیار پر انھیں گولی چلانے کی راستے دی تو وہ مجھ پر برس پڑے کہ مجھ سا منحوس شخص جس کے ساتھ ہو اسے کوئی شکار کیسے مل سکتا ہے۔ اناڑی شکاری کے ساتھ یہی ہوتا ہے۔ وہ شکار مجھے برسوں یاد رہیگا

کسان کی تھالی

(از جناب رشچندر دیو)

جو آنکھوں میں کھیل رہی تھی
کھیتوں میں پھیل رہی تھی
آج بن گئی گھر بھر سے کو
وہ پک کر سونے کی تھالی

کس کے گھر سونا جائے گا؟
کسے ملے گی پرسی تھالی؟
جس نے مرمر اسے کمایا
جاگ جاگ کر کی رکھوالی

یا جو پڑا پڑا تکتا ہے
اس سبزے پر آنکھ لگائے
کھاتے کا پھندا پھیلا کر
کب شکار آ کر پھنس جائے

یہ کسان بھولا بھالا ہے
چھ مہینے کی بھری کمائی
سود۔ بیاج کردے کب ارہیں
دے بیٹھے گا پائی پائی!

بھوک۔ پیاس، اولا، پالا سب
تپ تو پورا کر جاتا ہے
پر پھل ملنے کے موقعے پر
آنکھ بند کر سو جاتا ہے

کیا یہ اپنا کام نہیں ہے
اس کے حق اس کو بتلائیں
یہ دنیا کو کھلا رہا ہے
ہم سمجھا کر اسے کھلائیں



انڈے اور مرغی کا روزگار

(موصول)

۱۔ جو لوگ کاشتکار پیشہ ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ کاشتکار کی حالت کبھی قابل اطمینان نہیں۔ کبھی پانی کی اتنی کمی کہ قحط کی مصیبت کبھی اتنی زیادتی کہ سیلاب کی آفت کبھی پالا زدگی کی شکایت اور کبھی اولا باری سے نقصان۔ رہی سہی پیداوار اس کا بھی بھاؤ دن بدن گرتا جاتا ہے۔ غرضیکہ کوئی سال نزول آفات ارضی وسماوی سے خالی نہیں۔ نہ زمیندار کا لگان نکلتا ہے نہ مہاجن کی قسط۔ نہ پیٹ بھر کھانا اور نہ تن پر کپڑا۔ ایسی حالت میں ضروری ہے کہ کاشتکاری کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے بھی اور دھندے کئے جاویں جو آمدنی کی اس کمی کو کسی طرح پورا کر سکتیں۔ بلا اسکے کاشتکار کے خوشحال ہونیکی کوئی امید نہیں۔ لہذا ہر شخص کو کوئی نہ کوئی گھریلو دھندا تلاش کرنا چاہئے۔

۲۔ جن قوموں میں مرغی پالنے کا رواج پایا جاتا ہے اور جن کو انڈے اور مرغی سے کسی قسم کا پرہیز نہیں ہے ان لوگوں کے لئے مرغی پالنے اور انڈے فروخت کرنے سے بڑھکر دوسرا روزگار نہیں۔ اس میں محنت اور مشقت بہت کم اور فائدہ بہت زیادہ۔ کاشتکاری کے کام کے علاوہ بہت سا فاضل وقت ایسا نکل سکتا ہے جس کو لوگ بہ آسانی مرغیوں کی دیکھ ریکھ میں صرف کرکے ایک قابل قدر آمدنی اپنی اور اپنے بال بچوں کی پرورش کے لئے حاصل کر سکتے ہیں۔ شاید اس کے ذکر کی ضرورت نہیں کہ تحقیقات کیمیاوی نے انڈے کو بہترین قسم کی غذا قرار دی ہے اور باوجود مذہبی تعصبات کے وہ مقبول عام ہوتی جاتی ہے شہروں میں اچھے قسم کے انڈوں کی مانگ دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔ قاعدہ ہے کہ جس چیز کی مانگ زیادہ ہوتی ہے اسی کے دام زیادہ ملتے ہیں۔ لہذا فی زمانہ اس روزگار سے فائدہ کی بیشتر امید پائی جاتی ہے۔ اس کے لئے کچھ بہت زیادہ سرمایہ کی ضرورت نہیں ہے چند روپے شروعات کرنے کے لئے کافی ہیں۔ مگر فائدہ کے لئے شرط یہ ہے کہ کام اصول روزگار کے بموجب کیا جاوے ایک موٹا اصول روزگار کا یہ ہے کہ مال بغیر بازار تک پہنچے کبھی مناسب قیمت پر نہیں بکتا۔ اور بازار بھیجنے کے لئے مال کی تعداد کافی ہونی چاہئے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹے پیمانہ پر روزگار کرنے والے الگ الگ روزگار سے فائدہ نہیں

اٹھا سکتے۔ لیکن یہی روزگار اگر چند لوگ ملکر کریں تو ایک بہت بڑی رقم پیدا کر سکتے ہیں۔

۳۔ روزگار کا مختصر طریقہ بتلایا جاتا ہے۔ شائقین اس پر عمل کریں اور فائدہ اٹھائیں۔ سب سے پہلے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک ایسے رقبہ کا انتخاب کیا جاوے کہ جہاں لوگ کسی قدر آزاد خیال ہوں اور مذہبی تعصبات مانع کامیابی نہ ہو سکیں۔ یہ رقبہ کسی ریلوے اسٹیشن کے قریب ہو جہاں سے انڈے بہ آسانی باہر روانہ کئے جا سکیں۔ جس جس موضع میں کافی تعداد لوگوں کی اس روزگار کو پسند کرے وہاں ایک ایک جماعت اصول امداد باہمی کے مطابق مرتب کیجاوے اگر ایک موضع میں جماعت قائم کرنے کے لئے کافی تعداد ممبران کی نہ مل سکے تو کئی ایک گاؤں شامل کرکے جماعت بنائی جا سکتی ہے۔ ہر جماعت میں کم از کم ۲۰ ممبران کا ہونا مناسب ہوگا۔ ہر جماعت اپنی اپنی ایک انتظامیہ کمیٹی منتخب کریگی جس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ اپنے ممبران کیلئے سرمایہ فراہم کرے اچھے قسم کے مرغے و مرغیاں خرید وانے کا انتظام کرے انڈے جمع کرکے بازار بھیجنے کا انتظام کرے اور ان کی قیمت مع منافع جملہ ممبران کو ادا کرے۔ اسی طرح یہ جماعتیں ملکر صدر مقام پر ایک یونین قائم کر سکتی ہیں جہاں سے ہر جماعت کا مال یکجا کرکے بازار روانہ کیا جا سکتا ہے۔ اس یونین میں جملہ جماعتوں کے نمائندہ شامل ہوں گے اور بذریعہ ایک انتظامیہ کمیٹی جملہ انتظام انجام دیا جاوے گا۔ آمدنی کافی ہونے پر تنخواہ دار ملازم رکھے جا سکتے ہیں اور بلا تنخواہ کام کرنے والوں کو کچھ معاوضہ بھی دیا جا سکتا ہے۔

۴۔ اس طریقہ سے ہر شخص اپنا مال بازار تک بھیجکر اس کی مناسب قیمت حاصل کر سکتا ہے۔ ایک انڈا اگر اسکا وزن سوا چھٹانک میں ہو تو آسانی سے دو پیسے کو بک سکتا ہے۔ حساب لگایا جاوے تو کم از کم اگر چار انڈے روزانہ بک جاویں تو دو آنے روز کی آمدنی گھر بیٹھے ہو سکتی ہے جس کے معنی ۴۸ روپیہ سالانہ۔ اس کے علاوہ چوزہ وغیرہ بک جاویں جس سے آمدنی اور بھی زیادہ بڑھ جاوے گی۔

۵۔ ایٹہ ضلع میں اس قسم کی ایک یونین ۱۹۳۱ء سے کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ شروع ۵ سال تک محکمہ امداد باہمی سے ایک مناسب گرانٹ واسطے تنخواہ ملازمین و سائر خرچ ملتا رہا لیکن گذشتہ دو سال سے اب یونین خود اپنے اخراجات برداشت کرتی ہے اور کسی دوسرے کی دست نگر نہیں۔ اس یونین میں ۳ جماعتیں شامل ہیں ایٹہ شہری ایٹہ دیہی و ملوتی۔ مجموعی تعداد ممبران اس وقت ۵۴ ہے۔ گذشتہ ۳ سال کے اندر اس یونین نے ۲۰۷۰۹ انڈے ممبران سے خریدے جس کی قیمت ۱۲۶۶ روپیہ ۸ر۹ پائی ادا کی۔ یہ انڈے بازار میں ۲۸۹۲ روپیہ ۱۱ر۳ پائی کو بیچے گئے۔ خرچہ وغیرہ نکال کر مبلغ ۱۸۴ روپیہ ۱۲ر۹ پائی یونین کے پاس بطور منافع بچ رہے۔ ممبران نے بہت سے انڈے اور مرغیاں براہ راست خود فروخت کیں جس کی قیمت کا حساب موجود نہیں ہے۔ اس سے اس روزگار کی کامیابی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۶۔ اچھے قسم کے انڈے حاصل کرنے کے لئے ترقی دادہ نسل کے مرغ پالنا چاہئے۔ وہ دیسی مرغیوں سے بہ آسانی جوڑے جا سکتے ہیں۔ اس روزگار کے بارہ میں ہر قسم کا مشورہ گورنمنٹ پولیٹری فارم لکھنؤ سے مل سکتا ہے ان کی گاڑیاں اکثر باہر جاتی رہتی ہیں اور ہر قسم کی امداد مفت دی جاتی ہے۔ محکمہ امداد باہمی و گرام سدھار کے اہلکاران کی مدد سے یہ کام نہایت آسانی سے انجام دیا جا سکتا ہے اور گھر بیٹھے ہر قسم کا مشورہ مل سکتا ہے۔

گاؤں میں دودھ کی مشترکہ انجمنیں

(از جناب کیلاش نراین ماتھر ایم ۔ اے)

ہمارے صوبے میں بہت کم ایسے گاؤں ہونگے جن میں گائیں اور بھینسیں نہ ہوں ۔ مغربی اضلاع میں تو ڈھوروں کی افراط ہے ۔ ایسا ہوتے ہوئے بھی عموماً دیکھا جاتا ہے کہ گاؤں کے بہت کم لوگ دودھ کا استعمال کرتے ہیں ۔ مویشیوں کی حالت بھی اچھی نہیں نظر آتی ۔ قابل غور بات یہ ہے کہ گائے بھینس رکھتے ہوئے بھی گاؤں والے نہ تو اُن سے مالی فائدہ اُٹھاتے ہیں نہ اپنی تندرستی کے لئے پورا پورا فائدہ اُٹھا پاتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کا دودھ اونے پونے داموں میں اور بڑھی بڑھی تول سے شہر یا دیہات کے حلوائی خرید لیتے ہیں ۔ یہی حال دیہات کے کھوئے کا بھی ہوتا ہے ۔ گاؤں والوں کو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا ۔

اگر ہمارے کسان بھائی جن کے پاس گائیں اور بھینسیں ہیں مل جل کر کام کریں تو ضرور فائدہ ہوگا ۔ وہ اپنے دودھ اور کھوئے کو ایک جگہ جمع کر کے اُسے ٹھیک وزن سے تُلا کر اگر مشترکہ طور پر شہروں میں بھیجیں تو انھیں اچھے دام مل سکتے ہیں جن سے وہ اپنی اور اپنے مویشیوں کی حالت درست کر سکتے ہیں ۔ جب سب ایک ساتھ ایک ہی گاؤں میں رہیں گے تو انھیں ضرور ایک دوسرے کی بھلائی کا خیال رکھنا ہوگا اور مویشیوں کی نسل کی ترقی بھی آسانی سے ہو سکے گی ۔ کیونکہ سب مل کر ایک اچھا سانڈ منگا سکیں گے جس سے سب کو فائدہ ہو ۔

لکھنؤ کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں دودھ بیچنے کی کوآپریٹو سوسائٹیاں قائم کی گئی ہیں ۔ گاؤں والے جن کے پاس گائیں بھینسیں ہیں اس کے ممبر ہو سکتے ہیں ۔ ایسا انتظام کیا گیا ہے کہ سوسائٹی کے سب ممبر ایک ہی جگہ پر صفائی کے ساتھ اپنے جانوروں کا دودھ دوہیں ۔ ایسی سب دودھ کی سوسائٹیوں کے اوپر ایک ملک یونین ہے ۔ جو اپنے کارکن کو بھیج کر ہر ایک گاؤں سے دودھ منگا کر ایک جگہ جمع کرتی ہے ۔ تقریباً ۲۵ دودھ کی سوسائٹیاں لکھنؤ کے آس پاس بنی ہیں جن میں کچھ کی رجسٹری ہو گئی ہے ۔ سوسائٹیوں میں ۱۰ سے لیکر ۳۰ تک ممبر ہیں ۔ ہر ایک ممبر کے پاس اوسطاً ۲ مویشی ہیں ۔ دن بھر میں تقریباً ۲۵ من دودھ جمع کر کے لکھنؤ بھیج دیا جاتا ہے ۔

اس میں دو باتیں قابل توجہ ہیں ۔ پہلی یہ کہ ممبر اپنا دودھ ایک مقررہ ناپ سے ناپتے ہیں ۔ اس میں یہ جھگڑا نہیں ہے کہ کہ آج ایک لوٹا ہے تو کل دوسرا ۔ جیسا کہ اب تک ہوتا آیا ہے اور جس سے حلوائی گاؤں والوں سے پورا فائدہ اُٹھا سکتے ہیں ۔ دوسری بات یہ کہ لکھنؤ کی ملک یونین سوسائٹیوں سے برابر دودھ ایک ہی نرخ سے خریدتی ہے ۔ نرخ ۱۲ سیر کا مقرر کر دیا گیا ہے ۔ حلوائی برسات میں تو ۲۰ سیر تک کے نرخ سے خریدتے ہیں ۔ جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ گاؤں والوں کو کچھ بھی نہیں بچتا ۔ مویشی رکھ کر وہ اپنی آمدنی کسی بھی صورت میں نہیں بڑھا سکتے ۔ کیونکہ دودھ کی آمدنی سے تو وہ جانوروں کی پوری طور پر نگہداشت بھی نہیں کر سکتے ۔

سب دودھ کی سوسائٹیوں کا دودھ تالاب بخشی کے ڈیپو میں جمع کیا جاتا ہے ۔ یہ جگہ شہر لکھنؤ سے ۱۰ میل کے فاصلے پر ہے یہاں پر دودھ کو سائنٹفک اصول سے بھاپ میں گرم کیا جاتا ہے ۔ یہ صاف دودھ خاص طور سے تیار کئے جانے والے دودھ کے پیپوں میں بھر کر لکھنؤ بھیجا جاتا ہے ایک موٹر بس اسی غرض سے بنوائی گئی ہے ۔ اُس کے اندر ایسا آلہ لگا ہے جس کے باعث گرمی اثر نہیں کرتی ۔ اُوپر بھی چکدار

دھات سے منڈھی ہے جس کے باعث دھوپ کی کرنیں لوٹ جاتی ہیں۔ اس کے اندر ایک برف رکھنے کا خانہ ہے جس کے اوپر بجلی کا پنکھا چلتا ہے اور بس کے اندر کی ہوا کو سرد کر دیتا ہے۔ لکھنؤ میں یہ دودھ شہر بھر میں ساڑھے سات سیر کے حساب سے بیچا جاتا ہے۔ اسکول اور مدرسے اس سہولیت سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ ایسا اچھا سستا اور سہولت سے دوسری جگہ دودھ ملنا مشکل ہے۔

لکھنؤ کی یونین میں مکھن کریم اور گھی بنانے کا بھی انتظام ہے۔ ان سب چیزوں کے خالص ہونے کی گارنٹی ہے۔ کیونکہ سارا کام سرکاری محکمہ کوآپریٹو کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ جن حضرات کو یقین نہ ہو وہ خود آکر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

گاؤں۔ کھوئے کا دوسرا انتظام ہے لکھنؤ سے تقریباً ۲۰ میل کے فاصلے پر رام پور گڑھوال ایک گاؤں ہے جہاں پر کھویا یونین قائم کی گئی ہے اور جو لکھنؤ ملک یونین سے متعلق ہے۔ یہ یونین سب سوسائٹیوں کا کھویا جمع کرتی ہے اور باہر فروخت کے لئے بھیج دیتی ہے۔ جو دام ملتے ہیں وہ سوسائٹیوں کو پہنچا دئے جاتے ہیں مگر کھویا بنانے کا کام ہر ایک گاؤں میں یونین کی نگرانی میں ہوتا ہے۔ اس طرح یہ ظاہر ہے کہ شہروں سے دور کے گاؤں جن میں دودھ کی افراط ہے کھویا بنوا کر دور دور بھیج سکتے ہیں۔

جو گاؤں شہروں کے پاس ہیں وہ اپنا دودھ اچھے داموں بیچ کر کھیتی کے علاوہ اچھی آمدنی کر سکتے ہیں۔

حکومت کی جانب سے اچھی نسل کی گائیں بھینسیں اور سانڈ منگوانے کا انتظام کر دیا گیا ہے۔ بہت سے جانور تو گاؤں میں آ بھی گئے ہیں اور باقی بھیجے جا رہے ہیں ان مویشیوں کے دام دودھ والی سوسائٹیوں کے ممبر دودھ فروخت کر کے آسانی سے ادا کر دیں گے۔ گاؤں کے مویشیوں کی نسل ہمیشہ کے لئے اچھی ہو جائے گی اور دودھ بھی زیادہ سے زیادہ ہونے کی امید ہے۔ جیسا کہ لکھنؤ کے قریب دیہاتوں میں ہو رہا ہے۔ اگر ویسا ہی اور جگہ بھی ہو جائے تو شہروں اور دیہاتوں میں دودھ گھی وغیرہ کی کمی نہ رہے گی۔

جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے۔ ان دودھ کی متحدہ کمیٹیوں سے گاؤں اور گاؤں والوں دونوں کا فائدہ ہے۔ گاؤں والوں کو اپنے دودھ کی زیادہ قیمت مل جاتی ہے اور وہ حلوائیوں کے ظلم سے بچ جاتے ہیں۔ شہر والوں کو ان کے دروازے پر ہی ٹھیک وقت پر خالص دودھ گھوسیوں سے بہت سستا ملتا ہے۔ امید ہے لوگ ایسی سوسائٹیاں بنا کر ان سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے

گاؤں کے گھر

(از جناب ڈاکٹر کے پرشاد ایم بی بی ایس، ڈی پی ایچ، ایپی ڈیمک آفیسر
انچارج پٹنہ، بانکی پور)

بڑی بڑی طغیانیوں نے اِس سال اس صوبے کے پورنی اضلاع میں بہت سے گاؤں کے گھر ڈھا دیئے۔ کچھ دیہاتوں میں تو یا کبھی کبھی کان بھرت، نئے پڑیں گے۔ یہ بہتر ہوگا کہ کچھ خاص خاص دیہاتوں کی پرانی جگہ بدل کر زیادہ اونچے مقام چنے جائیں۔

دیہات کے گھروں کی خصوصیتیں

ایسے لوگوں کو جنھیں نئے گاؤں بسانے کے لئے کہا جا سکتا ہے حسب ذیل زیادہ دلچسپ معلوم ہوں گی۔

گاؤں کے گھر شہروں کی بہ نسبت زیادہ جگہ لیتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ گاؤں میں زمین کی کمی نہیں ہے اور کسان کو پیداوار، چارہ ایندھن، اور آلات زراعت رکھنے اور مویشی باندھنے اور گڑھوں میں کھاد رکھنے کے لئے زیادہ جگہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

گھر بنانے میں گاؤں والے اپنا ہی سامان اور محنت خرچ کرتے ہیں۔ وہ اکثر ردّ و بدل اور مرمت بھی خود کر لیتے ہیں۔

قدرتاً غریب دیہاتی جو اپنی محنت پر بھروسہ رکھتے ہیں اور چھپر کے چھپروں سے چھائے ہوئے مٹی کے گھر میں جو شہر کے پکے مکانوں سے ٹھنڈے ہوتے ہیں، لگانے کے لئے سرمایہ نہیں ہوتا۔ زمین کے کسی خاص ٹکڑے سے محبت نہیں رکھتے اور عموماً جگہ بدلتے رہتے ہیں۔

اُن کے بنوائے ہوئے گھر عموماً ایک منزل کے ہی ہوتے ہیں۔ غسل خانے اور پاخانے آرام کی چیزیں رکھی جاتی ہیں۔

مختلف ذات اور فرقوں کے لوگ مختلف مقامات رہتے ہیں۔ بھمنواٹ (برہمنوں کا محلہ) چمروٹی، ٹھکرپا، اہیرانا، اور پسیانا، گاؤں کے مشہور حصے ہوتے ہیں۔

قدیم اعتقاد اور جانب داری

ایک قابل افسر جو کثیر شہریوں کی خواہشات اور ان کے جذبات نظر انداز نہیں کرنا چاہتا وہ ان باتوں سے کچھ واقفیت ضرور رکھے گا۔ ممکن ہے یہ باتیں صحت سے تعلق رکھتی ہوں اور ہم انھیں اب تک نہیں سمجھ سکے ہوں۔

ان میں سب سے ضروری بات مختلف حصوں کی حالت ہے۔ خاص دروازہ اُتر یا پورب کی طرف رکھنا پسند کیا جاتا ہے۔ کنوئیں کے لئے گھر کے باہر اور اس کے اتر پورب کی جگہ منتخب کی جاتی ہے۔ غسل خانہ اور نابدان پورب کی طرف رہتا ہے۔ دکھن پورب کے کونے میں باورچی خانہ بنانا چاہیے سونے کا کمرہ دکھن کی طرف رہنا چاہئے تاکہ لوگوں کا سر سوتے وقت دکھن کی طرف رہے۔ مطالعہ کا کمرہ آنگن کے پچھم جانب ہونا چاہئے۔ گھر بنانے کی زمین چوکور ہونی چاہیے جس کے اتری اور دکھنی حصے بڑے ہوں۔ گھر کا سب سے بلند حصہ دکھن کی طرف ہونا چاہئے

مویشی باندھنے کی جگہ مکان کے پورب یا اتر ہونی چاہئے۔ چرنی اس طرح بنی چاہئے کہ مویشیوں کا منہ پورب یا پچھم کی طرف رہے۔

صحت سے متعلق موجودہ ضرورتیں

مذکورہ بالا باتیں ہر شخص پر اثر انداز ہو سکتی ہیں اور نہیں بھی ہو سکتیں مندرجہ ذیل سفارشیں مستقل طور پر صحت سے تعلق رکھتی ہیں۔ حکومت یا مقامی انجمنیں جو گاؤں والوں کو پختہ گھر بنانے کے لئے مالی یا دیگر قسم کی امداد دیں ایسی جگہوں میں جہاں کوئی ماتحت قانون نہ نافذ ہو مندرجہ ذیل سفارشیں



گاؤں میں رہنے کے لئے بنائے ہوئے گھر کا نمونہ

(ا) قانون او. (ب) مشورے کی صورت میں استعمال کر سکتی ہیں۔

(ا) قانون کی صورت میں

(۱) گھر ایسی زمین پر بنیں جو نہ تو نچلی ہو اور نہ عام طغیانی میں ڈوب سکے۔

(۲) ہر ایک کنبے کے لئے کم از کم ایک کمرہ (دو کمروں کا رہنا اور بھی بہتر ہے) ایک دالان ایک آنگن اور ایک باورچی خانہ ہو۔ دیواریں ۱۰ فیٹ سے اونچی ہوں۔ کمرہ گودام کے طور پر کام میں لانے کے لئے ضروری ہے دالان ایسا حصہ ہے جو رات یا دن میں بیٹھنے یا لیٹنے کے لئے بہت زیادہ کام میں آتا ہے۔ یہ کمروں کو ٹھنڈا رکھنے میں مدد دیتا ہے اور اسے کافی چوڑا ہونا چاہیئے۔ ۱۰ فیٹ چوڑا ہونا چاہیئے گھر کے اس ہوادار اور روشن حصے کے فوائد اس وقت جبکہ ہر طرف تپ دق پھیل رہا ہے آسانی سے سمجھے جا سکتے ہیں۔ پردے کے لئے اور غریبوں کے لئے بھی جو . . رہ نہیں کرتے ایک آنگن کی ضرورت پڑتی ہے۔ باورچی خانہ علیحدہ اور ہوادار ہونا چاہیئے جو آنکھوں کو تکلیف یا نقصان نہ پہنچا سکے۔

(۳) گھر دو طرف کھلا ہو۔ کھڑکیاں اور دروازے روشنی آنے کے لئے سامنے ہوں۔ ہر ایک کمرے میں ہوا آنے کے لئے باہر کی طرف کم از کم ایک کھڑکی ہو۔

(۴) پانی رکھنے برتن صاف کرنے اور ہاتھ پیر دھونے کے چبوترے اور نابدان پختہ ہوں۔

(۵) مویشی باندھنے اور چارہ جمع کرنے کی جگہ رہنے کے کمروں سے کم از کم ۱۰ فیٹ دور ہو۔

(ب) مشورے کی صورت میں

(۱)

صحت بخش، کشادہ اور ہوادار جگہ منتخب کرنی چاہیئے۔ ساتھ ہی سڑکوں ریلوے لائنوں اور بازاروں کے قریب کی جگہ بھی نہ چننی چاہیئے۔ ایسی جگہیں جنکے پاس گاؤں کا کوڑا کرکٹ جمع ہوتا ہے، جہاں لوگ گندگی پھیلاتے اور اپلے پاتھتے ہیں ٹھیک نہیں ہوتی۔ صاف سوکھی اور پورس مٹی یعنی بالو یا



دیہات کا ایک خراب گھر

موٹی بالو ملے ہوئے پتھر کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے صحت کے خیال سے بہترین مانے گئے ہیں۔

(۲) نقشے

دیہاتی گھروں کے اسٹینڈرڈ نقشے بورڈ آف پبلک ہیلتھ کے ذریعے تیار کئے گئے ہیں اور ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ یو۔پی لکھنؤ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ آگ کے خوف سے بچنے اور اچھی روشنی و ہوا حاصل کرنے کے لئے گھر الگ الگ یا دو دو گھروں کے بلاک بنائے جائیں یہ بلاک لگاتار قطاروں میں بنوائے جا سکتے ہیں اور درمیان کے راستے اور چوراہے کی جگہ چھوڑی جا سکتی ہے۔

(۳) دروازوں کا رُخ

کمروں کے دروازے پورب کی جانب ہونے چاہئیں۔ تاکہ شام کے آفتاب کی گرم کرنوں کے مقابلے میں صبح کی صحت بخش کرنیں مل سکیں۔ ہوا۔ زیادہ تر پورب سے پچھم یا پچھم سے پورب طرف چلا کرتی ہے اس سے کمرے میں ہوا اچھی طرح پہنچ سکے گی۔

(۴) بناوٹ

گھر اس قسم کا ہونا چاہئے کہ ہر ایک موسم میں آرام مل سکے۔ وہ گرمی اور سردی سے بچائے اور ساتھ ہی ساتھ دھوپ آندھی گرد اور بارش سے بھی بچائے۔

حتی الامکان کنکریٹ کی بنیاد بنوائی جانی چاہئے۔ مکان کی کرسی سطح سے ایک فیٹ اونچی ہونی چاہئے صاف رکھنے کے لئے فرش پختہ ہونے کی ضرورت ہے۔

باورچی خانہ کافی ہوادار ہونا چاہئے اور اس میں ایک چمنی لگنی چاہئے جو سب سے اونچے کمرے سے لمبی ہو۔

پاخانے کی طرف بھی توجہ کرنی چاہئے۔ اس میں خوب روشنی ہونی چاہئے۔ یہ رہنے کے کمروں سے کچھ دور ہونا چاہئے۔ فرش پختہ ہونا چاہئے۔

پہلی منزل کے بالائی کمرے ایسے کمروں کے اوپر بنائے جائیں جو دن میں سونے اور بیٹھنے کے لئے کام میں لائے جاتے ہوں اس کے نیچے کے کمرے گرمی میں ٹھنڈے رہیں گے۔

(۵) درخت اور پودے

یہ ضرور ہے کہ یہاں بیلوں، پھولوں کے پودوں اور ترکاریوں کے متعلق بھی کچھ لکھ دیا جائے۔ ان درخت اور پودوں کو درخت میں لگانے کا طریقہ دیہاتوں میں بھی رائج ہو گیا ہے۔ اس سے نمی پیدا ہوتی ہے اور سانپ، مچھر نیز دیگر پتنگے کھنچ آتے ہیں، انجام کار ملیریا، گٹھیا، نزلہ، نسوں کی بیماری و سانس کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ یوکلپٹس، کانور، پودینہ، سورج مکھی اور تلسی کے پودے صحت پر اس قسم کا زہریلا اثر نہیں ڈال سکتے۔



میری چیل

(از جناب نگیندر ناتھ گپت)

(۱)

سین بابو کے بنگلے کے پھاٹک کے اندر جاتے ہی بائیں جانب ایک تاڑ کا درخت ہے۔ یاد آتا ہے تا ہے اُس تاڑ کے درخت پر ایک چیل بیٹھی رہتی تھی۔ چیل کا گھونسلہ اُس درخت پر نہیں تھا۔ سین بابو کا بنگلہ بہت وسیع ہے جگہ بہت ہے۔ پچھواڑے کی طرف بحتہ تالاب ہے ہر سال اُس کی صفائی ہوتی ہے۔ ہمیشہ پانی چمکتا رہتا ہے۔ اُسی طرف سیمل کا بھی ایک بہت بڑا درخت ہے۔ اُس درخت پر ہی چیل کا گھونسلہ تھا۔ تاڑ کے درخت پر وہ بیٹھی رہتی تھی۔ ڈاکہ زنی کرنے کے لئے۔

گھر کے نوکر چاکر چیل کی شرارتوں سے تنگ آگئے تھے۔ مگر بچوں کے لئے وہ ایک تفریح کی چیز تھی۔ ملازم بازار سے دونے میں ناشتہ کے لئے مٹھائی اور نمکین لا رہا ہے چیل اُس پر جھپٹی اور ایک کچوڑی یا رس گلا لیکر اُڑ گئی۔ باقی سامان دونے کے ساتھ زمین پر گر کر مٹی میں برباد ہو گیا نوکر تو غصّے میں آکر چیل کو طرح طرح کی گالیاں دینے لگا اور ادھر بچے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔ اکثر ایسے مناظر نظر آیا کرتے۔ گھر میں ایک بہت پرانا اڑیا نوکر تھا۔ اُس کا نام تھا جگنا تھ اُسے کوئی خاص کام کاج نہیں رہتا تھا۔ وہ سب نوکروں پہ حکومت کرتا تھا اور گھر کے لڑکوں لڑکیوں کو بھی ڈانٹ پھٹکار بتاتا رہتا تھا۔ وہ بوڑھا ہو چلا تھا اور دُنیا کو اُس نے دیکھا سُنا بھی خوب تھا۔ اسی لئے وہ خود کو بہت ہوشیار سمجھتا تھا موقع بموقع وہ لوگوں سے چیل کا ذکر کیا کرتا۔ کہتا کہ یہ چیل چور یا چھچھور نہیں ہے۔ یہ ہے ڈاکو۔ مگر ڈاکو لوگ بھی تو دن دوپہر کو ڈاکہ نہیں ڈالتے اور اِس قسم کی ڈکیتی کرنا صرف جسمانی قوت کا کام نہیں ہے۔ چیل کے جسم میں نوکروں کے مقابلے میں زیادہ قوت نہیں ہے۔ نوکر اگر اُسے پکڑ پائے تو ایسی پٹکنی دے کہ چیل کے جسم کے چیتھڑے چیتھڑے اُڑ جائیں مگر چیل کے جھپٹے کے سامنے جسمانی قوت کر ہی کیا سکتی ہے؟ ایسا کرنے سے پہلے تو لوگ راجہ مہاراجہ ہو سکتے تھے آج بھی جو کوئی اس قسم کا کام کر سکتا ہے اُسے لوگ بہت طاقتور سمجھتے ہیں۔

بندی نامی ایک ملازمہ تھی اُس کی لڑکی کا نام تھا پانچی اُس کی عمر تیرہ چودہ سال کی ہوگی۔ اُس کی ناک چپٹی تھی۔ رنگ کالا تھا مگر آنکھیں باوقار تھیں۔ اُس لڑکی سے چیل نہیں جیت پاتی تھی۔ اُس کے پاس بانس کی ایک ڈلیا تھی۔ بازار



سے کوئی چیز لاتے وقت اُسے وہ اُسی ڈلیا سے چھپا لیا کرتی تھی ڈلیا کے اوپر چونچ مارنے سے اُسے کیا فائدہ؟ مگر پانچی اُسے قطعی مایوس نہیں کرتی تھی بازار سے گھر آتے وقت وہ ترچھی نظروں سے تاڑ کے درخت کو دیکھتی رہتی چیل تاڑ کے درخت پر سے اُڑتی اور پانچی ڈلیا کے اندر سے کوئی کھانے کی چیز نکال کر رکھ دیتی۔ کبھی کبھی وہ ڈلیا پر ہتھیلی ہی پھیلا دیتی اور اُس پر کھانے کی کوئی چیز رکھ دیتی چیل پنجہ مار کر وہ چیز اُٹھا لے جاتی۔ کسی کسی روز تو چیل کے ناخونوں کی نوک سے پانچی کا ہاتھ کٹ جاتا۔ اور خون بھی نکلتا تھا۔ اسکے لئے پانچی جھڑکیاں کھایا کرتی۔ گھر کے لڑکے لاکر زخم پر ٹنکچر لگا دیا کرتے تھے۔ پانچی "سی" تک نہ کرتی۔ وہ کہتی "ذرا سا ہی تو کٹا ہے۔ یہ کیا کر لیگا"؟

"کیا تو چیل کے ساتھ کھیلتی ہے؟ کہیں زور سے لگ جائیگا تو خون کے مارے ہاتھ لت پت ہو جائے گا"۔

"ہونے دو! چیل کو پنجہ مارتے دیکھنے میں بڑا مزہ آتا ہے"۔

چیل کا یہ مذکورہ بالا سخت برتاؤ صرف ایک ہی گھر کے لوگوں کے ساتھ نہیں ہوتا تھا۔ سامنے ایک بستی تھی۔ اُس میں غریب مسلمانوں کے پھوس کے کئی گھر تھے۔ وہ لوگ مرغیاں پالتے تھے۔ مرغیوں کے ساتھ ساتھ اُن کے بچے گھوما کرتے تھے۔ اُن میں سے مرغی کے دو چار بچے چیل روز اُٹھا لے جاتی تھی۔ لوگ خوف کی وجہ سے مرغی کے بچوں کو عموماً گھر کے اندر ہی بند رکھتے تھے۔

(۲)

سین بابو کا گھرانا دولتمند تھا مگر خانگی اخراجات بڑے حساب کتاب کے ساتھ ہوتے تھے وہاں دولتمندوں کا ڈھونگ نہیں تھا۔ گھر کی مالکہ بیوہ تھیں۔ روپیہ پیسہ انکے شوہر کا تھا۔ تین لڑکے تھے۔ تینوں شادی شدہ تھے اُنکے بچے بھی ہو چکے تھے۔ لڑکیاں بھی تین تھیں اور تینوں کی شادی ہو چکی تھی۔ گرہستی کا سارا بار مالکہ پر تھا۔ شوہر کے بل میں وہی خاص منتظم تھیں اُن کے حکم کے بغیر لڑکوں کو ایک پیسہ خرچ کرنے کا بھی حق نہیں تھا۔ لڑکے بھی ماں کے بڑے فرمانبردار تھے۔ اُن سے حکم لئے بغیر وہ کوئی کام بھی نہیں کرتے تھے۔ بڑا لڑکا کسی کمپنی کا ایک بڑا دلال تھا۔ اور منجھلا و چھوٹا مل کر گھر کا کام سنبھالتے تھے۔ کئی مکان بھی تھے اُن کا کرایہ وصول کرنا اور مرمت وغیرہ کرانا چھوٹے کا کام تھا تھوڑی سی زمینداری بھی جسے چھوٹا سنبھال لیا کرتا تھا انتظام کے لئے ایک دیوان بھی تھا۔ مگر مالکہ لڑکوں سے کہتیں کہ سارا کاربار تم خود دیکھا کرو۔ مرد ذات کے لئے ہاتھ



پر ہاتھ رکھ کر بیٹھنا کیا کوئی اچھی بات ہے۔ اس سے صرف سستی بڑھتی ہے اور عیش و عشرت کی طرف انسان کی رغبت بڑھتی جاتی

ہے۔ کتنے لوگ تو ایسے ہیں کہ اُن کے شوہر دادا کا روپیہ نہیں دیکھ



سکے۔ لکشمی کی بڑی آؤ بھگت کرنی پڑتی ہے۔ بڑی پرستش کرنی پڑتی ہے تب وہ رہتی ہیں۔"

گھر کی بہو بیٹیاں بھی صرف بناؤ سنگار کر کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیکار وقت نہیں ضائع کرتی تھیں۔ گھر کی مالکہ کی نظریں چاروں طرف پھرا کرتی تھیں۔ اُن کی حکومت بھی سخت تھی مگر وہ کسی کو کسی قسم کی سخت بات نہیں کہتی تھیں۔ وہ خود بھی ایک لمحہ کے لئے خاموش ہو کر نہیں بیٹھتی تھیں اُنکا ہاتھ کبھی خالی نہیں رہتا تھا۔ صبح ضروریات سے فارغ ہو کر پوجا پاٹ کرتیں۔ اس کے بعد جو وہ کام میں مصروف ہوتیں تو برابر لگی رہتیں۔ اپنے لئے وہ خود کھانا پکایا کرتی تھیں۔ اُن کے ہاتھ کی پکی ہوئی ترکاری جو کوئی کھاتا وہی تعریف کرتا۔ وہ خود جب اتنا زیادہ کام کیا کرتیں تو بھلا گھر کی اور عورتیں کون سا منہ لے کر خاموش بیٹھ سکتی تھیں سبھی کسی نہ کسی کام میں لگی رہتی تھیں۔

بھنڈار بڑی بہو کے ہاتھ میں تھا۔ وہ روزانہ سیدھا نکال کر دیا کرتی تھیں۔ منجھلی بہو اور چھوٹی بہو ترکاری کاٹتیں پان لگاتیں مہینے بھر کا سارا سامان منگا لیتیں اور تینوں مل کر صاف کر کے رکھ لیتیں۔ اچار خود مالکہ بنایا کرتی تھیں۔ بہوئیں بڑی تیار کرتیں، دال ترکاری وغیرہ خوراک کا سامان اور پان کا مصالحہ صاف کرتیں اُسے سوکھنے کے لئے دھوپ میں ڈالتیں۔ بڑیاں جب چھت پر دی جاتیں تو بڑے لڑکے کی لڑکی اُجلا اور پانچی اُن کی نگرانی کرتیں۔ کوّے تو تھے ہی اُن کے علاوہ گوریاں اور گلہریاں بھی شرارت کرتیں۔ بیر، پوستے کا دانا، سرسوں وغیرہ نہ صرف چن کر کھا جاتی تھیں بلکہ ہر چہار طرف بکھرا بھی دیتی تھیں۔ اُجلا پانچی کی ہم سن تھی۔ بڑی خوبصورت لڑکی تھی۔ وہ بڑی پھرتیلی لڑکی تھی اور رکھوالی بھی خوب کرتی تھی۔ ساری چھت پر برابر ادھر سے اُدھر اُچھلتی کودتی رہتی تھی۔ پانچی ایک چھڑی لیکر گلہریوں اور گوریوں کو بھگاتی رہتی تھی۔ اُجلا چھت کے کنارے پر جا کر تاڑ کے درخت کی طرف دیکھتی اور کہتی۔ چیل سے کسی کی نہیں چلتی گوریا اور گلہری بہت معمولی چور ہیں مگر چیل ڈاکوؤں کی سردار ہے۔

پانچی نے کہا۔ کل اُس نے کیا کیا تھا، جانتی ہو بٹیا رانی؟

پانچی کے داہنے ہاتھ پر چیل کے ناخون کے نشان تھے اُسے دیکھ کر اُجلا نے کہا۔ تو اتنے شوق سے اُس کے پاس کیوں جایا کرتی ہے؟ کیا تیرے ہاتھ میں لگتا نہیں؟

"یہ کیا لگے گا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔

"میں تو بازار جانے ہی نہیں پاتی۔ اگر جاتی تو میں بھی بازار سے چیز لاتی اور چیل جھپٹا مار کر میرے ہاتھ سے چھین لے جاتی۔"

پانچی دانت نکال کر کھلکھلا کر ہنسنے لگی۔ اُس نے کہا تمھارا شوق بھی بُرا نہیں ہے۔ بھلا تمھیں کون بازار سے چیز لیا

لاسنے دیگا۔ لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے؟

"یہی تو مشکل ہے۔ تم لوگوں کو بڑا مزہ ہے جگہ جگہ جانے تو پاتی ہو"؟

"کیوں تم بھی تو موٹر پر سوار ہو کر کتنی جگہ کی سیر کرکے آتی ہو۔ بائیسکوپ دیکھتی ہو۔ کیا میں بھی یہ سب دیکھ پاتی ہوں"؟

"یہ سب کچھ نہیں ہے۔ میں بازار وغیرہ تو نہیں گھوم سکتی"۔

"بٹیا رانی تمھارا شوق بھی عجیب ہے۔

(۳)

گھر کے سب سے بڑے لڑکے کا نام تھا شیوچندر۔ لوگ انھیں بڑے بابو کہا کرتے تھے۔ شیوچندر کے ۲ لڑکے تھے۔ ہرناتھ اور امرناتھ۔ ہرناتھ ۱۷ سال کا تھا اور امرناتھ ۱۵ کا۔ ہرناتھ کالج میں پڑھتا تھا اور امرناتھ اسکول میں۔ گھر میں رہنے پر وہ دونوں عموماً دروازے پر کھڑے ہو کر چیل کی لوٹ مار دیکھا کرتے تھے۔ پانچی جب اُن کے سامنے سے گزرتی تو وہ کہتے ٹوکریا لیکر بازار کیوں جاتی ہے۔ خالی ہاتھ جاکر بازار سے کھانے کو کیوں نہیں خرید لاتی؟

پانچی ہنستی۔ وہ کہتی چیل میرے ہاتھ سے پنجہ مار کر چھین لے جائیگی اور تم تماشہ دیکھو گے۔ تمھارا یہی مطلب ہے نا؟

"تو چیل سے بہت ڈرتی ہے کیوں؟

"ہاں میں تو چیل کے خوف سے مرہی جاتی ہوں"۔

جگناتھ دیکھتا تو ناراض ہوتا۔ وہ لڑکوں سے کہتا تمھیں پڑھنا لکھنا یا کوئی کام کاج نہیں ہے؟ دروازے پر کھڑے کیا دیکھ رہے ہو؟

امرناتھ کہتا۔ تمھارے نام سننے میں جتنا اچھا ہے ویسی تم میں کوئی بات نہیں نظر آتی۔ تم کوئی کام کاج تو کرتے ہو نہیں۔ ذرا ایک بار بازار جاؤ، دونا بھر مٹھائی لاؤ چیل جھپٹا مارے اور ہم تماشہ دیکھیں۔

جگناتھ بگڑ جاتا۔ وہ کہتا تم صرف تماشہ دیکھنا ہی جانتے ہو۔ اور کوئی قابلیت تو تم میں ہے نہیں۔

دونوں بھائی خوب ہنستے وہ جگناتھ کو اور بھی چڑاتے۔

دوسرے وقت وہ جگناتھ سے طرح طرح کی کہانیاں سُنا کرتے۔ جگناتھ کے سامنے شیوچندر بھی لڑکے ہی تھے۔ وہ اُن سے لڑکپن کا قصہ اکثر سُنایا کرتا۔ شیوچندر کے والد ہر سال دُرگا پوجا کے وقت گھر بھر کو ساتھ لیکر مختلف مقامات کی سیر کرنے جاتے تھے۔ وہ اُن سب سیروں کے قصے سنایا کرتا تھا۔ تیرتھ گاہوں کے علاوہ



اور بھی بہت سے مقامات کی سیر کرنے وہ جایا کرتے تھے جبل پور میں نرمدا کے جھرنے، سنگ مرمر کا پہاڑ۔ بمبئی کا بندرگاہ ایلیفنٹا

کے غار، لوناچل کے قریب کالی پہاڑی پر بودھ مندر، اجنتا ایلورا، آبو پہاڑی پر جین مندر، آگرہ کا تاج محل، دہلی کا قلعہ، موتی مسجد، لاہور کا شالامار باغ، جہانگیر کا مزار وغیرہ طرح طرح کی کہانیاں سنایا کرتا۔ جن سن کر دونوں بھائیوں کی آنکھیں پھول آتیں وہ کہتے۔ ہم بھی یہ جگہ دیکھنے جائیں گے۔

انھیں تسکین دیتے ہوئے جگنّاتھ کہتا۔ دیکھو آنا ذرا اور بڑے ہو جاؤ تو بابوجی سے کہنا وہ خود جانے دینگے۔

اور چاہے کتنی ہی باتیں ہوتیں مگر گھوم پھر کر آخر کار چیل کا ذکر آتا۔ جوں ہی کوئی کھانے کا سامان لانے کے لئے بازار جاتا ہرناتھ امرناتھ گھر پر رہتے تو دروازے پر آکر وہ ضرور دیکھنے لگتے۔ جس روز نوکر انگوچھے یا کسی کپڑے سے ڈھانک کر کھانے کو لے آتے اُس روز شاید چیل کچھ بھی نہ بولتی۔ مگر ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی چیل اُسی ٹھکّن پر ہی جھپٹا مار دیتی جس سے دونا گر جاتا۔ اس طرح مٹی میں پڑکر سارا سامان برباد ہو جاتا۔ اِدھر یہ دونوں بھائی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ جاتے۔ وہ نوکر سے کہتے۔ کہو تم بہت چالاک ہو نا چیل سے تمھاری ایک بھی نہ چلی۔

نوکر بگڑ جاتا اور کہتا۔ اتنا پیسہ خراب ہوا یہ اب کہاں سے آئیگا۔ کہیں ہمیں خمیازہ بھگتنا پڑا تو؟

"خمیازہ کیوں بھگتنا پڑے گا' ماں کے پاس جاکر پیسے مانگ لاؤ"

"پیسے تو وہ دیدیں گی یہ میں مانتا ہوں مگر ناراض بہت ہوں گی"

"تیرا تو کوئی قصور نہیں۔ ناراض کیوں ہوں گی؟"

ایسے موقع پر ایک روز جگنّاتھ آگیا۔ نوکر چلا گیا تھا۔ جگنّاتھ نے اپنی مدبّری کا اظہار شروع کر دیا۔ کہنے لگا چیل اگر انسان ہوتی تو اُسے اسی وقت پولیس پکڑلے جاتی اور ۳ ماہ کے لئے جیل میں ٹھونس دیتی مگر چیل ہونے کی وجہ سے اسکے لئے ہاتھ مل کر رہ جانے کے سوا کوئی چارہ ہی نہیں۔

ہرناتھ نے کہا ہم لوگ جو کتاب میں پڑھتے ہیں یہ بالکل وہی بات ہے۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ چھوٹا موٹا ڈاکو ہوا تو وہ یا تو جیل میں سڑا کرتا ہے یا پھانسی پر لٹکایا جاتا ہے لیکن اگر وہ کوئی بڑا ڈاکو ہوا تو چکرورتی بادشاہ ہوتا ہے وہی دوسرے کا ملک چھین لیتا ہے۔ اِس قسم کا فعل فتح کہلاتا ہے اور اگر سارے ملک میں ایسا کیا تو وہ فاتح اعظم ہو جاتا ہے۔ چیل بھی ایک قسم کی چھوٹی نپولین ہے۔

جگنّاتھ کی واقفیت کافی تھی مگر کتابی علم تو اُس کے پاس تھا نہیں۔ اس لئے قدرتی طور پر یہ نام اُسے معلوم نہیں تھا۔ اُس نے کہا۔ ابھی تم نے کس کا نام لیا ہے۔ اُسے تو میں نے کبھی دیکھا نہیں۔ شاید مغرب کے کسی ملک سے آکر اُس نے یہاں لوٹ مچائی تھی۔ میں بھی تو یہی کہتا ہوں۔ آج کل مال لو چوروں اور ڈاکوؤں کو گرفتار کرلیتے ہیں مگر پہلے دیس (بنگال) میں جب مرہٹے آتے تھے تو کوئی کب کرلیتا تھا؟

امرناتھ نے کہا۔ تم کو تو پروفیسر بنا دینا چاہئے۔

"یہ کیا؟ کیا میرا مذاق اُڑاؤگے؟"

"رام رام! کہیں ایسا بھی ہو سکتا ہے؟

(۴)

اِن تماشوں کی لہر بنگلے کی چہار دیواری کے اندر سے پیدا ہوکر گھر کے اندر تک پہنچ جاتی چیل کی شرارت کا ذکر سن کر مالکہ بگڑا بھی کرتی تھیں اور ہنستی بھی تھیں کھانے کی چیزیں پوری مٹھائی وغیرہ خراب ہو جانے پر وہ کچھ ناراض ہوتیں مگر پھر آنچل سے کھول کر پیسے دیدیا کرتیں۔ اُجلا کھلکھلا کر ہنس پڑتی تھی۔

گھر کے لوگ چیل کے حملے برداشت کرنے کے عادی ہوگئے تھے مگر باہر کا کوئی ہوتا تو جھگڑا اکھڑا ہو جاتا۔ ایک روز ایک ماہی گیر کی بیوی ٹوکرے میں مچھلیاں لیکر آئی تھی۔ ٹوکری میں طرح طرح کی مچھلیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ٹوکرا کپڑے سے ڈھنکا ہوا تھا مگر ہوا سے ذرا سا کپڑا اُڑکر ہٹ گیا تھا اور مچھلیاں دکھائی دینے لگی تھیں۔

چیل مخترمہ حملہ کرنے کی فکر میں تاڑ کے درخت پر بیٹھی تھیں مچھلیاں دیکھتے ہی وہ تیر کی طرح اُڑ کر ٹوکرے پر پہنچی اور جھپٹا مار کر گرا دی۔ چیل کے ہاتھ تو ایک چھوٹی سی مچھلی ہی لگی مگر اُس عورت کے لئے تو دن دوپہر کی ڈکیتی تھی۔ اُس کی مچھلیاں زمین پر گر کر بکھر گئیں۔ اُنھیں جمع کرتے کرتے وہ گالیاں بکنے لگی۔ نیچ ذات کی عورت تھی اُس کی زبان تو سیدھی رہ نہیں سکتی تھی۔

جگناتھ نے آکر کہا۔ گالیاں کسے دے رہی ہے۔ چیل لے گئی تو اُس کا کوئی کر کیا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ ایک چھوٹی سی مچھلی لے گئی ہے۔ اگر تو اپنا مُنہ نہ بند کرے گی تو تو گھر کے اندر نہ جانے پائے گی۔ تیری مچھلیاں کوئی نہ خریدے گا۔

مچھلیوں والی خاموش ہو کر گھر کے اندر چلی گئی۔ وہاں اُس نے رو کر شیو چندر کی بیوی سے کہا۔ دیکھتی ہو بہو جی، تمھاری چیل نے میری ساری مچھلیاں گرا دیں۔

"تم نے بھی خوب کہا۔ چیل ہماری کیوں ہے۔ کیا اُسے ہم نے پال رکھا ہے۔ وہ خود ہمارا نہ جانے کتنا نقصان کرتی رہتی ہے۔"

"میں کوئی شکایت نہیں کر رہی ہوں یوں ہی کہہ دیا۔"

"تو ٹھیک ٹھیک دام بتلا تو مچھلیاں لے لی جائیں۔"

پیچھے پانچی اُچلا سے چپکے چپکے کہہ رہی تھی۔ سچ تو ہے۔ چیل ہمیں لوگوں کی تو ہے۔

اُچلا اور پانچی چھت پر چلی گئیں تھوڑی دیر بعد امرناتھ بھی آگیا۔

مچھلی کھا کر چیل اپنے پر جھاڑ رہی تھی۔ امرناتھ نے کہا۔ بچی اگر تجھی کو چیل جھپٹا مار کر اُٹھالے جائے تو۔

"کیا میں بھی مچھلی ہوں؟"

"اور طرح کی بھی چیلیں ہوتی ہیں، کیا تو جانتی نہیں ارجن جھپٹا مار کر سُبھدرا کو اُٹھالے گئے تھے۔ خود شری کرشن رکمنی کو لے گئے تھے۔"

"ایسا کہیں آجکل ہوتا ہے؟"

"ہوتا کیوں نہیں۔ کسی دن تو میدان میں ٹہلنے جائیگی اُدھر سے جھپٹا مار کر کوئی ہوائی جہاز پر تجھے اُٹھالے جائیگا۔"

"چھوٹے بھیّا! تم اگر ایسی باتیں کروگے تو میں یہاں سے چلی جاؤں گی۔"

پھر بھائی بہن ہنسنے لگے۔

(۵)

شیو چندر کے ایک سالے ڈپٹی کلکٹر تھے۔ اُن کا نام تھا تارا چرن۔ بڑے دن کی چھٹیوں میں وہ کئی دن کے لئے شیو چندر کے مہمان ہوئے۔ ماموں کی آمد کے باعث لڑکے بہت خوش تھے۔ سب ہر وقت ماموں کے پاس جمع رہتے۔ اُن کے ساتھ وہ سب اِدھر اُدھر گھوما کرتے۔ اُچلا بھی ساتھ رہتی۔ چڑیا خانہ کہاں ہے؟ شیو پور کا باغ کہاں ہے، وکٹوریہ میموریل، میوزیم، پیرس ناتھ کا مندر وغیرہ یہ سب گھوم کر دیکھا کرتے اور رات میں سنیما جاتے۔

تارا چرن کو بھی سیر و سیاحت کا بہت شوق تھا۔ وہ مختلف ممالک کی طرح طرح کی کہانیاں سنایا کرتے تھے۔ ہرناتھ اور رام ناتھ کو اس بات کا افسوس تھا کہ سب لوگوں نے سب ملک دیکھ لئے ہمیں لوگ کچھ نہ دیکھ سکے۔ جگناتھ سے جو کہانیاں سنیں تھیں اُنھیں کو وہ لوگ دہرایا کرتے تھے۔

تارا چرن کہتے۔ ابھی تم لوگ پڑھتے ہو۔ پڑھائی ختم کرنے پر جتنا چاہنا گھومنا۔ اِس بار گرمیوں کی تعطیل میں میرے پاس چلے آنا میں بہت سی جگہیں دکھا دوں گا۔

دونوں بھائی یہ سن کر بڑے خوش ہوئے۔ اُنھوں نے کہا۔ ماما جی تم بابو جی سے کہدینا۔ تم کہوگے تو وہ ضرور بھیج دیں گے۔

تارا چند کو شکار کھیلنے کا شوق تھا۔ وہ ہمیشہ بندوق

ساتھ رکھتے تھے۔ بھانجے اُن سے شکار کی کہانیاں سُنانے کے لئے انھیں ہمیشہ تنگ کرتے رہتے۔ ضلع پورنیا میں تاراچرن نے مچان پر سے شیر مارا تھا اُس کا مفصّل ذکر اُنھوں نے کیا۔ میو۔ بھینچ میں بھالو مارا تھا۔ ضلع بھاولپور میں بڑے بڑے جنگل بھینسے ہوتے ہیں وہاں کے لوگ انھیں ارنا کہتے ہیں۔ اُنھیں مارنا بڑا دشوار کام ہے۔ تاراچرن نے اُن میں سے بھی ایک کو مارا تھا۔ اُس جنگلی بھینسے کے سینگ، شیر اور ریچھ کی کھالیں تاراچرن کے گھر سجا کر رکھی گئی تھیں ہرن اور بڑی چڑیوں کے چمڑے کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا۔

ایک روز دوپہر کو تاراچرن کھانے سے فارغ ہو کر گھر سے نکلے اور باغ میں ٹہلنے لگے۔ اُس وقت گھر میں لڑکے نہیں تھے۔ پھاٹک قریب ہی تھا۔ ایک نوکر دونے میں لائی اور تیل میں تلی ہوئی پکوڑی لا رہا تھا چیل کا خیال شاید اُسے نہیں تھا۔ یکایک چیل نے جھپٹا مار کر دونے کو الٹ کر زمین میں گرا دیا۔

تاراچرن نے آکر کہا۔ چیل بھی کیسی شرارت کرتی ہے۔ جگناتھ بھی آپہنچا۔ اُس نے کہا۔ بابوجی! آپ کی نہ پوچھئے اس چیل کے مارے تو کھانے پینے کی چیزیں لے آنا بڑا مشکل ہو گیا ہے۔

"اس کا تو بہت آسان علاج ہے۔ کہاں ہے وہ چیل؟"

"اسی تاڑ کے درخت پر بیٹھی ہے۔"

تاراچرن اپنے کمرے میں گئے اور اپنی بھری ہوئی بندوق اُٹھا لائے۔ پھاٹک کی آڑ سے چیل کا نشانہ باندھا اور گولی مار دی۔ بیچاری چیل تڑپ کر زمین پر گر پڑی۔

بندوق کی آواز سن کر سب لوگ دوڑ پڑے۔ پانچی چلا کر رو پڑی اُس نے مری ہوئی چیل کو اُٹھا لیا۔ اُسکے ہاتھ اور کپڑوں میں خون ہی خون ہو گیا۔ اُس نے رو کر کہا۔ میری چیل کو مار کیوں ڈالا۔

"تیری چیل کہاں ہے رہے؟ ذرا اس پگلی کی بات تو سُننا۔ کیا چیل تیری پالی ہوئی تھی؟"

پانچی کسی طرح بھی چپ نہ ہوئی "میری چیل کو کیوں مار ڈالا؟ میری چیل کو کیوں مار ڈالا؟" یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

کپڑا دھوتے وقت اُس کا کچا رنگ بچانے کی ترکیب

دھوتے وقت اگر کپڑے کا رنگ کچا معلوم ہو اور اُس کے چھوٹ جانے کا اندیشہ ہو تو مندرجہ ذیل باتوں پر عمل کرنے سے رنگ نہ چھوٹنے پائے گا۔

(۱) کالے رنگ کے لئے

ایک بالٹی پانی میں ڈیڑھ پاؤ نمک گھول کر اُس میں کپڑے کو دھوئیں اور بغیر نچوڑے ہوئے پھیلا کر سُکھا لیں۔

(۲) آسمانی رنگ کے لئے

ایک بالٹی پانی میں آدھ پاؤ سرکہ ملا کر کپڑے کو دھوئیں اور بغیر نچوڑے سُکھا لیں۔

(۳) براؤن، بھورے یا گلابی رنگ کیلئے

ایک بالٹی پانی میں ڈیڑھ پاؤ نمک اور آدھی چھٹانک پھٹکری گھول کر کپڑا دھوئیں اور بغیر نچوڑے سُکھا لیں۔

(۴) ہرے رنگ کے لئے

ایک بالٹی پانی میں آدھی چھٹانک پھٹکری گھول کر کپڑا دھوئیں اور بغیر نچوڑے سکھا لیں۔

(۵) لال رنگ کے لئے

ایک بالٹی پانی میں دو بڑے چمچے بھر کر آکس گال چھوڑ کر دھوئیں اور بغیر نچوڑے پھیلا کر سکھا لیں۔

(کملا)

سنئی کی ہری کھاد

(از جناب چودھری ہری سنگھ - بی - اے - ایس ڈی - سپروائزر پبلی سیٹی)

زمین میں زیادہ تر تین چیزوں کی کمی پائی جاتی ہے - اور یہی تین چیزیں پودوں کے زیادہ کام میں آتی ہیں (۱) نائٹروجن (۲) پوٹاس (۳) فاسفورس -

ہندوستان کی زمین میں زیادہ تر نائٹروجن کی کمی پائی جاتی ہے - جس کی کمی کئی قسم کی کھادوں سے کی جا سکتی ہے - جیسے گوبر کھلی، سوڈیا نائٹریٹ، سنئی یا نیل وغیرہ کی کھاد - ان کھادوں کے علاوہ زمین کو نائٹروجن ہوا سے بھی ملتا ہے -

(۱) ہوا میں بہت سی چیزیں شامل ہوتی ہیں جن میں ۸۰ فیصدی نائٹروجن ہوتا ہے اسی لئے زمین کو ہوا سے بھی نائٹروجن مل جاتا ہے -

(۲) بجلی کے چمکنے کے باعث نائٹروجن پانی میں گھل جاتا ہے اور بارش ہونے پر وہی پانی کے ساتھ زمین کو مل جاتا ہے -

ہمارے ملک کے کسانوں کے لئے گوبر کی اتنی کافی کھاد مفید نہیں ہے - اس کے دو وجوہ ہیں -

(۱) کسان مویشی کم پالتے ہیں -

(۲) گوبر کا تقریباً ½ سے بھی زیادہ حصہ جلانے کے کام میں لایا جاتا ہے -

کھاد ہی ایک ایسی چیز ہے جس کی اصلاح و ترقی سے کسان کی ترقی ہو سکتی ہے - اسکے لئے ہماری قومی حکومت محکمہ کمیونٹی ڈیولپمنٹ و گرام سدھار کے ذریعے کافی کوشش کر رہی ہے - ہری کھاد کے لئے کئی فصلیں کام میں لائی جاتی ہیں مگر سب سے اچھی اور کم خرچ والی سنئی کی ہری کھاد ہے - ایک ایکڑ زمین میں سنئی کی کھاد دینے میں تقریباً ۱۲ روپے کا خرچ ہے - جس سے اس زمین کو ۶۰ سے ۶۸ پونڈ تک نائٹروجن مل جاتا ہے اور یہ فصل کی خوراک کا خاص حصہ ہوتا ہے -

بوائی - کھاد کے لئے سنئی ایک من فی ایکڑ بوئی جاتی ہے اس کے بونے کا ٹھیک وقت ۱۵ جون کے قریب ہوتا ہے - اگر اس موقع پر بارش ہو جائے تو بہت بہتر ہے ورنہ زمین کی سینچائی کر کے ۴ پانچ بار جوت کر ارد جوار وغیرہ کی طرح اس کا بیج بکھیر دیتے ہیں اور پھر پاٹا یا ٹھیلہ سے زمین کو برابر کر دیتے ہیں - بنگال کی طرف نیل ہری کھاد کے کام میں لایا جاتا ہے مگر ہمارے یہاں بنگال سے کم بارش ہونے کے باعث سنئی زیادہ مناسب ہے -

استعمال - کھاد کے لئے سنئی تقریباً ۲ ماہ میں جتنے کے قابل ہو جاتی ہے - اس کی موٹی پہچان یہ ہوتی ہے کہ جب کھیت میں سنئی کے پودوں پر کہیں کہیں پھول نظر آئے تو سمجھنا چاہئے کہ جتنے کو تیار ہو گئی ہے - جوتنے سے پہلے جتنے کھیت کو جس روز جوت سکیں اس روز اتنے ہی کھیت کو پہلے پاٹا دیکر سنئی بچھا دیں - اس میں خاص خیال رکھنے کی ضرورت یہ ہے کہ پاٹا بھی ویسے ہی دینا چاہئے جیسے بلاٹ بھر کے جتائی کی جاتی ہے ورنہ ہل چلانے میں دقت ہوتی ہے اور سنئی کے بہت سے تنے زمین میں مٹی سے ڈھکنے سے رہ جاتے ہیں - اکی جتائی کے لئے پنجابی یا مسٹن ہل سب سے اچھے ہوتے ہیں - اس وقت جوتنے سے دو فائدے ہوتے ہیں -

(۱) بارش کے بند ہونے پر جبکہ زمین خوب نم ہوتی ہے تب اگر آپ سنئی کے پودوں کو اکھاڑ کر دیکھینگے تو پودے کی جڑ میں سوت سے دکھائی دیں گے - ان سوتوں پر گانٹھیں سی ہوتی ہیں - ان گانٹھوں میں ہی ہوا سے نائٹروجن لیکر جمع کرنے والے کیڑے رہتے ہیں جو نائٹریٹس میں تبدیل ہو کر فصل کے کام آتا ہے اس وقت کے (جو سنئی جوتنے کا اوپر لکھا گیا ہے) بعد جتائی کرنے سے نقصان ہوتا ہے - کیونکہ یہ کیڑے جمع شدہ

نائٹ روجن کو اپنی خوراک بنانا شروع کر دیتے ہیں۔

(۲) سنئی کے پودوں کے تنوں کی لکڑی سخت نہیں ہونے پاتی اس لئے وہ جلد ہی سڑ گل جاتی ہے اور آئندہ بوئی جانے والی فصل کی خوراک بن جاتی ہے اس جوتائی کے ۴ ہفتے بعد تک جوتائی نہیں کیجاتی ۔ اس عرصے میں سنئی کے تنے گل سڑ جاتے ہیں اس کے بعد دیسی ہل بھی استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ اب اس زمین میں آلو گیہوں بوئے جاسکتے ہیں لیکن برسات و جاڑوں میں برابر جوتائی کرتے رہنے کے بعد ایکھ اچھی ہوتی ہے ۔ اگر ایکھ بوتے ہیں تو گھر کا گوبر و کھلی وغیرہ کی کھاد جو محکمہ کیپن ڈیولپمنٹ سے کو ملتی ہے ۔ استعمال میں لانی چاہئے۔

اگر کسان اس زمانے میں بھی اپنے اندرونی دشمنوں کو شکست دیکر ترقی نہ کریں گے تو ان کو پھر ایسا زمانہ نہیں مل سکتا۔ بیرونی دشمنوں کو شکست دینے کے لئے ہماری قومی حکومت کافی کوشش کر رہی ہے اور بہت کچھ کامیاب بھی نظر آرہی ہے ہندوستان کے دکھی کسانوں اپنے خیالات کی اصلاح کرکے اپنی کانگریسی حکومت کی نئی اسکیموں سے فائدہ اٹھاؤ۔

گھریلو دوائیں

مسوڑھوں کا درد

(۱) گیہوں اور جَو کا چوکر اوٹا کر کُلی کرنے سے مسوڑھوں کا درد دور ہوتا ہے۔

(۲) چنبیلی کی پتیوں کو پکا کر کُلی کرنے سے مسوڑھوں کا درد مٹتا ہے۔

آدھے سر کا دُرد

(۱) پانی میں ہینگ گھول کر ناس لینے سے آدھے سر کا درد دور ہوتا ہے۔

(۲) ہتھیلی پر گھی اور سیاہ مرچ ملا کر جس طرف درد ہو اس کے دوسری طرف ناس لینے سے آدھے سر کا درد دور ہوتا ہے۔

آنکھوں کی بیماری

(۱) زیرہ کا شربت پینے سے گرمی کی رتوندھی اچھی ہوتی ہے۔

(۲) قلمی شورہ اور دھوپ میں خشک کئے ہوئے نیم کے پھول مہین پیسکر آنکھ میں آنجن کرنے سے دھند، پھولی اور جالا کٹ کر آنکھ اچھی ہو جاتی ہے۔ نوسادر کو باریک پیسکر لگانے سے موتیا بند دور ہوتا ہے۔

پینس

(۱) گائے کے گھی کے ساتھ گیندے کا رس ملا کر ناس لینے سے پینس دور ہو جاتا ہے۔

دونا اور گیندے کا رس ملا کر ناس لیں پینس دُور ہو جائے گا۔



گرام سدھار مرکز سیدیاں (ضلع آگرہ) کے ایک جلسہ میں حصہ لینے والے سینٹ جانس کالج آگرہ کے کچھ طالبعلم

گرام سُدھار اور طالب علم

(پروفیسر رام سروپ دویدی ایم۔ اے سینٹ جانس کالج آگرہ)

کچھ عرصہ سے ہندوستان میں حکومت اور عوام کی توجہ گرام سُدھار کی طرف خاص طور سے منعطف ہوئی ہے ہم سب یہ بات اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں کہ دیہاتوں کی ۸۰ فیصدی آبادی کی اصلاح ہوئے بغیر ہندوستان کی ترقی نہیں ہو سکتی - یہ بڑی خوشی کا موقع ہے کہ جب سے ہندوستان کے متعدد صوبوں میں قومی حکومت قائم ہوئی ہے اس وقت سے گرام سُدھار اسکیم کی بڑی حوصلہ افزائی ہوئی ہے - ہمارے صوبے کے ہر ضلعے میں گرام سدھار مرکزوں کی تعداد تقریباً تگنی ہوگئی ہے - اور صوبائی بجٹ میں اِس محکمہ کے لئے کافی رقم بھی منظور ہوئی ہے - اس کے علاوہ سُدھار کی کامیابی کی پوری اُمید اس لئے اور بھی ہوتی ہے کہ ہمارے وزرا اور کونسلوں کے ممبر سبھی غریبوں کی اور خصوصاً کسانوں کی خاص طور سے امداد کرنا چاہتے ہیں حکومت کے پاس کافی دولت اور طاقت ہے اور وہ جس کام کو دل سے شروع کرے گی اُس کے کامیاب نہ ہونے کی کوئی وجہ نہیں نظر آتی -

مگر گرام سُدھار کا کام کرنے کا میدان اتنا وسیع ہے کہ صرف سرکاری افسروں کے ذریعے کام نہیں چل سکتا۔ اِس میں غیر سرکاری کارکنوں کی بڑی ضرورت ہے اور خاص کر ایسے لوگوں کی جو گاؤں کی ترقی میں محنت اور جوش کے



گرام سدھار اسپتال سینیاں (آگرہ)

ساتھ کام کرسکیں۔ اکثر حکومت کی اور عوام کی نظر طلبار اور اُستادوں پر پڑتی ہے اور ان سے بہت اُمید کیجاتی ہے۔ میرے خیال میں ان کا یہ خیال صحیح بھی ہے۔ طلبار میں تعلیم محنت اور جوش ہوتا ہے۔ انھیں وقت بھی ملتا ہے اس لئے ملکی ترقی کے کاموں میں اُن کا حصہ اوروں سے زیادہ ہونا بھی چاہئے۔ جب سے گرام سدھار شروع ہوا ہے۔ مختلف صوبوں کے طلبا مستقل مزاجی سے ملک کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اس مضمون میں کچھ ایسی تدبیریں بتائی جائینگی جنھیں پڑھکر اسکول اور کالجوں کے طلبار اپنی فرصت اور قابلیت کے مطابق ترقی دیہات میں امداد دیں۔

گرام شدھار کا کام ہاتھ میں لینے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ طلبا گاؤں کے مسئلوں اور انھیں حل کرنے کی تدبیروں سے واقف ہوں۔ اس کے لئے وہ سب سے پہلے اپنے ضلع کی گرام شدھار کمیٹی سے گرام سدھار کے متعلق کتابیں اور دوسرا لٹریچر پڑھیں اور چیرمین سکریٹری اور انسپکٹر سے ملکر اپنا پروگرام مرتب کریں۔ اس کام میں اُستاد بڑی مدد کرسکتے ہیں۔ یہاں یہ لکھنا ضروری ہے کہ ہمارے دیہاتوں میں اس وقت تعلیم کی کمی، جوش کا فقدان، غریبی، گندگی آپس کی پھوٹ اور مقدمے بازی جیسی بُرائیاں عام طور پر پھیلی ہوئی ہیں جو ساری دیہاتی آبادی کو دُکھی بنائے ہوئے ہیں۔ ہر ایک گرام شدھارک انھیں برائیوں کو دور کرتا ہے۔

اسکول اور کالج کے متعدد کارکنوں اور گرام سدھار کے نیچے سے اونچے تک سبھی افسروں کا یہ خیال اور تجربہ



سینٹ جانس کالج آگرہ کے طلباء اور استادیہنیاں (آگرہ) میں جو نزدا ۔ جلسے میں شرکت رہتے ہیں

ہے کہ گرام سدھار کو اگر مستقل بنانا ہے تو سدھار کی خواہش اور کوشش گاؤں والوں کے اندر ہی سے اٹھے اور جاری رہے ۔ اس کے لئے ہر گاؤں میں ابتدا ہی میں ایک گرام سدھار کمیٹی پنچایت یا زندگی سدھار سبھا قائم کرنا ضروری ہے ۔ لوگوں کو جمع کر کے ایک یا دو بار سدھار کی ضرورت اور پروگرام سمجھا کر ایک کمیٹی یا پنچایت بنا لینی چاہیئے ۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہر ایک کارکن چھپے ہوئے قواعد و ضوابط اپنے پاس رکھے اور پنچایت یا عہدیداروں کا انتخاب اس کے مطابق ہی ہو ۔ ضلع گرام سدھار کمیٹیوں سے یہ قواعد مل سکتے ہیں ۔

پنچایت بن جانے پر کام بہت آسان ہو جاتا ہے ۔ پھر تو کارکن کا صرف یہ کام رہ جاتا ہے کہ فرصت کے وقت اپنے منتخب گاؤں میں جا کر پنچایت کی میٹنگ کرائیں اور لوگوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دیں کہ کیا کام کرنا ہے اور وہ کیسے کیا جا سکتا ہے ۔ اس سلسلے میں سب سے اچھا طریقہ تو یہ ہے کہ ہر ایک ماہوار یا پندرہ روزہ میٹنگ میں سدھار کے کسی ایک دو کاموں کے متعلق تجویزیں پاس ہوں اور اگلے ماہ اسی تجویز کے مطابق کام ہو ۔ سب سے پہلے سہل تر کام کی تجویز کرنی چاہیئے ۔

گرام سدھار کے متعدد کام ہیں ۔ پھر بھی یہاں مثال کے طور پر کچھ کام سمجھائے جاتے ہیں ۔

(۱) صفائی ترقی کی بنیاد ہے ۔ اس سے لوگوں کی صحت بھی درست رہتی ہے اور مالی حالت بھی سدھرتی ہے ۔ پس پہلی تجویز ٹھیک ہوگی کہ لوگ گاؤں سے باہر گڑھا کھود کر اپنی اپنی کھاد جمع کریں ۔ اس سے گاؤں صاف رہیگا ۔ تالابوں کا پانی گندہ نہ ہوگا ، مویشیوں کی بیماریاں کم پھیلیں گی اور کھاد اچھی اور زیادہ بنے گی ۔ ضرورت تو نہ ماننے والے پر پنچایت قانونی کارروائی کر سکتی ہے ۔

(۲) دوسری تجویز یہ ہو سکتی ہے کہ گاؤں میں کوئی



ٹریننگ کالج آگرہ کے طلبا، گاؤں میں جاکر وہاں کی صفائی کرنے اور وہاں کے لوگوں کو صفائی کا مطلب سمجھانے کے لئے تیار ہیں

جھگڑا فساد پیدا ہونے پر پنچایت اُسے گاؤں میں ہی طے کرانے کی کوشش کرے۔

(۳) تیسری بات یہ ہے کہ گاؤں میں جو تکلیف محسوس ہو اور جو کسی بھی سرکاری محکمے کی مدد سے رفع ہو سکتی ہو اُن کو رفع کرنے کی پنچایت کوشش کرے۔ اکثر نہر کے متعلق کچھ شکایت پیدا ہونے پر حیوانی یا انسانی بیماری پھیلنے پر لوگ جانتے ہی نہیں کہ کیا کریں۔ پنچایت کا یہ کام ہوگا کہ وہ ہر محکمے کے افسران کے پاس گاؤں کی اس قسم کی تکلیفوں کی خبر پہنچا دے اور ان سے صلاح یا امداد طلب کرے۔

(۴) کھیتی کے اچھے بیج یا سرکاری فارم کے سانڈ گاؤں میں منگانے اور رکھنے کا انتظام بھی پنچایت کر سکتی ہے۔

پنچایت قائم کرنا اور اُسے آگے بڑھانے کا کام کچھ ایسا ہے جسے کالجوں کے نوجوان طلبا، آسانی سے کر سکتے ہیں کیونکہ ان میں کافی قابلیت اور حوصلہ ہے اور ان کے پاس وقت بھی ہے۔ ایک بھی ایسا کارکن ملنے پر دوسرے کم قابلیت یا تجربے والے اس کی امداد کر سکتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ دو یا زیادہ طالب علموں کی ٹولی اپنے شہر کے قریب کا کوئی گاؤں منتخب کرے اور اسی میں اتوار اور دوسری لمبی چھٹیوں میں آتے جاتے رہیں۔ جب ٹولی کا کوئی طالب علم کالج چھوڑے تو اپنا کام کسی دوسرے قابل طالب علم کو سونپ دے۔

جنھیں اتنا تجربہ اور فرصت نہیں ہے اور جو چھوٹی عمر کے طالب علم ہیں وہ ایک تجربہ کار طالب علم کی ماتحتی میں رہ یا



سینٹ جانس کالج کے طلبا ایک گرام سدھار مرکز میں سرپنچوں کو صفائی کی تعلیم دے رہے ہیں

دس کی ٹولی میں لمبی چھٹیوں میں ایک گاؤں میں جائیں اور چار چھ دن ٹھہر کر پنچایت کی مدد کریں۔ یہ لوگ کھاد کے گڈھے یا موریوں کے سوکھے پٹ بنا کر، گندی گلیوں کی صفائی کرکے انھیں ہموار کرکے، اور کنوؤں کے گرد کی صفائی کر کے گاؤں کی بہت بڑی خدمت کرسکتے ہیں۔ گاؤں کے لوگ اکثر بے حوصلہ ہوتے ہیں اور کھاد کے گڑھے کھودنا ان کے لئے پہاڑ ہے۔ اگر طلبا دو چار گڑھے کھود کر کام



سینٹ جانس کالج (آگرہ) کے طلبا سرکل سینیاں میں اچھوت لڑکوں کو غسل کرانے کے لئے کھڑے ہیں۔

جاری کرادیں تو آگے اسی قسم کا کام کرنا آسان ہوجائیگا ایسے کاموں سے نہ صرف گاؤں کی ترقی ہوگی بلکہ طلبار کو بھی بہت فائدہ ہوگا ۔ وہ گاؤں کی حالت سے واقف ہوجائیں گے ، عملی معلومات میں اضافہ ہوگا اور ان کی کام کرنے کی طاقت بڑھ جائے گی ۔ ہمارے ملک کے نوجوانوں کی ایک بہت بڑی کمی کو یہ گرام سدھار پورا کردے گا ۔



گڑ بنانے کے لئے شدھارے گئے بھٹے کا نمونہ۔

اچھا گڑ بنانے کا طریقہ

(از جناب رام آسرے دیکشت، گڑ ڈیمانسٹریٹر ایڈ نجا، لکھنؤ)

یوں تو یوپی کے ہر ایک ضلع میں گڑ بنتا ہے مگر کچھ ایسے مقام ہیں جہاں ہمیشہ اچھا گڑ بنتا ہے، جیسے شاہجہاں پور، بریلی، بنارس وغیرہ۔ دو سال پہلے جب ہمارے یہاں شاہجہاں پور کا گڑ آتا تھا تو ہم بہت خوش ہوتے تھے اور اُسے گراں نرخ سے خریدتے تھے۔ مگر تب تک ہم لوگوں نے یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ اگر ایسا اچھا گڑ لوگ کس طرح بناتے ہیں اچھا گڑ بنانے کا طریقہ بتلانے کے لئے گڑ اسکیم کی طرف سے ہر سال ہر ایک ضلع سے ایک یا دو کارکن بھیجے جاتے ہیں۔ تو بھی میں نے اس مضمون کے ذریعہ سبھی کسان بھائیوں کو گڑ بنانے کا طریقہ بتا دینا مناسب سمجھا۔

یہ لکھتے ہوئے افسوس ہوتا ہے کہ کچھ مقامات پر لوگ گڑ میں راکھ، مٹی اور اینٹ کے ٹکڑے تک بھر دیا کرتے ہیں۔ ایسے لوگ گندگی کے عادی ہو گئے ہیں اور اُنھیں اپنے اس گندے کام سے احتراض کرنا چاہئے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسان یہ بات نہیں جانتے کہ اچھا گڑ کسے کہتے ہیں۔ اکثر لوگ توبے دانے دالے گڑ کو اچھا گڑ کہتے ہیں یہ بات نہیں ہے۔ گڑ میں شکر اور شیرہ دو چیزیں ہوتی ہیں۔ اس لئے جس میں شکر زیادہ ہو اُسی کو اچھا گڑ کہتے ہیں۔ اچھا گڑ نہ بننے کی کئی وجوہ ہیں۔

۱۔ اچھی بھٹی نہ ہونا۔

۲۔ رس کو اچھی طرح صاف نہ کرنا۔

۳۔ اچھا کڑھاؤ نہ ہونا۔

اچھی بھٹیوں کے ہونے سے یہ فائدہ ہوگا کہ اُن کا مال نہ جلے گا۔ چاشنی جلد آئے گی اور کھوئی بیتی کی بچت ہوگی۔

اگر بھی ٹھیک نہیں ہے تو مال لال ہو جانے کے ساتھ ہی اُس کے جل جانے کا بھی ہر وقت اندیشہ رہے گا۔

صفائی تو خاص چیز ہے۔ مثلاً بیسن کے لڈو خوب گھی اور میوہ ڈال کر بنائے گئے ہوں اور اُن کے بنانے میں صفائی کا خیال نہ کیا گیا ہو تو وہ میرے خیال میں کھانے قابل ہونگے۔ اسی طرح گڑ اگر صفائی سے نہیں بنایا گیا تو یہ سمجھ لیجئے کہ ایک سیر گڑ میں کم از کم دو چھٹانک میل ضرور رہے گا۔ اس لئے بھنڈی، بن بھنڈی (دیولا) اور سکلائی وغیرہ کا لعاب چھوڑ کر رس کو صاف کرکے گڑ بنانا چاہئے۔

ملک میں زیادہ تر دو قسم کے کڑھاؤ ملتے ہیں۔ ایک موٹی چادر والے دوسرے بہت ہلکی چادر والے۔ موٹی چادر والے نہ جلدی گرم ہوتے نہ جلدی سرد ہوتے ہیں۔ ہلکی چادر والے جلدی گرم ہو جاتے ہیں اور اُن میں مال جل جاتا ہے کڑھاؤ اوسط درجے کے موٹے ہونے چاہئیں نیچے کا پیندا اُتنا ہی گول ہونا چاہئے جتنی گول بھٹی ہو۔ کیونکہ گہرے کڑھاؤ میں جہاں چاشنی نہیں ہے اور لوگ رہی ہے وہاں ہمیشہ مال جلتا رہتا ہے پیندا اگر جڑا ہوا ہونے کے بجائے ایک چادر کا ہو تو اور بھی اچھا ہے۔ کیونکہ جوڑوں پر ایک بار کا جلا ہوا مال دوسری بار چھوٹ جاتا ہے جس سے مال لال ہو جاتا ہے اچھا گڑ دیکھنے میں اچھا۔ کھانے میں خوش ذائقہ اور بازار میں سب سے پہلے اچھے نرخ پر بکنے والا ہوتا ہے۔ اس کا بنانا کسان بھائیوں کو اپنے فائدہ کے لئے بہت ضروری ہے۔ آگے کے مضامین میں سلسلے دار بھٹیوں اور رس کی صفائی وغیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہوگا، جو کسان بھائیوں کے لئے زیادہ مفید ہونگے۔

جذبات ارشدی

(محبوب الحسن صاحب ارشدی بدایونی)

عجب اچھی گھڑی ہے یہ عجب اچھا زمانا ہے ہمیں اس دور میں بگڑی ہوئی حالت بنانا ہے
حکومت کی مدد سے نفع یہ ہم کو اٹھانا ہے کہ اپنے ملک میں تعداد خواندوں کی بڑھانا ہے
منایا سوگ اب تک ہند نے جس کے اُجڑنے کا وہ علم و فضل کی دُنیا نئے سر سے بسانا ہے
سبک جس نے کیا تھا ہم کو دنیا کی نگاہوں میں وہی داغ جہالت اپنے دامن سے مٹانا ہے
جہالت کی فضا پھر علم کے نغموں سے گونجے گی پھر اپنے ملک کی سوئی ہوئی قسمت جگانا ہے
وقارِ زندگی ہوتا ہے فیضِ علم سے قائم جسے کہتے ہیں نقد علم عزت کا خزانا ہے
ابھی تک علم کی کشتی جہالت کے بھنور میں تھی
مگر اب ارشدی اس کو کنارے سے لگانا ہے

(ذو لقرنین سے)

زندگی سدھار سبھا

(از جناب بھگوان داس کپور انسپکٹر کوآپریٹو سوسائٹیز اٹاوہ)

کوآپریٹو سوسائٹی کے لفظی معنی ہیں ۔ زندگی سدھار۔ یہ ایک ایسی جماعت یا سبھا ہے جس کا مقصد آپس میں مل کر زندگی کو سدھارنا ہے۔

لیکن زندگی کی اصلاح یا جیون کو سدھارنے کا کام اتنا آسان نہیں ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے۔ زندگی سدھار کا کام کرنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہوگا کہ جن کی زندگی سدھارنی ہے اُن میں خرابی کیا ہے۔ اب یہ بات تسلیم کر لی گئی ہے کہ جیسے ہی کوئی گاؤں گرام سدھار کے لئے چن لیا جائے وہاں سب سے پیشتر زندگی سدھار سوسائٹی کھولی جائے اور اس کی رجسٹری کوآپریٹو یعنی امداد باہمی قانون کے ذریعے کرائی جائے۔

یہ جاننے کے لئے کہ دیہاتی بھائیوں کی زندگی میں کیا خرابی ہے جس کے سدھارنے کے لئے ہم سب کو کوشش کرنی ہے، کیا کرنا ہوگا۔ سب سے پہلے کام کرنے والوں کو ان میں اس طرح گھل مل جانا ہوگا کہ وہ ہم کو اپنا سچا ہمدرد اور مددگار سمجھنے لگیں۔ ہمارے دیہاتی بھائی جہاں اتنے سیدھے سادے ہیں وہاں اتنے ہوشیار بھی ہیں کہ وہ اپنے بہی خواہوں کے پرکھنے میں دیر نہیں لگاتے۔ جب تک ان کو اس بات کا پکا اور صحیح اعتبار نہ ہو جائے گا کہ آپ اُن کے سچے دوست ہیں۔ وہ دل کھول کر اپنی تکلیفوں کا اظہار نہ کریں گے۔ دوسری بات جو اس میدان میں کام کرنے والوں کو کرنی ہوگی وہ اس سے بھی زیادہ ضروری ہے اُن لوگوں کو یہ بات دل سے نکال دینی ہوگی کہ وہ گاؤں والوں کی زندگی صرف اپنی اسکیموں سے خوشگوار بنا سکیں گے۔ وہ خواہ زمین آسمان ایک کر دیں اور خواہ لاکھوں روپئے پانی کی طرح بہا دیں لیکن جب تک گاؤں والوں کے دل میں اس بات کی خود خواہش نہ پیدا کر دیں گے کہ اُن کو اپنی زندگی سکھی بنانا ہے۔ جب تک وہ گنوار خود یہ نہ محسوس کریں گے کہ وہ گری حالت میں ہیں اور اس پستی سے اُٹھنا اس کا فرض ہے، جب تک ایک ایک دیہاتی کے دل میں یہ خیال نہ پیدا ہو جائیگا کہ وہ بھی انسان ہیں اور دنیا میں خدا کی نعمتوں سے فائدہ اُٹھانے کا اُنھیں بھی اُتنا ہی حق ہے جتنا ایک راجہ مہاراجہ کو ہے اس وقت تک ہماری ساری محنت بیکار رہے اور سارا روپیہ پانی میں بہانا ہوگا۔ ہمیں تو اُن کے مردہ دلوں میں جان ڈالنی ہے۔ اُن کے مرجھائے ہوئے ارمانوں کی آب یاری کرنا ہے اور اُن کے جسم کی بجھتی ہوئی چنگاری کو اپنی محبت کی ہوائیں دیکر بجھنے سے بچانا ہے۔

اگر ہم اس میں کامیاب ہوگئے۔ اگر ہم نے اُن کے دلوں میں یہ خواہش پیدا کر دی کہ زندگی سدھارنا اُنکا پہلا فرض ہے تو پھر دُنیا کی کوئی طاقت انھیں پہلا سا خوشحال اور مسرور کسان ہونے سے نہیں روک سکتی۔ لیکن کیا ہمارے کام کرنے والوں کا اس طرف خیال ہے؟ اگر ہے تو کامیابی بھی دور نہیں ہے۔ ہر ایک گاؤں کا مسئلہ جُدا ہے اور اُسے ہم گاؤں کے رہنے والوں کی مدد ہی سے حل کر سکتے ہیں۔ مگر کچھ ایسی باتیں ہیں جو سب کے لئے یکساں ہیں۔ مثلاً ہمارے دیہاتی بھائی تن، من، دھن تینوں سے دُکھی ہیں اور ان تینوں کو سدھارنے کی اُنھیں کوشش کرنی ہوگی۔ تن کے لئے سب سے ضروری چیز ہے صاف ہوا۔ صاف پانی، اچھا اور جلد ہضم ہو جانے والا صاف اور پیٹ بھر کھانا صاف کپڑا۔ کیا اُن میں سے ان بیچاروں کو ان کی ضرورت کے مطابق کوئی بھی چیز نصیب ہے گاؤں میں جدھر جائیے گھوروں کے ڈھیر نالیوں کا پانی، تنگ اور گندی گلیاں، تاریک اور ایسے مکان جن میں کسی موسم میں بھی

کا نام نہیں ملتا ہے، دکھائی دیں گے ان سب کا کون ذمہ دار ہے؟ وہ خود، بلکہ اُن کی غریبی اور لاپرواہی بلکہ زیادہ تر تو خود گاؤں کے باشندے ہی اس کے ذمہ دار ہیں۔

جس وقت کوئی گاؤں بسایا جاتا ہے اُس وقت ذرا سی توجہ دینے سے اُن کے مکان ایک قطار میں بن سکتے ہیں اور اُن کے درمیان میں کافی گلی چھوڑی جاسکتی ہے۔ مکان خواہ پکے ہوں خواہ پھوس کے۔ ان میں ہوا و دھوپ کے آنے جانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اگر ہر ایک گھر کا ہر ایک رہنے والا مہینے میں ایک روز بھی مکان کی چھتیں، دیواریں، الماریاں وغیرہ صاف کر دیں اور سال میں ایک بار بھی برسات کے بعد دیواروں کو لیپ پوت کر ٹھیک کر دیں تو پکے اور پھوس کے مکان پختہ اور قیمتی مکانوں سے صاف اور آرام دہ ہو سکتے ہیں۔

مگر برسوں کی عادت خراب ہو جانے سے اگر آپ کو پختہ اور اچھا مکان بھی گاؤں میں بنا بنایا مل جائے گا تو وہ گندہ ہو جائے گا۔ دیواروں اور چھتوں سے جالا اور کاجل چھڑانے کی تو اُن لوگوں نے قسم ہی کھائی ہے۔ مجھے ایک بار کی بات خوب یاد ہے جب میں ایک گاؤں میں پہنچا اور ٹھہرنے کے خیال سے ایک چوپال پر گیا تو اُس چوپال کو ٹھہرنے کے قابل جگہ بنانے میں ایک گھنٹہ صرف کرنا پڑا یہی نہیں چوپال کے سامنے جو نل لگا تھا اور اُس سے مویشیوں کے پانی پینے کے جو ہودے بنے تھے وہ اتنے گندے تھے کہ جب تک اُنھیں صاف نہیں کرایا اُس وقت تک نل کا پانی پینے کو جی نہیں چاہا۔ خیر! اُس دن گاؤں میں یہ طے ہوا کہ زمیندار سے ایک جگہ لیکر پنچایت گھر بنایا جائے۔ مگر تقریباً ایک ماہ بعد اُس گاؤں کے سپروائزر سے پنچایت گھر بنانے کی تجویز کے بارے میں دریافت کیا تو یہ معلوم ہو کر سخت تعجب ہوا کہ گاؤں کے آدمیوں میں اُس شخص نے جس کی چوپال میں میں ٹھہرا تھا، پنچایت گھر بنانے کی اس لئے مخالفت شروع کر دی کہ اگر گاؤں میں پنچایت گھر بنا تو گاؤں والوں کو اُسے صاف کرنے کی زحمت برداشت کرنی پڑیگی۔ کیونکہ میں نے ایک روز ٹھہرنے کے لئے چوپال کی صفائی میں ایک گھنٹہ صرف کیا تھا تو پنچایت گھر کی صفائی پر نہ جانے کتنا وقت دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ دیہاتی اپنی لاپرواہی کے باعث گندگی کو گندگی نہیں سمجھتے۔ ایک بات اور سیکھنی ہوگی وہ یہ کہ گاؤں والوں کی مرضی کے مطابق کام کرنا کتنا مشکل ہے یعنی گاؤں اور گاؤں کی صفائی نیز مکانوں کی صفائی کا مسئلہ کوئی ایک خاص ہدایت نکالنے سے دور نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے لئے گاؤں والوں میں رفتہ رفتہ محبت اور تعلیم سے صفائی کی عادت ڈالنی ہوگی اس کے بعد سب کام خود بخود ہونے لگے گا۔ مگر گاؤں کی صفائی اُسی وقت ہو سکتی ہے اور مکمل کہی جاسکتی ہے جب گاؤں کے مرد، عورت اور بچوں کی صفائی کی طرف بھی توجہ کی جائے۔ کوئی کتنا ہی امیر اور عقلمند کیوں نہ ہو اگر وہ گندا ہے یا گندے کپڑے پہنے ہے یا اُس کے جسم کے کسی حصے سے بدبو آتی ہے تو اس کی امیری یا عقلمندی اُسے دوسروں کی نظروں میں حقیر ہونے سے نہ بچا سکے گی۔ ایک گندے اور میلے بچے کو چاہے وہ راجہ کا ہی کیوں نہ ہو کوئی شخص گود میں نہ لینا چاہے گا۔ اس کے برعکس ایک غریب بچے کو اگر وہ صاف ہے تو ہر شخص پیار کی نظروں سے دیکھے گا اور اُسے گود میں لینا پسند کرے گا۔ صرف یہی نہیں صفائی سے صحت اور عمر میں بھی ترقی ہوتی ہے بہت سے مرض صرف جسمانی گندگی کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ مگر اس سے بڑھ کر ایک اور صفائی بھی ضروری ہے یعنی جسم کی اندرونی صفائی ایک بظاہر صاف مگر اندر سے میلا یعنی دل کا میلا انسان ایک لپی پتی قبر کی طرح ہے۔ چنانچہ باہری صفائی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ علم، نیک کام، خدمت خلق، نیک صحبت، عبادت اور ایشور بھگتی سے اندرونی گندگی دور کریں اس طرح اُن کے تن و من (ظاہر و باطن) کی صفائی ہو کر وہ ایک سچے اور اچھے شہری بن جائیں گے

اب رہا زر کا مسئلہ۔

مال دار ہونے کے صرف یہ طریقے ہیں۔ زیادہ کمانا اور



سرکاری ٹریننگ برگ، بلیھا بلاسپور (صوبۂ متوسط)

کم خرچ کرنا ہمارے ہندوستانیوں کی روزانہ آمدنی کا اوسط بہت کم ہے یعنی پیسے میں شمار کی جاسکتی ہے۔ لیکن اگر اس میں سے راجہ مہاراجہ کروڑپتیوں وکلپتیوں کی د نوکری پیشہ لوگوں کی آمدنی نکال دی جائے تو ہر شخص کی آمدنی کا اوسط پائیوں میں شمار ہوسکتا ہے۔ یہ انھیں کی آمدنی کا اوسط ہے جن کا دُنیا میں کبھی امیروں میں شمار ہوتا تھا جنکے ہاں دودھ دہی کی ندیاں بہتی تھیں۔ اس انقلاب کا ذمہ دار کون ہے؟ کچھ تو اور لوگ اور زیادہ تر خود کسان۔

کھیت کو اچھی طرح جوتنا، کھاد کو حفاظت سے رکھ کر اچھی بنانا۔ اچھا بیج ڈالنا، وقت پر پانی دینا اور نرائی کرنا وغیرہ کس نے بند کردیا۔ اپنی ہوس نے۔ خواہ زمین میں ایک ہل بھی نہ چلائیں۔ خواہ کھاد ڈالنے کو نہ ہو۔ خواہ اچھا بیج پاس نہ ہو مگر..ا بیگھے کے کاشتکار ضرور بن جائیں گے۔ یہ کس نے کیا؟ اپنی خودغرضی نے۔ خواہ پاس میں روپیہ نہ ہو۔ گھر میں غلّہ بھی نہ ہو مگر مرنے پر برہمن بھوج ضرور ہوگا۔ بارات میں ..ا آدمی ضرور جائیں گے۔ آتشبازی ضرور لیجائی جائیگی اور دل بہلانے کے لئے طوائف ضرور جائیگی۔ خواہ وہ اپنا زہریلا جادو پھیلا کر سیکڑوں گھر برباد کیوں نہ کردے اور اس کے باعث بیسوں عورتیں بیوہ کیوں نہ ہو جائیں۔ یہ کس کا قصور ہے؟ کیا اس کے لئے ہم خود جواب دہ نہیں ہیں؟ جب ان برائیوں کے ہم ذمہ دار ہیں تو ان کو تھوڑی سی کوشش سے ہم دور بھی کرسکتے ہیں۔ آج محکمہ زراعت نے مختلف قسم کے عمدہ ہل، مختلف قسم کے عمدہ بیج اور کھادیں نکالی ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم ان کا بجا طور پر استعمال کریں اور فائدہ اُٹھائیں اپنے یہاں کی کھاد، پانی، گوبر، کوڑا کرکٹ

اور ما آدہ وغیرہ بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ٹھیک طور سے لگائیں۔ اس کی اچھی اچھی کھاد بنا کر اپنے کھیتوں میں ڈالیں اور جب عمدہ غلہ پیدا ہو تو اسے مشترکہ طور پر فروخت کریں اور فائدہ اٹھائیں اور جو روپئے وصول ہوں انھیں مفید اور ضروری کاموں میں صرف کریں۔

اگر ہم نے اتنا کر لیا اور ساتھ ہی ساتھ گاؤں میں تعلیم ہوئی۔ فضول خرچی بند کر دی اور اپنا وقت جھگڑے اور مقدمہ بازی میں نہ برباد کرتے دیکھے۔ چھوٹی چھوٹی دستکاریوں میں صرف کیا اور وہ دن دور نہیں جب ہمارے کسان بھائی مالا مال ہو جائیں گے۔ کاشتکار اپنے فاضل وقت میں چھوٹی موٹی صنعتیں مثلاً رسی بٹنا، چٹائی بننا، کھلونے بنانا، جوتے بنانا، ٹوکریاں بنانا، تیل نکالنا، سوت کاتنا، مرغی پالنا، شہد کی مکھیاں پالنا، گائے بھینس بکریاں پالنا، گڑ بنانا وغیرہ ہزاروں ایسے کام کر سکتا ہے جس کا فاضل وقت بیکار باتوں میں برباد نہ ہو کر مفید کاموں میں صرف ہوگا اس کی آمدنی بڑھیگی۔ ان سب کاموں میں اس کی گھر کی عورتیں بھی اس کا ہاتھ بٹا سکتی ہیں۔

اب وہ یہ چیزیں تیار کر لے تو ان سب کے بیچنے کے لئے ہر ایک گاؤں میں اگر وہ بڑا ہے یا دس پانچ قریب کے گاؤں مل کر کوآپریٹو اسٹور کھول سکتا ہے۔ اسی اسٹور میں اُن گاؤں والوں کی ضروریات کی چیزیں تھوک لیکر رکھی جا سکتی ہیں اور جو منافع ان چیزوں کے بیچنے سے ہو وہ انھیں بطور بونس دیا جا سکتا ہے ساتھ ہی ساتھ بچوں یعنی لڑکوں اور لڑکیوں اور بالغوں کی تعلیم کا بھی کام شروع کیا جا سکتا ہے تاکہ پڑھ لکھ کر وہ سب باتوں کو سمجھ سکیں اور اُن پر عمل کر سکیں جب گاؤں میں کافی تعلیم یافتہ دعوتیں ہو جائیں تو گاؤں میں ایک اخبار گھر و کتب گھر کھول لیا جائے تاکہ مطالعہ جاری رہنے سے پڑھا لکھا بھول نہ جائیں بلکہ ترقی ہوتی رہے اور اخبار وغیرہ کے ذریعہ دنیا کا حال معلوم ہوتا رہے۔ تفریح کے لئے بھجن منڈلی، ناٹک منڈلی اور کھیل وغیرہ کئے جا سکتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ ان سب باتوں کے کرنے کے لئے ہماری زندگی سدھار سبھا کیسے ہماری مدد کرے۔ زندگی سدھار سبھا کے قائم ہو جانے کے معنی یہ ہیں کہ اس گاؤں کے لوگ اپنی ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ جو لوگ اس میں شامل ہوں گے وہ سب موقع اور کیفیت کے مطابق اپنی ترقی کا پروگرام تیار کرتے رہیں گے اور اس پر سب لوگ عمل کرتے رہیں گے۔ اُن کے بنائے ہوئے پروگرام کی تعمیل کی جائے اس کے لئے ان لوگوں کو اختیار دیا جائے کہ وہ ان لوگوں پر جو اُن کے خلاف کام کریں جرمانہ کر سکتے ہیں اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ وہ ہر بار جرمانہ کریں گے۔ پہلے تو وہ ان لوگوں کو سمجھائیں بجھائیں گے نصیحت کریں گے اگر ایسا کرنے پر بھی اگر وہ ضد کرینگے اور گاؤں کی ترقی میں رخنہ ڈالیں گے تو جرمانہ کرنا ہی ہوگا۔ کل کام مل کر اور سب کی رضا سے ہو اس لئے یہ قید لگا دی گئی ہے کہ جب کسی گاؤں کے کم سے کم ۵۰ فیصدی باشندے تیار ہو جائیں تو زندگی سدھار سبھا قائم کی جائے۔

زندگی سدھار سبھا قائم ہونے پر سرکاری اور غیر سرکاری کام کرنے والوں سے پوری مدد ملے گی اور گاؤں کی ترقی کی رفتار تیز ہو جائیگی۔

پھلدار درختوں کا لگانا اور اُن کی حفاظت

(از جناب ڈبلیو۔ ہیڈ، ڈپٹی ڈائرکٹر آف گارڈنس)

صوبہ متحدہ میں پھلوں کے لگانے کے فوائد جتنے اس وقت تسلیم کئے جا رہے ہیں اُتنے اس سے قبل کبھی نہیں کئے گئے۔ پھر بھی بیشتر لوگ اس لئے درخت لگانا بند کر دیتے ہیں کہ بہت سے پودے ایک یا دو سال ہی میں سوکھ جاتے ہیں اور جو بچے رہتے ہیں وہ اچھی طرح بڑھ نہیں پاتے پیش نظر مضمون میں اس قسم کی ناکامیابی کے وجوہ بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک یا متعدد وجوہ سے ناکامی ہوا کرتی ہے اور اگر ہوشیاری سے یہ وجوہ دور کر دئے جائیں تو مستقبل میں پہلے سے کہیں زیادہ اطمینان بخش نتیجہ ثابت ہو۔

غیر موزوں حالات

چھوٹے درختوں کو بڑے درختوں کے قریب کبھی نہ لگانا چاہئے۔ خواہ زمین بہت اچھی طرح کھاد ملی کیوں نہ ہو۔ پھر بڑے درختوں کی جڑیں زمین کی بہت زیادہ خوراک اور نمی کھینچ لیں گی اور چھوٹے درخت بھوکے رہیں گے اور بڑھ نہ سکیں گے۔ چھوٹے پودوں کو سایہ دار جگہ میں نہ لگانا چاہئے۔ انھیں وجوہ سے قدیم طرز کے باغیچوں میں لگائے ہوئے درخت بہت کم بڑھ پاتے ہیں۔ پھل کے پودے لگانے کے لئے کھلی ہوئی جگہ کا ہی انتخاب کرنا چاہئے جو درختوں کی جڑوں اُن کے سائے اور عمارتوں کے سایہ سے دور ہو۔

غیر موزوں زمین

اگرچہ بہت سے پھل کے درخت زیادہ تر سبھی جگہ اُگ جاتے ہیں پھر بھی وہ ایسی زمین میں اچھی طرح بڑھ پاتے جو اُن کی ضرورتوں کے لئے غیر موزوں ہے ادسریا ایسی زمین جس میں بہت زیادہ نمک ہو وہ بہت سے درخت لگانے کے ناقابل مانی گئی ہے لیکن پھلوں کے درختوں کے لئے صرف چکنی مٹی یا صرف بالو ملی ہوئی مٹی ٹھیک نہیں ہوتی۔ ایسی مٹی میں لگائے جانے والے چھوٹے پودے کبھی بھی اچھی طرح نہیں بڑھ سکتے۔ چکنی مٹی میں بالو ملا کر اس کی حالت سدھاری جا سکتی ہے اور بالو میں چکنی مٹی اور پتیوں کو توڑ کر ملانے سے بالو کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے نشیب زمین بھی جو ہمیشہ نم رہتی ہے اُس وقت تک غیر موزوں رہتی ہے جب تک وہ سکھائی نہیں جاتی۔

عموماً ایسی زمین ہی پھلدار درختوں کے لئے مفید ہوتی ہے جس میں کھیتی کی فصلیں اچھی ہوتی ہوں اور جو کافی گہری ہو۔ یعنی چھوٹے درختوں کے لئے چار فیٹ اور بڑے درختوں کے لئے ۱۰ فیٹ گہری ہو۔

غیر موزوں تیاریاں

بدقسمتی سے عام طور پر پودے ایسے گڑھوں میں لگائے جاتے ہیں جو بہت کم اینچ چوڑے اور گہرے ہوتے ہیں۔ چاروں طرف کی زمین سخت ہونے سے جڑیں مشکل سے اندر جاتی ہیں۔ ایسی حالت میں درختوں کے بڑھنے کی اُمید نہیں کی جا سکتی۔

عموماً زمین میں کھاد نہیں ملائی جاتی۔ عام طور پر یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ اچھی پیداوار پانے کے لئے کھاد دینا ضروری ہے مگر یہ بات عام طور پر تسلیم نہیں کی جاتی کہ پھلدار درختوں کے لئے بھی کھاد ضروری ہے۔ اگر زمین میں کھاد نہ ملائی جائے تو صرف بہت اچھی زمین ہی میں پھلدار درختوں کے اچھی طرح بڑھنے کی اُمید کی جا سکتی ہے۔

سنگترہ اور بیل جیسے چھوٹے پھلدار درختوں کے لئے کم از کم ۳ فیٹ چوڑے اور ۳ فیٹ گہرے اور آم کی قسم کے

بڑے درختوں کے لئے کم از کم ۴ فیٹ چوڑے اور ۴ فیٹ گہرے گڑھے کھودے جائیں۔ تقریباً ایک چوتھائی مٹی ہٹا کر اس کی جگہ کھاد رکھ دینی چاہئے اور بقیہ مٹی گڑھے میں بھرنے سے پہلے اس میں بھی کھاد ملا دینی چاہئے۔ ہلکی اور ریتلی مٹی کے لئے گائے کا گوبر اور وزنی و نرم چکنی مٹی کے لئے گھوڑے کی لید کام میں لانی چاہئے۔ استعمال کرنے سے پہلے ہر قسم کی کھاد سڑا لینی چاہئے۔

بہت پرانے درخت

عموماً لوگ گملے میں لگائے ہوئے ۳ چار سال کے آم یا دوسرے پھلدار درختوں کو استعمال کرکے بہت بڑی غلطی کرتے ہیں۔ یہ درخت بعد کے درختوں سے لمبے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ لگاتے وقت دیکھنے میں اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے صرف یہی فائدہ ہو سکتا ہے بعد کے درختوں کے مقابلے میں یہ بہت کم بڑھ پاتے ہیں۔ گملے میں لگائے ہوئے درخت کی جڑیں ۳ یا چار سال میں جگہ نہ پانے کے باعث بڑھنا روک دیتی ہیں اس سے درخت کا بڑھنا رک جاتا ہے اور قدرتی طور پر پھر سے بڑھنے میں انھیں کئی سال لگتے ہیں۔ اس لئے اس قسم کے درخت نہ لگائے جائیں پرانے درختوں کی جگہ ایسے ہی درختوں کا انتخاب کیا جائے جو گملے میں ۱ سال سے قبل کے لگے ہوئے نہ ہوں۔ ایسے ہی درخت سب سے اچھے ہوتے ہیں جو گملے میں ایک سال سے زیادہ نہ لگائے گئے ہوں۔

تین چار سال کے ایسے درخت بھی اچھے نہیں ہوتے جو زمین میں لگائے گئے ہوں مگر اُن کی جگہ بدلی گئی ہو۔ ایسے درختوں کی جڑیں زمین میں دُور تک چلی جاتی ہیں۔ اور جب یہ درخت دوسری جگہ لگائے جاتے ہیں تو اُن کی بہت سی جڑیں کٹ جاتی ہیں۔ اتنی جڑیں برباد ہو جانے سے درختوں کو اتنا بڑا دھکا لگتا ہے کہ وہ اکثر سوکھ جاتے ہیں اور اگر اس دھکے سے بچ بھی گئے تو اُن کی اصلاح میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔ دھکے سے کم نقصان پہنچنے کے لئے



درختوں کا ایک تہائی یا دو تہائی حصہ کاٹ دیا جائے اس طرح جڑوں کو صرف تنے کے تھوڑے سے حصے اور پتیوں کی پرورش کرنی پڑیگی اور درخت کو دوسری جگہ لگانے میں بہت کم دھکا لگنے کا اندیشہ رہے گا۔ تین یا چار سال کے درخت لگانے سے زیادہ فائدہ نہیں ہو سکتا کیونکہ ایسے درخت لگاتے وقت اُن کی بہت سی جڑیں کاٹ دینی ہونگی اور درختوں کو دھکا لگنے سے بچانے کے لئے شاخوں کے کچھ حصے بھی کاٹ دینے ہونگے۔ اگر درخت ٹھیک طور سے نرسریوں میں لگائے گئے ہیں تو وہ وہاں سے آسانی سے دوسری جگہ لگائے جا سکتے ہیں چھوٹے درختوں کو لگانا ہی ٹھیک ہے جو جڑوں کو بہت کم نقصان پہنچاتے ہوئے بھی دوسری جگہ لگائے جا سکتے ہیں۔ دھکے سے بچانے کے لئے ایسے درختوں کو کاٹنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

تین چار سال کے درختوں کے متعلق خواہ وہ گملے میں لگائے گئے ہوں یا زمین میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر ایک نرسری میں ہر ایک قسم کے بہترین درختوں کی قسم وخت ہوتی ہے۔

اس لئے نرسری والوں یا چار سال کا پرانا درخت ایسا ہے جسے لوگ ہر سال آسانی سے کا اچھا درخت خریدتے وقت چھوڑتے آتے ہیں۔ خریداروں کو ایسے درخت بھی چھوڑ دینے چاہئیں۔ اسی قسم کے دوسرے درختوں کے مقابلے میں کم بڑھتے ہوں کیونکہ ایسے درختوں کے بڑھنے کی بہت کم امید رہتی ہے۔

نئے درختوں کے قد کے چھوٹے بڑے ہونے کے متعلق پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ خواہ کسی قسم کے درخت گملے میں لگائے گئے ہوں یا زمین میں۔ اگر وہ تندرست ہیں اور اچھی ساتھ کے دوسرے درختوں کے مقابلے میں اچھے ہیں تو ان کی لمبائی بڑھائی جا سکتی ہے۔ اور وہ ۲ یا ۳ سال میں اسی وقت لگائے جانے والے ۳ یا ۴ سال کے درختوں سے بڑے ہو جائینگے۔

موزوں پودے

عموماً اسی وجہ سے ناقص درخت اُگتے ہیں۔ کبھی کبھی ایسے پودے کام میں لائے جاتے ہیں جنکے انکوے بہت کمزور ہوتے ہیں یا جو بہت دھیرے دھیرے بڑھتے ہیں یا جو بالکل موزوں نہیں ہوتے۔ دراصل ایسے پودوں سے ہونے والے درخت کبھی بھی اچھے نہیں ہو سکتے۔ اس مشکل سے بچنے کے لئے اپنے ہی پودوں کی تعداد بڑھائے اور یہ دیکھتا رہے کہ صرف اچھے پودے ہی کام میں لائے جا رہے ہیں یا صرف معتبر جگہوں سے پودے لے۔ چاہے ایسے پودے کچھ مہنگے ہی پڑیں۔ ایسے درخت جو پودے کی حالت میں خراب ہوتے ہیں وہ بڑھنے پر بھی کمزور ہی رہتے ہیں۔ اس لئے لگانے کے لئے ایسے پودے کبھی نہ چنے جائیں۔

درخت لگانے کا ناموزوں وقت

شفتالو، بیر، انگور وغیرہ جاڑے میں اپنی بہت زیادہ یا سب پتیاں گرا دیتے ہیں اور اُن کا بڑھنا رک جاتا ہے۔ ایسے درختوں کے لئے ایک جگہ سے اکھاڑ کر دوسری جگہ لگانے کا سب سے اچھا وقت جاڑا ہی ہے۔ وہ برسات جیسے دوسرے موسموں میں بھی دوسری جگہ لگائے جا سکتے ہیں۔ لیکن اس میں خطرہ زیادہ رہتا ہے اور جو درخت بچ بھی جاتے ہیں اُنھیں اپنی حالت سدھارنے میں کافی وقت لگ جاتا ہے۔

دوسری قسم کے پھلدار درختوں کے لئے جنکی پتیاں جاڑے میں نہیں گرتیں، برسات ہی درخت لگانے کا بہترین موسم ہے۔ فروری میں درخت لگانے سے اچھا نتیجہ برآمد ہو سکتا ہے۔ مگر اس کے بعد آنے والی گرمی سے درختوں کی حفاظت کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ حالانکہ برسات کا موسم ایسا درخت لگانے کے لئے موزوں ترین وقت ہے پھر بھی پہلے ۲ یا ۳ ہفتے تک زمین گرم رہتی ہے۔ درخت نہ لگانا چاہئے کیونکہ اُس وقت لگائے جانے والے درخت اچھی طرح بڑھ نہیں پاتے

درخت لگانے کا غلط طریقہ

اکثر درخت بہت نیچی زمین میں لگائے جاتے ہیں۔ میں نے آم کے پودے اتنے نیچے لگائے ہوئے دیکھے ہیں کہ اُن کے تنے زمین کی سطح سے کئی انچ نیچے تھے۔ اس قسم کے لگائے ہوئے پودے بہت دیر تک بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں اور بعد میں دکھ جاتے ہیں۔ جو بچ جاتے ہیں اُن کی ترقی رُک جاتی ہے۔ بہت بلندی پر درخت لگانا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے جڑ کی چاروں طرف کی مٹی ہٹ جانے کا خوف رہتا ہے۔ پھلدار پودے اُتنی ہی گہرائی پر ہمیشہ لگائے جائیں جتنی گہرائی میں وہ گملے یا نرسری میں لگائے گئے تھے۔ کسی بھی حالت میں وہ ایک انچ سے زیادہ گہرائی میں نہ لگائے جائیں۔

پودوں کی جڑیں اچھی طرح کھاد دیکر تیار کی جانے والی مٹی میں فوراً نہ رکھی جائیں کیونکہ اس سے درختوں کو نقصان پہنچنے کا خوف رہتا ہے۔ اسے روکنے کے لئے پودوں کو ایسی زمین میں لگاتے وقت جس میں کھاد کی زیادتی ہو مٹی کے بنڈے کے چاروں طرف کھاد نہ ملی ہوئی معمولی مٹی رکھ دی جائے۔

کبھی کبھی ایسے پودے لگائے جاتے ہیں جن کی جڑوں

کی چاروں طرف بالکل مٹی نہیں ہوتی۔ ایسی حالت میں عام طور پر جڑوں کو گڑھے میں کسی نہ کسی طرح ٹھونس دیا جاتا ہے۔ یہی جڑیں عموماً گڑھے میں ایک طرف ہی پڑی رہتی ہیں۔ اس طرح لگائے جانے والے پودے خواہ لگ جائیں مگر ان کے بڑھنے کی امید کم رہتی ہے۔ جب اپنے پودے لگانے ہوں جن کی جڑوں کے چاروں طرف مٹی کا پنڈا نہ ہو تو کافی بڑے گڑھے بنائے جائیں تاکہ سبھی جڑیں آسانی سے گڑھے میں آ جائیں۔ گڑھے کی سطح پر کھاد ملی ہوئی مٹی پھیلا دینی چاہئے اور تب پودے کو ٹھیک طور سے لگا دینا چاہئے۔ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ گڑھے کی گہرائی کو ٹھیک سے جڑوں کو چاروں طرف پھیلا کر انھیں کھاد ملی ہوئی مٹی سے ڈھانک دینا چاہئے اور مٹی دبا دینی چاہئے۔ گڑھے میں پہلے پہل مٹی رکھتے وقت اسے بیچ میں کچھ اونچا کر دینا چاہئے تاکہ پھیلنے پر جڑیں نیچے کی طرف جا سکیں۔

بعد میں حفاظت کی کمی

سینچائی سے اکثر نقصان ہوا کرتا ہے۔ کیونکہ کبھی بہت زیادہ اور کبھی بہت کم پانی دیا جاتا ہے۔ بہت کم پانی دینے سے پیڑ بڑھ نہیں سکتے۔ بہت زیادہ پانی دینے سے اس سے بھی زیادہ نقصان پہنچتا ہے۔ زمین کے بہت زیادہ نم رہنے سے جڑیں خوراک نہیں کھینچ سکتیں۔ اور درخت بھوکے رہ جاتے ہیں۔ تنے اور تازہ بڑی پتیوں کا کمزور پڑنا کم سینچائی کی علامت ہے اور تازہ پتیوں کا زرد پڑنا زیادہ سینچائی کی علامت ہے۔ دوسری بار سینچنے سے پہلے زمین کو سوکھنے کا موقع دینا چاہئے۔ درختوں کی سینچائی اس وقت تک نہ کرنی چاہئے جب تک کم از کم ۲ یا ۳ انچ گہرائی تک مٹی سوکھ نہ جائے۔ مگر جب مٹی گہرائی تک سوکھ جائے تو سینچائی ضرور کرنی چاہئے۔

عموماً جب کوئی پودا کمزور یا بیمار ہوتا ہے تو اسے تندرست درختوں سے بھی زیادہ پانی دیا جاتا ہے۔ یہ ایک غلطی ہے اور اس سے درخت اور بھی کمزور ہو جاتا ہے اور

No2



پھل کے درخت کی پالے وغیرہ سے حفاظت (غلط طریقہ)

کبھی کبھی سوکھ بھی جاتا ہے۔ ٹھیک طریقہ یہ ہے کہ کمزور درخت کو تندرست درخت سے کم پانی دیا جائے مگر اس بات کا خیال رہے کہ پانی کی کمی سے وہ سوکھ نہ جائے۔

پھلدار درختوں کو ہمیشہ کم مقدار میں پانی دیتے رہنے کا طریقہ ٹھیک نہیں ہے۔ جب پانی دیا جائے تو وہ اتنا کافی ہو کہ اسے زمین اچھی طرح جذب کر لے۔

پھلدار پودوں کی حفاظت کے سلسلے میں صفائی بھی ضروری ہے جس کی طرف لوگ توجہ نہیں کرتے۔ پودوں کی جڑیں سطح کے پاس ہوتی ہیں۔ اگر نکمے پودے جگہ جگہ اگ جائیں گے تو وہ زمین سے اتنی زیادہ خوراک کھینچ لیں گے کہ چھوٹے پودوں کے لئے بہت کم خوراک بچ رہے گی۔ ان کی وجہ سے کیڑے مکوڑے اور بیماریاں بھی پھیلتی ہیں۔ اس لئے نکمے پودوں کو نہ بڑھنے دینا چاہئے اور اس بات کا خیال رکھنا چاہئے خصوصاً برسات میں

کے قریب کی زمین اُن سے صاف رہے۔

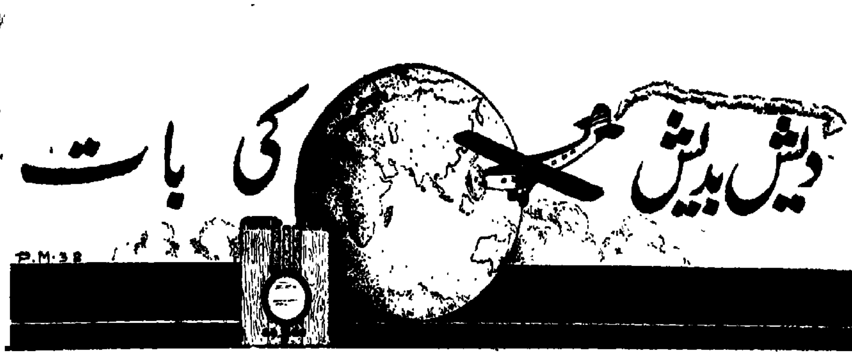
درختوں کے چاروں طرف کی ۲ انچ تک کی مٹی بھربھری بنادینی چاہئے کیونکہ اس سے مٹی میں ہوا کا داخلہ ہوتا رہے گا اور نمی بھی قائم رہے گی۔ سینچنے کے ایک یا دو روز بعد کھرپی سے مٹی کھود دینی چاہئے اور گھاس پات کی صفائی بھی کر دینی چاہئے۔

بہت سے پھلدار پودوں کو دھوپ یا پالے سے بچانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً آم اور لیچی کے درختوں کو جاڑے میں پالے سے بچانا پڑتا ہے۔ اس کے لئے ہر درخت کے گرد بانس یا ڈنڈے گولائی میں گاڑ دئے جائیں اور انھیں ۲ انچ تک سوکھی گھاس سے ڈھک دیا جائے۔ پورب کا حصّہ کھلا رہے تاکہ سورج کی کچھ روشنی آسکے۔ ڈنڈوں کا نچلا حصّہ زمین میں دھنسا رہے، اُنکے اوپری حصّے ایک دوسرے سے باندھ دئے جائیں اس سے وہ مضبوط رہ سکیں گے۔ گھاس بھی اس طرح بندھی رہنی چاہئے کہ وہ کھسک نہ سکے۔ فروری میں لگانے والے درختوں کو عموماً دھوپ سے بچانے کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کے لئے چار ڈنڈوں پر رکھا گیا پھوس کا معمولی چھپّر ٹھیک ہوگا۔ ڈنڈے اونچے ہونے چاہئیں تاکہ چھپّر درخت کے سب سے اونچے حصّے سے کم از کم ایک فٹ اوپر رہے۔ اِدھر اُدھر کا حصّہ کھلا رہنا چاہئے تاکہ درختوں کو اُتنی روشنی ملتی رہے جتنی مل سکتی ہے۔ لوکاٹ کے پودوں کے لئے بھی گرمی میں اسی قسم کی حفاظت کی ضرورت پڑتی ہے۔ دوسرے کمزور یا مریض درختوں کی بھی اسی قسم کی حفاظت کرنے سے اُنھیں فائدہ ہوگا۔ مختلف اضلاع میں حفاظت خواہ درخت مختلف ہونگے اور اُن کی حفاظت کا طریقہ بھی مختلف ہوگا۔ چاہے جس قسم کا درخت ہو اور چاہے اُسے گرمی یا سردی سے تکلیف ہو اُس کی حفاظت ضرور کرنی چاہئے۔

دیمک

کبھی کبھی دیمک پودوں پر حملہ کر دیتی ہے اور انھیں تباہ کر دیتی ہے لیکن جتنا کہا جاتا ہے وہ اُتنا نقصان نہیں کرتی۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پودے کسی دوسرے وجہ سے بیمار اور کمزور ہو جاتے ہیں اور اِس کمزوری کی حالت میں اُن کے اوپر دیمک کا حملہ ہوتا ہے۔ جہاں دیمک زیادہ حملہ کرتی ہو، وہاں کے لئے سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ نیم کی کھلی کا سفوف تیار کرلے اور اُسے تنے کے گرد ۲ فیٹ تک اور ۶ انچ گہری مٹی میں ملادے۔ ایسا کرنے سے ہفتوں اور شاید مہینوں تک دیمک دور رہیگی۔ ضرورت پڑنے پر اُسے پھر کام میں لانا چاہئے۔ جہاں یہ معلوم ہو کہ دیمک زیادہ لگتی ہے وہاں درخت لگانے کے پہلے نیم کی کھلی استعمال کریں۔

دیش بدیش کی بات



(از جناب رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشرا لکھنؤ)

گذشتہ اپریل میں جو مضمون حوالہ قلم کئے ہوئے ابھی پورا ماہ بھی نہیں ہوا لیکن اتنے واقعات سامنے آچکے ہیں کہ چند الفاظ میں انہیں سمجھا دینا مشکل ہے۔ پھر بھی کسی طرح سمجھانا ہی ہوگا۔ حکومت زیکوسلاوکیہ کے چار صوبے تھے یعنی موراویہ، بوہیمیا، سلوویکیہ اور روتھینیا۔ جرمنی نے روتھینیا تو ہنگری کو دیدیا اور اول الذکر دو صوبے خود لے لئے۔ سلوویکیہ ابھی لفظاً تو آزاد ہے لیکن جرمنی ہی کے زیر اثر سمجھا جا سکتا ہے۔ جلد یا بدیر ایسا کوئی معاہدہ ہوگا جس سے مسئلہ اور صاف ہو جائیگا۔ جرمنی نے زیکوسلاویہ کی حفاظت کا وعدہ گذشتہ ستمبر اکتوبر میں دینے کے بعد ہی ایسا کیا جس سے دوسرے تیسوں چھوٹی حکومتوں میں اس کے بچنے کے متعلق پورا اعتماد نہیں پایا جاتا۔ یورپ کے چھوٹے بڑے سبھی ممالک بہت سفر اب لظر آتے ہیں۔ ادھر اٹلی نے یکایک البانیہ پر قبضہ کر لیا۔ اس سے وہ بحر اڈریاٹک پر حاوی ہوگیا ہے اور یوگوسلاویہ و یونان پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ یوگوسلاویہ اتر جانب آسٹریا سے ملتا ہے اور حکومت ہنگری سے اور دکھن میں البانیہ و یونان سے۔ ہنگری جرمنی کا پورا مقلد ہوگیا ہے۔ یوگوسلاویہ کا اٹلی سے پہلے تو بہت بگاڑ تھا لیکن ادھر اپنی کمزوری وغیرہ کا خیال کرکے وہ اٹلی سے اس طرح دب گیا ہے جس طرح ہنگری جرمنی سے اسے خوف ہے کہ اگر وہ ان کو راضی نہ رکھے گا تو دونوں کے بیچ میں دبکر پس جائیگا۔ یوگوسلاویہ میں کروشیا اور ڈلمیشیا صوبے بھی ہیں اور سرویا کی اکثریت ہے۔ سرووں اور کروٹوں میں اتفاق نہیں ہے ہند و مسلمانوں کی طرح وہ بھی ایک دوسرے کے اختیار میں رہنا پسند نہیں کرتے بحیرہ اڈریاٹک کے اٹلی کے زیر اثر ہو جانے سے اب اسے بحری راستہ سے کوئی امداد بھی نہیں دے سکتا۔ جو کچھ مدد پہنچ سکتی ہے وہ یونان کے شہر سالونیکا کی راہ سے صوبہ ڈلمیشیا اتر سے دکھن تک بہت دور بحر اڈریاٹک سے ملتا ہے اسکے اتر جانب سمندر میں اٹلی کے اچھے اور مضبوط بندرگاہ ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اٹلی اڈریاٹک میں جرمنی کا اثر پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ بحر روم میں وہ اپنا اقتدار چاہتا ہے۔ ادھر برطانیہ اور فرانس کی بھاری بھاری بحری فوجیں ادھر رہتی ہیں لہٰذا جرمن بحری فوج کے ادھر آ جانے سے ان کے مقابلے میں اٹلی زیادہ طاقتور ہو سکتا ہے۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ جو زبردستی ان دنوں اٹلی ان دو ملکوں کے ساتھ میں کر رہا ہے وہ بغیر جرمنی کی امداد کے ۵ منٹ بھی جاری نہیں رہ سکتی۔ اس لئے جرمنی سے دشمنی ایک پرانی بات ہوگئی ہے اور یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ بحر اڈریاٹک میں جرمنی بحری افواج کا اگر مرکز بنے تو اٹلی خوش ہوگا۔

کہتے ہیں کہ جرمن انجینیروں نے ڈلمیشیا کے بحری ساحلوں کی تحقیق کرکے رپورٹ کی کہ اس میں کوئی اچھا بندرگاہ نہیں بن سکتا۔ اس پر حکومت نے حکم دیا کہ دوسری بار جانچ کرکے رپورٹ دیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جرمنی بحر اڈریاٹک میں اپنی فوج رکھنا چاہتا ہے۔ انہیں باتوں پر غور کرتے ہوئے اور



شہنشاہ جارج ششم مع اپنی ملکہ کے بذریعہ
جو ان دنوں کینیڈا تشریف لے گئے ہیں

یوگوسلاویہ میں ملک کی کثیر پیداوار کے خیال سے جرمنی بھی اس ملک سے گہرا تعلق قائم کرنے کی فکر میں ہے اور اس کے متعلق گفت و شنید بھی جاری ہے۔ رومانیہ نے بھی اس ملک کو جرمنی کے خلاف دوستی کی زنجیر میں جکڑنا چاہا لیکن یہ کوشش بے نتیجہ رہی۔ ادھر جرمنی اور اٹلی کی کوششیں کامیاب ہوتی ہوئی نظر آ رہی ہیں۔ یوگوسلاویہ ایسی کمزور پوزیشن میں ہے کہ ان سے انکار کرنے سے زیکوسلاویکیہ کی طرح اسے بھی اپنی تباہی کا خوف ہو سکتا ہے۔ البانیہ پر حکومت ہو جانے سے اٹلی اب یونان کو بھی دھمکا سکتا ہے۔ البانیہ کے قریب یونانی جزیرہ کارفو بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ اگر اس پر برطانیہ یا فرانس کا قبضہ ہو جائے تو اٹلی کا بحر ایڈریاٹک پر اقتدار ختم ہو سکتا ہے اور اگر وہ اٹلی کو مل جائے تو اس سمندر پر گویا اس کے قبضہ کی مہر لگ جائے۔ یونان پر بھی اٹلی کی بحری بری اور ہوائی فوج بہت جلد حملہ کر سکتی ہے۔ گذشتہ جنگ عظیم میں جس خوف سے یونان متحدہ طاقتوں کا ساتھ دینے سے گھبراتا تھا وہ خوف اب دس گنا بڑھ گیا ہے۔ یہ بھی خیال ہے کہ اٹلی یونان پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہے۔ لہذا اس سے بچنے کے لئے اسے برطانیہ سے ملنا ہی پڑے گا۔ یونان کی پورب جانب بحر ایجین ہے جس میں کچھ جزیرے اٹلی کو جنگ عظیم سے ملے تھے۔ اب وہ وہاں بحری فوج کے مرکز بنا رہی ہے۔ جس سے بحر ایجین سے ہو کر بحر اسود کا جو روسی راستہ ہے اسے خطرہ ہو سکتا ہے۔ یہی راہ رومانیہ، ترکی، اور بلغاریہ کیلئے بھی ہے۔ اس لئے اٹلی کی یہ کوشش مستقبل میں بہت رنگ لا سکتی ہے۔ یوگوسلاویہ پر پہلے تو برطانیہ اور فرانس اٹلی اور جرمنی کا اثر غیر مفید سمجھتے تھے لیکن ان کی مرضی کے خلاف اب یہ ملک ان دونوں کے اثر میں جا رہا ہے۔ حالت ہی ایسی ہو گئی ہے کہ وہ کچھ کرنے سے معذور ہیں۔ ادھر اگر یونان پر اٹلی کا اقتدار ہو جائے تو بحر روم کا برطانیہ و فرانس کے لئے راستہ ہی بند ہو جائیگا۔ اسلئے یہ دونوں حتی الامکان یونان پر اٹلی کا قبضہ نہ ہونے دیں گے۔ یونان عجیب مخمصے میں پڑا ہے۔ لیکن خیال ہے کہ اپنی حفاظت کیلئے آخرکار وہ برطانیہ اور فرانس ہی کی طرف جھکے گا۔

یورپ کی دکھنی پوربی ریاستوں کی طرف آجکل دونوں طرف سے کھینچا تانی ہے۔ وہ بھی اپنی حفاظت کیلئے پیش بندیاں کر رہی ہیں اب تک ان میں زیکوسلوویکیہ، یوگوسلاویہ اور رومانیہ کا خورد آتانت تھا جسکا مطلب یہ تھا کہ ہنگری کے جو صوبے گذشتہ جنگ عظیم میں نکل گئے تھے انہیں وہ واپس نہ پائے۔ اسی طرح یوگوسلاویہ، رومانیہ، یونان اور ترکی کا بلقان الائنس تھا جس کا مقصد یہ تھا کہ جنگ عظیم میں بلغاریہ کے کھوئے ہوئے صوبے واپس نہ پاسکے۔ اب آتانت اور الائنس دونوں بدلنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ آتانت میں زیکوسلاویکیہ غائب ہے اور یوگوسلاویہ اٹالین اور جرمن اثر سے ان کے خلاف جنگ کرنے کے ناقابل ہو گیا ہے لہذا آتانت اکیلا رومانیہ رہ گیا ہے اسے بھی دب کر جرمنی سے مالی معاہدہ کرنا پڑا جس سے بچنے کی کوشش میں وہ لگا ہوا ہے۔ اسکے فرمانروا نے



جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر



آجکل ہٹلر اور فاتح پولینڈ کی جرمن پولینڈ کی حدود پر جرمن فوجیں اکٹھا ہو رہی ہیں

بڑے قابل بادشاہ ہیں اور آج کل کوششوں میں لگے ہیں۔ الا یہ کہ ہی جاء۔ تو قوتوں میں سے یوگوسلاویہ بیکار ہو گئی ہے۔ ترکی پہلے جرمنی کی طرف بھی جھکا کرتا تھا لیکن ان دونوں زیکوسلاواکیہ کی حالت دیکھ کر متحدہ قوتوں کی طرف ظاہر طور پر آ رہا ہے۔ بلغاریہ گذشتہ جنگ میں جرمنی کی طرف تھا اس لئے اس کے کئی صوبے نکل گئے تھے۔ اسی سلسلے میں اس نے جرمنی کو بہت سامان دیا تھا جس کے دام ابھی تک نہیں ملے ہیں۔ پھر ان دنوں جرمن نازیوں نے یہاں کی حکومت میں بہت سے تغیر و تبدل کرنیکی کوشش کی اسلئے بلغاریہ انھیں دبا رہا ہے ان دو وجوہ سے جرمنی سے اسکے تعلقات اب خوشگوار نہیں ہیں ادھر جنگ عظیم میں ہارنے سے اسکا صوبہ میسیڈونیا کا کچھ حصہ یونان کو مل گیا جس کے باعث اس کا بحری رشتہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے کچھ صوبے یوگوسلاویہ اور رومانیہ کو بھی مل چکے ہیں۔ جب تک اپنے کھوئے ہوئے صوبوں میں سے تھوڑے بہت صوبے اور بحری راستہ بلغاریہ کو نہیں ملتا اُس وقت تک وہ متحدہ قوتوں سے ملکر بھی لڑائی نہیں کریگا ایسا خیال ہے ابھی تو یوگوسلاویہ یونان اور رومانیہ اس کے صوبے چھیننے والے دشمن ہیں جب تک یہ دشمنی ختم نہیں ہو جاتی تب تک ان میں سے ملکر جرمنی کے سامنے کھڑے ہونے کی اُمید اُس سے نہیں کیجا سکتی۔ آجکل ان ممالک کے سامنے یہی ٹیڑھے میڑھے سوال درپیش ہیں۔

ادھر اسپین جنگ سے فرصت پا جانے سے کہئے تو وہ خانگی معاملات کی درستگی میں لگا ہوا ہے لیکن جنرل فرینکو جرمن اطالین اتحاد میں مل تو گیا ہے ظاہر طور پر اور اسپین سے ابھی تک اطالین فوجیں واپس نہیں آئی ہیں اسپین کا آدھی حصہ فرانس کے دکھنی حصہ سے ملتا ہے۔ ان دونوں کے درمیان پرینیز نامی پہاڑ ہے جس میں کئی راستے ہیں پہلے فرانس کے لئے جرمنی و اٹلی کی طرف سے ہی سرحدی حفاظت کا سوال تھا لیکن اب اسپین کی طرف بھی ہو گیا ہے۔ اسپین کی فوجیں ابھی

آجکل اُس طرف جمع ہیں ۔ ایسا کیوں ہے ؟ اس کا کوئی صاف جواب سامنے نہیں ہے ۔ اسپین نے دکھن پچھم میں جبرالٹر ہے اس پر بہت دنوں سے انگریزی قبضہ اور اُن کا ایک مضبوط قلعہ ہے اسی کی وجہ سے بحیرہ روم کے اس موڑ پر انگریزی قبضہ عہد قدیم سے چلا آرہا ہے اس پتلی سی بحری گزران کی دکھن جانب افریقہ میں مراکو ہے یہ ہے تو فرانس کے قبضے میں لیکن اس کا تھوڑا سا اتری حصہ اسپین کا ہے ۔ اسی پر جبرالٹر کے سامنے جرمنوں کا قبضہ ہوا ہے اور انکی بھاری بھاری توپیں لگی ہوئی ہیں اسلئے اتحادی قوتوں کے لئے جبرالٹر کا سمندری حصہ مشکوک ہوگیا ہے ۔

آجکل اسپین نے جبرالٹر کے اتری دہانے کے قریب فوجیں بھی بھیجیں ہیں ۔ اسی لئے اُدھر کا انگریزی جنگی انتظام بھی درست کیا جارہا ہے ۔ بحیرہ روم میں پچھم سے پورب تک چھ ایسے مقام ہیں جہاں جنگ کے وقت جہازوں کیلئے خطرہ ہوسکتا ہے ۔ اسپین کی دکھن جانب مزارکا، منارکا نامی جزیروں میں سے ایک پر اٹلی کا قبضہ ہوگیا ہے ان وجوہ سے دوران جنگ میں بحر روم کا راستہ جہازوں کے لئے غیر محفوظ ہوگیا ہے اور جنوبی افریقہ سے گھوم کر جہازوں کی آمد رفت ہوگی ۔ اور تیرہ روز کے بجائے ۲۷ روز میں جہاز پہنچا کرینگے

اُدھر اُتر کی طرف جرمنی پولینڈ کو دھمکا رہا ہے ۔ ابھی تو صرف ڈینزک اور راستہ کا سوال ہے لیکن آخر میں یہاں پولش آزادی کا سوال سامنے ہے راہ کا سوال بھی معمولی نہیں ہے ۔ کیونکہ اسکے بگڑنے سے پولینڈ کا سمندر سے تعلق ہی منقطع ہو جائیگا ۔ پھر لڑائی کے وقت اس پتلے سے راستے کا جرمنی کے اندر محفوظ رہنا آسان نہیں ہے ۔ بہرحال اس وقت یہی دو سوال سامنے ہیں ۔ البانیہ تھا تو چھوٹا سا ہی ملک مگر اُسکے جانے سے تمام یوروپین طاقتیں اپنی حفاظت کے لئے قدرتاً متفکر ہوگئی ہیں ۔ اور جو بات برطانیہ نے ابھی کچھ دن ہوئے رومانیہ کیلئے نہ کی تھی وہ پولینڈ کیلئے کی یعنی اس سے وعدہ کیا کہ اگر اُسے آزادی کیلئے کسی طاقت سے جنگ کرنی پڑی تو فرانس و برطانیہ اس کا ساتھ دینگے ۔ رومانیہ بھی اُسی کے ساتھ ہے خوف تھا کہ ۲۸ اپریل کے پہلے جرمنی ڈینزگ اور کاریڈر (راستہ) پر قبضہ کریگا لیکن اس گارنٹی سے ایسا ہونا مشکل ہوگیا ہے پھر


برطانیہ کے وزیراعظم مسٹر چیمبرلین

بھی پولینڈ کی حفاظت کرنا ان دونوں طاقتوں کیلئے تقریباً ناممکن ہے کیونکہ انکی اُدھر پہنچ نہیں ہے ۔ جب تک روس اس اتحاد میں شامل نہ ہو تب تک دونوں طرف سے اتحادی قوتیں جرمنی و اٹلی کو دوسری جگہ خواہ کتنا ہی نقصان پہنچا سکیں لیکن خود پولینڈ کو بچانا مشکل ہے ۔ اِدھر پولینڈ اور رومانیہ کو یہ خوف ہے کہ انھیں بچانے کو اگر روسی فوجیں ملک میں لائی جائیں تو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ خود ہی قبضہ کر بیٹھیں ۔ کیونکہ تھوڑے دن ہوئے جب پولینڈ کا بیشتر حصہ روس ہی کا تھا ۔ اسی لئے پولینڈ روسی فوجوں کو ملک میں حفاظت کیلئے بلانے سے ہچکتا ہے اور اِدھر بغیر روس کے متحدہ قوتوں کے ذریعہ اسکے بچنے کی صورت نہیں نظر آتی ۔ یہی اٹل سوال آجکل درپیش ہے ۔ سویڈن میں لوہا بہت ہے اس پر اور ڈنمارک پر کچھ قبضہ کر لینے سے جرمنی، روس اور متحدہ قوتوں کا بحر بالٹک پر آمد رفت بند کرسکیگا اسلئے متحدہ طاقتوں کیلئے سویڈش اور ڈینش آزادی ضروری ہے ۔

اُدھر روس کو یہ شکایت ہے کہ متحدہ طاقتوں (برطانیہ و فرانس) نے جب گذشتہ ستمبر میں میونخ میں تنہا معاملہ طے کر لیا لہذا اُس نے



البانیہ کے سابق بادشاہ زوغ

پوچھا کہ کیسے مان لے کہ آئندہ بھی کبھی ایسا نہ ہوگا۔ پھر اگر پولینڈ سے لڑائی ہوئی تو اسکی طرف ہونیکے باعث روس کو تو پوری قوت سے لڑنا پڑیگا لیکن متحدہ قوتیں کہنے کو تو لڑتی رہینگی لیکن درحقیقت لڑائی میں پورا حصہ نہ لے سکیں گی اس لئے تنہا روس ہی کو لڑنا پڑے گا۔ آجکل روس سے متحدہ طاقتوں کا مسئلہ انھیں شرایط پر طے ہو رہا ہے۔ جب یہ سوال حل ہو جائیگا تو سب معاملات طے ہو جائینگے۔ روس کی جانب سے مسٹر لٹوناف وزیر خارجہ کی حیثیت سے لندن گئے تھے۔ انکی بیوی کے انگریز ہونیکے باعث انگریزوں سے انکے تعلقات زیادہ خوشگوار سمجھے جاتے تھے۔ ابھی فیصلہ ہو ہی رہا تھا کہ یکایک وہ اس عہدے سے ہٹا گئے اور دوسرے وزیر انکی جگہ مقرر ہوئے اس سے مسئلہ مشکوک ہو گیا ہے۔ ادھر متحدہ قوتیں جرمنی کی قوت کو تو بہت زبردست خیال کرتی ہیں لیکن شائد روسی قوت پر انھیں شک ہے۔ پھر بھی جرمنی روس سے کچھ خائف سا ہے لیکن روس اس سے مطلق خوف نہیں کھاتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جرمنی قوت کا اعتبار اور روسی قوت کی کمزوری کا تخمینہ بے بنیاد

ہے۔ روس تو بے دھڑک سامنے آتا ہے لیکن متحدہ قوتیں پس و پیش کرتی ہیں۔ قصہ یہ ہے کہ جرمن اور اطالین ہوائی فوجیں بہت مضبوط خیال کیجاتی ہیں جس سے متحدہ قوتوں کے عظیم الشان شہروں اور کارخانوں کو کافی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے۔ نقصان تو جرمن شہروں کا بھی ہوگا لیکن متحدہ قوتوں کا زیادہ ہو سکتا ہے روس کی ہوائی فوج بہت مضبوط ہے اور جرمنی ہوائی فوجیں اسے نقصان بھی کم پہنچا سکتی ہیں اسلئے وہ بے خوف ہے۔ خیال ہے کہ جرمنی ایک ساتھ پورب اور پچھم دونوں طرف جنگ چھڑنے کے موقع کو بچانا چاہتا ہے۔ ادھر فرانس کی جرمن کی طرف تو مضبوط قلعہ بندی ہے لیکن اسپین کی طرف غیر محفوظ ہے۔ اسی طرح بلجیم اور سوئزرلینڈ ہو کر فرانس پر حملے ہو سکتے ہیں۔ پھر فرانس کے میگناٹ قلعوں سے جرمنی واقف ہو چکا ہے کیونکہ بجلی کے ویسے ہی قلعے زیکوسلوکیہ میں ہیں جو اسکے قبضے میں آ چکے ہیں۔ فرانس نے ادھر ان میں تھوڑی بہت تبدیلی کی ہے پھر بھی خوف ہے کہ کثیر فوج کے ایک ساتھ حملہ کرنے سے جرمنی شاید ان قلعوں کو توڑ بھی ڈالے۔ جرمنی پاس بری فوج فرانس سے تقریباً ڈیڑھ گنی زیادہ ہوگی جس سے فرانس کو خوف تھا کہ جنگ شروع ہونے کی صورت میں خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ اس لئے اُس نے برطانیہ سے کہا کہ وہ بھی اپنے یہاں کی عام رعایا کو فوجی تعلیم دے تاکہ جنگ شروع ہوتے ہی وہ دس لاکھ یا کم از کم پانچ لاکھ بری فوج میدان میں لا سکے۔ حال میں برطانیہ نے ۲۰ اور ۲۹ سال والی عام رعایا کو فوجی تعلیم دینا طے کیا ہے یہ برطانیہ کے لئے ایک بہت بڑی بات ہے۔ مگر فرانس کے کہنے سے اسے ماننا ہی پڑا۔ قصہ یہ ہے کہ حال میں جرمنی نے شاید فرانس کو سمجھایا کہ اسے فرانس سے کوئی عداوت نہیں ہے نہ وہ اسکی مقبوضات کا خواہشمند ہے۔ اگر وہ اول درجے کی قوت ہونیکی جگہ پر دوم درجے کی طاقت ہو جائے تو اسے سمجھایا گیا ہوگا کہ لڑائی میں پورا نقصان اٹھانے کے بجائے اسے دوم درجہ کی طاقت بنکر بےفکر ہو جانا چاہئے۔ کہتے ہیں کہ فرانس کے کچھ لوگوں نے یہ بات پسند بھی کی مگر انکی کچھ چلی نہیں۔ اس میں کہاں تک

صداقت ہے [illegible] علوم [illegible] قوت [illegible] سکتے [illegible]
فرانس کے [illegible] بات [illegible] سے بھی [illegible] ہمدردی
رکھتے [illegible] بہرحال برطانیہ اور فرانس کی [illegible] روس سے
لیکن [illegible] کا [illegible] معاہدہ کا [illegible] بھی [illegible]

[illegible] اگر [illegible] ہو جاتے تو [illegible] دو ماہ کے اندر [illegible]
اور [illegible] کوشش [illegible] اگر وہ [illegible] کامیاب
ہوگیا [illegible] نقصان ہوگا [illegible] لیبیا [illegible]
ہے کیونکہ [illegible] کر [illegible] اور [illegible] انہیں
برطانیہ [illegible] کم نہیں ہیں اگر اٹلی [illegible] کو [illegible] ناکام
رہا تو [illegible] ہے تو [illegible] جو فوجیں اٹلی کے باہر لیبیا
ابی سینیا [illegible] وغیرہ میں ہیں وہ بھوکی مرنے لگیں گی کیونکہ
متحدہ طاقتوں کی [illegible] فوجیں اطالین جہازوں [illegible] قائم [illegible]
جس سے اٹلی [illegible] بیرونی فوجوں کے لئے رسد پہنچ سکے کا کام
[illegible] جہازوں سے گھر جائیگا صرف لیبیا میں ۲ لاکھ
اطالین فوجیں ہیں اور کچھ جرمن افسران بھی۔ اٹلی کے پاس
جنگی جہاز کم ہیں صرف ۳۰۰ غوطہ خور کشتیاں اور ہوائی فوجیں
ہیں۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اتنے سامان سے اٹلی متحدہ
طاقتوں کے جہازوں کا مقابلہ نہ کر سکیگا بلکہ خود پس جائیگا
جس سے جرمنی کا معاملہ آگے پیچھے چاہے جیسے ہو لیکن اٹلی پر
شروع ہی میں آفت آ جائیگی اسی لئے کچھ ماہرین جنگ کا خیال
ہے کہ جرمنی [illegible] کے متحدہ قوتوں کے مقابلے تیاری کر کے
اٹلی عقلمندی کا ثبوت نہیں دے رہا ہے۔ اٹلی کا ایسا خیال
نہیں ہے۔ جرمنی دیکھنے کو تو پولینڈ پر نظریں گاڑے ہے لیکن
اس کا اصلی مقصد رومانیہ کو ہڑپ کرنا ہے۔ اٹلی و جرمنی کا
قول ہے کہ آخر میں یوگوسلاویہ کی طرح رومانیہ بھی ہم سے دوستانہ
برتاؤ کرے گا۔ اُدھر لیتھونیا تھا تو پولینڈ کے خلاف لیکن جرمنی
کے خوف سے اب پار سال تک کے یہ دونوں دشمن ہیں ایک
ہو رہے ہیں۔ روس کہتا ہے کہ متحدہ طاقتیں صرف یونان، رومانیہ
اور پولینڈ کی ہی حفاظت کا بار نہیں بلکہ لیٹویا اور لیتھونیا
کو بھی اطمینان دلاتیں۔ اُدھر ڈنمارک، ہالینڈ [illegible]



سابق پریسیڈنٹ سوبھاش چندر بوس

اور سوئٹزرلینڈ کی حفاظت کا بار لئے بغیر برطانیہ اور فرانس کی حفاظت نہیں ہوسکتی۔ اتنا بھاری بوجھ اٹھانے سے ان کے اوپر دباؤ بھی بھاری پڑیگا اور بغیر بوجھ اٹھائے کام نہیں چل سکیگا۔ نیز یہ بھی ہے کہ روس یہ طاقتیں جب تک شامل نہیں کرینگی اسوقت اٹلی اور جرمنی کی نظروں میں انکی کوئی وقعت نہ ہوگی۔

ان وجوہ سے ریاستہائے متحدہ امریکہ نے جرمنی اور اٹلی سے درخواست کی کہ وہ دس سال تک کسی بھی ملک پر حملہ نہ کرینگا وعدہ کریں۔ ان طاقتوں نے مختلف وجوہ پیش کرکے یہ وعدہ کرنے سے انکار کر دیا اس سے خیال ہے کہ آئندہ جنگ میں امریکہ شاید بہت تیزی سے خود بھی شامل ہو۔ اسکی بحری اور ہوائی طاقت تو بہت زبردست ہے۔ لیکن بری فوج بیرونی لڑائی کے لئے شاید زیادہ مفید نہ ہو۔ وہاں کی رعایا بیرونی جنگ میں شریک ہونا بھی نہیں چاہتی حالانکہ حکام جرمنی کی طاقت بڑھنے



موجودہ پریذیڈنٹ ڈاکٹر راجیندر پرشاد

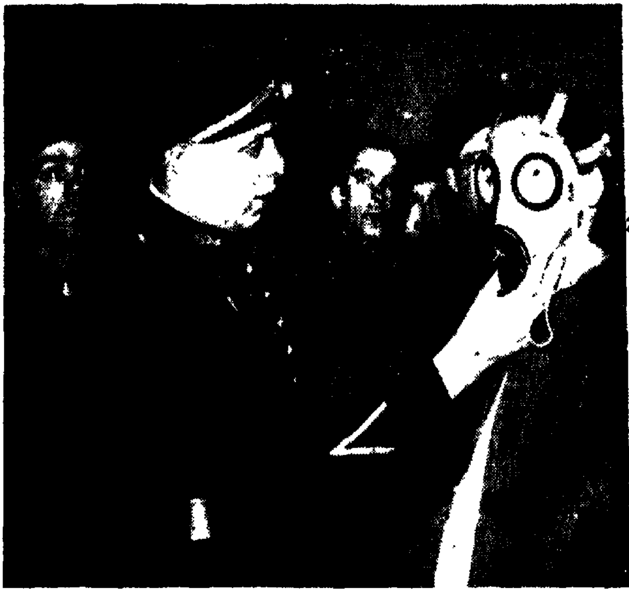
دنیا اپنے لئے غیر مفید سمجھتے ہیں۔ عوام کا خیال ہے کہ متحدہ قومیں اگر اور ... کے لئے لڑیں تو ساتھ دیا جائے۔ امریکہ مالی اور سامان جنگ سے مدد کرنے کو بہرحال تیار ہے اس کی قوت اتنی زیادہ ہے کہ اس امداد کا بھی اثر ہوگا۔ اور اس کی امداد کی توقع بھی کی جاتی ہے۔

آجکل شاہ برطانیہ دورے کیلئے کناڈا جارہے ہیں اور وہیں سے نیویارک جاکر پریسڈنٹ روزویلٹ سے ملیں گے کناڈا ہے تو برطانوی نوآبادی لیکن آجکل یہ ریاستہائے متحدہ کی حفاظت میں بھی آگیا ہے اور اس سے ایسا معاہدہ کرچکا ہے کہ اگر انہیں سے کسی پر بھی حملہ ہو تو دونوں ملکر لڑیں برطانیہ سے اس کا ایسا معاہدہ نہیں ہے۔ وہاں ۵۱ فیصدی برطانوی، نایاب ہے ۲۲ فیصدی فرنچ اور باقی وسط یورپ کی۔ انکے سیاسی خیالات بھی اپنے اپنے ملکوں کی طرح ہیں۔ برطانوی برطانیہ کے بھی خواہ اور وفادار ہیں لیکن فرانسیسی [illegible] سمجھتے ہیں کہ برطانوی کنیڈین برطانیہ کے لئے [illegible] تو [illegible] ہے کہ وہاں کی دوسری عام خانہ جنگی شروع کر دے وہاں کے فرانسیسی [illegible] ہیں اور [illegible] سلطنت کی [illegible] ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ سیاسی سوال پر بحث کرتے [illegible] سوچتے ہیں کہ ایسا نہ ہوگا کنیڈین فرانسیسی [illegible] برطانیہ کے خلاف رہتے [illegible] جب [illegible] فرانس [illegible] خود برطانیہ کا [illegible] ہو گیا ہے اُس وقت سے انہیں برطانیہ کا ساتھی ہونا چاہئے تھا لیکن [illegible] معلوم ہوتا ہے [illegible] کہتے ہیں کہ ہم کنیڈین فرانسیسی ہیں یورپ فرانسیسی نہیں [illegible] بلکہ کنیڈین ہو گئے ہیں اور اپنے خیالات [illegible] سے بھی علیحدہ رکھتے ہیں۔ امید کی جاتی ہے [illegible] کے دورے سے شاید وہاں کی رعایا میں وفاداری کا جذبہ ترقی کرے [illegible]

ان دونوں [illegible] کا حال [illegible] آیا ہے جاپان اس بات [illegible] اٹلی اور جرمنی [illegible] اپنے ساتھ [illegible] معاملہ طے نہیں ہو سکا ہے [illegible]

[illegible] کانگریس کمیٹی [illegible] کلکتے میں ہوا [illegible] چاہتے ہیں کہ [illegible] نہ ہو [illegible] اور [illegible] ڈاکٹر راجیندر پرشاد بقیہ سال کے لئے صدر منتخب ہوئے اور ورکنگ کمیٹی بھی بن گئی۔ سبھاش بابو ورکنگ کمیٹی میں ۵۰ فیصدی [illegible] چاہتے تھے اور مہاتما جی [illegible] دیتے تھے بظاہر تو چھوٹا سا سوال تھا لیکن [illegible] ورکنگ کمیٹی کے اچھا کام [illegible] دونوں [illegible] کرنا چاہتے ہیں اسی لئے وہ ورکنگ کمیٹی میں آئے اور اب وہ [illegible] میں سمجھوتا [illegible] فکر میں ہیں۔ بنگال میں پہلے کانگریس کی دو پارٹیاں تھیں ایک کے لیڈر سبھاش بابو تھے اور دوسری کے ڈاکٹر [illegible] ان دونوں پارٹیوں کی تفرقہ مٹانے کے لئے [illegible] مہاتما جی [illegible] کی

پوری پارٹی کو بٹھاکر سبھاش بابو کو کام کرنیکا موقع دیا تھا۔ اب بوس پارٹی کو مہاتما جی سے بھی اختلاف ہوگیا ہے تو ڈاکٹر راجندر پرشاد نے ورکنگ کمیٹی میں سے ہٹ گئے ہیں اور بوس بابو و انکے بھائی ورکنگ کمیٹی سے علیحدہ ہوگئے ہیں۔ اب پھر دونوں پارٹیوں کا بنگال میں مقابلہ ہوگا۔ دیکھنا چاہئے کہ کون مضبوط ثابت ہوتی ہے۔ بوس بابو کی پارٹی مہاتما جی کے خلاف بھی کھڑی ہوگئی ہے لیکن دیگر صوبوں کے سوشلسٹ انکے ساتھ کامل تعاون نہیں کر رہے ہیں۔ بوس بابو کا خیال ہے کہ اس وقت برطانیہ اتنا دبا ہوا ہے کہ کانگریس کے تیزی کے ساتھ جد وجہد کرنے سے ہندوستان کو جلد از جلد آزادی حاصل ہو جائیگی۔ اُدھر مہاتما جی معمولی سرگرمی بھی نہیں دکھلا رہے ہیں۔ انکی وائسرائے سے بہت سی باتیں ہوئی ہیں اور انھوں نے ریاستوں کا بھی سینہ گرہ بند کرا دیا ہے اپنے لوگوں کا تجربہ ہے کہ مہاتما جی کو اندرونی معاملات سے اتنی زیادہ واقفیت رہتی ہے کہ جب کبھی بادی النظر میں انکا خیال غلط معلوم ہوتا ہے تو آخر میں انھیں کی بات صحیح ہوتی ہے۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ مہاتما جی کا بڑے لاٹ سے کچھ نہ کچھ خفیہ معاہدہ ہوا ہوگا ورنہ بظاہر کئی نامناسب باتوں کے ہوتے ہوئے بھی وہ کیوں نہیں زور دیتے۔ جو ہو یہ آئندہ معلوم ہوگا کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ ابھی تو مہاتما جی ہی صحیح راہ پر نظر آتے ہیں۔



فرانس مستقبل جنگ کیلئے تیار ہو رہا ہے۔ پیرس میں ....۲ گیس کے نقاب بانٹے جا رہے ہیں۔ تصویر میں ایک لڑکی کو نقاب پہنایا جا رہا ہے

کلکتہ کارپوریشن کے مسئلے پر ہندوؤں کو وزارت سے شکایات ہوگئی تھی جواب دور ہوگئی ہے۔ سندھ میں اوم منڈلی کے متعلق تحقیقات کے بعد وہ ناجائز سمجھی گئی اور وہاں سے ہٹکر صوبہ بمبئی میں قائم ہونے والی ہے لکھنؤ میں مدح صحابہ وتبرا کے سوال پر شیعہ سنیوں میں منافرت بڑھ رہی ہے اب یہ آل انڈیا سوال ہوا جاتا ہے۔ امید ہے کہ جلد طے ہوجائیگا۔ مہاتما جی سے علیحدہ ہوکر بوس بابو نے کلکتے میں بائیں بازو والوں کی میٹنگ بلائی جس میں تقریباً ۲۰۰ ممبر جمع ہوتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں بنگال کے باہر کے بھی کچھ لوگ شریک تھے جو غالباً پہلے بوس بابو کے طرفدار نہیں تھے اُن میں سے کچھ نے انکا ساتھ دیا ہے خود ملک الشعرا ٹیگور نے انھیں مبارکباد دی ہے۔ بات یہ ہے کہ جس معاملے میں بنگالیوں کا نام ہوتا ہے اس میں کبھی کبھی صوبائی تعصب کے شکار ہوکر بڑے بڑے مستقل مزاج بنگال بھی اپنے بنگالی بھائیوں کا ساتھ دیتے نظر آتے ہیں۔ کم از کم کچھ دیگر صوبے والوں کو بنگال میں صوبائی تعصب زیادہ نظر آتا ہے۔ اصلی بات اصول کی ہونی چاہئے نہ کہ صوبائی۔ شبہ کرنا نامناسب ضرور ہے مگر پارٹی بازی اور ناجائز رائے دینے والوں سے کبھی کبھی یہ گناہ دل میں آنے لگتا ہے۔



"عورتوں کی بیداری کا سوال"

(از شریمتی تارا پانڈے)

ملک کی قومی تحریک نے ملک کے ہر ایک پہلو میں انقلاب کی چنگاریاں سُلگا دیں جس نے قدیم رسوم کے ضعیف اور کمزور جسم کو فنا کر کے تہذیب نو کی تعمیر کی۔

یہ تو تسلیم شدہ بات ہے۔ نسوانی بیداری کے بغیر ملک کی ترقی کا خواب دیکھنا صرف وہم ہی ہے اسی لئے قدیم زمانے سے گری ہوئی عورتوں کا جذبۂ نسوانی بیدار ہو گیا ہے۔ جب سودیشی تحریک سے ہندوستان کا کوئی بھی سونا کونا متاثر ہوئے بغیر نہ رہا تو خانگی زندگی ہی اس سے کیسے اچھوتی رہتی۔ اپنے ملک کی آزادی کی جدوجہد میں عورتوں نے حصہ لیکر جو نیکنامی حاصل کی ہے اُس سے آنے والی نسلیں تاریخ میں یہ دیکھ کر پھولی نہ سمائیں گی کہ اُن کی ماؤں نے ملک کے لئے کتنی زبردست قربانی کی ہے۔

آج عورتیں صرف پردے میں رہ کر بار بننا نہیں چاہتیں بلکہ ویرانگنا بنکر ملک کی آزادی حاصل کرنے کے لئے مرد کے دوش بدوش کام کرنا چاہتی ہیں۔ ہمارے صوبہ کی کانگریسی حکومت تعلیم کے لئے جو کوشش کر رہی ہے ہمیں امید ہی نہیں پورا یقین ہے کہ اُس سے صنف نازک کی خاص ترقی ہوگی۔

اس وقت جب کہ ہندوستان ایک نیا خواب دیکھ رہا ہے، ہمیں صرف اپنے اسلاف کے کارنامے سنکر ہی مطمئن نہ رہجانا چاہئے۔ ملک وہی تیز رفتار کہا جائیگا جو ہمیشہ اپنی ترقی کی کوشش جاری رکھے۔ اب پھر دن بدلنے والے ہیں جبکہ ہندوستان اپنی قدیم تہذیب سے بھی بلند ہونے والا ہے۔ اپنے دل میں امید اور اعتقاد کے ساتھ ہم سب مل کر کام کریں تو درحقیقت وہ دن دور نہیں جب ہمارا نیا خواب حقیقت بن جائیگا۔ یہ سائنس کا زمانہ ہے اگرچہ اس زمانے نے دنیا کے اختلاف کو اتفاق میں تبدیل کیا پھر بھی دنیا کے امن اور آرام کو بھی چھین لیا۔

ہم قدرتی خوبصورتی و طاقت کو کھو رہے ہیں۔ جہالت کی تاریکی نے ہمارا راستہ روک رکھا ہے۔ علم کے نور سے صرف ہمارا ہی نہیں ہماری آئندہ نسلوں کا راستہ بھی روشن ہوگا۔

اس زمانے میں بھی ہماری عورتیں اس تیزی سے نہیں بڑھ رہی ہیں جس تیزی سے بڑھنا چاہئے تھا۔ تعلیم یافتہ عورتوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ آزادی کی جدوجہد میں عورتوں نے حصہ لیکر اپنی ہمت کا ثبوت دیا ہے لیکن آج ہمیں ابھی اور بھی بہت سی باتوں پر غور کرنا اور عمل کرنا ہے اور ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونا ہے۔

اب ہمیں ان سب باتوں سے پہلے عورتوں کی تندرستی کے متعلق غور کرنا ہے۔ تندرستی ایک ایسی چیز ہے جو سب کے لئے یکساں قیمتی ہے لہذا اسے نظرانداز کرنا نامناسب ہے۔ تندرستی کی زندگی سب سے بڑی تعلیم ہے۔ تندرست خواتین دنیا میں بڑے کام کر سکتی ہیں اور کمزور خواتین کے لئے اپنی ہی زندگی ایک ناقابل برداشت بار ہے۔

شہروں میں مشکل سے کوئی عورت ایسی ملے گی جس کے چہرے

پر سُرخی ہو دل میں اُمنگ ہو اور جسم میں طاقت ہو۔ مقوی غذاؤں کی کمی نہ ہوتے ہوئے بھی اُن کی حالت کیوں ایسی ہوجاتی ہے؟ اُسکی وجہ ہے کہ وہ جسمانی محنت نہیں کرتیں۔ گھر کے معمولی کام کاج سے چھٹی ملنے پر بُننا یا سلائی کرنا ہی اُن کا کام رہجاتا ہے۔ ضرورت کے مطابق سلائی یا بُنائی یا کشیدہ کاری وغیرہ بہت مفید ہیں لیکن اس سے جسمانی ورزش نہیں ہو سکتی۔

گاؤں کی عورتوں کے لئے جسمانی محنت کی کمی نہیں ہوتی۔ چکّی پیسنا، دھان کوٹنا، متھا متھنا، پانی بھرنا وغیرہ کافی مفید ورزشیں ہیں لیکن اتنا ہوتے ہوئے بھی اُن کے لئے غذا کی کمی ہے اسلئے اُن کی ورزش طاقت جمع کرنے کے بجائے اور کھو دیتی ہے۔

اُس ملک کی حالت کبھی نہیں سدھر سکتی جہاں کی عورتوں کی تندرستی اچھی نہ ہو۔ اکثر یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی کی پیدائش پر اُتنی خوشی کا اظہار نہیں کیا جاتا جتنی لڑکے کی پیدائش پر۔ یہ شرم اور افسوس کی بات ہے۔ لڑکیوں کی تندرستی اور تعلیم کے متعلق بھی کچھ توجہ نہیں کی جاتی۔ یہ بات بھی عورتوں کے لئے ناقابل برداشت ہے کمسن بچپن کی شادی کی قربان گاہ پر وہ قربان کیجاتی ہیں تو کہیں کسی بوڑھے کے گلے باندھ دیا جاتا ہے۔ خواہ کتنے ہی قانون بنائے جائیں مگر یہ خراب رسمیں تبھی دور ہو سکتی ہیں جبکہ ہماری خواتین تعلیم یافتہ اور بیدار ہوجائیں اور ہمارے دلوں میں اِن سماجی بُرائیوں کی طرف سے خود نفرت پیدا ہو جائے۔

یہ بہت ضروری ہے کہ چھوٹی لڑکیوں کی تعلیم ضروری ہو اور ہر اسکول میں اُنھیں اصول صحت اور عام ورزشیں سکھائی جائیں۔ تندرست اور تعلیم یافتہ عورتیں ہی اچھے فرزند پیدا کر سکتی ہیں۔ تعلیم نسواں کی طرف سے لاپروائی اپنے ملک سے ہی لاپروائی ہے اور خواتین کی ترقی سے ملک کی ترقی ہوگی۔ تہذیب کے اس زمانے میں ہمارے ملک کی خواتین نے ترقی کی ہے۔ ادب، سائنس، آرٹ، سیاست وغیرہ سبھی طرف سے خواتین میں بیداری ہوئی ہے لیکن کافی نہیں کیونکہ زیادہ تر ترقی صرف شہروں میں ہوئی۔

ہندوستان کی ۹۰ فیصدی آبادی گاؤں میں رہتی ہے۔ اسلئے ہمیں اپنی تحریک کو شہروں تک ہی محدود نہ رکھنا چاہئے بلکہ دیہاتوں میں بھی تعلیم کی اشاعت کرنی چاہئے۔ گاؤں کی عورتوں کو تعلیم یافتہ اور تندرست بنانے ہی سے ہم کہہ سکیں گے ہماری خواتین کے طبقہ کی صحیح ترقی ہوئی ہے۔

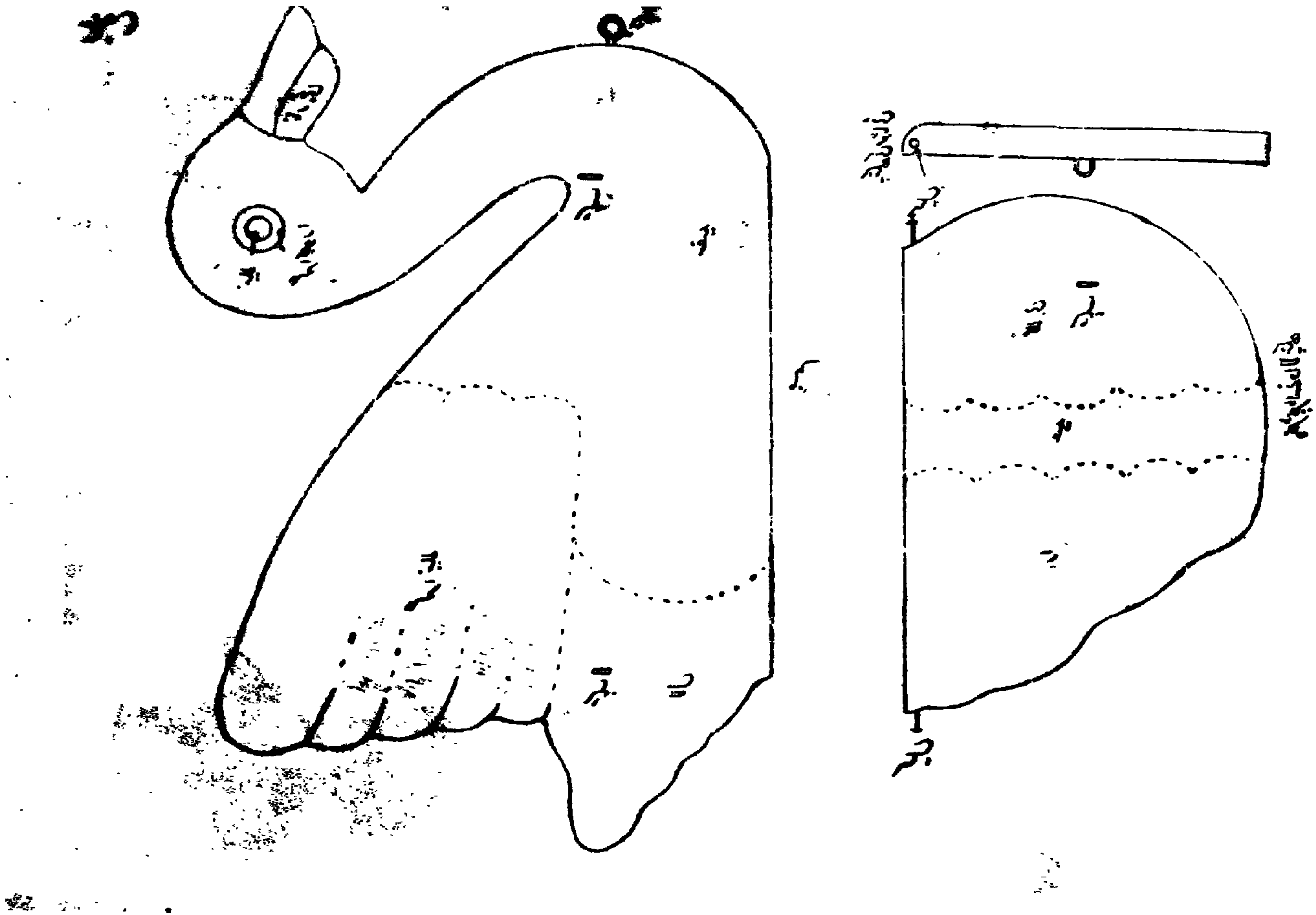
بلاشبہ خواتین ہی خواتین کی اصلاح میں معاون ہو سکتی ہیں طرح طرح کے وہم اور سماج کے بُرے رسم و رواج کی تاریکی تعلیم کے نور سے ہی روشن ہو سکتی ہے۔

آزادی ہر فرد کا پیدائشی حق ہے مگر آوارگی کو آزادی سمجھنا غلطی ہے ہمیں آزادی حاصل کرنی ہے مگر آزاد ہو کر نہیں بلکہ نیم اور قیمت میں کر۔

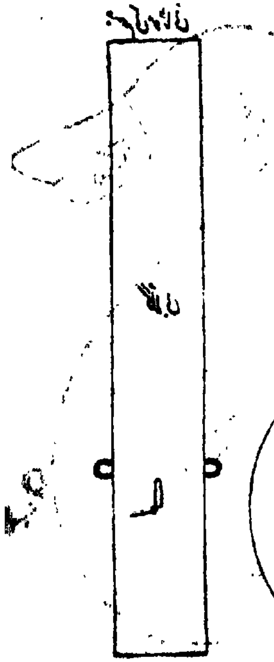
بطخ بنانا

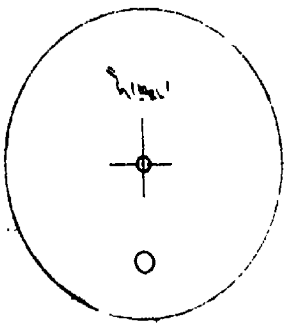


ہم دوسرے صفحہ پر جناب ایس۔ بی ٹانڈو گورنمنٹ سنٹرل اوڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ، بریلی کے معرفت بھیجی ہوئی بطخ کی تصویر چھاپ رہے ہیں۔ جسے دیکھ کر بطخ آسانی سے بنائی جا سکتی ہے۔ اسکے لئے ضروری سامانوں کی فہرست بھی تصویر کے نیچے چھاپی گئی ہے۔



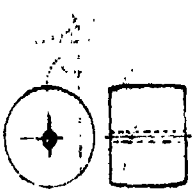


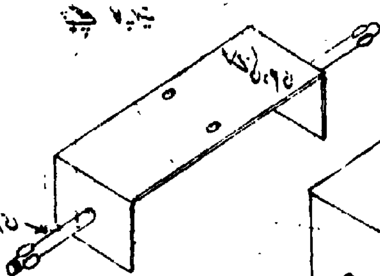


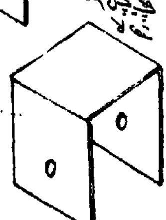












سوال جواب

(دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے سب سوالوں کا جواب بذریعہ ڈاک بھیجا جائیگا۔ شرط صرف یہ ہے کہ سوال کرنے والے جوابی کارڈ بھیجیں۔ جو جواب عام لوگوں کی دلچسپی کے ہونگے انھیں اور انکے جواب ہم یہاں بغیر نام و پتہ وغیرہ کے شائع کریں گے۔ لیکن ہر حالت میں سوال کرنے والوں کو اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھنا چاہئے)

پُرانی بوتلیں صاف کرنا

سوال۔ مہربانی فرماکر پُرانی میلی بوتلیں صاف کرنے کی کوئی آسان ترکیب بتائیے۔

جواب۔ لکڑی کا باریک بُرادہ بوتل میں چھوڑکر اُسے خوب ہلائیں اس کے بعد بوتل کو کچھ دیر کے لئے رکھ چھوڑیں پھر اس میں تھوڑا ٹھنڈا پانی چھوڑ کر اچھی طرح ہلائیں۔ ایسا کرنے سے تقریباً ایک یا ۲ بار میں بوتل کی ساری گندگی دور ہو جائیگی بُرادہ نہ ملنے پر گیہوں کا چوکر بھی استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کانچ کے دوسرے برتن بھی صاف کئے جا سکتے ہیں۔

ٹماٹر

سوال۔ مہربانی فرماکر ٹماٹر لگانے کی ترکیب بتائیے۔

جواب۔ سب سے پہلے ٹماٹر کی بیہن بو دیں۔ پھر پودوں کو تھوڑی دور پر لگادیں جب ٹماٹر کے درخت بہت چھوٹے ہوں تو انھیں بہت کم کھاد دینی چاہئے ورنہ درخت بھر میں بہت سے پودے نکل آئیں گے اور پھل کم لگیں گے پتیوں کے نیچے نکلتی ہوئی کلیوں کو نوچ دیں۔ جب درخت ۳ چار بار پھول جائے تو اسکے اُوپری حصّے کو توڑ دے۔ ایسا کرنے سے ٹماٹر خوب پھلے گا۔

اچھے جوتے کی پہچان

سوال۔ اچھے جوتے خریدتے وقت کس بات کا زیادہ خیال چاہئے؟

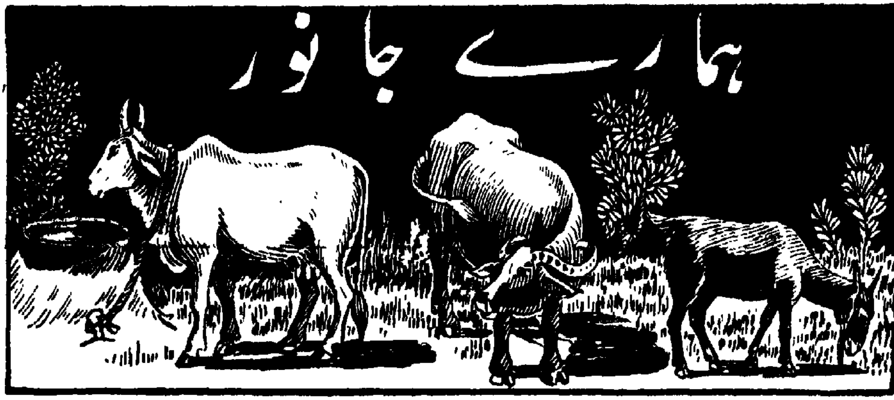
جواب۔ جوتا خریدتے وقت اِس بات کا خاص خیال رکھنا چاہئے کہ جوتا اچھا ہو۔ اچھا جوتا وہی ہے جسے پہننے پر پنجے اچھی طرح پھیلے رہیں اور انگوٹھے آسانی سے کھُل سکیں اُسکے تلے کی بناوٹ پیر کے سائز کی طرح ہو۔ لیکن تلا پیر سے کچھ بڑا ہو۔ چوڑے مُنہ کے جوتے پہننے میں تکلیف نہیں دیتے۔

نشہ خوری

سوال۔ میں ایک کسان ہوں مجھے شراب پینے کی عادت ہو گئی ہے میری دیکھا دیکھی میرا ۲۰ پچیس سال کا لڑکا بھی شراب پینے لگا ہے۔ میں اِس بدعادت کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔ مہربانی فرماکر کوئی آسان ترکیب بتائیے۔

جواب۔ شراب چھوڑنے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ اُسے ہمّت کرکے قطعی چھوڑ دیا جائے۔ ہر ایک چیز کی عادت چھوٹ جانے پر دو چار دن بےچینی رہتی ہے۔ اس سے پریشان نہ ہونا چاہئے شروع شروع میں کچھ تکلیف ہو سکتی ہے لیکن اپنا دل مضبوط رکھنے سے عادت چھوٹ جائے گی۔ بابر بادشاہ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ بہت بڑا شرابی تھا مگر اُس نے ایک دن میں شراب پینا چھوڑ دیا تھا۔

۵



مُنہ کھُر کی بیماری

(از جناب سردار اودے سنگھ سپرنٹنڈمٹ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ یوپی الہ آباد)

یہ بیماری مختلف مقامات پر "کھُرا" "دکھیٹا" "منہ کھر کی بیماری" کھُر پکا، منہ پکا، کھُریا اور روڑھا ناموں سے مشہور ہے۔

یہ گائے، بیل، بھینس، بھیڑ، بکری اور سور کو ہونے والا متعدی مرض ہے جو بہت جلد پھیلتا ہے۔ اس میں شروع میں چھالے نکلتے ہیں جو بعد کو منہ، کھُر اور تھنوں میں پھوٹ کر پھیلنے لگتے ہیں۔

مویشیوں کے جھنڈ میں یہ بیماری پانچ چھ ہفتوں میں پھیل جاتی ہے حالانکہ اس مرض سے مرنے والے مویشیوں کی تعداد بہت کم ہے پھر بھی یہ پالتو مویشیوں کی خوفناک بیماری ہے دودھ کی کمی مویشیوں کے بچوں کی موتیں صحت کے نقصان حمل کا اسقاط، بیماری روکنے اور دور کرنے کا خرچ، مویشیوں کی بیکاری کے باعث کھیتی کے نقصانات وغیرہ باتوں پر غور کرتے ہوئے امپیریل کونسل آف اگری کلچرل ریسرچ نے یہ اندازہ کیا ہے کہ اس بیماری سے ہندوستان کو ہر سال تقریباً ۵ کروڑ روپئے کا نقصان ہوتا ہے صرف دودھ کا مالی نقصان ۲،۷ کروڑ روپئے کا ہوتا ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ ان اندازوں میں کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ پھر بھی بلا شبہہ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس سے اس ملک کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔

یہ بیماری ایک زہریلے متعدی مادّے سے پیدا ہوتی ہے جو خوردبین سے بھی نہیں دیکھا جا سکتا۔ یہ مادہ چھالوں میں خاص طور سے پایا جاتا ہے۔ بیمار مویشیوں کی رال چراگاہوں سڑکوں اور پانی پینے دچارہ کھانے کی چرنی میں ٹپکنے کے باعث یہ مادّہ پھیل جاتا ہے اور ان ہی جگہوں سے ہو کر آنے جانے والے تندرست مویشیوں تک فوراً پہنچ جاتا ہے پیروں کے ذریعے یہ مادّہ نباتاتوں، گوشالوں اور گاؤں کے تالابوں میں پہنچ جاتا ہے جہاں اکثر مویشی پانی کے لئے لے جائے جاتے ہیں اس طرح اسے تندرست مویشیوں تک پہنچنے میں آسانی ہوتی ہے۔ تھن کے ذریعے یہ دودھ میں مل جاتا ہے اور اس طرح یہ دودھ پینے والے بچوں، مویشیوں اور انسانوں تک پہنچ جاتا ہے۔

یہ بیماری عموماً خود مریض مویشیوں کے ذریعے پھیلتی ہے لیکن کتوں، فصل کو نقصان پہنچانے والے جانوروں اور پالتو و دیگر پرندوں، انسانوں، مویشیوں کے میلوں، بازاروں، سوداگران مویشی کے مویشیوں، گھومنے والے



مُنہ میں، مُنہ کُھر کی بیماری ہو گئی ہے۔ ا۔ چھالہ، ب۔ چھالہ پھوٹ کر گھاؤ ہو گیا ہے۔

چراگاہوں یا ایسی جگہوں کے ذریعے بھی یہ بیماری پھیل سکتی ہے جہاں مویشی زیادہ تعداد میں جمع ہوتے ہیں اس طویل فہرست میں حال میں قائم ہونے والی چینی کی ملیں بھی شمار کی جا سکتی ہیں جہاں گاڑیوں میں ایکھ ڈھونے کے لئے سینکڑوں بیل آتے ہیں وہ اس متعدی بیماری کو ایک جگہ سے دوسری جگہ بہت تیزی سے پھیلانے کے باعث ہیں۔

بیمار مویشی کا گوشت یا ایسی چیزیں کھانا جن میں بیماری پھیلانے کا مادّہ مل گیا ہو مرض پھیلانے کا دوسرا ذریعہ ہیں۔

علامتیں

یہ بیماری ایسی ہے اور یہ آسانی سے سمجھ میں آ سکتی ہے جب کسی جانور کو بیماری کی چھوت لگ جاتی ہے تو آثار ظاہر ہونے میں ۲۴ گھنٹے سے لے کر ۳ یا چار دن تک کا وقت صرف ہو جاتا ہے۔ پہلے بخار کے آثار شروع ہوتے ہیں یعنی جسم کی گرمی بڑھنے لگتی ہے۔ مُنہ سوکھنے لگتا ہے سستی شروع ہو جاتی ہے جسم کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ تھرتھراہٹ بڑھ جاتی ہے اور جگالی کرنا بند ہو جاتا ہے۔ اس کے دو روز بعد مُنھ سے بدبو نکلنے لگتی



مُنہ کھُر کی بیاری سے بیمارشدہ بیل کی زبان (ا) چھالے



مُنہ کھُر کی بیاری سے بیمارشدہ بیل کی زبان (ا) چھالے پھوٹ کر گھاؤ ہوگیا ہے۔

ہے اور رال گرنے لگتی ہے۔ ایسی حالت میں زبان اور مسوڑھوں پر اور گالوں کے اندر چھالے پڑ جاتے ہیں (دیکھئے تصویر نمبر ا پیر کمزور ہو جاتے ہیں۔ پچھلے پیر کانپنے لگتے ہیں اور مویشی لنگڑا ہوجاتا ہے۔ غور سے دیکھنے پر کھُروں کے بیچ میں چھالے دکھائی دینے لگتے ہیں۔ کبھی کبھی مویشی پہلے ہی سے لنگڑا ہو جاتا ہے۔

مُنہ اور کھُر کے چھالوں کے پھوٹ جانے پر زخم پیدا ہو جاتا ہے اور بخار بند ہو جاتا ہے (دیکھئے تصویر نمبر ۲ — ۳ اور ۴)

روانہ کرنے پر پیر کے زخم میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اور مویشی بقیہ زندگی کے لئے بیکار ہو جاتا ہے۔

جب گائے کے تھن پر اس کا اثر ہوتا ہے تو گائے دودھ دینا

کم یا بند کر دیتی ہیں۔ دودھ میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور آ بانے پر وہ پھٹ جاتا ہے۔

اس بیماری سے زیادہ عمر کے مویشی کم مرتے ہیں لیکن احتیاط نہ برتنے پر دودھ پینے والے اور کمزور مویشی زیادہ مرتے ہیں۔ ادھیڑ عمر کے مویشیوں کی حالت بدل جاتی ہے اور وہ کمزور ہو جاتے ہیں۔ بھیڑ بکریوں میں بھی تقریباً اسی قسم کی علامتیں نظر آتی ہیں۔ اِن کے کھر بھی پک جاتے ہیں اور اس قسم کے مریض مویشی اپنے گھٹنے کے بل چلتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے کھر میں زخم ہو جانے سے تکلیف ہونے لگتی ہے۔

سُوروں کے بھی پیر میں یہ مرض ہوتا ہے اور اُنھیں بہت تکلیف ہوتی ہے۔

انسانوں کو یہ بیماری بہت کم ہوتی ہے۔ یہ بیماری اُنھیں دودھ دوہنے ہاتھ میں مریض مویشی کا دودھ پینے سے اور مکھن کھانے سے مُنہ میں ہو جایا کرتی ہے۔ صرف دودھ ہی پینے والے بچوں کو سب سے زیادہ خطرہ رہتا ہے۔ اس سے پیٹ سے متعلق بہت مرض اور چھالے شروع ہو جاتے ہیں۔



گائے کا کھر جس میں مُنہ کھر کی بیماری ہو گئی ہے۔ ا۔ کھروں کے بیچ میں پیدا ہوا چھالا پھوٹ گیا ہے۔

بیماری دور کرنے اور اُسے روکنے کی تدبیر

جب کسی گاؤں میں یہ بیماری شروع ہو جائے تو مویشیوں کے گروہ کے ذریعے اسے پھیلنے میں سہولت دیکر اس کی مدت کو کم کرنا چاہئے۔ ایسا کرنے کے لئے سُن میں بیمار مویشیوں کی رال لگا لینی چاہئے اور اس سن سے تندرست مویشیوں کا مُنہ رگڑ دینا چاہئے اِس سے گاؤں کے سبھی مویشی بہت جلد بیمار ہو جائیں گے۔ قدرتی طور پر بیماری پھیلنے میں اس سے زیادہ وقت صرف ہوتا ہے۔

زخم اچھا کرنے کے لئے سڑن روکنے والی دواؤں کا استعمال کرانا چاہئے۔

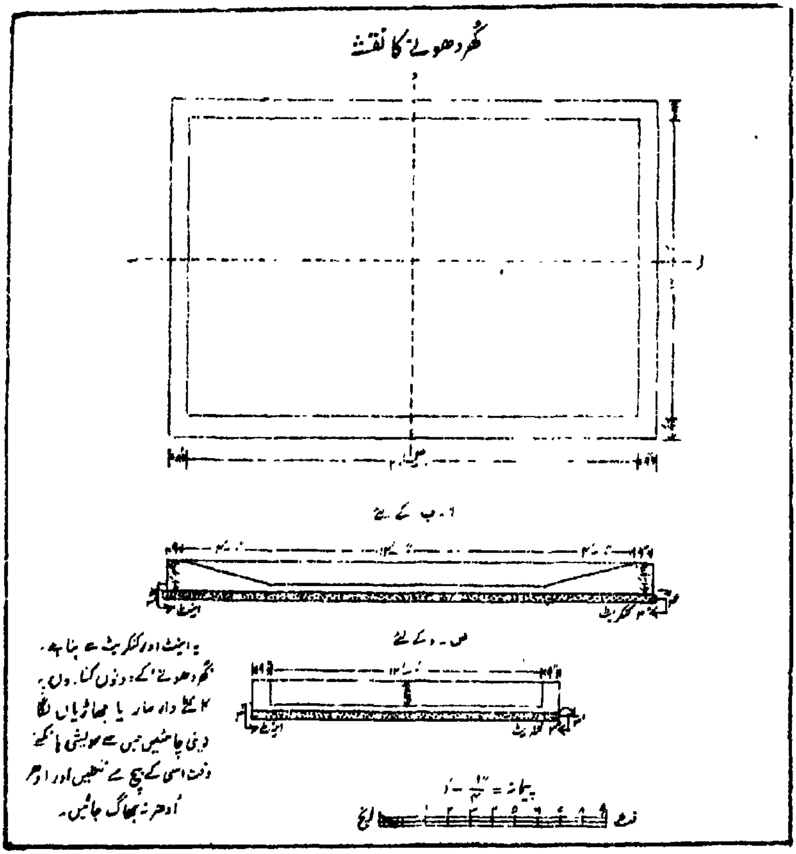
بیمار مویشیوں کے لئے اچھا اُپچار ضروری ہے۔ مویشی خانے



(مویشی کھُر دھونے (فُٹ باتھ) سے گذر رہے ہیں۔

کا فرش سوکھا اور صاف رکھنا چاہئے۔ کچے فرش کی کیچڑ ہٹاکر وہاں فوراً سوکھی مٹی بھر دینی چاہئے اور فرش بلا بجھا ہوا چونا اور راکھ جیسی سڑن روکنے والی چیزیں پھیلا دینی چاہئیں۔ مویشی خانے کے پختہ فرش برتن اور دیگر چیزیں چھوت روکنے والی دوا سے دھو دینی چاہئیں اس کے لئے گرم پانی میں چار فی صدی دھونے کا سوڈا ملاکر پانی سے دھونا چاہئے۔ کھانے کے لئے نرم ہری گھاس دی جائے لیکن ایسے مویشیوں کو جو مُنہ میں چھالے پڑ جانے کے باعث نہیں کھا سکتے چاول میں کچھ شیرہ ملاکر تیار کی جانے والی پتلی لپسی اور معمولی نمک دینا چاہئے۔ مُنہ اور تھن کے چھالے دھونے کے لئے ۱/۲ پھٹکری کو جو گاؤں کی دوکانوں میں ملتی ہے۔ ا چھٹانک پانی میں گھولکر دینا چاہئے۔ کھُر کے زخموں کو بھی اسی پانی سے دھونا چاہئے اور اُن پر ایک حصہ کولتار میں ۴ حصہ تیل ملاکر پوت دینا چاہئے۔ اور اوپر سے نیلے توتیے کا سفوف چھڑکنا چاہئے۔

ببول کی چھال کا جوشاندہ مُنہ اور دوسری جگہ کے زخم دھونے کے کام میں آسکتا ہے اور اگر زخم میں کیڑے پیدا ہوگئے ہوں تو فینائل کا تیز مرکب کپڑے سے لگانا چاہئے۔ جب مویشی زیادہ تعداد میں بیمار ہو جائیں تو پیر اچھا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مویشیوں کو پیر دھونے کے گڑھے میں جس میں ۲ فی صدی نیلا توتیا اور ایک فی صدی فینائل ملی رہیگی دن میں دو بار ہانک دے (دیکھئے تصویر نمبر ۵ و ۶) کام میں لاتے وقت کھُر دھونی (حوض)



ہیں۔ ۳۰ من پانی بھر دیا جاتا ہے اور اُس میں ۱۰ سیر نیلا توتیا یا ۵ سیر فینائل ملایا جاتا ہے۔ کھُر دھونی کا استعمال اُس وقت تک کیا جائے جب تک گاؤں کی بیماری قطعی بند نہ ہو جائے۔ یقیناً اس سے بیماری دور ہو جائے گی اور بیماری روکنے میں یہ بہت مفید ثابت ہوا ہے اس لئے بیمار و تندرست دونوں قسم کے مویشیوں کو کھُر دھونی میں ہانک دینا چاہئے۔

یہ بھی سفارش کی جاتی ہے کہ کھُر دھونیاں مویشیوں کے میلوں میں بھی جو ہر سال سینکڑوں کی تعداد میں لگتے رہتے ہیں بنائی اور کام میں لائی جائیں۔ ان کو خرچ ان کے فوائد دیکھتے ہوئے برداشت کیا جا سکتا ہے۔

حالانکہ یہ بیماری کھیتی کے مویشی پالنے والوں کو اچھی طرح معلوم ہے پھر بھی وہ اِس طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس بیماری سے چونکہ مویشی مرتے نہیں ہیں اس لئے وہ مریض مویشیوں کا معقول علاج کرنے کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ یہ بیماری مختلف طریقوں سے جنکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے نقصان پہنچاتی ہے۔ اس لئے مویشی پالنے والوں کے لئے یہ ضروری ہے کہ جب یہ بیماری شروع ہو تو وہ خاص طور سے اس طرف متوجہ ہوں۔ یہ کام اُس وقت بہت اچھا ہوتا ہے جب قریبی معالج مویشی کی خدمات حاصل کی جائیں، ور مرض روکنے میں انھیں آسانی پہنچائی جائے۔

ہمارے صوبے میں گرام سدھار

مارچ سنہ ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ گاؤں والے بہت مصروف تھے کیونکہ وہ ربیع کی فصلیں کاٹ رہے تھے اسلئے سدھار کے دیگر کاموں کو آگے بڑھانا ممکن نہیں تھا کارکنوں نے موسمی کاموں کی طرف خاص توجہ رہی ایکھ بونے والے حلقوں میں گاؤں والوں کو ترقی شدہ قسم کی ایکھ بونے اور بوائی کے اچھے طریقے کام میں لانے کے لئے منتشر کرنے کا موقع کام میں لایا گیا ایکھ کی پچھلی فصلیں کاٹنے سے کھیتوں میں کافی کوڑا کرکٹ جمع ہو گیا تھا۔ کسانوں کو یہ کوڑے دکھائے گئے اور ان سے کہا گیا کہ وہ ان کوڑے سے کھاد تیار کریں کسانوں سے یہ بھی کہا گیا کہ وہ محنت بچانے کے لئے کٹائی اور مڑائی میں اولپیڈ (غلہ پیٹنے اور پھٹکنے کا آلہ) کام میں لائیں اس ماہ فصل بیچنے کے سلسلے میں قرض دینے والے مہاجنوں، غلے کے تاجروں اور بنیوں کے ہاتھوں کسانوں کے ٹھگے جانے کا بہت اندیشہ تھا۔ گرام سدھار کارکنوں نے اشتراک کے ذریعہ گڑ، تلہن اور غلہ بیچنے کا پرچار تیزی سے کیا اور وہ سب سے قریبی منڈی کا بازار نرخ لوگوں کو بتلاتے رہے۔ گرام سیوکوں نے محکمہ زراعت کے کارکنوں کو خالص اور اصلاح شدہ فصلوں کے کاشتکاروں کے لوٹ لینے میں اور انھیں لوگوں سے بیج خریدواتے میں مدد دی جس سے کہ اگلی فصل کے لئے بیج گوداموں میں تقسیم کرنے کے لئے اچھے اور خالص بیج جمع رہ سکیں نئے کھلنے والے بیج گوداموں سے جن کسانوں نے بیج قرض لئے تھے ان سے تقاضہ کیا گیا اور ان سے فصل کاٹنے پر فوراً ہی بیج واپس کرنے کی درخواست کی گئی۔ کفایت شعاری اور پیداوار کا بہترین استعمال کرنے پر زور دیا گیا اس مہینے میں شروع ہونے والی شادی بیاہ کی تقریبیں اور اسی مہینے میں آنے والے ہولی اور رام نومی جیسے تیوہاروں پر ہونے والی فضول خرچی روکنے کے لئے کوشش کی گئی سالی سوالوں کے ساتھ ساتھ سماجی برائیوں کی طرف بھی توجہ کی گئی اور بچپن کی شادی روکنے اور ہولی کے موقعہ پر ہونے والی گالیاں اور دوسری بیہودہ باتوں کو بند کرنے کے لئے پرچار کیا گیا ان کی جگہ پر مہذب اور اچھائی بڑھانے والے کاموں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

موسمی تبدیلی کے باعث اس ماہ میں امراض متعدی کی روک تھام سے تعلق رکھنے والے موضوعات کی طرف تیزی سے براڈکاسٹ کے ذریعے توجہ دلائی گئی اور گاؤں والوں کو اس ماہ کی خوفناک بیماریاں یعنی ہیضہ، انفلوئنزا اور ملیریا سے بچانے کے لئے گاؤں میں انفلوئنزا پاؤڈر، کالرا مکسچر، پرمیگنٹ پوٹاش اور کونین تقسیم کی گئی۔ اضلاع مرزاپور اور بنارس کے کچھ دیہاتوں میں پلیگ شروع ہو گیا۔ گرام سدھار کارکنوں نے مصیبت زدگان کی خدمت کی اور اس مرض کو پڑوس کے رقبوں میں پھیلنے

سے روکنے کی امکانی کوشش کی۔ ہیضہ بھی شروع ہوگیا مگر وہ بہت جلد روک دیا گیا۔ گاؤں کے اسکاؤٹوں اور اکھاڑوں کے لئے شروع ہونے والی تحریک سنجیدگی کے ساتھ سب جگہ چلائی گئی۔ ہولی کے موقعہ پر کئی مقامات پر لوگوں نے اکھاڑوں سے اپنی دلچسپی ظاہر کی اور جوش دکھلایا۔ نئے بھرتی کئے گئے دیہاتی اسکاؤٹ چھوت کی بیماریوں کے روکنے کے متعلق معلومات بتانے اور دوائیں تقسیم کرنے و سماجی اصلاح کے کاموں میں معاون ثابت ہوئے۔

تقریباً سبھی ضلعوں میں دیہاتی پنچایت گھروں کی تعمیر کے کام میں ترقی ہوئی اور سب جگہ پنچایت گھر بنانے کا کام تقریباً پورا ہو چلا ہے۔ کچھ پنچایت گھر مکمل طور پر بن گئے اور عوام کے کام کے لئے کھول دئے گئے۔ جناب وزیر گرام سدھار دیہاتی زندگی میں ان پنچایت گھروں کے فوائد پر برابر زور دیتے آئے ہیں آپ کے دل میں یہ جذبہ اتنا زیادہ ہے کہ کافی تکلیف اٹھاکر اس صوبے کی تقریباً ہر ایک پنچایت گھر کے افتتاح یا سنگ بنیاد کی تقریب میں حصہ لیا۔

گرام سدھار کے سبھی کاموں میں اپنی مدد آپ کرنے پر زیادہ زور دیا جا رہا ہے۔ ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کو رائے دی گئی ہے کہ وہ ضلع سدھار فنڈ کے لئے لوگوں سے امداد پانے کے لئے سخت کوشش کریں۔ یہ بھی رائے دی گئی ہے کہ گاؤں والوں سے خیرات جمع کرنے کے لئے گرام سدھار کے دیہاتوں میں خیرات کے بکس رکھ دئے جائیں اس طرح ایک ایک پیسہ جمع کرنے سے ایک بہت بڑی رقم جمع ہو جائے گی۔ جو سرکاری گرانٹوں کے ساتھ عوام کے فائدے کے کاموں میں صرف کی جائیگی۔ اسی طرح ضلع ایسوسی ایشنوں کو رائے دی گئی ہے کہ وہ ایسے دیہاتوں میں جہاں لوگ بیج گوداموں کے کھلنے سے فائدہ اٹھا چکے ہیں۔ بیج گوداموں کے لئے مکانوں کا مفت انتظام کردیں۔



مسز رنگناتھن باندا ضلع کے ایک پنچایت گھر کی بنیاد رکھ رہی ہیں۔

یہ بات اطمینان بخش ہے کہ اس سلسلے میں عوام کی امداد کی کمی نہیں ہے۔ ضلع المورڑہ کے کچھ گاؤں والوں نے آب رسانی کی اسکیم کے لئے ۱،۲۰۰ روپیہ چندہ اکٹھا کرلیا ہے ضلع بجنور کے سوہرا شوگر مل نے ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کو ۳۰۰ روپیہ کی امداد دی ہے اس بات کی کئی جگہ سے اطلاع ملی ہے کہ گاؤں کے بیج بھنڈاروں کے لئے گاؤں والے خوشی سے عمارتیں دے رہے ہیں۔ خود افسر صاحب گرام سدھار نے ضلعوں کا دورہ کرتے وقت ایسی کئی عمارتیں حاصل کیں۔

خصوصاً تعلیم یافتہ نوجوانوں میں سے گرام سدھار کا آنریری کام کرنے والے لوگوں کی بھرتی کی جا رہی ہے لکھنؤ یونیورسٹی کی "گاؤں کی امدادی سوسائٹی" اس کام کے لئے بہت مفید انجمن ہے۔ حوصلہ افزائی کرنے کے لئے محکمۂ گرام سدھار نے اس سوسائٹی کو ۲ انعام دئے ہیں جو اس کے بہترین کام کرنے والوں کو دئے جائیں گے۔

اس سوسائٹی کے ممبروں سے یہ امید کی جاتی ہے کہ وہ دیہات سدھار کی تعلیم کے سلسلے میں ... [illegible] ... کریں گے ... اصلاح ... [illegible] ... سوچھنے کے گڑھے اور پانی ... [illegible] ... کریں گے اور تعلیم کے ... [illegible] ... انعام ایک ... [illegible] ... کو دئے جائیں گے ... سب سے اچھے ... [illegible] ... دیا جائیگا ... [illegible] ... جائیں گے ... [illegible] ... تک نہ پہنچ سکے گا جس کا فیصلہ افسر صاحب گرام سدھار ... [illegible] ... اس محکمہ کو حق ہے کہ وہ اس رقم کو کم کر دے یا قطعی بند کر دے۔

اس محکمہ نے مغربی یو۔پی۔ ہریجن سیوک سنگھ لکھنؤ کو گڑھ مکتیسر، جھانسی اور لکھنؤ کمشنریوں میں ہریجنوں کو پانی پینے کے کنوئیں بنوانے کے لئے ۰۰۰،۱۰ روپیہ کی رقم دی ہے ... ہریجن بستیوں کو گرانٹ دینے میں اس شرط ... [illegible] ... اس بستی کے رہنے والے کنوئیں بنانے میں ... [illegible] ...

گاؤں والوں کو پھل لگانے اور پودوں کی حفاظت کے متعلق ماہرین کے نیک مشورے دلانے کے لئے ان صوبوں کے سرکاری باغوں کے کارکنوں سے کہا گیا ہے کہ وہ گرام سدھار مرکزوں کا دورہ کریں اور پھل کی کاشت کرنے والوں کو باغ اور ... [illegible] ... لگانے کے لئے جگہ کا مناسب انتخاب کرنے اور پھلدار درختوں کی حفاظت کرنے کے متعلق مفید رائیں دیں۔

اس مہینے میں کسانوں کے فصل کے کاموں میں لگے رہنے کے باعث سبھا کرنے اور پرچار کرنے کا کام روک دیے گئے مگر کہیں کہیں ... دوسرے کاموں کے سلسلے میں کچھ مظاہرے کئے گئے اطلاع ملی ہے ... پور میں ... افال، ہردوئی میں ... اناؤ میں بسر بہیر اور سیتا ... میں سرکھ میں ہونے والی نمائشوں نے مظاہروں کو کافی دلچسپ اور جاذب نظر بنایا۔

اس ماہ گرام سدھار لاریاں برابر دورے پر رہیں اور تقریباً ... گرام سدھار مرکزوں کا دورہ کیا۔ ہر ایک مرکز پر وہ دن میں مظاہرے کی چیزیں باہر نکالتیں شام کے وقت گراموفون کے ریکارڈ بجاتیں اور رات ہونے پر میجک لالٹین کے ذریعے سینما دکھاتیں۔ موٹروں کے ساتھ جانے والے افسر ان مظاہروں کے ساتھ ساتھ گاؤں والوں کو کھیتی اور صفائی کی دلچسپ باتیں بھی بتلاتے۔ اطلاع ملی ہے کہ گاؤں والے کافی تعداد میں موٹروں کے پاس آتے اور ان مظاہروں کو پسند کرتے۔

اس ماہ پانچ خاتون آرگنائزروں نے جن میں ایک آنریری اور ... تنخواہ پانے والی تھیں الہ آباد، فرخ آباد، نینی تال اور سیتاپور میں عورتوں کو منظم کرنے کا کام کیا۔ ان میں سے ہر ایک عورت صرف ایک مرکز پر ہی کام کر رہی ہے ان کا کام یہ ہے کہ وہ دیہاتی عورتوں کے پاس جاکر انہیں اور اپنے گھر کی صفائی، صحت، بچوں کی تربیت، دائی کا کام وغیرہ کے سلسلے میں بات چیت کریں جوان لڑکیوں اور عورتوں کو کشیدہ کاری کرنے، سلائی کرنے، چرخہ کاتنے اور مونج کی ٹوکریاں بنانا بتلائیں اور انھیں پڑھنا لکھنا سکھائیں۔ نینی تال کی خاتون آرگنائزر مجھیا میں زنانی دیہاتی ترقی سوسائٹی بنانے میں کامیاب ہوئی ہے۔ دوسری خواتین ابھی تک پرچار کا کام کر رہی ہیں۔

تنظیم کا کام اور بھی ٹھوس بنانے کے لئے ضلع ایسوسی ایشنوں کو اس ماہ یہ صلاح دی گئی ہے کہ وہ گرام سدھار کے حلقوں کی وسعت کم کر دیں۔ ہیڈ کوارٹروں میں متعدد ضلعوں سے آئی ہوئی رپورٹوں سے یہ معلوم ہوا ہے کہ گرام سدھار کے موجودہ حلقوں کے بہت زیادہ وسیع ہونے کے باعث انکے بہت سے کاموں کی نگہداشت نہیں کی جا سکتی اسکے علاوہ بہت سے مرکزوں میں لوگوں نے باہمی اختلاف کے باعث تعمیری کاموں کے لئے مناسب مواقع نہیں دئے اور گرام سدھار کی تجویزوں کی مخالفت بھی کی۔ اسلئے کاموں کی ترقی کے لئے حکام ضلع کو یہ رائے دی گئی ہے کہ وہ اوسط کے حساب سے ہر ایک ضلع میں گرام سدھار مرکزوں کو گھٹا کر انکی تعداد ۱۵ کر دیں اور جن مرکزوں کا انتظام نہ کر سکیں انھیں چھوڑ دیں۔

اس ماہ صنعتی تجویزیں زیادہ تعداد میں منظور ہوئیں اور ان سے تعلق رکھنے والی ضلع کمیٹیوں کو چندہ کی شکل میں سرکاری امداد دیگئی۔ فہرست (ب) میں منظور شدہ تجاویز کے ساتھ ساتھ سرکاری امداد کی فہرست بھی دی گئی ہے۔

فہرست (الف) میں اس ماہ میں کئے گئے گرام سدھار کے دیگر کاموں کی تفصیل درج ہے۔

مارچ ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

(فہرست الف)

۱۔ آرگنائزیشن

	میرٹھ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سبھائیں۔ (ا) قائم ہوئیں	۰	۱۰۰	۶۰	۷۸	۰	۹۴	۰	۵۷	۰	۳۸۹
(ب) رجسٹرڈ ہوئیں	۹	۱۶	۷	۷۷	۰	۱۵	۰	۲۱۰	۳۶	۳۷۰
زندگی سدھار انجمنیں	۰	۰			۰		۰	۰	۱	۸
رہائش کی سوسائٹیاں	۰	۳	۱۰	۳	۴	۰	۰ ۰	۰	۴	۲۴
فراہمی کی سوسائٹیاں	۰	۰	ـ	۰	۶	۰	۰	۰	۵	۱۱
وضعی سوسائٹیاں رجسٹرڈ	۰	۰	۰		۰	۰	۰	۰	۰	۰
متفرق سوسائٹیاں	۲	۰	۷	۳	۰	۰	۰	۰ ۰	۰	۱۲

۲۔ زراعت

	میرٹھ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
کھاد کے گڑھے کھودے گئے	۲۸۵	۳۴۳	۹۴۸	۹۲۹	۱۵۶	۵،۵۸۳	۴۵	۳۰۰	۸۱۷	۸۸۳۶
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے	۹۸	۱۳۱	۱۵۶	۵۰۱	۱۰۳	۳۳۲	۱۰	۷۳	۱،۴۹۶	۲۹۹۹
آبپاشی کے کنوئیں پورے یا مرمت کئے گئے	۴۵	۴	۲۸	۳۹	۵۱۰	۴	۱	۰	۶۰	۶۹۹
آبپاشی کے نئے کنوئیں	۱۷	۵۲	۱۴	۵۵	۴۳	۵۰	۰	۵	۸	۲۴۴
بے جستے تالاب یا باندھ	۰	۰	۰	۴۰	۱	۰	۰	۵	۶	۵۲
نئے جاری شدہ آلات	۱۳۴	۱۲۵	۵۲	۹۴	۳۹	۹۷	-	۲۵	۴۴	۶۱۰
اصلاح شدہ نسل کے مویشی جو دئے گئے	۱۷	۱۲	۳۰	۲۱	۳	۷۹	۰	۷	۰	۱۵۹
عمدہ نسل کے مویشی جو دئے گئے	۱۹۰	۰	۱۹۱	۴	۲۳	۱۳۸	-	۱۰۰	۱۵۱	۸۹۷
اختہ کئے جانے والے بیل	۴۳	۱۰۸	۲۱۰	۲۸۸	۱۰۲	۳۱۴	۱	۲	۲۳۷	۱،۳۰۵
بیمار مویشیوں کا علاج ہوا	۱۶۴	۴۱۱	۴۸۵	۳۰۹	۲۳۰	۵۵۶	۰	۴۵	۵۱۵	۲،۷۴۵
مظاہرے ہوئے	۱۵	۷۴	۲۹۲	۲۲۴	۱۸	۰	۰	۴۶۰	۱۰۰	۱،۲۴۳
نرسریاں کھلیں	-	۰	۰	۳	۔	۰	۰	۶۲	۱۱۷	۱۸۲
پھلوں کے پودے لگے	۲،۴۰۶	۱۶	۱۴۷	۵۵۸	۱۲۸	۰	۲۵۴۰	۶۲	۴۴۳	۶۲۹۰
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑ میں)	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۳	۰	۳

	میرٹھ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
ایندھن کے درخت لگے (ایکڑوں میں)	۰	۰	۳	۰	۰	۵	۰	۰	۱۰۵	۱۱۳
اصلاح شدہ ایکھ دی گئی (منوں میں)	۱۶,۰۹۶	۱۸,۱۳۵	۵,۴۴۳	۱۶۷	۵۵۴۶	۹۸۰	۴۱۷	۱۳۵۰	۹۲۳	۴۹,۰۵۷
ا۔ صحت عامہ										
سوکھنے والے گڑھے بنے	۱۸۰	۱۰۱	۳۷۳	۲۹۷	۱۷۹	۳۵۹	۱۱	۲۹۷	۷۳۰	۲,۴۹۷
روشن دان بنے	۲۹۵	۱۷۴	۲۲۶	۵۷۹	۱۹۵	۲۷۴	۱۷	۹۴	۵۹۹	۲,۴۲۴
کنوئیں صاف کئے گئے	۲۶	۱۱۷	۳۲	۶۲	۴۴	۲۹	۴۲	۱۴	۳۱۹	۶۸۵
عام غسلخانے یا گھیرے	۸	۱۹	۱۳	۹۹	۰	۲۱	۱۱	۲۴	۴۱	۲۳۶
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۳۷۷	۹۷	۱۳۵	۲۲۴	۴۵	۳	۳۱	۲۴۰	۳۶۶	۱,۴۸۹
سؤر باڑے آبادی سے ہٹائے گئے	۲۳	۱	۱۸	۷۷	۵	۳۸	۰	۱۱	۴۶	۲۱۹
گھور صاف ہوئے	۹۸۵	۱,۰۸۹	۷۹۷	۱,۴۹۲	۹۱۳	۸۳۵	۴۹۰	۵۴۳	۲,۸۷۱	۱۰,۰۲۵
پاخانے بنائے گئے	۱۲	۰	۲	۹	۴	۸	۱۸۵	۱	۱۱	۲۳۲
پیشاب خانے بنائے گئے	۰	۰	۱۱	۱۴	۲	۰	۷۰	۲	۲۳	۱۲۲
کھنڈر ہموار ہوئے	۶۰	۱۷	۲۲	۶۵	۱۰	۱۰۰	۰	۸۵	۶۸۴	۱,۰۴۳
گڑھے پاٹے گئے	۶۱	۳۰	۲۳	۱۶۲	۴۴	۱۰۲	۰	۸۸	۶۸۵	۱,۱۸۵
راستے صاف ہوئے	۹۹۷	۵۷	۱۱۶	۲۹۲	۱۸۸	۳۰۰	۸۳	۵۷	۸۳	۲,۱۷۳
گاؤں " "	۸۹	۱۴۳	۱۳۱	۳۸۱	۱۴۳	۱۳۲	۱۳۲	۱۶۹	۲۹۱	۱,۶۱۰
دوا کے بکس رکھے گئے	۴۵	۵۸	۳۰	۸۳	۱۰۹	۱۲	۰	۲۵	۱۸	۳۸۰
ٹیکے لگے	۶۰۸	۲,۳۰۸	۳,۰۷۳	۱,۶۸۹	۹۷۴	۱,۳۸۹	۷۰۳	۳۳۴	۲,۰۸۲	۱۲,۲۱۰
مریضوں کا علاج ہوا	۵,۳۲۳	۶,۴۹۳	۷۷۴	۵,۹۵۳	۴,۶۴۴	۴,۲۴۷	۱,۳۸۱	۹,۰۴۴	۹,۴۹۴	۳,۹۹۳
دائیوں کو ٹریننگ دی گئی	۲	۱۶	۳۱	۶۹	۱۳	۳	۰	۱۹	۱	۱۵۳
فرسٹ ایڈ ٹریننگ دی گئی	۱۴۳	۲۲۴	۵۴	۲۹۷	۲۳	۷۱	۰	۱۲۷	۶۹	۱,۰۰۸
زچہ بچہ گھر قائم ہوئے	۲	۰	۳	۱۳	۰	۰	۰	۰	۲۳	۴۱

	میرٹھ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۴۔ اشاعت اور تعلیم										
جلسے ہوئے	۲۷۷	۵۲۱	۴۹۹	۴۵۵	۱۸۱	۴۷۴	۲۵۱	۳۹۷	۹۸۲	۳،۸۷۷
نمائشیں ہوئیں	۲	۱	۲	۸	۲۰۱	۰	۰	۶	۱۷	۲۳۷
ڈرامے ہوئے	۴۷	۵	۱۷	۳۷	۳	۳۰	۱۴	۳	۸	۱۳۴
بھجن منڈلیاں بنیں	۹	۱۰	۱	۵۰	۱	۰	۰	۱۳	۹۷	۱۹۰
کتاب گھر قائم ہوئے	۲	۱۵	۲۵	۳۵	۳۴	۰	۴	۲	۸	۱۱۵
کلب قائم ہوئے	۰	۲۴	۰	۵۰۰	۰	۱	۰	۱۰	۰	۵۳۵
(ا) اسکول بالغ مردوں کے لئے	۲۰۰	۱۳۱	۱۳۰	۴۲۹	۱۱۷	۰	۴۱	۲۳۰	۲۹۸	۱،۵۹۶
(ب) عورتوں کے لئے	۳۰	۸	۲۶	۱۷	۷۷	۰	۲	۵۶۰	۱،۳۶۹	۲،۰۸۹
سیوادل بنے	۱۴	۴۶	۶	۷۴	۱۰	۰	۰	۳۳	۳۰	۲۲۳
اسکاوٹ اور گرام سیوکوں کو تعلیم دی گئی	۲۷۷	۱۱۸	۷۲	۲۹۹	۱۹۰	۱۴۲	۲۰	۳۲۴	۱۳۲	۱،۵۴۱
ریڈیو لگے	۶	۰	۱	۱	۰	۰	۰	۲	۰	۱۰
کھیل اور ٹورنامنٹ	۰	۱	۰	۳۷	۳	۲۶	۰	۰	۰	۶۷
متفرق کام										
پنچایت گھر بنے	۰	۱	۲	۶	۰	۰	۰	۴	۱۵	۲۸
نمونہ گھر بنے		۳	۰	۸۲	۰	۸	۰	۱	۴	۹۸
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۷۱	۹۴۸	۱۰	۸۵۱	۵۷	۶۳	۱۵	۳۸	۱۵۷	۱،۴۱۰
آلات دستکاری جاری کئے گئے	۹	۰	۳	۶۲	۲۱	۱	۷	۴	۳	۱۱۰

آگرہ کمشنری کے اعداد نہیں موصول ہوئے۔

فہرست (ب)

گھریلو صنعتوں اور اسی قسم کی دیگر تجویزوں کے لئے منظور شدہ رقم کی ضلع وار فہرست

نمبر شمار	ضلع	رقم جو منظور کی گئی روپئے	تجویز جس کے لئے رقم منظور کی گئی
۱	اٹاوہ	۲۰۰	سرائے بیتھے میں ایک سوت کا اسٹور کھولنے کے لئے۔
۲	اعظم گڑھ	۷۰۰	کتائی اور بنائی کی اسکیم کے لئے
۳	بارہ بنکی	۳۹۰	,,
۴	مین پوری	۱،۷۰۰	نوشہرہ اور سرسا گنج کی شومیکرس سوسائٹی کے لئے ٹیوٹوریل کلاس کھولنے کے لئے
۵	,,	۲،۶۰۰	کتائی اور بنائی کے لئے۔
۶	الموڑہ	۲۶۴	طالبان فن کو وظیفہ دینے کے لئے۔
۷	,,	۵۰	پانی پہنچانے کی تجویز کے متعلق اوزار خریدنے کے لئے۔
۸	الہ آباد	۷۰۰	کتائی اور بنائی کی اسکیم کے لئے۔
۹	گونڈہ	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۰	بہرائچ	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۱	سلطانپور	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۲	میرٹھ	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۳	متھرا	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۴	جونپور	۲،۹۰۰	ایک گرام سدھار مرکز میں چمڑا پکانے کا پورا یونٹ کھولنے کے لئے۔
۱۵	,,	۷۰۰	کتائی اور بنائی کی اسکیم کے لئے۔
۱۶	غازیپور	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۷	علیگڑھ	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۸	بنارس	۷۰۰	,, ,, ,,
۱۹	ہردوئی	۷۰۰	,, ,,
۲۰	فتحپور	۷۰۰	,, ,, ,,
۲۱	اناؤ	۲،۶۰۰	,, ,, ,,
۲۲	گڑھوال	۵،۷۵۴	اون کی کتائی ,, ,,
۲۳	فیض آباد	۱۰۰	گڑ بنانے کی اسکیم کے لئے۔
۲۴	نینی تال	۴۰۰	شہد کی مکھیاں پالنے کی اسکیم کے لئے۔
۲۵	مراد آباد	۱۸۰	بنائی کے ٹیوٹوریل کلاس کے لئے۔
۲۶	بلیا	۳۱۰	مالپور کے ہینڈ لوم انسٹی ٹیوٹ کے لئے۔
۲۷	لکھنؤ	۱۷۵	(۹۵۰ روپے کے علاوہ جو پہلے ہی سے منظور ہے) کاغذ کے کھلونے بنانے کے لئے۔
۲۸	فتحپور	۴۱۵	بنائی کے ٹیوٹوریل کلاس کے لئے۔



ہیضہ اور اس سے بچنے کی تدبیریں

پچھلی بار جب ہردوار میں کمبھ کا میلا ہوا تو وہاں سرکار کی طرف سے اس بات کی خاص طور سے کوشش کی گئی کہ ہیضہ نہ پھیلے۔ الٰہ آباد میں بھی کمبھ کے میلے میں اس قسم کی کوشش کی جاتی ہے کہ ہیضہ نہ پھیلے لیکن پھر بھی ان جگہوں پر اور جہاں کہیں بڑے میلے ہوتے ہیں وہاں ہیضہ اکثر پھوٹ نکلتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میلوں میں جو لوگ جمع ہوتے ہیں وہ صفائی کے قاعدوں سے واقف نہیں ہوتے اور اگرچہ سرکاری محکمہ صحت عامہ پوری مستعدی سے کام کرتا ہے پھر بھی ایک یا دو دن کے لئے جب ۲۰ چالیس لاکھ کا مجمع اکٹھا ہوتا ہے تو اکثر بیماری پھیل جاتی ہے۔ پچھلے دنوں جب ہیضہ پھیلا تو راقم السطور ہردوار میں موجود تھا۔ وہاں کے میڈیکل افسروں نے گنگا کے پانی کو نقصان دہ بتلایا۔ پانی میں ہر جگہ جراثیم تھے شہر میں نوٹس لگادی گئی کہ گنگا کا پانی نہ پینا چاہئے۔ بلکہ پائپ اور کنوؤں کا پانی پیا جائے جن پر سائن بورڈ لگے ہوئے ہوں۔ مگر پھر بھی بہت سے لوگ نہ مانے اور کہا کہ گنگا تو پوتر ندی ہے گنگا کا پانی پینے سے ہیضہ نہیں ہوسکتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے لوگ جنھوں نے گنگا کا پانی پیا بیمار ہوگئے۔

ایک گاؤں کی بات ہے کہ ایک شخص اپنے رشتہ دار کے یہاں گیا جن کے یہاں ہیضہ تھا۔ رشتہ دار کے یہاں سے واپس آنے پر وہ شخص اپنے گاؤں کے کنوئیں پر نہایا اور کپڑے صاف کئے۔ دوسرے روز اس گاؤں کے ان تمام لوگوں کو جنھوں نے کنوئیں کا پانی پیا تھا۔ بعد میں بیماری کی جب روک تھام ہوئی تو بیماری دور ہوئی یعنی جب اس گاؤں کے کنوئیں میں لال دوا یعنی پرمگنیٹ آف پوٹاش ڈالی گئی۔ ناظرین یہ پوچھ سکتے ہیں کہ صرف پانی پینے سے کیسے ہیضہ ہوگیا۔ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ ہیضے کے جراثیم کھانے، پانی اور ٹھنڈے دودھ میں بہت جلد بڑھتے ہیں۔ ایک جرثومہ ایک سکنڈ میں ایک لاکھ جراثیم تیار کرتا ہے ان لیجئے کسی کپڑے میں ہیضے کے کسی مریض کی قے کے کئی قطرے لگ گئے ہیں۔ اب جب وہ کپڑا کنوئیں یا تالاب کے پاس دھویا جاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنوئیں یا تالاب کے پانی کے اندر چلی جاتی ہیں تو تھوڑی ہی دیر کنوئیں یا تالاب بھر میں ہیضے کے جراثیم پھیل جاتے ہیں اور جو شخص بھی اس پانی کو استعمال کرتا ہے وہ ہیضے کی بیماری سے نہیں بچ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہیضہ تھوڑی ہی دیر میں بستی بھر میں پھیل جاتا ہے۔

تندرستی کے گذشتہ اشاعت میں مکھیوں کے متعلق ایک مضمون شائع ہوچکا ہے۔ ہیضے کی بیماری پھیلانے کا کھیال

بھی خاص ذریعہ ہوتی ہیں۔ مکھیاں ہر قسم کی چیزوں پر بیٹھتی رہتی ہیں۔ فرض کیجئے کسی ہیضے کے مریض کی قے پڑی ہوئی ہے اور کوئی مکھی اس پر بیٹھ گئی تو اس کی ٹانگوں میں اُس کی قے کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور لگ جائے گا۔ وہ مکھی جب اُڑ کر کھانے پر بیٹھ جاتی ہے تو اس میں بھی زہر پھیل جاتا ہے۔

کھانے میں مکھیاں زہر کس طرح ملاتی ہیں یہ ہم بتا چکے ہیں۔ اسلئے ڈاکٹروں کی رائے یہ ہے کہ گرم کھانا کھانا چاہئے کیونکہ گرم کھانے پر مکھی نہیں بیٹھ سکتی اور دیگر قسم کے بیماری کے جراثیم بھی پنپ نہیں سکتے۔ ہیضہ کے متعلق یو۔پی گورنمنٹ کے محکمۂ صحت عامہ کی طرف سے ایک اشتہار چھپ کر بٹتا ہے ہم یہاں اُسے نقل کر رہے ہیں۔ اس طرح ناظرین کو ہیضے کے متعلق ساری باتیں معلوم ہو جائیں گی اور وہ اس کی روک تھام آسانی سے کر سکیں گے۔

ہیضہ ایک خطرناک متعدی بیماری ہے جو بہت جلد پھیل جاتی ہے۔ اس کی علامتیں حسب ذیل ہیں۔

۱۔ پہلے پیٹ میں درد ہوتا ہے اور پتلے دست آنے شروع ہوتے ہیں۔ عموماً ان دستوں کا رنگ چاول کی پیچ کی طرح ہوتا ہے۔

۲۔ اسی رنگ کی قے ہونی بھی شروع ہو جاتی ہے۔

۳۔ ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو جاتے ہیں اور کھال سکڑ جاتی ہے۔

۴۔ پیاس زیادہ لگتی ہے۔

۵۔ پیشاب بند ہو جاتا ہے۔

ہیضہ کیونکر پھیلتا ہے

ہیضے کی بیماری کے جراثیم ہیضے کے مریض کے دست اور قے میں بہت بڑی تعداد میں ہوتے ہیں۔ یہ خوردبین سے دکھائی دیتے ہیں۔ جب یہ جراثیم کسی طرح کھانے پینے کی چیزوں میں پہنچ جاتے ہیں تو جو تندرست آدمی ان گندی چیزوں کو کھاتا یا پیتا ہے اُسے بھی ہیضہ ہو جاتا ہے۔ کھانے کی چیزوں پر یہ جراثیم عموماً قے اور دست کی چھینٹوں کے ساتھ پہنچ جاتے ہیں۔ مگر زیادہ تر مکھیاں ہی ہیضے کے پھیلانے میں حصہ لیتی ہیں۔ وہ ہیضے کے مریض کے دست اور قے پر بیٹھتی ہیں وہاں سے یہ جراثیم کو اپنے جسم، پیر اور پر پر لگا لاتی ہیں۔ اور کھانے پر بیٹھ کر کھانے کو گندہ کر دیتی ہیں جس گھر میں مریض ہو اس گھر میں بھی برتن، کپڑے اور بستر اور دیگر چیزوں میں بھی ہیضے کے جراثیم قے اور دست کی چھینٹوں کے ساتھ پہنچکر لگ جاتے ہیں۔ اگر کوئی تندرست شخص ان چیزوں کو چھوئے اور ہاتھ نہ دھوئے تو اس کے پیٹ میں بھی ہاتھ کے ذریعے یہ جراثیم پہنچ جاتے ہیں۔ مریض کے استعمال کی چیزیں اگر کنوئیں یا تالاب میں ڈالی جائیں یا اُس کے پہنے ہوئے کپڑے کنوئیں یا تالاب میں دھوئے جائیں تو اس طرح تالاب یا کنوئیں کا پانی خراب ہو جائے گا یعنی اُس میں ہیضے کے جراثیم پہنچ جائیں۔ اس طرح ہیضہ پھیلنے لگتا ہے۔ کیونکہ جو شخص اسے پئے گا یا استعمال کریگا اُسے ہیضہ ہو جانے کا خوف ہے۔ میلے یا سفر کی جگہ پر جہاں زیادہ تعداد میں آدمی جمع ہوتے ہیں وہاں ہیضہ پھیلنے کی خاص وجہ یہ ہوتی ہے کہ اکثر ان لوگوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جن میں بظاہر تو ہیضہ کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی لیکن اُن کی آنتوں سے ہیضے کے جراثیم پاخانے کے ساتھ باہر نکلتے رہتے ہیں۔ (ایسے لوگوں کو کالا کیریر کہتے ہیں) یہ لوگ بڑی مشکل سے پہچانے جاتے ہیں اور یوں ہی ہیضہ پھیلتا ہے۔

ہیضہ کی روک تھام

۱۔ اس مرض کے شروع ہونے کی اطلاع فوراً ہی محکمۂ صحت عامہ کے افسر کے پاس پہنچ جانی چاہئے دیہاتوں میں چوکیداروں و پٹواریوں کے ذریعہ خود اطلاع دینی چاہئے جہاں ڈسٹرکٹ میڈیکل آفیسر آف ہیلتھ نہ ہو وہاں سول سرجن کو اطلاع دینی چاہئے تاکہ دوا و روک تھام کا انتظام کیا جائے۔

۲۔ شہر کے جس محلہ، قصبے یا جس گاؤں میں بیماری ہو وہاں کے کنوؤں میں جراثیم مارنے والی دوا روزانہ چھوڑنی چاہئے۔

لال دوا ڈالنے کا طریقہ

ایک بالٹی یا ڈول میں پانی لیکر اُس میں دوا کی پڑیا ڈال کر ایک صاف لکڑی سے چلا کر خوب حل کی جائے۔ پھر اُس گہرے رنگ کے پانی کا تین چوتھائی کنوئیں میں ڈال دیا جائے اور باقی چوتھا پانی میں دوبارہ پانی ڈال کر پھر سے دوا اچھی طرح ملائی جائے اور پانی کنوئیں میں ڈال دیا جائے۔ بعد میں پانی کے اندر ڈال کر کنوئیں کے چاروں طرف گھوما کر پانی کو خوب ہلایا جائے۔ پانی کا رنگ ہلکا گلابی ہونا چاہئے۔ اگر گھنٹے بھر کے بعد دوا کا رنگ

جاسٹے تو سمجھ لینا دوا کم پڑی ہے۔ جب تک پانی کا رنگ ہلکا ہوگا اس میں ہیضے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ زیادہ دوا ڈالنے سے پانی کا رنگ بہت تیز ہوگا اور لوگ اس کو استعمال نہیں کرینگے۔

دیہات میں لال دوا پٹواری کے پاس رہتی ہے۔

(۳) کھانے پینے کی چیزوں کو ہر وقت ڈھانک کر رکھنا چاہئے۔ کھانا کھاتے وقت یہ دھیان رہے کہ کھانے پر مکھیاں نہ بیٹھنے پائیں۔

(۴) کنوؤں اور تالابوں کے نزدیک نہ نہانا چاہئے۔ اور نہ برتن یا کپڑے دھونے چاہئیں

(۵) کھیرا، ککڑی، پھل، بازار کی پوڑی اور مٹھائی جو گرم اور تازی نہ ہو، جس میں مکھیاں بیٹھ گئی ہوں بیماری کے زمانے میں نہ کھانی چاہئے۔

(۶) بیماری شروع ہونے پر فوراً ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لینا چاہئے۔

یہ ہیضے سے بچنے کا سہل ترین طریقہ ہے۔

اگر گھر میں ہیضے کا مریض ہو تو کیا کرنا چاہئے

(۱) شہر میں جہاں پھیلنے والی بیماریوں کے اسپتال ہوں وہاں مریض کو فوراً داخل کر دینا چاہئے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو مریض کو مکان کے ایک علیحدہ حصے میں لٹایا جائے۔ جہاں گھر کا سامان نہ ہو اور جہاں بچے ہر وقت آتے جاتے نہ ہوں۔

(۲) بیمار کی قے و دست کیلئے ایک گھڑے کا منہ چوڑا کرکے رکھنا چاہئے جو نایا چولھے کی گرم راکھ پڑی ہو۔ جب یہ بھر جائے تو اسے کنوئیں یا تالاب سے دور جلا دینا چاہئے یا گڑھا کھود کر گاڑ دینا چاہئے۔ بیمار کی خدمت کرنیوالے کو کھانا کھانے سے پہلے لال دوا سے ہاتھ اور منہ دھو لینا چاہئے۔

(۳) دوا مرض معلوم ہوتے ہی "ایسینشیل آئل مکسچر" (ہیضہ کی دوا) کا استعمال فوراً کرانا چاہئے۔ جوان آدمی کو ایک چائے کے چمچہ بھر دوا آدھ چھٹانک پانی میں ملاکر ہر آدھ گھنٹے بعد آٹھ یا دس بار دینا چاہئے۔ اگر مریض کی عمر ۱۵ سال سے کم ہو تو ۲ چار بوند فی سال کے حساب سے آدھ چھٹانک یا اس سے کم پانی میں ہر آدھ گھنٹہ بعد آٹھ یا دس بار دینی چاہئے اگر قے برابر آتی ہو تو کونین استعمال کرانی چاہئے۔ اسکے دو چائے والے چمچے بھر کر ایک چھٹانک پانی میں ملاکر دینی چاہئے۔ پندرہ پندرہ منٹ کے بعد ۲ گھنٹے تک پلانی چاہئے۔

مریض کے اچھے ہونے یا مرنے پر اسکے دس دن بعد تک کیا کرنا چاہئے

(۱) گھر کے کل مٹی کے برتن توڑ کر ایک گڑھے میں گاڑ دینے چاہئیں۔ دوسرے برتنوں کو لال دوا کے تیز رنگ والے یا کھولتے ہوئے پانی سے خوب دھو لینا چاہئے۔

(۲) کپڑوں کو جو مریض کے استعمال میں آئے ہوئے ہوں جہاں تک ممکن ہو جلا دینا چاہئے۔ ورنہ انھیں دوا کے پانی میں (سلیین اور ہائی کول لوشن) ایک حصہ دوا اور ۹۹ حصہ پانی) سے منگوا کر صاف کرنا چاہئے۔ اگر اس طرح ان کے خراب ہونے کا احتمال ہو تو اُن کو لگاتار آٹھ گھنٹے تک دھوپ میں اچھی طرح سکھانا چاہئے۔

(۳) مریض کی چارپائی اور دوسری چیزیں جو مریض کے استعمال میں آئی ہوں اور جو جلائی یا ابالی نہ جا سکتی ہوں انھیں ہائی کول اور سلیین کے لوشن میں اچھی طرح دھلانا چاہئے اگر چارپائی نیواڑ کی ہے تو اُسے کھول کر دھلوانا چاہئے

(۴) اس کمرے یا برآمدے کا فرش جہاں مریض لیٹا تھا اگر پکا ہے تو سلیین یا ہائی کول کے لوشن سے خوب دھونا چاہئے۔ اگر کچا ہے تو وہاں کی چار چار انچ مٹی کو کھود کر پھینکوا دینی چاہئے۔ پھر وہاں پر چونا بچھوا کر نئی مٹی سے برابر کروا دینا چاہئے۔ یا وہاں پر گھاس بچھوا کر آگ لگوا دینی چاہئے۔

(۵) ہیضے کے بیمار کی لاش ندی یا تالاب میں نہ ڈالنی چاہئے۔ اُسے یا تو جلا دیا جائے یا دفن کر دیا جائے۔ لیکن دفن کرنے کی جگہ پانی پینے کی جگہ سے کافی دور ہونی چاہئے۔

بیمار کے اچھے ہونے کے بعد دس روز تک پاخانوں کی صفائی لال دوا کے پانی کا استعمال یا دوسری چیزوں سے بچنے کا خیال اسی طرح ہونا چاہیئے جیسا کہ بیماری کی حالت میں کیا جاتا ہے۔ اگر مریض مر جائے تو بھی لال دوا کے پانی کا استعمال ہوتا رہنا چاہیئے۔

پڑوس، محلہ یا گاؤں میں ہیضہ ہو تو اپنی حفاظت کیسے کرنی چاہیئے

(۱) صبح گھر سے نکلنے کے پہلے کچھ کھا کر نکلنا چاہیئے۔

(۲) کھانا تازہ گرم کھانا چاہیئے۔ غذا ہلکی ہونی چاہیئے دودھ ہمیشہ اُبال کر پینا چاہیئے۔ کھانا ہر وقت بند رکھنا چاہیئے۔

(۳) پانی لال دوا ملا ہوا یا اُبلا ہوا پینا چاہیئے۔

(۴) سڑے گلے یا کچے پھل نہ کھانے چاہئیں۔ سبز ترکاریوں و پھلوں کو گاڑھے لال دوا کے پانی سے دھونا چاہیئے۔

(۵) بیماری کے وقت لیموں، سرکہ، پیاز و مرچ کا استعمال مفید ہے۔

(۶) مکان اور اسکے گرد خوب صفائی رکھنی چاہیئے۔ باورچی خانے کے دروازے پر سرکیاں ہونی چاہئیں۔ پاخانہ، نالیاں و دوسری نالیوں کو صاف کرکے چونا چھڑک دینا چاہیئے۔

(۷) ہیضے کے زمانے میں دست آور دوا نکھانی چاہیئے۔

(۸) اگر پیٹ میں درد ہو اور اگر ایک آدھ دست آجائے تو فوراً ایشنشیل آئیل استعمال کرنا چاہیئے۔

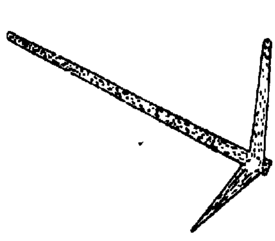
(۹) بیماری شروع ہوتے ہی ہیضہ کا ٹیکہ لگوا لینا چاہیئے۔

(۱۰) جس گھر میں مریض ہو اُس گھر کے ہر آدمی کو آدھ چمچہ ایشنشیل آئیل مکسچر آدھ چھٹانک پانی کے ساتھ روزانہ ۲ بار استعمال کرنا چاہیئے۔

نسخہ ایشنشیل آئیل مکسچر (ہیضہ کی دوا)

(۱) انیس کا تیل - پانچ قطرہ
(۲) جونیپر کا تیل پانچ قطرہ
(۳) کاجوپٹ کا تیل " "
(۴) ایسڈ سلفیورِک کا تیل ۱۵ قطرہ
(۵) ایتھر کا اسپرٹ ۳۰ قطرہ

نوٹ: - شہر میں ایشنشیل تیل کا مکسچر، کے اولین سلین، ہائی کول سینٹری انسپکٹر صاحب یا ہیلتھ افیسر سے مل سکتا ہے۔ دیہات میں لال دوا اور کونین پٹواریوں سے مل سکتی ہے۔ یہ دوائیں اسپتالوں سے اسکول اور دیہاتوں کے دواؤں کے بکسوں سے اور ضلع کے ہیلتھ افیسر صاحب اور سینٹری انسپکٹر صاحب و سول سرجن صاحب سے مل سکتی ہے۔



تصویروں کا مجموعہ



[جناب امرناتھ صاحب وارڈن، گرام سدھار ٹریننگ کیمپ، مرزو گنج فیض آباد نے ہمارے پاس کئی تصویریں 'ہل' میں چھاپنے کے لئے بھیجی ہیں۔ اُن میں سے ہم ایک تصویر یہاں چھاپ رہے ہیں۔ باقی تصویریں اگلے ماہ (نمبر ا) میں چھاپیں گے۔ یہ تصویر کالاکنکر ہائی سکول کے اسکاؤٹوں کی ہے جو چرخہ بنانے کے لئے جنگل میں لکڑی کاٹ رہے ہیں]



[گرام سدھار نمائش مین پوری میں جناب ایم۔ ڈی چترویدی کپ کے جیتنے والے]



[یو۔پی سرکار کی ریڈیو اسکیم کے مطابق لکھنؤ۔ ریڈیو۔ اسٹیشن کے ۷۰ میل کے گھیرے میں چنے گئے ۵۰ مرکزوں میں ریڈیو سیٹ لگائے جائیں گے۔ یہ تصویر اُس وقت کی ہے جب مذکورہ بالا مرکزوں میں بھیجنے کے لئے ریڈیو سیٹ کونسل چیمبر لکھنؤ کے سامنے رکھے گئے تھے۔]

کام کی کتابیں



اُردو

بیسویں صدی (عورت نمبر) لاہور کے مشہور رسالہ بیسویں صدی نے اپنا سالانہ نمبر عورت نمبر کے نام سے شائع کیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسالہ بیسویں صدی اُردو کی بہترین خدمت کر رہا ہے۔ اس کے اوراق مشہور اور کہنہ مشق لکھنے والوں کے علاوہ نئے لکھنے والوں کیلئے بھی کھلے رہتے ہیں جس سے اگلی حوصلہ افزائی ہوتی رہتی ہے لیکن مضامین پھر بھی معیاری ہوتے ہیں۔ عورت نمبر میں تقریباً سبھی مضامین نظم و نثر عورتوں سے متعلق ہیں اور انکی ترتیب و تدوین میں واقعی بڑی محنت سے کام لیا گیا ہے۔ اس نمبر کی ضخامت ڈیڑھ سو صفحات سے زیادہ ہے سرورق رنگین ہے اور اندر کئی دیدہ زیب تصاویر ہیں۔ سالانہ قیمت دو روپیہ ہے۔ ملنے کا پتہ :۔ شاہ عالمی دروازہ لاہور ہے۔

ہندی

سدھار سنگیت۔ مرتبہ شری دیوی سہائے شری واستو نیم۔ اے ایل۔ ایل۔ بی پبلشر:۔ شری رام پرساد سنہا۔ پٹکاپور کانپور۔ ضخامت ۳۲ صفحات اور قیمت ۲ آنہ

یہ قومی نظموں کا مجموعہ ہے۔ کچھ نظمیں ایسی ہیں جو موجودہ گرام سدھار تحریک سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس کتاب کی بہت سی نظمیں پرچار اور سدھار کے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ یہ نظمیں واقعی کام کی ہیں۔ اس کتاب سے دیہاتی عوام کا بہت فائدہ ہو سکتا ہے۔ کتاب کی طباعت بھی اچھی ہے۔

کملا (ماہوار رسالہ) اڈیٹر بابو راؤ وشنو پراڑکر پبلشر بھارگو بک ڈپو۔ گائے گھاٹ، بنارس۔ قیمت سالانہ پانچ روپیہ

یہ رسالہ گذشتہ اپریل سے شائع ہونے لگا ہے۔ اس کا پہلا نمبر ہمارے پیش نظر ہے۔ اسمیں نظموں، کہانیوں اور عورتوں سے متعلق مضامین کا اچھا انتخاب ہوا ہے۔ اس میں صرف معاشرتی مضامین ہی کو جگہ نہیں دی گئی ہے بلکہ سیاسی و دیگر موضوعات کے مضامین کی بھی کثرت ہے۔ مضامین کے انتخاب میں قابلیت سے کام لیا گیا ہے۔ ایسا اچھا رسالہ نکالنے کے لئے ہم اڈیٹر و پبلشر دونوں کو مبارکباد دیتے ہیں ہمیں اُمید ہے کہ جلد ہی یہ رسالہ زنانہ رسائل میں اچھی جگہ حاصل کرے گا۔ چھپائی صفائی بھی اچھی ہے۔

ادھیکار (ماہوار) منیجر و اڈیٹر شری رام پرشاد جائسوال ۱۰۵ کرنیل گنج الہ آباد سالانہ چندہ دو روپیہ۔

یہ رسالہ گذشتہ اپریل سے شائع ہونے لگا ہے۔ یہ ہندوستان کے حقوق سے محروم خصوصاً پست اقوام کا رسالہ ہے۔ اچھوت بھائیوں میں سیاسی مذہبی اور سماجی بیداری پیدا کرنے اور اُنھیں منظم کرنے کے لئے ہی یہ رسالہ نکالا گیا ہے۔ اس میں ایسے مضامین دیئے گئے ہیں جو اچھوتوں کے ہیں۔ معاشرتی رسالہ ہوتے ہوئے بھی اسکا نقطۂ نظر قومی ہے۔ ہم ایسے رسالہ کا خیر مقدم کرتے ہیں اور اس کی کامیابی کے متمنی ہیں۔ اس رسالے کی بھی چھپائی اچھی ہے۔



نیا طریقہ

ضلع چمپارن (بہار) کے قصبہ بندرابن میں ہونے والے گاندھی سیوا سنگھ کے پانچویں سالانہ اجلاس میں گاندھی جی نے جو تقریر کی اس میں سے راجکوٹ سے تعلق رکھنے والا حصہ ہم یہاں درج کر رہے ہیں :-

راجکوٹ سے چلتے وقت میں نے جو بیان دیا تھا اس میں کی دو ایک باتوں کا میں اس تقریر میں ذکر کرونگا۔ کشور لال نے اہنسا کے خاص معنی کا تفصیل کے ساتھ جو ذکر کیا ہے وہ ٹھیک ہی ہے یعنی ہماری اہنسا سے ہمارے ساتھ ہمارے مخالف کا رُخ سخت ہونیکے بجائے نرم ہونا چاہئے۔ اس سے اُنکا دل پگھلنا چاہئے اور اسکے اندر ہمارے لئے ہمدردی کا جذبہ بیدار ہونا چاہئے۔ تشدد کا کام جو کچھ اس کے سامنے آئے سب کو مٹانا ہے تو عدم تشدد کا کام تشدد کے مُنہ میں خود بخود چلے جانا ہے۔ عدم تشدد کے ماحول میں کسی کو اپنے عدم تشدد کے امتحان کا موقع نہیں ملتا۔ اُسے تو اُسی وقت کسوٹی پر کسا جا سکتا ہے جبکہ تشدد سے مقابلہ ہو۔

مَیں یہ سب جانتا ہوں اور اس پر عمل کرنے کی برابر کوشش کرتا رہا ہوں لیکن مَیں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس میں مجھے کامیابی ہوئی ہے کیونکہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ مَیں اپنے مخالفوں کے دل پگھلانے میں ہمیشہ کامیاب رہا ہوں۔ راجکوٹ نے میرے دل میں اس بات کی بڑی تیزی سے یہ احساس کرا دیا ہے۔ میں اپنے دل میں سوچ رہا تھا کہ دربار ویراوالا کا دل بدلنے میں ہم اب تک کیوں ناکام رہے ہیں۔ اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ عدم تشدد کی صورت میں ہم نے اُنکے ساتھ برتاؤ نہیں کیا۔ ہم نے انھیں بُرا بھلا کہا ہے اور ستیاگرہی کیا کہتے ہیں اسکا مَیں نے زیادہ خیال نہیں رکھا۔ میں نے اپنی زبان پر ضرور قابو رکھا مگر دوسروں کی زبان پر ویسا قابو نہیں رکھا۔

ریذیڈنٹ گبسن سے گفتگو کرتے ہوئے جب میں نے یہ کہا کہ کمیٹی بنانے کا کام ٹھاکر صاحب پر ہی چھوڑ دیا جائے جیسے خود مسٹر گبسن نے بھی بڑی جرات کی بات بتائی۔ اس وقت اندھیرے میں اُجالے کی طرح یہ بات میرے ذہن میں آئی تب ہی مجھے یہ بات سوجھی جسے میں نے نیا طریقہ کہا ہے۔ یہ بات خطرے سے خالی نہیں ہے۔ یہ اسی سے ظاہر ہے کہ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے اس سب کو مجھے روک دینا پڑا۔ راجکوٹ کی لڑائی میں اپنے فاقے کے وقت مجھے شاہی نمائندہ کی دست اندازی کا سہارا لینا پڑا اور اسکے بعد سے راجکوٹ کے نمائندے ریذیڈنٹ سے میں مدد مانگ رہا ہوں جب میں نے وہ جرات کی بات کہی تو مجھے تعجب ہے کہ کیوں میں حکومت بالا دست کو بھول کر صرف ریاست ہی پر ساری توجہ صرف کرنیکا خیال نہیں کر رہا تھا لیکن شاید ایسی جرأت کا حوصلہ نہیں تھا۔ ابھی بھی میں یہ فیصلہ نہیں کر سکا ہوں کہ راجکوٹ کے معاملے میں مجھے حکومت بالا دست کے پاس نہیں جانا چاہیے گو ایرا وارڈ کو بھاڑ ڈالنے کی لوگوں کی رائے دینی چاہئے اور از سر نو سارا معاملہ ریاست کے ساتھ ہی شروع کرنا چاہئے۔ اس حالت میں میرا سیتہ گرہ صرف ریاست کے ساتھ ہوگا اور راجکوٹ کے حکام کا دِل بدلنے کیلئے مجھے اپنی جان کی بھی بازی لگا دینی ہوگی۔ تب اُس عجیب عمل گاہ یعنی راجکوٹ پر ہی میرے سارے عمل محدود ہونگے۔ میری مایوسی کی تہ میں اگر میری اہنسا کا کوئی اثر ہو تو عدم تشدد کے نظریے سے وہ یقیناً مکمل ہونگے۔

آنریبل بابو سمپورنانند وزیر تعلیم کی کالپی میں تقریر

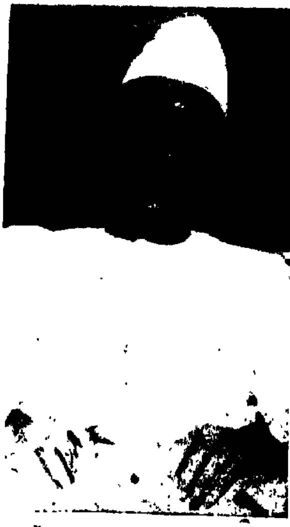
شری جگناتھ پرشاد گپت جنرل سکریٹری، ہندی بھون، لکھتے ہیں۔

گذشتہ ۱۹ اپریل کو صوبہ متحدہ کے وزیر تعلیم آنریبل بابو سمپورنانند جی نے ہندی بھون، سنگ بنیاد رکھتے ہوئے اپنی تقریر میں فرمایا۔

"میں شری ہندی ودیا رتھی طبقے سے کئی سال سے واقف ہوں۔ مجھ پر اس انجمن کے ممبروں کی خاص مہربانی رہا کرتی ہے اسکے ممبر جب چاہتے ہیں مجھے پکڑ بلاتے ہیں میں اس انجمن کی کمی فقط نفرت سے قدر کرتا ہوں۔ اس انجمن کی سب سے بڑی خوبی تو یہ ہے کہ اسکے ممبر مختلف خیال کے گاندھی جی کے پیرو اور سوشلسٹ وغیرہ ہوتے ہوئے بھی انجمن کا کام اتفاق رائے سے کرتے ہیں۔ اسوقت گرام سدھار اور حقوق وغیرہ کی باتیں ہو رہی ہیں لیکن پڑھے لکھے لوگوں کے لئے یہ سب باتیں کسی کام کی نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ ایک چھوٹا سا مرکز ہے لیکن پھر بھی یہ انجمن کے ملک کیلئے ایک بہت بڑی مثال ہے۔ اسکے باعث کئی مقامات کو اس قسم کی خواہش ہو رہی ہے کہ ان مقاموں پر بھی اس قسم کی انجمن قائم ہو میں تو ہمیشہ سے اس کی ترقی کا خواہاں ہوں اور چاہتا ہوں کہ برابر ترقی ہوتی رہے

اسوقت صوبہ کا محکمۂ تعلیم جہالت کو مٹانے میں کوشاں ہے مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ یہ انجمن بھی جہالت دور کرنے میں محکمۂ تعلیم کا ساتھ دے رہی ہے ساتھ ہی ساتھ اسکی طرف سے دیہاتوں میں گشتی کتب خانے بھی کام کر رہے ہیں۔ اسکے علاوہ موقع بموقع اچھے اچھے لیکچروں کا اہتمام کرکے یہ انجمن اور بھی اہم کام انجام دے رہی ہے۔ ان سب کاموں کو دیکھکر مجھے بھروسہ ہے کہ یہ جو بھی کام کرے گی اسے آگے بڑھائیگی۔

انجمن کی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کا مطلب اینٹ پتھر کی عمارت سے نہیں، اسکا مطلب تو بلند خیالات کے قائم کرنے کا مرکز اشاعت تعلیم برادرانہ محبت، پریم اور خدمت وطن کیلئے قربانی کا جذبہ ہے جیسا کہ ملک کے معزز حضرات



آنریبل مسٹر سمپورنانند

کی دعاؤں اور پیغاموں سے ظاہر ہوتا ہے اس جگہ کو بھگوان دید ویاس کا نگر کہتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ:

انھوں پرانوں میں مہاتما ویاس نے مطلب کے صرف دو لفظ لکھے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں کہ دوسروں کی بھلائی کرنا ہی سب سے بڑا ثواب ہے اور دوسروں کو ستانا سب سے بڑا گناہ۔

ہمارا ملک غریب، دکھی، مظلوم اور ستایا ہوا ہے اس کے عروج کیلئے دوسروں کے ساتھ بھلائی کرنا اور رنج و الم کو مٹانا ہے امید ہے کہ یہ جماعت ناخواندگی مٹانے، ملک کو غریبی سے آزاد کرنیکا جذبہ بیدار رکھتے ہوئے کام کرے گی یہ ملک ناخواندگی مٹانے کا وسیع میدان ہے۔

اس موقع پر آنریبل وزیر تعلیم کو ضلع ہریجن سیوک سنگھ اور مقامی ہائی اسکول نے ایڈریس دئے جسکا آپ نے حوصلہ افزا جواب دیا انجمن کی عمارت میں شری رام سروپ گپت۔ ایم۔ ایل۔ اے دیوان شترو ہن سنگھ ایم۔ ایل۔ اے برج بہاری جی مہروترا، پربھو نانند جی ورما اور ضلع کے تقریباً سبھی حکام جمع تھے۔

ضلع مین پوری کی گرام سدھار نمائش اور دیہاتی موسیقی کانفرنس

شری گر پرشاد گپت، ضلع گرام سدھار انسپکٹر مین پوری لکھتے ہیں

اس سال ضلع مین پوری کی گرام سدھار نمائش ۱۲ مارچ سے ۱۸ مارچ تک ہوئی۔ شری دیوی جی کا میلا بھی اسی موقع پر ہوا۔ اس نمائش کو دیکھنے کے لئے گاؤں والے بڑی تعداد میں آئے تھے۔ اس نمائش میں گرام سدھار کا پروپیگنڈہ پورے زور شور کے ساتھ ہوا۔ یہ پہلا ہی موقع تھا جب کہ نئے اور پرانے آرگنائزروں نے ایک ساتھ کام کیا۔ نمائش کو پوری طرح کامیاب بنانے کے لئے گرام سدھار کا کام دس شعبوں میں تقسیم کر دیا گیا اور ہر ایک شعبہ ایک ایک آرگنائزر کو سونپ دیا گیا۔ روزانہ صبح کا گشت صنعت و حرفت دستکاری اور زراعت کی نمائش کے علاوہ شہد کی مکھی کے پالنے چمڑے کا کام اور چرخا و بنائی کے مظاہرے بھی ہوئے۔ اسکے علاوہ کھیل کود، کبڈی، رسہ کشی، موسیقی اور تکلی و چرخا کاتنے کے مقابلے بڑی دھوم دھام سے ہوئے جن میں ہزاروں کی تعداد میں دیہاتی عوام نے بڑی دلچسپی کے ساتھ ہاتھ بٹایا۔ چرخے کے مقابلے میں بہت سی دیہاتی خواتین نے بھی حصہ لیا انھیں کئی انعام بھی دئے گئے گرگرام سیوکوں کی تقریریں بھی ہوئیں جنکے ذریعہ حاضرین کو گرام سدھار کی اسکیم، کانگریسی حکومت کے مقاصد اور مہاتما گاندھی کے پیغام پوری طور پر سمجھائے گئے۔ ان سبکا سدھارکے علاوہ گرام سدھار مرکز گرام سیوکوں اور سرکلوں کے پنچ، سرپنچ اور گاؤں فاوروں کی بیٹھکیں ہوئیں جن سے عوام کے اندر ایک نیا جوش پیدا ہو گیا۔ تقریباً ۱۲۵ روپئے کے انعام تقسیم کئے گئے جن جن حلقوں سے چیزیں نمائش کے لئے آئی تھیں ان سب کو انعام ملا۔ علی پور پٹی کے حلقوں کو سب سے زیادہ انعام ملے۔ اس موقع پر گرام سدھار مرکز کو ایک سلور کپ انعام میں دیا گیا۔ اس کا انعام اتفاق سے صوبہ متحدہ کے محکمہ گرام سدھار کے افسر اعلیٰ کے نام پر رکھا گیا۔ یہ ہر سال گشت کرتا رہیگا اور اس گرام سدھار حلقے کو ملا کریگا جسکے گوئیے سب سے اچھے ہوں گے۔ سالانہ دیہاتی موسیقی کانفرنس میں ہر قسم کے گانوں کی اجازت ہوگی۔

اس سال گرام سدھار کا سالانہ دیہاتی موسیقی کانفرنس کا اجلاس شری جیوالال دویدی ایم۔ ایل۔ اے کی صدارت میں بڑے اہتمام کے ساتھ منعقد ہوا جس میں تقریباً ۵۰ گویوں نے حصہ لیا۔ کئی بھجن منڈلیاں کانفرنس میں شامل ہوئیں جن میں سے ارم سرائے سرکل منڈلی کو پہلا اور علی پور پٹی کو دوسرا انعام ملا۔ ارم سرائے کی منڈلی کو ہی اس سال شری ایم۔ ڈی۔ چترویدی کپ دیا گیا گویوں کو گرام سدھار مرکز کی طرف سے انعام بھی دئے گئے۔ دیہاتی عوام کے علاوہ ضلع کے اور بھی بڑے لوگوں نے اس کانفرنس میں جوش کے ساتھ حصہ لیا۔ اس کام میں سرکاری و غیر سرکاری لوگوں نے ہاتھ بٹائے جن میں ڈاکٹر ایس ایس نرو آئی سی۔ ایس، کلکٹر مین پوری۔ مسٹر علی الدین ڈپٹی کلکٹر و سکریٹری گرام سدھار کمیٹی اور مسٹر ایچ ایچ بھارگو کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔ گرام سدھار کمیٹی کے چیرمین شری رتی لال پانڈے نے اس نمائش کو کامیاب بنانیکے لئے بڑی کوشش کی جسکے باعث نمائش کو پوری کامیابی حاصل ہو سکی۔ چودھری ملکی رام ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ آگرہ نے بھی تشریف لاکر نمائش کی خاص طور سے اعانت فرمائی۔

صوبۂ متوسط میں پنچایت کے ممبروں کی تعلیم

شری پیارے گپت منیجر بلاس پور سنٹرل کو آپریٹو بینک لکھتے ہیں

گرام سدھار کے لئے ۱۹۳۵ء میں ایک کروڑ کی جو رقم حکومت ہند نے صوبائی حکومتوں کو تقسیم کی تھی اس کا کچھ حصہ حکومت صوبۂ متوسط نے امداد باہمی جماعتوں کے ممبروں کو امداد باہمی کے اصول اور جماعت کا حساب کتاب لکھنے کی تعلیم دینے کا نیک ارادہ ہی نہیں کیا بلکہ وہ گذشتہ ۳ سال سے اس رقم میں سے خرچ بھی کر رہی ہے۔ ایسی اچھی اسکیم کو اور بھی کامیاب بنانے کے لئے چھتیس گڈھ سرکاری مرکز نے ایک نئی اسکیم بنائی ہے چنانچہ مرکز کے گروپ افسر ان مرکزوں میں جہاں سہولیت حاصل ہوگی پنچایت کے ممبروں کے لئے تعلیم کا انتظام جاری کریں گے۔

آرگنائزروں سے اپیل

جناب سورج پرشاد ترویدی جنرل سکریٹری ممالک متحدہ گرام سیوک سنگھ سواسی ضلع اناؤ لکھتے ہیں :۔

ممالک متحدہ میں گرام سیوک سنگھ پچھلے کئی ماہ سے آرگنائزروں کی مناسب نمائندگی کر رہا ہے۔ لیکن کچھ ضلع گرام سیوک سنگھ کے سکریٹری سیدھے گرام سدھار افیسر سے خط وکتابت کرتے ہیں جس سے ہماری طاقت یکجا ہونے کے بجائے بکھری ہوئی معلوم پڑتی ہے۔ آرگنائزروں کی ضمانت کے بارے میں گرام سدھار افیسر سے خط وکتابت ہو رہی ہے اور اس میں الگ الگ ضمانت ایک لمبی رقم میں جمع کرنے کی بجائے دو دو روپیہ فی آرگنائزر جمع کرکے یکجائی ضمانت جمع کر دینا زیادہ آسان معلوم پڑتا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ جب ہی طے ہو سکتا ہے جب تمام صوبہ کے آرگنائزروں کی آواز صرف صوبائی سنگھ کے ذریعہ ہی پہونچائی جائے۔

اس لئے سبھی ضلع گرام سیوک سنگھ کے سکریٹریوں سے استدعا ہے کہ آپ لوگ صوبائی سنگھ معرفت بات چیت کریں اور ان سبھی اطلاع دے۔ آرگنائزروں کو چاہئے کہ وہ اپنے یہاں جلد از جلد ضلع گرام سیوک سنگھ قایم کرلیں تاکہ ہم اپنی مناسب مانگوں کے لئے سرکار سے استدعا کر سکیں۔

انسانی سماج یا حیوانوں کا جھنڈ

"ویک" میں ٹالسٹائے کا ایک مضمون اختصار کے ساتھ یوں شایع ہوا ہے

مجھے تو تمام انسانی سماج جانوروں کے اُس جھنڈ کی طرح نظر آتا ہے جس میں بیل گائے اور بچھڑے سبھی ہیں اور جو مضبوط لوہے کے تاروں سے گھرے ہوئے باڑے کے اندر بند ہیں۔ باڑے کے باہر ہری ہری گھاس کی چراگاہیں اور بہت سی کھانے کی چیزیں موجود ہیں۔ لیکن اس باڑے کے اندر اُن جانوروں کے کھانے کو کافی گھاس نہیں ہے۔ لیکن جو کچھ بھی ہے اس کو حاصل کرنے کے لئے وہ جانور اپنے نوکدار اور تیز سینگوں سے ایک دوسرے کو بڑی بیرحمی سے مار رہے ہیں اور اپنے پاؤں تلے کچل رہے ہیں۔ ان کے مالک نے جو ایک سمجھدار اور عقلمند شخص تھا ان کی ان احمقانہ حرکتوں کو دیکھکر بڑے غور وخوض کے بعد اُن کے لئے کھلے اور ہوادار باڑے بنوائے جنھیں جانوروں کو رات گذارنا آسان ہو جائے۔ اس نے اُنکے سینگ کٹوا دیئے تاکہ وہ اپنی جان بچانے کی کوشش میں ایک دوسرے کو بیرحمی سے زخمی نہ کرسکیں۔ اس نے باڑے کا ایک حصہ بوڑھے کا جانوروں کے لئے علیحدہ کر دیا۔ تاکہ انھیں اپنی زندگی کے آخری دنوں میں زیادہ محنت نہ کرنی پڑے اور زندہ رہنے کے لئے کافی گھاس حاصل کر سکیں۔ اِدھر بچھڑوں کو جو دوسرے جانوروں سے ستائے جا رہے تھے اور بھوک کے باعث بڑے ہوکر بھی کام دینے کے قابل نہ ہو سکتے تھے روزانہ تھوڑا دودھ دیا جانے لگا جس سے کہ وہ زندہ رہ سکیں۔ جانوروں کے مالک نے ان کی حالت سدھارنے میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ لیکن جب میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے اُن کے لئے اتنی تکلیف کیوں اُٹھا رہے ہیں ؟ آپ اس جنگلے کو ہٹا کر ان جانوروں کو باہر جانے دیجئے تاکہ یہ اپنی خواہش کے مطابق کھا چر سکیں اور اِدھر اُدھر گھوم سکیں تو مالک نے سنجیدگی سے جواب دیا اگر میں ایسا کروں تو میں ہرگز ان کا دودھ نہیں پی سکتا۔"



ایک مفید سُدھار

شری ایم۔ ی۔ چترویدی افیسر صاحب گرام سُدھار نے گزشتہ مارچ میں صوبے کے مختلف اضلاع کے گرام سُدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹری کے نام اس مطلب کی ایک گشتی چٹھی جاری کی تھی ہر ایک ضلع کے گرام سدھار مرکزوں کی کافی تعداد میں کافی کمی کیجائے اور اس کمی کے باعث جو کچھ بچت ہو اس کا استعمال طریقۂ کار کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے میں کیا جائے یہ کمی کس طرح ہوسکتی ہے اسکے لئے بھی اس چٹھی میں ایک مفید تدبیر بتائی گئی تھی کہ جو مرکز ایسے مقاموں میں ہوں جہاں کے باشندے سرکار کی اس تجویز میں پوری طور سے مدد نہ دیسکیں ان مرکزوں کو توڑ دینا چاہئے۔

خوشی کی بات ہے کہ چترویدی جی کی اس تجویز سے کئی ضلعوں کی ایسوسی ایشنوں نے کافی فائدہ اُٹھایا ہے۔ گذشتہ ۶ مئی کو چترویدی جی نے ایک دوسری گشتی چٹھی ہر ایک ضلع گرام سُدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری کے نام جاری کی۔ اس میں آپ نے مرکزوں کی تعداد گھٹانے پر زور دیا ہے آپکی تجویز کے مطابق کبھی کبھی ایسوسی ایشن نے تو اپنے مرکزوں میں ایک تہائی کی کمی کردی ہے اور اُس سے جو بچت ہوئی ہے اُسے وہ اپنے محدود حلقوں کی ترقی کے کاموں میں صرف کر رہے ہیں اسکا نتیجہ یہ ہو رہا ہے کہ ان سُدھارے ہوئے دیہاتوں کی ترقی دیکھکر دیہات والے بھی گرام سُدھار افسروں سے درخواست کر رہے ہیں کہ ہمارا گاؤں بھی گرام سدھار حلقے میں شامل کرلیا جائے۔ ایسے لوگ اپنے گاؤوں کو گرام سدھار حلقے میں شامل کرنے کیلئے اُنھیں صاف رکھتے ہیں کھاد کے گڑھے کھودتے ہیں پنچایت گھر بنانیکے لئے چندہ اکٹھا کرتے ہیں اور اس قسم کے دیگر مفید کام کرتے ہیں۔

مرکزوں میں کمی ہوجانے پر وہاں کے آرگنائزر کچھ تو دوسرے مقامات پر بھیجے جاسکتے ہیں اور کچھ سپروائزر کی شکل میں کہیں مقرر کئے جاسکتے ہیں۔ فرض کیجئے کہ کسی ضلع میں گرام سُدھار کے ۲۷ مرکز ہیں اُن میں سے ایک تہائی یعنی ۹ مرکز توڑ دئے گئے باقی ۱۸ مرکزوں کے کارکن یوں ہونگے۔

(ا) آرگنائزر — ۱۸

(ب) ۲ سپروائزر نو نو مرکزوں کے ایک ایک حلقے کیلئے — ۲

(ج) ایک سپروائزر انسپکٹر کے معاون کی صورت میں جو صدر دفتر سے تعلق رکھیگا اور دفتر کے قریب کے ۳ چار مرکزوں کی نگہداشت بھی کریگا — ۱

(د) ایک آرگنائزر اسکاؤٹنگ کی ٹریننگ کیلئے جو ٹرینڈ ہوکر دیہاتوں میں اسکاؤٹنگ کی ٹریننگ دے۔ — ۱

کل آرگنائزر۔ — ۲۲

اس طرح صرف ۱۸ مرکز رہجاتے ہیں ۲۲ آرگنائزر کام میں لگے رہجائینگے۔ ان میں سے جو سپروائزر کی جگہ پر مقرر ہونگے وہ اور جلدی جلدی معائنہ کرسکینگے۔ ساتھ ہی وہ صدر دفتر سے بھی تعلق رکھینگے۔ اس سے یہ فائدہ ہوگا کہ بھی آرگنائزروں کو دوڑ دوڑ کر صدر دفتر نہ جانا پڑیگا سپروائزر خود جاکر وہاں کا حساب کتاب سمجھا آیا کرینگے اور اپنے حلقے کے سب آرگنائزروں کی تنخواہ بھی لے آیا کرینگے جن آرگنائزروں کو جگہ نہ مل سکیگی اُنکا تقرر حسب ضرورت پھر کیا جا سکیگا۔

گرام سدھار کے کاموں میں عمدگی پیدا کرنے کے لئے یہ طریقہ بلاشبہ بہت عمدہ ہے اور اُمید ہے کہ اس سے صوبے کے سبھی ضلع ایسوسی ایشن فائدہ اُٹھائیں گے۔

آرگنائزروں کی ٹریننگ

جناب ایم۔ ڈی چترویدی۔ آئی۔ ایف۔ ایس آفیسر صاحب محکمہ گرام سدھار نے گرمی کی وجہ سے گرام سدھار آرگنائزروں کی ٹریننگ بند کر دینے کا حکم جاری فرمایا ہے۔ آرگنائزروں کی تیسری میعاد تعلیم گذشتہ ۱۶ مئی کو ختم ہوگئی چوتھی میعاد تعلیم پہلی جولائی سے شروع ہوگی۔ اب ٹریننگ دینے کیلئے صرف تھوڑے ہی سے آرگنائزر بچے ہیں۔ اسلئے اب ۶ کی جگہ صرف تین مقامات پر یعنی میرٹھ، فیض آباد اور گورکھپور میں ٹریننگ دی جائیگی۔ کس کس ضلع کے آرگنائزر کہاں ٹریننگ میں گے اسکی فہرست ذیل میں شائع کیجاتی ہے۔ غیر ٹریننگ یافتہ آرگنائزروں کو چاہیئے کہ وہ ٹھیک وقت پر ٹریننگ لینے کیلئے سنٹر پہنچ جائیں۔ ایسے آرگنائزر ٹریننگ کیلئے نہ جائیں جنھیں تقرری کے پہلے ٹریننگ دی جاچکی ہے۔ حکومت کی طرف سے یہ طے ہوا ہے کہ اس محکمے کے ساتھ پرائیوٹ اُمیدواروں کو ٹریننگ نہ دی جائیگی اسلئے اپنے خرچ سے ٹریننگ لینے کیلئے کوئی بھی امیدوار نہ بھیجا جائے۔

میرٹھ (ٹریننگ سنٹر)

۱ - میرٹھ	۱۱ - ایٹہ
۲ - نینی تال	۱۲ - متھرا
۳ - الموڑہ	۱۳ - بدایوں
۴ - گڑھوال	۱۴ - بریلی
۵ - دہرہ دون	۱۵ - بجنور
۶ - سہارنپور	۱۶ - مراد آباد
۷ - مظفر نگر	۱۷ - علیگڈھ
۸ - بلندشہر	۱۸ - آگرہ
۹ - اٹاوہ	۱۹ - مین پوری
۱۰ - فرخ آباد	

فیض آباد (زمرد گنج ٹریننگ سینٹر)

۱ - فیض آباد	۸ - سیتاپور	۱۵ - جونپور
۲ - الہ آباد	۹ - فتح پور	۱۶ - بلیا
۳ - پرتاب گڈھ	۱۰ - پیلی بھیت	۱۷ - جالون
۴ - سلطانپور	۱۱ - کھیری	۱۸ - باندہ
۵ - رائے بریلی	۱۲ - کانپور	۱۹ - ہمیر پور
۶ - ہردوئی	۱۳ - اُناؤ	
۷ - شاہجہانپور	۱۴ - جھانسی	

گورکھپور (ٹریننگ سینٹر)

۱ - گورکھپور	۵ - مرزاپور	۹ - بارہ بنکی
۲ - بستی	۶ - بنارس	۱۰ - لکھنؤ
۳ - اعظم گڈھ	۷ - گونڈہ	
۴ - غازی پور	۸ - بہرائچ	

شہد کی مکھیاں پالنے کی تعلیم

ہم اپریل کے 'ہل' میں اس بات پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ گرام سدھار کی طرف سے جیلی کوٹ (نینی تال) میں مدھو مکھیوں کو پالنے اور شہد تیار کرنا سکھانے کے لئے ایک اسکول کھولا گیا ہے۔ ہم اس اشاعت میں اس اسکول کے پورے قواعد شائع کر رہے ہیں۔ اس اسکول کی پہلی میعاد تعلیم گذشتہ ۱۴ مئی کو ختم ہوگئی۔ اب دوسری میعاد ۲۲ مئی سے شروع ہوگی۔ یہ میعاد ۱۲ اگست کو ختم ہو جائیگی۔ امتحان میں کامیاب امیدواروں کو سند دی جائیگی۔ شری۔ ایم ڈی چترویدی آئی۔ ایف۔ ایس۔ افسر صاحب محکمہ گرام سدھار نے ہر ضلع کے گرام سدھار سنگھ کے سکریٹری کے نام ایک گشتی چٹھی بھیجی ہے۔ جس میں تحریر ہے کہ ایسے ہی امیدواروں کو موقع دیا جائے جو ٹریننگ پاکر خود شہد کی مکھیاں پالنے اور شہد تیار کرنے کا کاربار شروع کر دیا اور ایسے اُمیدواروں کی حوصلہ افزائی نہ کیجائے جو ملازمت پانے کی اُمید سے شہد کی مکھیاں پالنے کی تعلیم پانا چاہتے ہیں اُمیدواروں کا خواندہ ہونا ضروری ہے مگر میٹرکولیشن یا اسی قسم کی ڈگری یافتہ اُمیدواروں کو ترجیح دی جائیگی پوری میعاد تعلیم کیلئے ۱۵ روپئے فیس کی شکل میں پیشگی دینے ہونگے

اسے میں قیام گاہ کا کرایہ بھی شامل ہے کھانیکا انتظام اُمیدوارو کو خود کرنا ہوگا۔ جیلی کوٹ میں زیادہ اُمیدواروں کے قیام کا انتظام نہ ہونے سے اس بار صرف تیس اُمیدوار داخل کئے جاینگے جنھیں کھانے اور دیگر ضروریات کیلئے ایک ماہ میں کم از کم ۱۰ روپے خرچ کرنے کے لئے تیار رہنا ہوگا۔

جیلی کوٹ میں پرائیوٹ طالب علموں کی فہرست حسب ذیل ہے۔

الموڑہ	۲
گڑھوال	۲
نینی تال	۲
دہرہ دون	۱
سہارنپور	۱
ہردوئی	۱
بجنور	۱
گھورکھپور	۱
ترائی اور بھابھر اسٹیٹ	۲
شیرکوٹ کی رانی دھام پور	۱
جیلی کوٹ کو براہ راست درخواست کرنے والے	۱۱
میزان	۲۵

پرائیوٹ طالب علموں کے علاوہ مندرجہ ذیل اضلاع کے ایک ایک آرگنائزر بھی بھرتی کئے جائینگے۔ ان آرگنائزروں کو فیس نہ دینی ہوگی مگر جیلی کوٹ کی آمد و رفت کا خرچ انھیں برداشت کرنا ہوگا۔ وہ زمانۂ تعلیم میں مقرر کیا ہوا سفر خرچ لے سکیں گے۔

الموڑہ	۱
گڑھوال	۱
نینی تال	۱
دہرہ دون	۱
بجنور	۱
میزان	۵

اس سلسلے میں جو لوگ خط کتابت کرنا چاہیں وہ براہ راست ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایری کلچرل ڈیپارٹمنٹ، پوسٹ آفس جیلی کوٹ ضلع نینی تال سے خط کتابت کریں۔

آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو کا ضلع سہارنپور میں دورہ

سہارنپور سے پنڈت بیتے دیو ویدالنکار چیرمین گرام سدھار تحریر فرماتے ہیں۔

آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو منسٹر آف ڈیولپمنٹ نے ضلع سہارنپور میں ۸ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء سے ۱۰ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء تک دورہ فرمایا۔



گنگال مرکز کے ایک جلسہ میں ڈاکٹر کاٹجو

۸ اپریل کو آپ ہردوار تشریف لائے اور وہیں قیام پذیر رہے اور گروکل کے سالانہ جلسہ میں شرکت فرمائی۔ آپ ۹ اپریل سنہ ۱۹۳۶ء کو صبح ۸ بجے بہادر آباد کیلئے روانہ ہوئے آپکے ساتھ ساتھ مسٹر جے جونسٹن صاحب کلکٹر۔ چودھری ہرپال سنگھ صاحب ایس۔ ڈی اور رڑکی ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ صاحب گرام سدھار۔ چودھری نریندر سنگھ صاحب سکریٹری اور انسپکٹر گرام سدھار۔



ڈاکٹر کاٹجو کے دورے کے موقع پر رڈیا مرکز پر ایک جلسہ

بھی تھے۔ بہادر آباد میں کافی دیر گشت کرکے اور تقریریں کرکے آپ منڈاؤلی تشریف لے گئے اور وہاں کھدر بُنائی کے کام کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ اس کے بعد آپ گنگالی سینٹر کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں کی پنچایت وغیرہ کا کام دیکھا پھر وہاں آپ کی تقریر ہوئی اور صاحب موصوف سہارنپور دوپہر کا کھانا وغیرہ تناول فرمانے کے لئے قریب ۱۲ ½ بجے تشریف لائے۔

قریب ایک گھنٹہ آرام فرمانے کے بعد آپ سادھولی سینٹر کیجے تشریف لے گئے جہاں آپ کا سڑک پر ایک بینڈ نے استقبال کیا یہ جگہ سڑک سے کچھ ہٹی ہوئی تھی اور تمام لوگ معہ آنجناب وزیر صاحب کے پیدل گاؤں تک پہنچے۔ آپ نے وہاں اپنی تقریر میں منجملہ اور باتوں کے



بہادر آباد مرکز میں ڈاکٹر کاٹجو صاحب لکچر دے رہے ہیں۔



ردیوا مرکز میں جناب وزیر اعظم صاحب



منڈاؤلی مرکز میں ڈاکٹر کاٹجو کھادی کی بُنائی دیکھ رہے ہیں۔



ڈاکٹر کاٹجو، ردیوا مرکز میں پنچایت گھر کی بُنیاد رکھ رہے ہیں۔

یہ بھی کہا کہ مجھے ایسے گاؤں کو دیکھ کر خوشی ہوئی جہاں مجھے پیدل بھی چلنا پڑا کیونکہ لوگ عموماً سڑک کے قرب وجوار کا ہی سدھار کر رہے ہیں آپ شام کو سہارنپور تشریف لائے اور پھر ۱۰ اپریل ۱۹۳۹ء کو علی الصباح پٹنی کے لئے روانہ ہوگئے۔ سینٹر پٹنی میں گو صبح کا وقت تھا مگر کثیر لوگ استقبال کے لئے کھڑے تھے۔ آپ نے وہاں گشت فرمایا اور تقریر کی۔ پھر آپ ٹولی تشریف لے گئے۔ کچھ دیر ٹولی ٹھیر کر آپ زدیوہ کے لئے روانہ ہوئے اور وہاں دیویوں کے ایک گروہ نے آپ کا خیر مقدم کیا آپ نے وہاں کھادی اسکیم کا کام دیکھا اور گرام سدھار والنٹیر بھی دیکھے اور پھر پنچایت گھر کا سنگ بُنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا اور تقریر فرمائی۔ آپ دوپہر کے وقت سہارنپور تشریف لے آئے اور وہاں کچھ دیر تک آرام فرما کر گھاٹ ہیڑہ کے لئے روانہ ہوگئے وہاں آپ نے ایک آشرم کی بُنیاد رکھی اور پھر بالو مزرعہ



جناب وزیر اعظم صاحب کے دورے کے وقت چٹھی مرکز کے ایک سبھا کا منظر۔

تشریف لے گئے۔ اور پھر سہارنپور گرام سدھار ایسوسی ایشن کی میٹنگ میں شامل ہونے کے لئے واپس ہوئے۔

ہر ایک سینٹر پر جو آپ نے تقریر فرمائی اس کا خلاصہ مندرجہ ذیل ہے:۔

آپ نے فرمایا کہ واقعی میں ضلع سہارنپور کا کام دیکھ کر خوش ہوں۔ مگر گاؤں والوں کو بتائے دیتا ہوں کہ گرام سدھار روپیہ سے نہیں بلکہ سنگھٹن سے ہو سکتا ہے۔ پنچایت گھر بنوائیے اور اپنی پنچائتیں خواہ وہ کسی نام سے پکاری جائیں مستحکم اور مضبوط کیجئے۔ اسی پنچایت گھر میں عمدہ سے عمدہ بیج رکھئے۔ ذخیرہ گھر بھی یہیں ہونا چاہئے۔ تفریح کے سامان بھی اسی جگہ جمع ہونے چاہئیں۔ آپ لوگوں کو اپنا انتظام خود کرنا چاہئے۔



جناب ڈاکٹر کاٹجو وزیر گرام سدھار بہادر آباد کی ایک سبھا میں۔

آپ کے گھر اندھیرے ہیں اور رہیں گے ان میں روشنی اس وقت تک داخل نہیں ہوگی جب تک کہ آپ کی لڑکیاں تعلیم یافتہ نہ ہوں۔ بالغوں کو پڑھانے کا مسئلہ پھر درپیش نہ ہوگا اور تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں کی یکجائی کی کوشش کیجئے تو بہتر ہے کیونکہ عورتیں علٰحدہ تعلیم یافتہ کم ہیں۔

مارکیٹنگ سوسائٹیاں بنائیے۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ ایک غریب کسان جب ایک روپیہ کا مال لیکر شہر میں داخل ہوتا ہے تو وہ اسے صرف ساڑھے نو آنے پڑتا ہے کیونکہ شہر میں گؤشالہ۔ رام لیلہ اور تلائی آڑھت وغیرہ کے نام سے اس سے ۶ آنہ کی رقم عدم میں منہا کر لی جاتی ہے۔ قرضہ قانون کے بارہ میں فرمایا کہ وہ بن رہا ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔



بہادر آباد مرکز کی ایک سبھا میں ڈاکٹر کاٹجو بیٹھے ہیں۔

شام کو ایسوسی ایشن کی میٹنگ تھی آپ تشریف لائے اور سب سے تعارف کیا۔ اس وقت بابو نہال سنگھ انسپکٹر گرام سدھار نے رپورٹ پڑھی جس میں دکھلایا گیا تھا کہ ہم نے اس ضلع میں ۹ ہزار روپیہ گورنمنٹ سے لیا ہے اور جس میں ۹ ½ ہزار کے قریب گاؤں والوں نے اپنے پاس سے ملا کر اس رقم کو استعمال کیا ہے۔ گاؤں والوں کی دلچسپی ان کی درخواستوں سے ظاہر ہو رہی تھی جن میں استدعا کی گئی تھی کہ ہمارا گاؤں بھی گرام سدھار میں ملا لیا جائے۔ پھر ممبروں سے تبادلہ خیالات فرما کر

آپ نے تقریر کی کہ کس طرح کام کرنا چاہئے اور آپ قیام گاہ پہ تشریف لے گئے۔

گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے چیرمینوں کی نامزدگی

حکومت یو۔پی کی طرف سے اس صوبے کے گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے چیرمینوں کے نام شائع کئے گئے ہیں یہ چیرمین اور اُن کی کمیٹیاں ایک اپریل ۱۹۳۹ء سے ۳۱ مارچ ۱۹۴۰ء تک کام کریں گی۔ چیرمینوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

نام ضلع	نام چیرمین
۱ - میرٹھ	نواب محمد اسماعیل خاں صاحب ایم۔ایل۔اے
۲ - دیرہ دون	مسٹر ایس۔سی داس (ایڈوکیٹ)۔
۳ - سہارنپور	شری پنڈت بجے دیو۔
۴ - مظفر نگر	بابو سمت پرشاد صاحب بی۔اے۔ایل ایل۔بی
۵ - بلند شہر	کرنل نواب ڈاکٹر سر محمد احمد سعید خاں کے۔سی۔ایس۔آئی؛ کے۔سی۔آئی۔ای؛ ایم۔بی۔ای؛ ایل۔ایل۔ڈی؛ ایم ایل۔اے آف چھتاری۔
۶ - آگرہ	مسٹر جسپت رائے کپور۔
۷ علی گڑھ	مسٹر متھرا پرشاد بھارگو رئیس ساسنی۔
۸ - متھرا	ڈاکٹر شری ناتھ بھارگو۔
۹ - مین پوری	پنڈت دُتی لال پانڈے۔
۱۰ - ایٹہ	مسٹر راج بہادر گورنمنٹ پلیڈر۔
۱۱ بجنور	بابو نیمی سرن صاحب سابق ایم۔ایل سی
۱۲ - بدایوں	مسٹر رگھوبیر سہائے۔
۱۳ - مرادآباد	مولوی عبدالسلام صاحب۔
۱۴ - شاہجہاں پور	مسٹر منظور احسن خاں ایم۔اے ایل ایل بی
۱۵ - پیلی بھیت	مسٹر مکند لال اگروالا۔
۱۶ - الہ آباد	مسٹر رنجیت سیتارام پنڈت ایم۔ایل اے
۱۷ - فرخ آباد	پنڈت مول چند جی ودبے۔
۱۸ - اٹاوہ	پنڈت ستیہ نراین دت (زمیندار)

نام ضلع	نام چیرمین
۱۹ - کانپور	مسٹر بشیر الدین احمد۔
۲۰ - فتح پور	بابو بنس گوپال صاحب ایم۔ایل۔اے۔
۲۱ - مرزا پور	مسٹر محمد یوسف امام۔
۲۲ - غازیپور	پنڈت شری بھاگوت مصرا۔
۲۳ - بلیا	پنڈت پرس رام چترویدی ایم۔اے۔ایل ایل۔بی۔
۲۴ - جھانسی	مسٹر آر۔وی۔دھلیکر ایم۔ایل۔اے
۲۵ - ہمیر پور	مولانا سجاد حسین صاحب (رئیس جلال پور)
۲۶ - باندہ	ٹھاکر ہرپرشاد سنگھ جی۔ایم۔ایل۔اے۔
۲۷ - گورکھپور	بابا راگھو داس۔
۲۸ - بستی	مولانا عبدالحلیم ایم۔ایل۔اے۔
۲۹ - اعظم گڑھ	شری بھودیشری پرشاد نرائن سنگھ۔
۳۰ - نینی تال	پنڈت پریم ولبھ بیل وال۔
۳۱ - الموڑہ	پنڈت ہریش چندر جوشی آف کیتھور۔
۳۲ - گڑھوال	مسٹر بھگت درشن سنگھ ایم۔اے۔
۳۳ - لکھنؤ	مسٹر گوپی ناتھ شری واستو ایم۔ایل۔اے۔
۳۴ - اُناؤ	پنڈت جگدیش پرشاد دویدی ایم۔اے۔ ایل۔ایل۔بی۔
۳۵ - رائے بریلی	پنڈت لکشمی شنکر باجپئی
۳۶ - سیتاپور	مسٹر جگن پرشاد اگروالا۔
۳۷ - ہردوئی	چودھری سطوت علی صاحب بی۔کام۔
۳۸ - کھیری	مسٹر رام چندر گپتا۔
۳۹ - فیض آباد	مسٹر دھریندر موزمدار۔
۴۰ - گونڈہ	پنڈت کملا پرشاد شُکلا۔
۴۱ - بہرائچ	سردار جوگیندر سنگھ۔ایم۔ایل۔اے (مرکزی)
۴۲ - سلطانپور	حافظ سلیم اللہ صاحب۔
۴۳ - پرتاب گڈھ	مسٹر محمد عمر۔
۴۴ - بارابنکی	راجہ شری پرتاب بہادر سنگھ آف ہرہا۔

اضلاع بریلی، بنارس، جونپور اور جالون کے گرام سدھار ایسوسی ایشنوں

کے نام جلد ہی شائع ہونگے جب تک گرام سدھار ایسوسی ایشن پورے نہیں بن جانے تب تک موجودہ گرام سدھار ایسوسی ایشن اور انکی کیٹیاں ۳۰ اپریل ۱۹۳۶ء تک کام کریں گی۔

بلکہ کی اعلیٰ درجے کی چرخیاں

حکومت صوبہ متحدہ نے صوبے کے مختلف اضلاع میں تقاوی کی صورت میں بہترین قسم کی چرخیاں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا ہے ان چرخیوں کی قیمت دس قسطوں میں وصول کیجائیگی ہر ایک قسط ہر ۶ ماہ بعد ادا کرنی ہوگی وہ قسطیں اس طرح ہونگی۔

(ا) ناہن زیادہ سے زیادہ ۱۸ روپیہ فی قسط

(ب) کرنوسکر ,, ,, ۹ ,, ,,

یہ اعلیٰ درجے کی چرخیاں بڑے کام کی ہیں اور انکے خریدنے میں جو کچھ خرچ ہوگا وہ سب دو سال میں وصول ہو جائے گا۔ بات یہ ہے کہ انکے ذریعے پیرنے پر ایکھ سے عام چرخیوں کی بہ نسبت کہیں زیادہ رس نکل سکے گا۔ حکومت نے ان چرخیوں کی مرمت کا بھی اپنے ہی خرچ سے انتظام کر دیا ہے تاکہ یہ ہمیشہ اچھی حالت میں رہ سکیں۔

جن مقامات پر محکمۂ زراعت کی جانب سے بیج گودام کھلے ہوئے ہیں اُن مقامات میں آرڈر لینے اور اس سلسلے کے فارموں پر دستخط کرانے کا کام ایگریکلچر سپروائزر پر ہوگا۔ لیکن جہاں بیج گودام نہیں ہیں وہاں یہ ذمہ داری گرام سدھار آرگنائزروں پر ہوگی۔ یہ اعلیٰ درجے کی چرخیاں فرد اور جماعت دونوں ہی کو دینے کی کوشش کیجائیگی۔ مگر زندگی سدھار جماعتوں کا پہلے خیال کیا جائیگا، ور پنچایت کی مجموعی ذمہ داری پر دیجائینگی۔ اگریکلچرل سپروائزروں اور گرام سدھار آرگنائزروں کا کام ہے وہ اس سلسلے کے فارم بھرا کر تقاوی کی درخواست کے ساتھ جمع کریں اور کسی شخص کو ضمانت دار بھی مقرر کر لیں۔ ضمانت کے معاملے میں پہچان کے لئے پٹواری کی درخواست ضروری ہے۔

ضلع کے مختلف مقامات سے آرڈر اور باقاعدہ بھرے ہوئے فارم جب وہاں کے گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس آجائیں تو اُن کا فرض ہے کہ وہ اپنے کل مطالبات کی اطلاع ڈسٹرکٹ ڈیولپمنٹ آفیسر نواب گنج اکانپور کے پاس بھیج دیں۔ گرام سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اُن سب فارموں اور آرڈروں وغیرہ کو ۳۱ جولائی تک اپنے آفس میں منگوالے۔ ورنہ ضلع اس بہت ہی قیمتی رعایت سے محروم رہجائیگا اس سے جانچ کرنے میں بھی آسانی ہوگی اور چرخیاں ایسی جگہ تقسیم کی جاسکیں گی جہاں اُن سے زیادہ لوگ فائدہ اُٹھا سکیں گے۔

اس موضوع سے تعلق رکھنے والے ہر ایک معاملے میں مشورہ لینے کے لئے گرڈ ڈیولپمنٹ آفیسر سے براہ راست خط کتابت کرنی چاہئے کس ضلع میں کتنی اعلیٰ درجے کی چرخیاں تقاوی پر دینے کا بندوبست کیا گیا ہے اس کی تشریح درج ذیل ہے۔

نام ضلع	چرخیوں کی تعداد
۱- گورکھپور	۱۰۰
۲- بستی	۵۰
۳- اعظم گڑھ	۱۵۰
۴- بلیا	۵۰
۵- بنارس	۱۰۰
۶- غازیپور	۷۵
۷- مرزاپور	۵۰
۸- جونپور	۱۰۰
۹- الہ آباد	۵۰
۱۰- اٹاوہ	۱۰۰
۱۱- فرخ آباد	۵۰
۱۲- مین پوری	۵۰
۱۳- متھرا	۲۵
۱۴- سلطانپور	۱۵۰
۱۵- فیض آباد	۱۰۰
۱۶- شاہجہانپور	۵۰
۱۷- پیلی بھیت	۷۵
۱۸- بریلی	۵۰
۱۹- بدایوں	۵۰
۲۰- بجنور	۵۰
۲۱- مرادآباد	۷۵
۲۲- بہرائچ	۵۰
۲۳- آناؤ	۵۰
۲۴- سیتاپور	۵۰
۲۵- لکھیم پور کھیری	۱۵۰
میزان	۱۰۷۵۰

مُعَافی نامہ

بغیر دیکھے۔ بغیر پڑھے۔ یونہی اتنا عرصہ فضول اور اشتہاری کہکر آپ کی کتاب کا مذاق اُڑاتا رہا۔ اسکے لئے میں بیحد شرمسار ہوں میرا خیال تھا کہ ہدایت نامہ خاوند میں کوک شاستری فضولیات اور فحش تصویروں کے سوا کیا ہوگا لیکن اس کا مطالعہ کر کے میں اسقدر مستفید ہوا کہ کچھ بیان نہیں کر سکتا۔ خدارا مجھے معاف کر دیجئے میں نہایت شرمسار ہوں میں نے چاند پر تھوکا۔

شیخ..... علی..... محلہ..... امرتسر

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے (۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہو سکیں گی۔ (۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ اسلئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہوگئیں تو انکا مہیا کرنا مشکل ہوگا (۴) کتابیں منگاکر ان کو بعد انکار واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے ۔ (۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدیجاتے (۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کرلینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔ (۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا (۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کی جائیں

منیجر صاحب بکڈپو، انڈین پریس لمیٹڈ ۔ الہ آباد

رُوح انیس مرحوم

فردوسی ہند میر انیس اعلیٰ اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے (صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۴ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور انتخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصّہ اور بھی زیادہ ضروری ہے شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی قبر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلّٰی کا سبز نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۳۶۸ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سکھ دیو پرشاد صاحب سنہا بسمل (الہ آبادی) کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعراء میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کی وجہ سے اُن کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست وخوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شائع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ۔

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر۔ بی۔ اے مع تقریب"

از آنربل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔اے ایل ایل۔ڈی
چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب
بی۔اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو دلی تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی جس کے وہ مستحق ہیں۔" (میاں بشیر احمد بی۔اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔)

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ ان کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔"

(آنربل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔اے ایل ایل ڈی چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد۔)

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں۔ اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن و مضامین چک بست

صبح وطن۔ یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چک بست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے۔ کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع ملے گا اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آیندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔

(سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ انکی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن۔ مجلد۔ قیمت دو روپئے۔
مضامین چکبست۔ حجم ۳۲۵ صفحات قیمت صرف عہ

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی گلزار نسیم و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی۔ آنربل ڈاکٹر سرشاہ محمد سلیمان ایم۔اے۔ایل ایل۔ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو انکے

منیجر کیلئے انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔ قیمت دو روپئے

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اسی لحاظ سے قابل قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات، روانی صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ، اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرۂ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:۔

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا ۔ ۱۱۹ بند
۲۔ خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا ۔ ۱۴۰ بند
۳۔ صبح عاشور محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مولفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے آر ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں، اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ۔

بہترین ناول و افسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا خوف خدا، شجاعت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۲۷۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ۔

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے۔ حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی وجودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے۔ ۲۳۲ صفحات کی کتاب ہے اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

خدمتِ خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول، [...]باد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے جس سے دل پر پورا اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی اور [...]ب وغریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے۔ [...]ت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مؤلف کو انعام عطا فرمایا تھا۔ قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

[...]کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ [...]ہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے [...]ہی اور شوق سے پڑھیں تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد [...]ے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو [...]ن کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی بہنوں کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زیر، زبر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۳۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمائیے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔
قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے۔ بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں۔"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں۔ چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت دو روپے۔

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلباء کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جاوید ہستی تھا

ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ ہر کہانی اس قدر پر لطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جائیے اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستانِ عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستانِ عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاقِ سخن فردوسی کے "شاہنامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے ضرور منگائیے۔ قیمت حصہ اول دس آنے حصہ دوم دس آنے۔

رابنسن کروسو

ایک نو عمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کی مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور جیسا پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نو عمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کنٹھور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور اُن کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف۔ قیمت ۳ آنہ۔

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ شاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے، اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت صرف پانچ آنے۔

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی۔ مگر وہ بات کہاں؟ اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔ قیمت ایک روپیہ۔

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں۔ معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی۔ اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شائع ہوئی ہے۔ قیمت ۹ آنے۔

ہل کے قواعد

۱۔ ہل، ہر ماہ میں ہندی اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۶ آنہ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برما کے لئے ۵ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاکخانہ میں دریافت کرنا چاہئے۔ پتہ نہ لگنے پر ڈاکخانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے۔ ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کیلئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہل، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے۔

۶۔ 'ہل' میں صرف دیہاتوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے بلنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کردینگے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائے گا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۵۴	روپیہ ماہوار
" " تیسرا صفحہ	۴۵	"
" " چوتھا صفحہ	۸۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ ..	۳۵	" "
" " " " کا ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے دوسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " " ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے تیسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ ..	۳۵	" "
" " " " ایک کالم	۱۸	" "
رنگین تصویر کے سامنے والا صفحہ	۴۵	" "
" " " ایک کالم ..	۱۸	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا دو کالم کی اُجرت	۳۰	روپیہ ماہوار
½ " یا ۱ کالم " "	۱۶	" "
¼ " یا ½ کالم " "	۹	" "
⅛ " یا ¼ کالم " "	۵	" "

۱۔ 'ہل' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے لہذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلاقیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اُوپر درج کی گئی ہے مکمل (Final) ہے۔ اِسکے لئے خط وکتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ جتنے وقت کیلئے کنٹریکٹ کیا جائیگا اُسوقت تک اشتہار چھپانا ہوگا۔ اشتہار نہ چھپانے پر اُسکی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

خط کتابت کا پتہ۔

منیجر 'ہل' شعبہ اشتہار
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

علم قدرت کی تعلیم
رائے صاحب ڈی - این، مکرجی - سکریٹری
یو - پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ
قیمت ۱۱ آنہ

ادبی افسانہ
محسن محی الدین عباسی
قیمت ایک روپیہ ۴ آنہ

مختصر تاریخ اُردو ادب
سید اعجاز حسین اعجاز ایم - اے لکچرر
شعبۂ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف
ائمۂ معرفت وغیرہ قیمت دو روپیہ ۸ آنہ

نذر احباب
جناب مولوی شیخ مہدی حسن صاحب
ایم - اے ناصری لکھنوی قیمت دو روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں
حصہ ۱، ۲، ۳، ۴
علیم الدین نیرنگ ہاشمی قیمت ۸ آنہ

ثمرۂ تجارت
منشی بہارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۶ آنہ

یورپ کے سیارہ
مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی
فاضل و منشی فاضل ہیڈ مولوی جار کرہائی
اسکول مظفر نگر قیمت ۶ آنہ

مونگے کا جزیرہ
منشی بہارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۱۲ آنہ

بالشتیوں کی سرزمین
منشی بہارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۱۰ آنہ

آئینہ قدرت
سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

اچھوتی کہانیاں
سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

افسانۂ ادب
سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

انوار حیات
سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

دیوزادوں کا ملک
منشی بہارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۸ آنہ

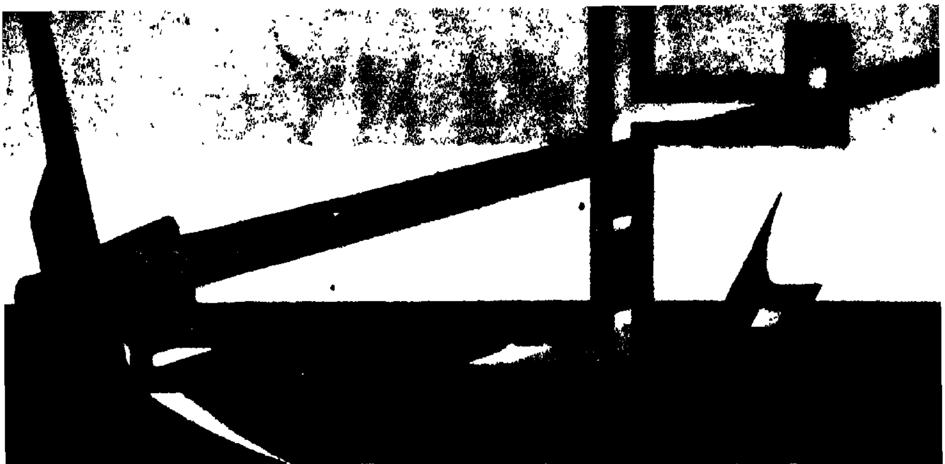
رسیلی کہانیاں
سنت رام، بی - اے قیمت ۶ آنہ

نیک بچوں کی کہانیاں
سنت رام، بی - اے قیمت ۶ آنہ

نصیحت بھری کہانیاں
سنت رام، بی - اے قیمت ۸ آنہ

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹیڈ الہ آباد







هل

جلد ۱ نمبر ۸ — باتصوير ماهوار رساله — جولائي سنه ۱۹۳۹ع

فهرست مضامين

ہل

یو-پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

جولائی ۱۹۳۹ء　　باتصویر ماہوار رسالہ　　نمبر ۸

بورڈ آف ایڈیٹرس

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد
۱۹۳۹ء

سالانہ قیمت [illegible]　　ایک پرچہ ۱/

معافی نامہ

بغیر دیکھے۔ بغیر پڑھے یونہی اتنا عرصہ فضول اور
اشتہاری کہہ کر آپ کی کتاب کا مذاق اُڑاتا رہا۔
اسکے لئے میں بیحد شرمسار ہوں میرا خیال تھا کہ
ہدایت نامہ خاوند میں کوک شاستری فضولیات
اور فحش تصویروں کے سوا کیا ہوگا۔ لیکن اس کا
مطالعہ کرکے میں اس قدر مستفید ہوا کہ کچھ بیان
نہیں کر سکتا۔ خدارا مجھے معاف کر دیجئے میں نہایت
شرمسار ہوں میں نے چاند پر تھوکا۔

شیخ...... علی...... محلہ...... امرتسر

ضرورت ہے

ڈیڑھ سو ایسے امیدواروں کی جو کپڑے کی بنائی کا کام سیکھنے کو تیار ہوں۔ امیدوار ممالک متحدہ کے رہنے والے ہونے چاہئیں۔ عمر بیس (۲۰) اور اٹھائیس (۲۸) سال کے درمیان ہو۔ درخواست دینے والے یا تو ہائی اسکول امتحان پاس ہوں یا اُردو خواہ ہندی میں مڈل کا امتحان۔ ایسے امیدوار جنکے یہاں بنائی کا کام ہوتا ہے یا جن کو کپڑے کے کاروبار کا تجربہ ہے یا جو کسی بنائی کے اسکول کا امتحان پاس کر چکے ہیں انھیں ترجیح دیجائیگی۔ منتخب شدہ امیدواروں کو نو مہینے امداد باہمی کے اصول و قوانین اور بنائی کے کام میں تعلیم حاصل کرنی ہوگی۔ دوران تعلیم میں چھ روپیہ مہینہ منتخب شدہ امیدواروں کو دیا جائیگا۔ مدت تعلیم کو کامیابی کے ساتھ ختم کرنے پر امیدواروں کا تقرر نیچے لکھے ہوئے مشاہرہ پر ہوسکے گا۔ لیکن یہ واضح کر دیا جاتا ہے کہ معیار مشاہرہ میں حسب ضرورت رد و بدل ہوسکے گا۔ معیار مشاہرہ حسب ذیل ہے۔

(۱) تنخواہ ۲۵ روپیہ ماہوار۔ (۲) بھتہ ۱۱ روپیہ ماہوار۔ (۳) ایک قلی ۷ روپیہ ماہوار۔ (۴) اتفاقی اخراجات ۱ روپیہ۔

درخواستیں معہ ایک ایک مستند نقل سارٹیفکٹ متعلقہ کے جس سے عمر کا ثبوت بھی ملتا ہو ۷ جولائی ۱۹۳۶ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔

رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز
نمبر ۲۷ بشیشر ناتھ روڈ لکھنؤ



बरसाती रास्ता

برساتی راستہ



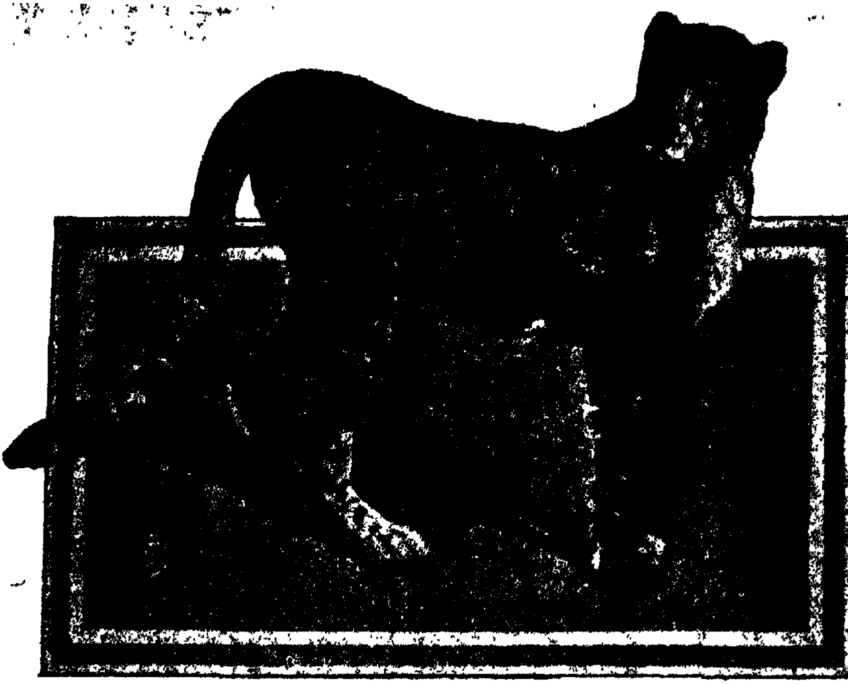
باتصویر ماہوار رسالہ

جولائی ۱۹۳۹ء نمبر ۸ جلد ۱

بیکس کسان

(از جناب ریاض الدین صاحب خمار قریشی)

گھر میں بیٹھا خوف سے جل رہا ہے   بیکس کسان ہائے آفت میں پھنس رہا ہے
کھانے کو پیٹ بھر کر دیتا ہے روز و شب جو   پھر بھی سمجھ رہے ہیں احقر ترین اس کو
دنیا میں ہے جہان میں فیاض کوئی ایسا   غیروں کا پیٹ بھر کر جو مر رہا ہو بھوکا
ساری حکومتیں ہیں قائم اسی کے دم سے   لیکن یہ مر رہا ہے خود اپنے رنج و غم سے
ہندوستان میں اسکی ہے بدترین حالت   کوشش تو کر رہی ہے اور کیا کرے حکومت
تقدیر کے لکھے کو تدبیر کیا کرے گی   اللہ کے بنائے بگڑی ہوئی بنے گی
جو کچھ لگان قائم سرکار نے کیا ہے   مجبور ہو کے اس نے منظور کر لیا ہے
جو کچھ ہوا تھا غلہ وہ بوہرے نے آکر   پہلے ہی لے لیا تھا سب ٹینٹوا دبا کر
غلہ جو کچھ بھی اس نے پیدا کیا تھا بل سے   وہ ختم ہو چکا ہے اب اسکے گھر میں کل سے
تحصیل کے سپاہی دروازہ پر کھڑے ہیں   جائینگے لیکے روپیہ اسواسطے اڑے ہیں
اب سوچتا ہے دل میں روپیہ کہاں سے لائے   بچوں کا پیٹ پالے یا جیل خانہ جائے
دس ایکے سو کا کاغذ بننے کو لکھ دیا ہے   روپیہ لگان کا تب اس نے ادا کیا ہے
فاقہ سے مر رہا ہے کھانے نہیں ہے روٹی   کپڑوں کی پوچھئے تو تن پر فقط لنگوٹی
سب عیش کر رہے ہیں اور خوش ہے سب زمانہ   جی بھر کے لیکن اسکو ملتا نہیں ہے کھانا
اب یہ مصیبتوں کا عادی سا ہو گیا ہے   مفہوم زندگی کا یہ ہی سمجھ لیا ہے
کلفت کی سختیوں کو راحت سے جھیلتا ہے   برسات میں ہمیشہ قدرت سے کھیلتا ہے
ہر سمت آسماں پر بادل گرج رہا ہے   منعم کا خوف سے دل اک برق بن گیا ہے
لیکن گرج سے اسکا دل اور بڑھ گیا ہے   ہل جوتتا ہے خوش خوش اور گیت گا رہا ہے
اسکے زوال کو بھی اک دن زوال ہوگا   وہ دن بھی آئینگے جب اسکو کمال ہوگا
ممنون اسکا اک دن سارا جہان ہوگا   ہندوستاں میں سب سے افضل کسان ہوگا



شیر کا شکار

(از جناب منوہر داس چترویدی آئی - ایف - ایس افسر محکمہ گرام سدھار)

بل کے ناظرین کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے جناب منوہر داس چترویدی افسر گرام سدھار ایک اچھے شکاری بھی ہیں - اس مضمون میں انھوں نے شیر کے شکار کی اپنی ایک خاص کہانی بڑی خوبصورتی سے لکھی ہے ہندی میں اس طرح کا یہ پہلا مضمون ہے یہ ہمیں آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ کی مہربانی سے حاصل ہوا ہے -

جان کر خطرے میں جان ڈالنا سیر کے شکاریوں کا شیوہ سا ہو جاتا ہے - شیر کی تلاش میں نہیں بلکہ خطرے کے لئے شکاری جنگل جنگل مارے مارے پھرتے ہیں شکار کا چسکا شراب کے چسکے سے کم نہیں ہوتا - شیر کی تلاش تلاش لیلیٰ کے جنون کا مقابلہ کرتی ہے -

غریب شیر کا نام مفت میں بدنام ہے - اسکے جتنا سیدھا سچا، شریف اور ڈرپوک کوئی جانور نہیں ہوتا - آج تک شیر نے بلا چھیڑے کسی کو نہیں ستایا - اگر آپ جنگل میں چلے جا رہے ہوں اور اگر کہیں شیر آپ کو سامنے سے آتا مل جائے تو آپ پر نظر پڑتے ہی وہ آپ کے لئے راستہ چھوڑ کر دوسرے راستے سے چلا جائیگا - اگر غریب شیر جھاڑی میں چھپا ہوا کھانا بھی کھا رہا ہو اور آپ ذرا تالی بھی بجا دیں تو وہ اپنا مارا ہوا شکار تک چھوڑ کر کھسک جائیگا - یہاں تک ہوا ہے کہ میں گرمیوں میں جنگل کے بنگلوں میں باہر سوتا رہا اور شیر میری چارپائی کے پاس سے گھومتا ہوا چلا گیا - میں جنگلوں میں اگر کسی سے ڈرتا تھا تو شیر سے نہیں بلکہ انسان سے کیونکہ انسان کے برابر خطرناک اور دھوکے باز کم جانور ہیں اور خاص طور سے جنگل میں جہاں اکثر بھاگے ہوئے ڈاکو چھپے رہتے ہیں -



شری منوہر داس چیئر ویدی رورل ڈویلپمنٹ افسر

شیر سچّا ستیاگرہی ہے۔ اتنا طاقتور جانور ہوتے ہوئے بھی کبھی کسی کو نہیں چھیڑتا۔ مگر گولی کھا کر شیر شیر ہو جاتا ہے زخمی شیر ہاتھی کو گرا دے، جو چیز سامنے پڑ جائے اُسے پھاڑ ڈالے، مچان پہ کود کر شکاری کو گرا لے، غرضیکہ جو کچھ کر بیٹھے وہی تھوڑا ہے۔ جس کسی کی بھی زخمی شیر نے مزاج پرسی کی اُس نے پھر کبھی پانی تک نہ مانگا۔ زخمی شیر ہی کمزور ہونے کی وجہ سے آدم خور ہو جاتے ہیں۔ ہاں ایک بات رہ گئی بچے والی شیرنی اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کی وجہ سے زخمی شیر کے برابر خونخوار ہوتی ہے۔

شیر جنگلی جانوروں کا شکار کر کے اپنا پیٹ بھرتا ہے مگر جانور آسانی سے شیر کے ہاتھ نہیں لگتے۔ شیر کو ہفتے میں شاید ایک بار کھانا نصیب ہوتا ہے۔ بال، کھال، ہڈی اور گوشت غرضیکہ اپنے شکار کو شیر ککڑی کی طرح کھاتا ہے۔ جو گوشت بچ رہتا ہے اُسے وہ جھاڑی میں چھپا کر رکھ دیتا ہے اور اکثر دوسرے روز غروب آفتاب کے بعد کھانے آتا ہے شیر کا اپنے چھپا کر رکھے ہوئے گوشت کے پاس واپس آنا ہی اس کی موت کا باعث ہوتا ہے۔ شکاری اکثر شیر کے لئے بھینس کا کٹرہ باندھ دیتے ہیں۔ شیر نے اگر کٹرہ مار لیا تو اسے کھینچ کر جنگل لیجاتا ہے کٹرہ کے گھسیٹنے کا نشان دیکھتے ہوئے شکاری لاش کا پتہ لگا لیتے ہیں اور اگلے روز مچان باندھ کر شیر کے واپس آنے کا انتظار کرتے ہیں مگر شیر کا واپس آنا کوئی آسان نہیں۔ پہلے تو شیر کسی قانون یا وقت کا پابند نہیں۔ کسی نے کہا ہے کہ :-

لیک لیک گاڑی چلے لیک ہی چلیں کپوت
یہ تینوں اونکھٹ چلیں شاعر، شیر، سپوت

شیر ہی تو ٹھہرا، جدھر منہ اُٹھایا چلدیا۔ اگر لاش پر آیا بھی تو اتنا سنبھل کر آتا ہے کہ اگر مچان پر کہیں ذرا بھی کھٹکا ہو جائے تو پھر شیر کی شکل دیکھنی نہیں نصیب ہوتی۔

شیر کے کان اس کی آنکھ سے کہیں زیادہ تیز ہوتے ہیں۔ مچان پر بیٹھنے والوں کو گھنٹوں سانس روک کر بیٹھنا پڑتا ہے اور پھر بھی اکثر گھر خالی ہاتھ ہی لوٹتے ہیں۔

شیر کے شکار میں پہلے ایک بکرے کی قربانی کرنی پڑتی ہے۔ غریب بے گناہ بکرا رات بھر درخت سے بندھا جنگل میں شیر کے خوف سے کانپتا رہتا ہے۔ اگر شیر اُدھر سے نہ گزرا تو سردی اور خوف سے غریب بکرا ادھ مرا ہو جاتا ہے۔ میرا بکرے کی یہ حالت دیکھکر دل بہت گھبراتا ہے۔ اب میں آپ کو ایک شیر کے ایک شکار کی وہ کہانی سناتا ہوں جس میں کسی بکرے کی قربانی نہیں دی۔

نومبر کا مہینہ تھا تھوڑی تھوڑی ہلکی سردی پڑنے لگی تھی۔ شیوالک کے جنگلوں میں ہر دوار سے کوئی ۵ میل کے فاصلہ پر میرا کیمپ پڑا ہوا تھا۔ کیمپ کے گرد ایک شیر گھوما کرتا تھا مگر قابو میں نہ آتا تھا۔ ہم لوگ اس کی چالاکی سے ہار مان چکے تھے۔ آخر کو مجبور ہو کر وہاں سے کوچ ہی کرنا پڑا۔ دوسرا کیمپ ۷ میل پر تھا۔

رات میں اتفاق سے بارش ہو گئی۔ صبح ہی کوچ تھا۔

ہم لوگ دس بجے دن کے قریب چل پڑے۔ سیندھلی ندی پار کی۔ یہ ندی اُتر سے دکھن کو بہ رہی تھی۔ پانی کہیں کہیں تھا۔ سیندھلی کی ریت میں اچانک شیر کے پنجوں کے تازے نشان نظر آئے۔ شیر ندی کے بہاؤ کی طرف دکھن کو گیا تھا پھر کیا تھا۔ موٹر چھوڑ کر میں اور شکاری دونوں پنجوں کا نشان دیکھتے دیکھتے شیر کی تلاش میں ندی میں ہو لئے ہمارے پیچھے پیچھے ہاتھی آ رہا تھا۔ ندی پہاڑی اور چھوٹی تھی۔ ریت میں پنجوں کے نشان اسلئے اور بھی صاف نظر آ رہے تھے کہ پچھلی رات کی بارش نے ندی کو صاف سلیٹ بنا دیا تھا۔ ہم لوگ یہ طے کر چکے تھے کہ شیر پچھلی رات کی بارش ختم ہونے کے بعد صبح ۴ یا پانچ بجے کے قریب اس ندی سے گزرا ہے۔ آخر ہم لوگ وہاں پہنچ گئے جہاں سے شیر نے ندی چھوڑ دی تھی اور جنگل کا راستہ اختیار کیا تھا۔ اب ہم لوگ جنگل میں گھسے۔ جنگل کشادہ اور کھلا ہوا تھا۔ ایسی جھاڑی کہیں نہیں تھی کہ شیر دن میں دبک کر پڑا رہے۔ ہم لوگ یہ اندازہ کر چکے تھے کہ اس جنگل میں شیر کو دن ضرور نکل آیا ہوگا۔ ہم لوگ جنگل ہی جنگل کوئی دو میل ہاتھی پر بیٹھکر کھلے ہوئے جنگلے میں چلتے رہے۔ گھاس میں بھلا پنجوں کے نشان کہاں ملتے۔ شیر ہمیشہ انسان کی طرح سیدھے صاف راستے پر چلتا ہے۔ اُسے جھاڑی گھاس اور کانٹوں سے اُتنی ہی نفرت ہے جتنی انسان کو ہو سکتی ہے۔ جنگل کے دوسرے سرے پر بام ندی تھی۔ ہم لوگ جب جنگل پار کر کے بام ندی میں اُترے تو وہیں نکلے جہاں سے شیر اُس ندی میں اُترا تھا۔ یہ پنجوں کے نشانوں کی تلاش کی کم تعریف نہیں ہے۔ بام ندی میں بھی شیر کے پنجوں کے صاف نشان موجود تھے۔ ہم انھیں نشانوں کے سہارے کوئی دو میل اور گئے ہوں گے کہ ایک گوجر ملا۔ اُس نے بتلایا کہ شیر کے پنجے سال کی بنی تک گئے ہیں۔ یہ بنی چوکی کے پاس تھی۔ اِس چوکی کے فاریسٹ گارڈ کا نام قاضی تھا قاضی ۶ فیٹ لانبے قد کا جوان تھا اور نہایت خوبصورت لمبی داڑھی رکھتا تھا۔

ہم لوگ چوکی گئے اور وہاں پر کھڑے ابھی یہ سوچ ہی رہے تھے کہ سال بنی میں شیر کس جگہ ہوگا کہ یکایک شیر کے دہاڑنے کی آواز سنائی پڑی۔ شیر تلاش تو کر لیا مگر اب کیا کیا جائے یہ سوال درپیش تھا۔ بنی کے اوپر کی طرف تقریباً دو سو فیٹ چوڑی آگ لین تھی۔ جنگل میں آگ لینیں اس لئے بنائی جاتی ہیں کہ اگر ایک جنگل میں آگ لگے تو دوسرے جنگل میں نہ جا سکے۔ شیر آگ لین سے نیچے کے جنگل میں دن بھر رہا۔ اس جنگل میں پانی کا کہیں ایک قطرہ نہ تھا۔ ہم لوگوں نے سوچا کہ شیر آگ لین کو ضرور پار کر کے جنگل میں پانی پینے کے لئے جائے گا۔ ہم ہاتھی پر تھے۔ شیر نیچے کے جنگل میں دہاڑ رہا تھا نیچے کے جنگل سے اوپر کے جنگل میں جانے کے دو ہی راستے تھے۔ ایک نالا اور ایک بٹیا۔ امید یہ تھی کہ شیر شاید بٹیا پر سے باہر نکلے۔ مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم لوگ بٹیا پر کھڑے

ہیں اور شیر نالے نالے اُوپر کے جنگل میں جائے۔ اس لئے نالے پر بھی ایک آدمی بٹھا دیا تھا۔ ہم لوگ ہاتھی پر درخت کے پیچھے پیچھے بٹیا کے کنارے کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں جو آدمی نالے پر بیٹھا تھا اس نے سیٹی دی۔ ہاتھی بڑھا کر ہم نالے پر پہنچے تو اُس آدمی نے کہا کہ شیر نلے نالے اوپر آ رہا تھا میں نے تالی بجا کر واپس کر دیا۔

ہم لوگ ہاتھی کو نالے پر لے گئے۔ فیل وان ہاتھی کو بہت دھیرے دھیرے چلا رہا تھا جب ہاتھی نالے سے گزرا تو میری نگاہ شیر پر پڑی۔ لیکن میں جتنی دیر میں یہ بھی طے نہ کر سکا کہ میں نے جو جانور دیکھا وہ شیر ہی ہے یا نہیں اُتنی دیر میں ہاتھی آگے بڑھ چکا تھا۔ شیر جھاڑی میں اچھی طرح پہچانا نہیں جاتا۔ اس کے جسم کی کالی دھاریاں نظروں کو دھوکا دیتی ہیں۔ ہاتھی پر بولنا ظلم ہے۔ آدمی کی آواز سنتے ہی شیر کھسک جاتا ہے اسلئے میں نے خاموش ہاتھی کو بڑھنے دیا جب ہاتھی کافی آگے نکل آیا تو ہاتھی وان کو آگے چلنے کا اشارہ کیا۔ ہاتھی واپس لوٹا جہاں شیر دیکھا تھا وہیں ہاتھی وان نے ہاتھی کو بت کی طرح کھڑا کر دیا۔ شیر جھاڑی کے اندر ایک اونچی جگہ پر بیٹھا ہم لوگوں کو دیکھ رہا تھا۔ مجھے اُسکا چہرہ اور آنکھیں نظر آتی تھیں۔ فوراً رائفل سیدھی کی، ہاتھی وان کے سر پر کہنی رکھی اور لبلبی دبا دی۔ اگر شیر کو گولی لگتی تو ضرور دہاڑتا، چلاتا اور بھاگتا۔ بھاگنے میں کھٹکا ہوتا۔ مگر کسی قسم کا کوئی کھٹکا نہ ہوا۔ ہم لوگ سمجھے کہ گولی خالی گئی اندھیرا ہو چلا تھا۔ ہاتھی بٹھا لا گیا اور ہم لوگ اُتر پڑے۔ اب یہ طے کیا گیا کہ ہاتھی کو تو اُوپر کی بٹیا پر شیر کی راہ میں کھڑا کر دیا جائے اور ہم لوگ نالے کے کنارے



وہ شیر جس کا جز دید قاضی نے شکار کیا تھا۔

کے ٹیلے پر بیٹھ جائیں۔ خیال یہ تھا کہ جنگل میں سناٹا ہو جانے پر شیر نالے نالے اوپر کے جنگل کی طرف چڑھے گا۔ جب ہاتھی بٹیا پکڑے ہوئے کو چلا گیا تو ہم لوگ ٹیلے پر بیٹھ گئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم لوگوں کے پیچھے سے ایسی آواز آئی جیسے ہاتھی درخت توڑ رہا ہو۔ جب کھٹکا ہوتا ہی رہا تو یہ خیال ہوا کہ ایسی صورت میں تو شیر کبھی باہر نہ نکلے گا۔ میں نے مجبور ہو کر قاضی سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہاتھی وان ہاتھی کو بٹیا پر نہیں لے گیا اور جنگل میں چرا رہا ہے۔ قاضی فوراً اٹھکر لین لین ہمارے پیچھے جہاں کھٹکا ہو رہا تھا چلا گیا۔

میں اور دیگر شکاری مورت کی طرح خاموش اور ساکت بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد ہمارے پیچھے کا کھٹکا بند ہو گیا۔ اب بالکل اندھیرا ہو گیا تھا۔ ہم لوگ زمین پر سانس روک کر بیٹھے تھے۔ ہر جہار طرف سناٹا چھایا تھا اپنی سانس کے سوا دوسری کوئی آواز کانوں میں نہ آتی تھی۔ کوئی آدھ گھنٹے بعد نالے میں ہلکا سا کھٹکا ہوا۔ میں نے رائفل کندھے سے ملائی۔ شکاریوں نے بھی بندوق اُٹھالی۔ دل دھڑکنے

کی آواز کان میں پہنچنے لگی۔ پیروں کا کھٹکا دھیرے دھیرے ہماری طرف بڑھنے لگا نالے میں گھاس میں چھپی چھپی کوئی چیز آہستہ آہستہ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ لیکن اندھیرے کی وجہ سے سوائے کھٹکے کے کوئی چیز نہ نظر آئی تھی۔

جب کھٹکا قریب ہی سنائی دینے لگا اور سامنے کی گھاس ہلنے لگی تب رائفل کندھے پر رکھکر ہلتی ہوئی گھاس کا نشانہ باندھ لیا گیا۔ لبلبی پر انگلی رکھلی۔ اور بجلی کی ٹارچ کا بٹن دبایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ شیر کے منہ پر کالی داڑھی ہے۔ آنکھیں ملیں۔ پھر غور سے دیکھا تو ہوش اڑ ہو گئے۔ قدموں تلے کی زمین کھسک گئی۔ پسینہ آگیا۔ رائفل ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر آ رہی۔ منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ سارا جسم لرز رہا تھا۔ جس کے اوپر صرف لبلبی دبانے ہی کی کسر تھی وہ شیر نہ تھا۔ وہ قاضی تھا۔ فارسیٹ گارڈ۔

میں غصے میں پاگل تھا۔ منہ سے پوری بات نہیں نکلتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد سگریٹ نکال کر پی۔ کچھ ہوش ٹھکانے آئے تو خیال ہوا کہ چھ فیٹ اونچا جوان گھٹنوں کے بل اسی نالے میں گھاس میں چھپ کر آتا ہے جدھر سے شیر کے آنے کے لئے انتظار میں ہم لوگ بیٹھے تھے۔ اور پھر قاضی کو تو اپنے پیچھے کی طرف بھیجا تھا۔ وہ نالے میں پہنچا کیسے؟

قاضی کو بلایا تو وہ کانپ رہا تھا۔ زبان بند تھی، ہوش و حواس غائب۔ کچھ دیر بعد جب اس کے ہوش درست ہوئے تو اس نے کہا۔ میں آپ کے پیچھے پیچھے لائن لائن ہو کر گیا۔ جہاں سے کھٹکے کی آواز آ رہی تھی وہاں پہنچا تو ہاتھی درخت توڑ رہا تھا۔ میں نے ہاتھی وان سے کہ میر صاحب آپ ہاتھی سے یہاں کھٹکا کرا رہے ہیں اور صاحب شیر کے انتظار میں نالے پر بیٹھے ہیں۔ آپ سے تو کہا گیا تھا کہ ہاتھی بٹھیا پرپیا نا

بس میرا یہ کہنا تھا کہ ہاتھی میرے اوپر دوڑ پڑا۔ دراصل یہ ہاتھی ہمارا ہاتھی نہ تھا بلکہ جنگلی ہاتھی تھا۔ پھر بھلا جنگلی ہاتھی پر میر صاحب کہاں؟ میں جنگلی ہاتھی سے ڈر کر بھاگا تو نیچے کے جنگل میں جا کر سانس لی۔ تھوڑی دیر بعد مجھے یہ فکر ہوئی جنگلی ہاتھی جو اس کے پیچھے تقریباً ۱۰۰ گز کے فاصلے پر تھا کہیں آپ پر حملہ نہ کر دے۔ اسلئے میں آپ کے پاس جنگلی ہاتھی کے ڈر کے مارے گھاس چھپا ہوا گھٹنوں کے بل نالے کے کنارے کنارے آ رہا تھا۔ اگر کہیں لبلبی دب گئی ہوتی تو یہ کہانی قاضی کے ساتھ ہی دفن ہو گئی ہوتی۔

رات ہو چکی تھی۔ صبح کے نکلے پانی کا بوند بھی منہ میں نہ گیا تھا۔ تھک گئے تھے، مگر میں نے کیمپ جانے سے پہلے جہاں گولی چلائی تھی وہاں یہ دیکھنے کی کوشش کی کہ گولی کا کیا ہوا؟ گولی ایک پتلی شاخ پر لگی تھی۔

کیمپ رات کے دس بجے پہنچے رات بھر نیند نہ آئی۔ صبح اٹھکر پھر موٹر پاس پہنچے۔ مگر ابھی ہم وہاں پہنچنے بھی نہ پائے تھے کہ کیا دیکھتے ہیں کہ سامنے سے قاضی اور اس کا ساتھی گوبر دونوں بھاگتے چلے آ رہے ہیں۔ گاڑی روکی۔ پوچھا آخر بات کیا ہے "حضور مبارک! حضور مبارک! حضور نے شیر مارا"

سخت تعجب ہوا۔ کیوں کہ میں تو اپنی گولی کا نشان رات ہی شاخ پر دیکھ آیا تھا۔ قاضی کی باتوں پر اعتبار نہ ہوتا تھا۔ موقع پر گئے تو شیر وہیں جہاں میں نے دیکھا تھا مرا پڑا تھا۔ داہنی آنکھ میں گولی لگی تھی۔ شاخ سے اچٹ کر اس کی داہنی آنکھ میں گولی لگی تھی۔ سچ تو یہ ہے کہ گولی شیر کو نہیں لگی بلکہ شیر گولی کو آ لگا تھا۔



وزیر گرام سدھار جناب ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو صاحب امہاری کے پنچایت گھر کی بنیاد ڈالنے جا رہے ہیں۔

ضلع ہردوئی میں گرام سدھار

(از جناب نرسنگھ نرائن پی۔ سی۔ ایس)

گرام سدھار اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اس ضلع میں پہلے پہلے زندگی سدھار جماعتوں کا قیام عمل میں آنے لگا۔ اس وقت اس ضلع میں ۱۰ یونینیں قائم ہو گئی ہیں جن کے ماتحت [illegible] سبھائیں کام کر رہی ہیں۔ گاؤں کے لوگ ان سبھاؤں سے کافی فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کہیں کہیں خاندان کے خاندان ان سبھاؤں کے ممبر بن گئے ہیں۔

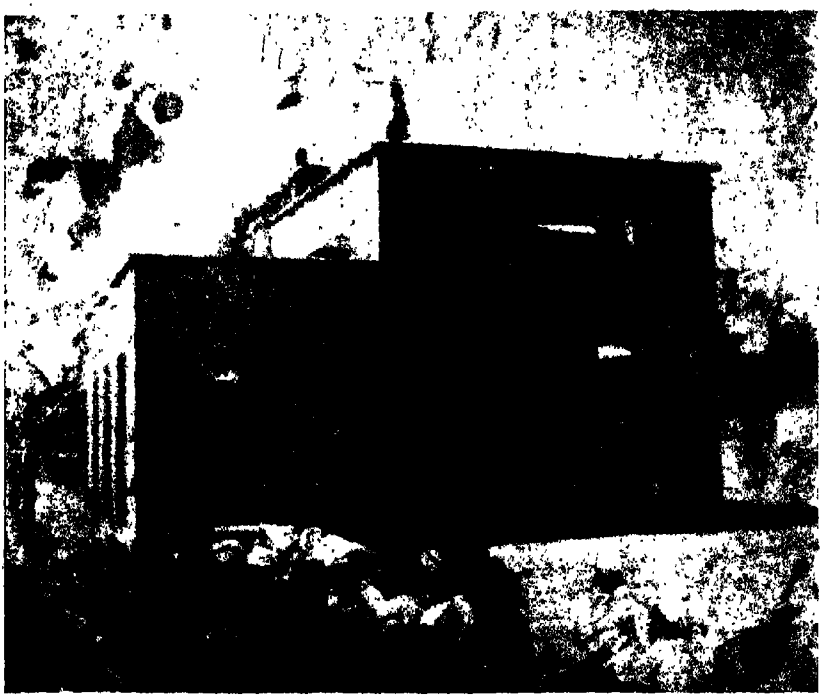
ان سبھاؤں کو قائم کرنا آسان بات نہ تھی۔ گاؤں کے غریب سے غریب لوگوں سے چندہ دینے کے لئے درخواست کرنی پڑتی تھی۔ یہی سب سے مشکل کام تھا اور شروع میں جتنے دنوں تک ہم لوگ اس کوشش میں ناکام رہے۔ ناکامی کی وجہ سے قدرتی طور پر ہم لوگوں کی یہ خواہش ہوئی کہ ہم لوگ گرام سدھار کے اس کام کو روک کر بغیر گرام سدھار سبھائیں قائم کئے ہوئے ہی پنچائتوں کی تجویز کریں اور گرام سدھار کے دیگر کاموں کو آگے بڑھائیں۔ لیکن ہم لوگوں نے یہ بھی سوچا کہ بغیر ایسی سبھائیں قائم کئے ہوئے گرام سدھار کی بنیاد کمزور پڑ جائے گی۔ اور گاؤں والوں کی اچھی تنظیم نہ ہو سکے گی۔ اس لئے ہم لوگوں نے اس کام کو پہلے کی بہ نسبت اور بھی اہمیت دینی شروع کی



وزیر گرام سدھار جناب ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو صاحب کا بھدیچا گرام سدھار یونین کی طرف سے استقبال کیا جا رہا ہے۔

راس بات پر تل گئے کہ اس کام میں ہم لوگ کامیابی ضرور حاصل کریں گے۔ ہم لوگوں نے گرام سدھار کے قاعدوں و دیگر قاعدوں کو اور بھی آسان کر دیا اور انھیں گاؤں والوں کو اس طرح سمجھانے لگے کہ گاؤں کا معمولی سے معمولی آدمی بھی انھیں آسانی سے سمجھ سکتا تھا۔ ہم لوگوں کو خوش حال اور غریب کسانوں سے ایک ہی چندہ لینا مناسب نہ معلوم ہوا۔ اس لئے ہم لوگوں نے یہ طے کیا کہ ہر ایک گاؤں والے سے اس کی مالی حالت کے مطابق ہی چندہ وصول کیا جائے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی طے کر لیا گیا کہ کسی بھی گاؤں والے سے سالانہ چندہ ۲ آنے سے کم نہ لیا جائے اور کسی بھی گاؤں والے کو ۳ آنے سے زیادہ چندہ دینے کے لئے مجبور نہ کیا جائے۔

حالانکہ قاعدوں میں مذکورہ بالا تبدیلی کرنے سے ہم لوگوں کو اپنے کام میں کامیابی حاصل ہونے لگی پھر بھی ہمارے راستے میں اور بھی دوسری قسم کی مشکلات در پیش ہو گئیں۔ ہم لوگوں نے دیکھا کہ چندے کی وصول کی ہوئی رقم ٹھیک طور سے نہیں رکھی جاتی۔ اور اس سے اس کے غلط استعمال ہونے کا اندیشہ ہوا۔ دوسری بات جو ہم لوگوں کے سامنے مشکل کی صورت میں پیش آئی وہ یہ تھی کہ پنچایت کے پنچوں کے چناؤ سے بہت بڑے جھگڑے بکھیڑے کھڑے ہو جایا کرتے تھے۔ جو لوگ چناؤ میں ہار جاتے تھے وہ الگ پارٹی بنا لیتے تھے اور اکثر وعدہ کئے ہوئے چندے کی رقم نہ دیکر مختلف قسم کے جھگڑے شروع کر دیتے تھے۔



جناب ڈاکٹر کاٹجو صاحب برکھیروا کے پنچایت گھر کی افتتاح کر رہے ہیں۔

ان مشکلات کو دور کرنے کے لئے ہم نے دوسرے مرکز چنے اور چناؤ کے قاعدوں میں کچھ تبدیلی کرکے انھیں اور بھی آسان بنا دیا۔ ہم لوگوں نے چندے کی رسیدیں چھپوائیں اور رسید کی کتابیں آرگنائزروں کو دیدی گئیں۔ ہر ایک گاؤں کے لئے رسید کی ایک ایک کتاب دیدی گئی۔ دیہاتوں میں گرام سدھار اسکیم کے اغراض و مقاصد سمجھانے کے لئے جو سبھائیں کی جاتی تھیں اُن میں گاؤں والوں کو یہ بات اچھی طرح سمجھا دی جاتی تھی کہ ایسے ہی لوگ سبھا کے ممبر سمجھے جائیں گے اور ایسے ہی لوگوں کو پنچ چُننے کا حق بھی ہوگا جو چندہ دیکر رسید لے لیں گے۔ حالانکہ ہم لوگ پنچوں کے چُناؤ میں چُناؤ کے سبھی قاعدے عمل میں نہیں لانا چاہتے تھے پھر بھی ہم لوگوں کو ایسی تدبیریں کرنی ہی پڑیں جن سے چُناؤ میں کسی بھی قسم کا جھگڑا نہ ہو سکے۔ جب آرگنائزر دس، پندرہ دن میں کافی لوگوں سے چندہ وصول کرلیتا تو سرپنچ، سکریٹری، خزانچی اور پنچ چُننے کے لئے ایک دوسری سبھا کی جاتی۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ چناؤ ٹھیک طور پر ہو رہا ہے اور گاؤں کی ہر ایک پارٹی اور ذات کو چُناؤ میں حصہ لینے کا موقعہ مل رہا ہے، ورکنگ کمیٹی کا کوئی نہ کوئی ممبر ضرور حاضر ہوا کرتا تھا۔ چناؤ ہوجانے پر پنچایت کے اختیارات لوگوں کو سمجھا دئے جاتے تھے اور اُن اختیارات میں حسب ضرورت تبدیلی بھی کردی جاتی تھی۔ اس کے بعد آرگنائزر کے ذریعے چندے کی وصول شدہ رقم خزانچی کو دیدی جاتی تھی۔



گرام سدھار گنوان، بھیٹا سدگی ہردوئی۔

اور رسید کی کتاب بھی اُنھیں سونپ دی جاتی تھی۔

پنچایت کے چناؤ کے بعد اُن کے یونین قائم کئے جاتے تھے۔ یونین کا ایک سرپنچ اور ایک خزانچی چنا جاتا اور آرگنائزر سکریٹری کی صورت میں کام کرتا۔

اِس ضلع میں ابتدائی سبھاؤں کے قائم ہونے پر اسکول بالغان، مدرسۂ نسواں، اکھاڑے اور بھجن منڈلیاں قائم ہونے لگیں۔ اِس وقت ضلع بھر میں بالغوں کی تعلیم کے لئے ۱۲۷ شبینہ مدرسے اور لڑکیوں کے لئے ۱۶ مدرسے جاری ہیں۔ ۲۰ بھجن منڈلیاں اور ۱۲ اکھاڑے بھی کھولے گئے ہیں۔ اِن مدرسوں، اکھاڑوں اور بھجن منڈلیوں کے قیام کے بعد ہم لوگوں نے دیہاتوں کی غلاظت کو کھاد کے گڑھوں میں گاڑنے، سوکھنے والے گڑھے بنانے، راستوں کو سدھارنے، کنوؤں کو درست کرنے اور پنچایت گھر بنانے کی طرف توجہ کی۔

ہم لوگوں نے سبھائیں قائم کرلی تھیں اور ہر ایک سبھا کے پاس کچھ نہ کچھ رقم بھی تھی۔ اُنھیں یہ سمجھا د گیا تھا کہ وہ جو کچھ خرچ کریں گی اُس کا ۳/۴ حصّہ گرانٹ کی صورت میں ملے گا۔ اِن سبھاؤں کے پاس جو کچھ رقم تھی وہ بہت جلد ختم ہوگئی اور گاؤں میں سدھار کے مستقل کام کرنے کے لئے اور بھی رقم کی ضرورت پڑی ہم لوگ امیر زمینداروں کے پاس مالی امداد کے لئے نہیں پہنچ سکے کیونکہ بڑے بڑے زمیندار گرام سدھا کی اسکیم میں زیادہ اعتقاد نہیں رکھتے ہیں۔ صرف غریبوں اور متوسط طبقے کے لوگوں سے ہمیں زیادہ مالی امداد ملی ہے۔ کساون گاؤں کی پرائمری سبھا کے سرپنچ میتن پاسی سے ایک لڑکیوں کے مدرسے کی عمارت کے لئے ۱۰۰ روپئے کی امداد ملی۔ اسی سلسلے میں ہم ایک گاؤں کا واقعہ بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ ایک با

ہم بابو چھوٹا لال گپتا ایم۔ ایل۔ اے۔ کے ساتھ ایک گاؤں کی جانچ کے لئے گیا تھا۔ اُس گاؤں میں زیادہ تر چمار اور پاسی رہا کرتے تھے وہاں ہم لوگوں نے گاؤں والوں کو اکٹھا ہوتے ہوئے دیکھا۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ زمیندار کا کارندہ آیا ہے 'پوجا' وصول کرنے کے لئے آیا ہے۔ 'پوجا' ایک قسم کا نذرانہ ہے۔ جسے کارندہ زمیندار کے لئے ہر سال گاؤں والوں سے وصول کرتا ہے۔ گاؤں والوں میں سے بیشتر نے ہم لوگوں کی رائے دریافت کی۔ اس پر ہم لوگوں نے کہا کہ اس قسم کا نذرانہ مت دو اور جو کچھ روپیہ اکٹھا ہو چکے اُس سے گاؤں کے کسی کنوئیں کی مرمت کرا لو۔ ہم لوگوں کے کہنے کے مطابق نذرانے کی جمع شدہ رقم (۲۰ روپئے) سے اُس گاؤں کے ایک کنوئیں کی مرمت کرا دی گئی۔ رقم جمع کرتے وقت ہم لوگوں کو معلوم ہوا کہ گاؤں پنچایت ایکٹ کے مطابق قائم ہونے والی بہت سی پنچائیوں کے پاس رقم بچی ہوئی ہے۔ ہم لوگوں نے ڈپٹی کمشنر کی اجازت سے مذکورہ بالا رقم گاؤں کے کنوؤں اور راستوں کے سدھارنے اور بنوانے میں خرچ کی۔ یہ کام صرف ایسی جگہ ہی ہو سکتا تھا جہاں گرام سدھار مرکزوں کے تحت ہل گاؤں پنچایت ایکٹ کے مطابق پنچایت گھر بنائے گئے تھے۔

پنچایت گھر بنانے میں بھی کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ محکمہ گرام سدھار کی طرف سے جس نمونے کا پنچایت گھر بنانے کی ہدایت ملی تھی اُس میں زمین کے علاوہ ۴۰۰۵ روپئے زائد خرچ ہوتے تھے۔ ہم لوگوں نے طے کیا کہ ہر ایک یونین ۱۶۵ روپئے جمع کرے اور زمین کے ایک اچھے ٹکڑے کا بھی انتظام کرے۔ باقی رقم کے لئے محکمہ گرام سدھار کی طرف سے انتظام تھا۔ ہم لوگوں نے یہ بھی طے کر لیا کہ جو زمین پنچایت گھر بنانے کے لئے چُنی جائے اُس کا مالک باقاعدہ زمین کو پنچایت گھر لکھ دے اور اس کی رجسٹری کرا لی جائے۔ اس سے آئندہ مقدمے بازی کے لئے گنجائش نہ رہے گی۔

ہمارے اس کام میں اور بھی دشواریاں تھیں۔ بہت سے لوگوں نے انکمبرڈ اسٹیٹس ایکٹ کے مطابق درخواست دی تھی۔ وہ بغیر ڈپٹی کمشنر کے پنچایت کے نام لکھنے سے مجبور تھے۔ ان دشواریوں کے باعث پنچایت گھر بنانے کا کام دھیرے دھیرے چلتا رہا۔ پھر بھی کام روکا نہیں گیا۔ برکھیروا، بھٹہ سدھئی اور بھد یچہ میں تین پنچایت گھر بن چکے ہیں۔ منجھیا میں بھی ایک پنچایت گھر زیر تعمیر ہے۔ افیسر صاحب گرام سدھار کی منظوری کے مطابق اب ہم لوگوں نے پکے پنچایت گھر بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اس کے لئے مسٹر شیام لال آئی۔ ایس۔ ای ایگزیکیٹو انجینیر نہر شاردا نقشہ تیار کر رہے ہیں۔ آپ ہی کی نگرانی میں اس ضلع کے سبھی پنچایت گھر بنائے گئے ہیں۔ آپ نے سوڈیم کاربنیٹ 'پول' سیمنٹ اور مٹی سے تیار ہوئے پلستر کی مدد سے کچے پنچایت گھر بنائے۔ اس پلستر کی خصوصیت یہ ہے کہ بہت دیر میں کٹے گا۔ اس کی تیاری میں صرف ساڑھے پندرہ روپئے اور خرچ کرنے پڑتے ہیں۔

ہم لوگوں نے اب تک جتنے کنوئیں بنوائے اور اُنکی مرمت کی اُن کی تعداد ۱۵۰ ہے۔ اس میں ۲۷۵۴ روپئے چھ پیسے خرچ ہوئے۔ جس میں سے ۹۱۷ روپئے آٹھ آنے گاؤں کی سبھاؤں کی طرف سے ملے اور ۱۸۳۷ روپئے چھ پیسے گرام سدھار فنڈ کی طرف سے ملے۔ اس وقت ۱۷ اور کنوئیں بنوائے جا رہے ہیں اور مرمت کئے جا رہے ہیں۔ راستے بنانے اور اُنھیں دُرست کرنے کا خرچ سبھاؤں کے فنڈ سے ہی ہوتا تھا۔ اس لئے ہم ایسے راستوں کی ٹھیک تعداد نہیں بتلا سکتے جن کی مرمت ان سبھاؤں کی طرف سے ہوئی ہے۔ کہیں کہیں گاؤں کے غنڈوں کے باعث سبھاؤں کا کام رُک جایا کرتا تھا۔ جس گاؤں کے زمیندار گرام سدھار کے مخالف ہوتے وہاں اُنکے آدمی پنچوں کو ڈرایا دھمکایا کرتے تھے اور اُنکے کام میں اڑنگے لگایا کرتے تھے۔ ایک سرپنچ سندر میں پوجا کرتے وقت تیز حربے سے قتل کیا گیا۔

پنچایت گھر بن جانے پر گاؤں والے اپنے ہر قسم کے مقدمے ہمارے پاس لانے لگے۔ کیونکہ اُن کا خیال یہ تھا کہ پنچایت گھر میں تقریباً ہر قسم کے مقدمے فیصل ہو سکتے ہیں کیسی کیسی گاؤں میں پنچایت لوگوں کو جرمانہ دلاتی اور ہر قسم کے مقدمے فیصل کرتی۔ کبھی کبھی لوگ بخوشی جرمانے کی رقم دیدیا کرتے۔ لیکن اس سلسلے میں ہمیں کبھی کبھی شکایتیں سننی پڑیں۔ اس لئے ہم لوگوں نے پنچائتوں کو صاف صاف بتلا دیا کہ جھگڑوں کا نپٹانا جوڈیشیل پنچایت کا کام ہے۔ اور گرام سدھار پنچائتوں کو بہت چھوٹی چھوٹی باتوں میں اپنا وقت برباد نہ کرنا چاہئے۔ ہم لوگوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ گرام سدھار کے ہر ایک مرکز میں گرام پنچایت ایکٹ کے مطابق کم از کم ایک جوڈیشیل پنچایت قائم ہو جائے جو وہاں کے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا فیصلہ کرے۔

ضلع کی بہت سی سبھاؤں نے انسدادِ جرائم میں بھی کافی امداد دی۔ گاؤں میں رات کے وقت اکثر فصل کی چوری ہوا کرتی ہے اور پولیس و چوکیدار اس کا انسداد کرنے سے معذور ہیں۔ کیونکہ ہر ایک کھیت کی نگرانی کے لئے پولیس مقرر نہیں کی جا سکتی۔ اس چوری کو بند کرنے کے لئے ایک گاؤں میں وہاں کی پنچایت نے گرام سدھار کے رضاکاروں (گرام سیوکوں) کو رات میں گھومنے اور حفاظت کرنے کے لئے تعینات کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اُس گاؤں میں فصل کی چوری اور گھروں میں سیندھ لگانا یہ دونوں کام پوری طرح بند ہو گئے۔ دوسری پنچائتوں نے بھی اس کی تقلید کی اور اُنھیں بھی اُسی قسم کی کامیابی ہوئی۔ اِس کام میں افسران پولیس سے بھی مدد ملی۔

ہم لوگوں نے اسکاؤٹنگ پر بھی زور دیا۔ افیسر صاحب محکمہ گرام سدھار کی ہدایت کے مطابق اسکاؤٹنگ کی تعلیم کو زیادہ ہر دلعزیز بنانے کی کوشش کی گئی۔ ابتک ۲۹۶ اسکاؤٹوں کو تعلیم دی جا چکی ہے۔ ہر یونین میں والی بال شروع کیا گیا ہے۔ ابتک ۲۲ سیٹ والی بال تقسیم کئے جا چکے ہیں۔ دو گاؤں میں فٹ بال کی ٹیمیں بھی تیار ہو گئی ہیں۔

ہم لوگوں نے ۷ بیج گودام کھولے مگر ترقی دادہ بیج کم مقدار میں ہونے کے باعث اِس سال صرف ۱۸۶۲ من بیج تقسیم کئے گئے۔ محکمۂ زراعت کی طرف سے بھی ترقی دادہ آلات و سانڈ تقسیم کئے گئے۔ اِس کام میں محکمہ گرام سدھار اور محکمہ زراعت ایک دوسرے کے معاون رہے۔

ہم لوگوں کے پاس پہلے سے ہی ۲۷ دواؤں کے بکس تھے نئی تجویز کے مطابق آٹھ اور منگا لئے گئے اور پرانے بکسوں میں دوائیں پھر سے بھر دی گئیں۔ لیکن پھر بھی دواؤں کی زیادہ مانگ ہونے کی وجہ سے بہت جلد ختم ہو جاتی تھیں۔ ہم لوگوں نے ہر دوا کے بکس کے ساتھ چھوٹا سا بکس بھی رکھ دیا جس میں لوگ خیرات کی صورت میں پیسے ڈال دیا کریں۔ ہم لوگوں کو یہ امید ہے کہ اس طرح ہم ضرورت مندوں کے پاس آسانی سے دوا پہنچا سکیں گے۔ ہم لوگوں نے ایک گاؤں میں ایک مستقل شفا خانہ قائم کر دیا اور اُس کے لئے ایک ڈاکٹر بھی مقرر کر دیا۔ جنگل لگانے پر بھی ہم لوگوں نے زور دیا ہے اور تجربہ کے طور پر تقریباً ۱۱ ایکڑ زمین میں شیشم، مہوا وغیرہ کے درخت لگا دئے ہیں۔ اس طرح ہم دیکھیں گے کہ اس ضلع میں گرام سدھار کے تقریباً سبھی ضروری کام کئے جا رہے ہیں اور وہ سبھی کام روز بروز ہر دلعزیز ہو رہے ہیں۔

تحریک امداد باہمی کا مقصد اور ترقی

از جناب وشنو سہائے آئی ۔سی۔ ایس

(جناب وشنو سہائے آئی ۔سی۔ ایس کا یہ مضمون ۱۱ر اپریل ۵۲ء کو آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے براڈکاسٹ کیا گیا تھا)

آجکل گرام سدھار بھی ایک فیشن ہوگیا ہے۔ جہاں کہیں گرام سدھار کا ذکر یا بحث ہوتی ہے کہ گاؤں والوں کی حالت کس طرح بہتر بنائی جاسکتی ہے وہاں کوآپریٹو سوسائٹیوں کا بھی ذکر آجاتا ہے۔ اکثر کانفرنسوں، اخباروں اور لیکچر میں یہ کہا جاتا ہے کہ گاؤں کی ترقی کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیوں سے اچھا کوئی طریقہ نہیں ہے۔ آخر یہ کوآپریٹو سوسائٹیاں کیا ہیں جن پر اتنا زور دیا جاتا ہے۔ ان سوسائٹیوں کے متعلق کبھی کبھی بڑی عجیب باتیں سنی جاتی ہیں۔ عام غلط فہمی جو ان کی بابت ہے وہ کوآپریٹو سوسائٹیاں اور گورنمنٹ کے کوآپریٹو محکمے کو ایک سمجھنا ہے۔ کچھ لوگ ایسی باتیں کرتے ہیں گویا جو اہلکار اور جو محکمہ حکومت نے ان سوسائٹیوں کی نگرانی کے لئے قائم کیا ہے اُن میں اور سوسائٹیوں میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔ اکثر یہ سوال بھی سُننے میں آتا ہے کہ محکمۂ کوآپریٹو کیوں اتنے سود پر روپیہ دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ محکمۂ کوآپریٹو کسی کو روپیہ نہیں دیتا نہ وہ سود لیتا ہے۔ حکومت کوئی لین دین یا خرید فروخت اس محکمے کے ذریعے نہیں کرتی۔ سوسائٹیاں کسی محکمے کا حصّہ نہیں ہیں جیسا کہ نام سے ظاہر ہے وہ عوام کا مجموعہ ہیں۔ جماعت ہیں وہ لوگوں کی انجمن ہیں جو اپنا کام خواہ وہ لین دین ہو یا خرید فروخت ہو خود ہی اپنے ممبروں کے لئے کرتی ہیں۔ ان کی ذمہ داری انکے ممبروں پر ہے اور نفع نقصان کی ذمہ داری بھی انھیں پر ہے حکومت کا یا حکومت کے کسی محکمے کا فرض صرف ان کی نگرانی کرنا ہے یہ فرق ہے تو بہت موٹا لیکن تعجب ہے کہ اسے لوگ جلد بھول جاتے ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کوآپریٹو سوسائٹیاں عوام کا مجموعہ ہیں لیکن عام بول چال میں انھیں گروہ یا انجمن یا جماعت کہتے ہیں۔ یہ صرف وہی نہیں ہیں ان کے خاص اُصول ہیں عام بول چال میں کوآپریشن کے معنی ملکر کام کرنے کے ہیں بہت سے لوگ جب کوآپریٹو سوسائٹیوں کا ذکر کرتے ہیں تو صرف یہی سمجھتے ہیں کہ وہ میل ملاپ سے رہنے یا کام کرنے کی داد دے رہے ہیں۔ لفظ کوآپریشن کے اب ایک خاص ٹیکنیکل معنی ہوگئے ہیں۔ اگر صرف میل ملاپ سے ہی کام کرنے کی تعریف کرنی ہوتی ہے تو اتنی کانفرنسوں کو اِس جوش کے ساتھ یہ تجویز پاس کرنے کی ضرورت نہ ہوتی کہ امداد باہمی کے لئے کوآپریٹو سوسائٹیاں بہترین طریقہ ہیں۔ یہ تو سبھی جانتے ہیں خواہ وہ کہیں کچھ بھی کہ ہر ایک کام میل ملاپ سے ہوتا ہے۔ یہ کوئی دنیا کے لئے نئی ایجاد نہیں ہے۔

کوآپریٹو سوسائٹیوں کے عام اصول یہ ہیں کہ غریب اور کمزور آدمی الگ الگ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے لیکن وہ آپس میں متحد ہوکر اور ایک دوسرے کے اعتبار پر ایک دوسرے کی ذمہ داری لیکر فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اُن میں حکومت سے کوئی کام نہیں ہوتا بلکہ پنچایتی راج ہوتا ہے۔ جس میں ہر ایک آدمی کا حق اُس کی شخصیت پر منحصر ہے نہ کہ اُس کی دولت یا طاقت پر تیسرے یہ کہ مشترکہ کام سے بہنے والی آمدنی یا منافعہ کرنے میں اس بات کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ کس نے اُس منافعہ کے پیدا کرنے میں کتنا حصّہ لیا نہ کہ یہ کہ اس نے کاروبار میں کتنی دولت لگائی اِس سے صاف ظاہر ہے کہ ان سب اصولوں میں دولت سے زیادہ کام اور محنت پر زور دیا جاتا ہے۔ معمولی جماعتوں میں خواہ لوگ میل جول سے کام کرتے ہوں۔ آخر ڈاکوؤں کا گروہ بھی تو میل جول سے کام کرتا ہے۔ خاص فرق ان اصولوں کا ہے یہ اصول کوآپریشن یعنی امداد باہمی کی ایجاد ہیں۔

انگلینڈ میں کوآپریشن یعنی امداد باہمی کی ابتدا کپڑے بننے والوں میں ہوئی اُن کو سوت اور رنگ بڑی مشکل سے اور مہنگا ملتا تھا اور اُنھیں اچھی اور سستی کھانے پینے کی چیزوں میں بھی وقت کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ مال تیار کرنے اور اس کے فروخت ہونے تک خرچ کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوتی تھی لیکن وہ تھا نہیں جیسے ہمارے یہاں کپڑا بننے والوں کے پاس اب تک نہیں ہے اس لئے وہ قرض سے دبے ہوئے اور بھوکے رہتے تھے اُنھوں نے مشترکہ ذمہ داری اور محنت پر مخصوص منافعہ کے اصولوں پر جماعت بناکر جو بڑی تحریک شروع کی اس کا نتیجہ اب سب پر ظاہر ہے۔ جو راستہ انھوں نے دکھایا وہ صرف مل جل کر پنچایتی طریق پر کام کرنے کا ہی نہ تھا بلکہ یہ بھی کہ جنکے پاس سرمایہ نہیں ہے وہ کس طریقے سے اس سرمائے پر منحصر ہونے والی دنیا میں اپنا کام چلا سکتے ہیں۔

ہمارے ملک میں کوآپریشن کا جو نمونہ ہے اس کے اصول تو وہی ہیں جو ان کپڑے بننے والوں کے تھے مگر ہمارے یہاں کی ضرورتیں دوسری تھیں اس لئے ہماری سوسائٹیوں نے دوسری شکل اختیار کی۔ لوگ جب مشترکہ تجارت کرتے ہیں تو کسی خاص ضرورت کے لئے کرتے ہیں ہمارے یہاں کی خاص ضرورت جو سب کو نظر آتی ہے وہ کاشتکاروں کی غربت اور اُن کا قرضہ تھا۔ یوں تو ہر ایک ملک میں کاشتکاروں کے اوپر کچھ نہ کچھ قرض رہتا ہی ہے اور اس سے بچے ہوؤں کی تعداد کم نظر آتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں قرضے کی حد اور لین دین کے طریقے ایسے ہوگئے تھے کہ کاشتکار نہ صرف قرض کے بارے مرا جاتا تھا بلکہ اُس کا اثر اُس کی غلہ پیدا کرنے کی طاقت پر بہت پڑتا تھا۔

پرانے زمانے میں جب نقد کا اتنا رواج نہ تھا اُس وقت گاؤں کے اندر ہی اندر جو لین دین کا دستور تھا اُس میں بہت کچھ سمجھوتا اور ایڈجسٹمنٹ ہوجاتا تھا نئے قانون اور نئے بیوپار کے طریقوں کے آنے پر ایک ساتھ ایڈجسٹمنٹ نہ ہوسکا اور یہ دکھائی دینے لگا کہ نقد کے زمانے میں کھیتی کا گرنا شروع ہوجائے گا۔

علاج کیا تھا؟ یہ تو صاف ظاہر تھا کہ اگر وہ سارا قرض کا بار بینک یا گورنمنٹ اپنے اوپر لے لیتا تو ہر ایک طرف قرض دینے والوں کی ساکھ ڈانواڈول ہوجاتی۔ خیال رکھئے کہ یہ قرض اربوں روپئے کا تھا اور ادھر اُدھر پھیلے ہوئے کروڑہا آدمیوں کو دینا پڑتا ہے اور دوسری طرف روپیہ ضرور مارا جاتا۔ لین دین کے کام میں پہلی چیز سیکورٹی (Security) یا ساکھ ہوتی ہے۔ ان غریب کاشتکاروں کے پاس ضمانت تو کچھ تھی نہیں جسکے بھروسے پر روپیہ دیا جاتا اور پھر ایک بار روپیہ دینے سے تو کام چلتا نہیں۔ کاشتکار پھر قرض لیتا اور پھر پھنستا۔ روپیہ لے لینا ہی تو کافی نہیں اُس کا صحیح استعمال بھی تو ضروری ہے گورنمنٹ یا کسی بینک کے پاس کوئی مشینری نہ تھی کہ ہر ایک قرض لینے والے کی جانچ کرے اور دیکھے کہ روپئے کا استعمال ٹھیک ہو رہا ہے یا نہیں اگر ملازم رکھے جاتے تو ان کا خرچ کہاں سے آتا اور ایک بڑی بھاری فوج رکھنی پڑتی۔

اس طرح اور بھی دشواریاں تھیں۔ لوگوں کا خیال اس موقع پر جرمنی میں رفائسن کے ماتحت کاشتکاروں کی بنی ہوئی کوآپریٹو سوسائٹیز کی طرف گیا۔ سوسائٹیوں کا سب سے بڑا اصول مشترکہ ذمہ داری تھا۔ جس سے ساکھ کی کمی کی وقت حل ہوتی تھی۔ اگر ایک غریب آدمی کی ساکھ نہیں تو بیس کی تو ہے۔ جو اُسکے ساتھی ہیں جو اسکے لئے ذمہ دار بنتے ہیں اور جو نگہداشت کرسکتے ہیں کہ روپئے کا استعمال جائز ہو رہا ہے یا نہیں۔ یہ سوسائٹی اپنی نگہداشت خود کرتی ہے اور اس سے وہ خرچے جو نگرانی رکھنے والی فوج کے رکھنے میں ہوتا ہے وہ خرچ بھی بچتا۔

ان سوسائٹیوں کو قانونی حق دینے کے لئے قانون بنایا گیا اور ان اصولوں کی اشاعت اور ان سوسائٹیوں کی نگہداشت و ان کے حسابوں کی جانچ کے لئے ہر ایک صوبے میں ایک سرکاری محکمہ قائم کیا گیا۔ ایک رجسٹرار

رکھا گیا جس کا کام سوسائٹیوں کو رجسٹر کرنا، اُن کے حسابوں کی جانچ کرنا اور کام خراب ہونے پر ان کا توڑنا تھا۔ چونکہ پہلی ضرورت روپئے کی تھی اور روپیہ گاؤں کی چھوٹی چھوٹی سوسائٹیوں کو براہ راست عوام سے ملنا مشکل تھا۔ اس لئے ضلعوں میں اور کہیں کہیں ضلعوں کے چھوٹے حصّوں میں کوآپریٹو بینک قائم کئے گئے جن کا کام ان سوسائٹیوں کے لئے روپیہ مہیا کرنا ہے۔ اصولاً میں تو کوئی وجہ نہ تھی کہ یہ سوسائٹیاں چل نہ نکلتیں اور ابتدائی جوش میں بہت سی سوسائٹیاں بنیں بھی لیکن اس کام کی کامیابی اس پر بھی منحصر تھی کہ گاؤں میں کافی تعداد میں ایسے لوگ مل جائیں جو ان سوسائٹیوں کے اصولوں کو سمجھیں اور اُن پر کام کرنے کو تیار ہوں اور عوام کے کام میں اپنا وقت دینے کو تیار ہوں ایسے سیدالوگوں کو تیار کرنے کے لئے کارکنوں کی خواہ وہ تنخواہ والے ہوں یا بغیر تنخواہ کے ہوں، ضرورت تھی۔ لیکن کام اتنا بڑھ گیا تھا کہ سوسائٹیوں کی سب جگہ نگہداشت نہ ہوسکی اور کچھ صوبوں میں لین دین کی دیہاتی سوسائٹیاں مشکلوں میں پھنس گئیں اور یہ مشکلیں ۹ سال ہوئے غلّہ کا نرخ گر جانے سے اور بھی بڑھ گئیں۔

اب تجربے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں سے پورا فائدہ اُٹھانے کے لئے نہ تو صرف محنت اور اطمینان کے ساتھ زمین تیار کرنی چاہئے نہ تو صرف کارکنوں کے ذریعے جو خود کام کو خوب سمجھے ہوں ممبروں کو اپنے فرائض کی تعلیم دینے کی ضرورت ہے۔ بلکہ سوسائٹیوں کے میدان کو لین دین کے کام کے علاوہ دوسری طرف بھی بڑھانے کی ضرورت ہے۔ اکیلے لین دین کے کام کا اچھی طرح سے جاری رکھنا مشکل ہے بلکہ کاشتکار کو ننانوے کے پھیر میں ڈالنا ہے اور یہی لین دین کی سوسائٹیوں کا بڑا کام ہے کہ کفایت شعاری کی عادت پڑے۔ عادتوں میں تبدیلی اُسی وقت ہوسکتی ہے جب دیہاتی سماج اپنا پورا زور فضول خرچی کی رسموں اور رہن سہن کے بُرے طریقوں کو دور کرنے پر لگائے اس کے لئے گرام سدھار کی زندگی سدھار جماعتوں کی بھی دیہاتوں میں ساتھ ساتھ ضرورت ہے اس لئے آج کل کوآپریٹو تحریک کی روانی لین دین کے ساتھ ساتھ بہترین زندگی کی طرف بھی پھیری جارہی ہے۔ اس کے ساتھ پیداوار کی فروخت کا بھی مشترک کام شروع ہوا ہے جس سے ایک طرف تو کاشتکار کو بہتر قیمت ملنے کی اُمید ہے اور دوسری طرف قرض کی وصولی آسان ہوجاتی ہے تیسری نئی بات جو تحریک امداد باہمی اختیار کر رہی ہے وہ ترقی کا انتظام کرنا ہے یعنی جماعت کی طرف سے کاشتکار کی زندگی کے ہر پہلو کے سدھار کی کوشش کی جائیگی۔

اس صوبہ میں ایک زمانہ آگیا تھا جبکہ ہماری دیہاتی سوسائٹیاں ڈانواڈول ہورہی تھیں۔ روپیہ تو لگا ہوا تھا مگر وصولی گرتی جارہی تھی۔ پنچایتوں سے جب کہا جاتا تھا قرض ادا کرو تمہارا پہلا کام ایمانداری ہے۔ جو باہر والے کا روپیہ لیا ہے اور جسکی میعاد آگئی ہے اُسے واپس کراؤ تو جواب ملتا تھا کہ کیا کریں۔ پیداوار خراب ہونے کی وجہ سے دام ملتا نہیں اور ممبر دیتے نہیں۔ اس زمانے میں کچھ لوگوں کا دل ٹوٹ گیا۔ مگر ہمارے یہاں نیت خراب نہ تھی۔ جب کچھ سال گذرے اور غلّے کے سستے ہونے سے جو دھکا لگا ہوا تھا اُس سے کاشتکار کچھ سنبھلے تو دھیرے دھیرے حالت بدلنے لگی۔ بہت سی سوسائٹیاں بہتر زندگی کے طریقے اپنے ممبروں کو اختیار کرانے لگیں اسکے ساتھ ساتھ گھی اور گنّے کی فروختگی کی سوسائٹیاں اپنے ممبروں کے لئے یہ چیزیں فروخت کرانے لگیں۔ اب تو ان جماعتوں کے لئے بہت مانگ ہے۔ مالی حالت بھی سوسائٹیوں اور بینکوں کی ہر سال ترقی کر رہی ہے۔ ہر سال ذاتی سرمایہ بڑھتا جاتا ہے۔ بقایا کم رہتا ہے۔ باہری لوگوں کے روپئے کے لئے کافی ضمانت جمع ہوگئی ہے جہاں پر پیداوار کے فروخت کرنے کا کام بھی جماعت نے لیا ہے وہاں پر خاص طور پر

دلچسپی ہے اور کاشتکار اپنے کام کو سمجھنے لگے ہیں۔ تمام صوبے میں جتنا گنا فیکٹریاں خریدتی ہیں اُس کا ایک تہائی سے زیادہ جماعتوں کے ذریعے سے بکتا ہے ان جماعتوں کے اب کوئی دو لاکھ ممبر اس صوبے میں ہیں۔ اس سال چار لاکھ روپئے کی تو صرف کھاد ہی ان گنے والی سوسائٹیوں نے اپنے ممبروں کے لئے مہیا کیا۔ اب کاشتکاروں کی تیاری ہے کہ وہ اپنا اور غلہ بھی جیسے گیہوں چنا وغیرہ جماعتوں کے ذریعے بیچیں۔ اب امداد باہمی صرف لین دین یا بہی کھاتے کا معاملہ نہیں رہا۔ بلکہ یہ سکھایا جا رہا ہے کہ کاشتکار کی مالی حالت اور اُنکے رہن سہن میں ترقی اسی کی کوشش سے ہوسکتی ہے زمانہ ترقی کا ہے امداد باہمی کی ترقی کے لئے اسٹیج ٹھیک سجا ہوا نظر آ رہا ہے اور کام کرنے کے قابل ہے۔

مزدور اور کسان

ابراہیم ہوش (کلکتہ)

ہم دیس کی بے سچے سیوک ہیں ، ہم قوم کی سیوا کرتے ہیں
ہم سب کو کھلاتے ہیں اچھا ، خود رُوکھا کھایا کرتے ہیں
جب عالم سوتا رہتا ہے ، جب تارے چھٹکے رہتے ہیں
ہم کندھوں پر اپنے ہل رکھکر ، کھیتوں کو جایا کرتے ہیں
آکاش سے جب آگ برستی ہے ، دنیا سائے کو ترستی ہے
کھیتوں میں ہم اس گرمی میں ، ہل بیل چلایا کرتے ہیں
ہم اپنا پسینہ بہاتے ہیں ، دنیا کو سکھ پہنچاتے ہیں
ہم اپنے لہو کے ہر قطرے سے دانہ پیدا کرتے ہیں
جب ملک پر حملہ ہوتا ہے ، جب قوم پر آفت آتی ہے
یہ چھاتی گولی کھاتی ہے ، سر اپنا کٹایا کرتے ہیں
رکھوالے اپنے دیس کے ہیں ، بھارت ماتا کے بیٹے ہیں
ہم اس کی بھلائی کی خاطر ، جان اپنی لڑایا کرتے ہیں
سنسار میں ہیں ہم پھیلے ہوئے ، کسان ہیں ، مزدور ہیں ہم
اے ہوش ہم اپنی محنت سے ، دنیا کو سنبھالا کرتے ہیں

جنگل کی سیر

(از جناب مارکنڈے باجپیئی ایم ۔اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی)

ایک زمیندار صاحب کی کوٹھی کے برامدے میں مَیں شال اوڑھے ہوئے گڑیایا، نُڑیایا بیٹھا ہوا تھا۔ سردی بڑی زور کی تھی اور پانی برس رہا تھا۔ بادل دیکھتا جاتا تھا اور سوچتا جاتا تھا کہ رات کو اسٹیشن کیسے پہونچوں گا وہاں آرام کرنے گیا تھا اور شکار کے چکر میں اپنی کمر درست کرا چکا تھا۔ شکار جاری تھا اور مَیں بھاگنے کی فکر میں تھا۔ ضروری کام کا بہانہ کرکے اپنے دوست سے کسی طرح چھٹی مانگی تھی۔ جانے کی اجازت مل گئی تھی مگر پانی نے ناک میں دم کر رکھا تھا۔ اس چپا چپ کیچڑ میں سے ہوکر بارہ میل دور اسٹیشن جانے کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی۔ مَیں اپنی اُدھیڑ بُن میں پڑا تھا کہ یکایک کوئی چلایا۔ "سرکار چاہے ہمکا مار ڈالو پر او ہم سے نہ ہوئی" مَیں چونک کر چلانے والے کی طرف دیکھنے لگا۔ اُنھیں دنوں کانگریس والوں کی زبانی زمینداروں کی بہت سی زیادتیاں بہت سُن چکا تھا۔ کسانوں اور زمینداروں کے تمام جھگڑے چل رہے تھے۔ میں سمجھا کہ شاید میرے دوست بھی کسی کسان پر زیادتی کر رہے ہیں۔ وہ میرے سامنے کی طرف ایک کُرسی پر بیٹھے تھے۔ اُن کے چاروں طرف اُنکے دوست اور مصاحب بیٹھے تھے۔ پاس میں ہم لوگوں کے ایک وکیل دوست بیٹھے تھے۔ اور سب کے سب ہنس رہے تھے۔ وکیل صاحب کو ہنستا دیکھ کر یہ ڈر دُور ہوا کہ کسی پر ظلم ہو رہا ہے۔ اُن لوگوں کے سامنے ایک لڑکا سا کھڑا تھا اور وہ کبھی زمیندار صاحب کے پیر پکڑنے دوڑتا تھا اور کبھی وکیل صاحب کے۔ وہی چلا رہا تھا۔ مجھے اُس طرف دیکھتے ہوئے دیکھ کر زمیندار صاحب بولے "بھائی یہ آدمی ہل چلانے کے لئے چار روپے پر



جناب مارکنڈے باجپیئی ایم ۔ اے ۔ ایل ۔ ایل ۔ بی ۔

نوکر ہے۔ مَیں اسے آٹھ روپے اور خوراک پر ہاتھیوں پر جمعدار بنا رہا ہوں اور یہ راضی نہیں ہوتا تمھیں اسے سمجھا دو"۔ میری سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ آخر یہ معاملہ کیا ہے۔ ترقی ہونے پر تو انسان خوش ہوتا ہے۔ چلاتا نہیں ہے۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس آدمی کو یہ بتایا گیا ہے کہ ہاتھیوں کے بیمار ہونے پر اُن کے جمعدار کو ہاتھی کے پیٹ میں گھس کر دوا لگانی پڑتی ہے اور وہ آدمی اس فکر میں مرا جا رہا ہے کہ وہ اگر ہاتھی کے پیٹ میں گھس کر دوا لگانے لگا اور ہاتھی اُٹھ کر چل دیا تو کیا ہوگا؟ ایسے تماشی لوگ بھی اپنے یہاں

بھاتوں پر یہاں وہ یقین کر لیتے ہیں کہ ہاتھی کے پیٹ میں آدمی گھس جاتا ہے۔ یہ اگر کوئی مجھ سے کہتا تو میں نہ مانتا۔ مگر اپنی آنکھوں کے سامنے یہ تماشہ دیکھ کر میں حیران رہ گیا۔ تب تک زمیندار صاحب نے اُس آدمی سے کہدیا کہ اگر پنڈت جی تمھیں معاف کر دیں تو میں تمھیں چھوڑ دوں گا۔ اُن کا اتنا کہنا تھا کہ وہ مسخرہ میری جان کھانے کو آ گیا اُس سے جان چھڑانا مشکل ہو گئی۔ بعد میں اُس نے کہا کہ وہ کھانا نہیں کھائے گا اور جان دیدے گا۔ اُس کا خیال تھا کہ وہ برہمن تھا اور ہم لوگ۔ ہم ہتیا کے پاپ سے ڈر جائیں گے اُس کے تماشے دیکھ کر ہم لوگ ہنستے ہنستے لوٹ گئے زمیندار صاحب نے موقع دیکھ کر کہا: "کل جنگل کی سیر اور کر لو بھئی جا!" یہ طے ہوا کہ ہم تینوں دوست صبح اُٹھ کر جنگل کی سیر کریں گے اور پھر زمیندار صاحب مجھے اور وکیل صاحب کو اسٹیشن پہنچا آئیں گے۔

رات کو ایک بجے تک بیٹھے ہم لوگ باتیں کرتے رہے اور صبح چار بجے سے زمیندار صاحب نے اپنے نوکر کو آواز دینی شروع کی۔ اپنے خیال میں وہ اُسے بہت دھیرے دھیرے آواز دے رہے تھے۔ اس خیال سے کہ ہماری نیند نہ اُچٹ جائے مگر وہ پہاڑ جیسے تو آدمی ہیں۔ اُن کی سرگوشی بھی مکان ہلا دینے کے لئے بہت کافی ہے۔ انھیں دوست کا ایک اور قصہ مجھے یاد ہے۔ لکھنؤ میں ایک بار ہم لوگ ایک دوست کے یہاں کی بھیڑ بھاڑ سے اُکتا کر آئس کریم (ملائی کا برف) کھانے کے لئے حضرت گنج کی طرف نکل بھاگے۔ میرے دوست خود ہی موٹر چلا رہے تھے۔ ۵۰ ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے گھبرا کر میں نے کہا کہ ذرا دھیرے دھیرے چلاؤ۔ میری جان کا بیمہ نہیں ہوا ہے۔ اُنھوں نے پریشان ہو کر جواب دیا کہ اپنے خیال سے تو میں بہت دھیرے دھیرے موٹر چلا رہا ہوں۔ اگر میرے پیر کا بوجھ موٹر کی رفتار بڑھانے والے پُرزے کو آپ ہی آپ دبا دے تو میں کیا کروں؟ ایسے بھاری جسم والے صاحب کی آواز مُردوں کو تو اُٹھا ہی دے

سوتے ہوؤں کا تو ذکر ہی کیا۔ میں تو جاگ گیا مگر وکیل صاحب خراٹے ہی بھرتے رہے۔ اُن کے ناک سے نکلے ہوئے نغموں سے پریشان ہو کر آخر میں نے اپنی ڈاڑھی بنانے کا پانی اُن کی ناک میں ڈال دیا۔ وہ چھینکتے ہوئے کود کر اُٹھے اور مجھے گالیاں سُنانے لگے۔ جب چھینکیں کم ہوئیں تو میں نے یاد دلائی کہ صبح سویرے ہی جنگل چلنے کا وعدہ ہوا تھا۔ وکیل صاحب نے خفا ہو کر کہا: "تمہارے ساتھ اس وقت صرف جہنم جا سکتا ہوں اور کہیں نہیں"۔ بڑی منتوں کے بعد وکیل صاحب کا پارہ جہنم کی گرمی کے اندازے سے کچھ نیچے اُترا اور وہ اُٹھنے پر راضی ہوئے۔ کمرے سے باہر آ کر دیکھا تو بوندیں پڑنے لگیں تھیں۔ زمیندار صاحب کے یہاں اور تو سبھی باتوں کا بے حد آرام تھا مگر برسات میں پاخانے چھتری لے کر جانا پڑتا تھا میں تو صبح ہی فارغ ہو چکا تھا جب تھوڑی تھوڑی بوندیں پڑ رہی تھیں۔ وکیل صاحب کے پاخانے جاتے ہی موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ ۲ ہی منٹ میں وکیل صاحب تو لئے کھلائے ہوئے باہر آ گئے۔ اتنی سردی میں اُن کا نہانے کا بالکل ہی ارادہ نہ تھا۔ مگر پانی کو یہ منظور نہ تھا کہ وہ بغیر نہائے موٹر میں بیٹھ جائیں۔ اُن کے دانت بج رہے تھے اور کپڑوں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ لیکن اس سردی میں بھی اُنکے دماغ کا پارہ ۱۲۰ ڈگری چڑھا ہوا تھا۔ گرمی سوار تھی۔ زمیندار صاحب پر اور اللہ میاں پر اور کسر نکالی گئی مجھ سے۔ کم بختی کا مارا میں ہی دروازے کے سامنے کھڑا ہوا تھا اور بھیگے چوہے سی اُن کی شکل دیکھ کر مجھے بے اختیار ہنسی آ گئی تھی۔ دانت پیس کر اُنھوں نے مجھ پر لوٹا پھینکا۔ میں تو جھک جانے کی وجہ سے بچ گیا مگر باہر ایک پھولوں کا گملا چُور چُور ہو گیا اور لوٹا بھی ایک لڑائی کے سپاہی کی طرح زخمی ہو گیا۔ میں نے ایک تولیا لیکر اُنھیں دیا تو پچاس گالیاں کھائیں وہ تولیا کم بخت بھی آدھا گیلا تھا۔ اب اگر کپڑے لتے بھی میرے دوست سے مذاق کرنے پر تُل جائیں تو میں کیا کروں میرے دوست یہ سمجھے کر میں نے جان بوجھ کر انھیں گیلا تولیا دیا ہے

بڑی مشکل سے ہم لوگ اُن کا مزاج درست کر سکے۔ دو گولیاں کونین کی اُنھیں کھانے کو دی گئیں اور کپڑے بدل کر آنے پر اُنھیں خوب گرم چائے پلائی گئی اور اسکے بعد وکیل صاحب کو یقین ہوا کہ اب اُنھیں نمونیہ نہ ہوگا۔

چائے پی کر ہم لوگ موٹر پر بیٹھے۔ بارش ہوتی چلی جا رہی تھی اور موٹر میں پردے نہیں لگے تھے۔ میں نے بڑی عزت سے وکیل صاحب کو کنارے بیٹھنے کے لئے جگہ دی تو اُنھیں اتنے غصّے سے مجھے دیکھا کہ مجھے تو خوف معلوم ہوا کہ اُنکی نظر کی گرمی سے میرے کپڑے نہ جل جائیں۔ پھر زمیندار صاحب اور میں نے کنارے سنبھالے اور درمیان میں وکیل صاحب کو بٹھالا۔ اتنی دیکھ بھال کرنے پر بھی وکیل صاحب نہ بچے۔ دیہاتی سڑک تھی پہلے گھاٹیے میں پہیّہ پڑتے ہی کیچڑ ملا ہوا پانی چھپاک سے موٹر کے اندر اُچھل کر پہنچ گیا۔ پانی میری ہی طرف سے آیا تھا اتفاق سے میرے اوپر تو دو ہی چار بوند پڑا لیکن وکیل صاحب بیچ میں ہوتے ہوئے بھی تر ہوگئے۔ موٹر کی رفتار دھیمی ہوتی تو میں بھیگتا مگر اس وقت موٹر تیز جا رہی تھی اسلئے پانی زور سے اُچھلا تھا۔ وکیل صاحب کا رومال کیچڑ کی اُس ہولی کا مقابلہ کرتے کرتے برباد ہوگیا۔ کپڑے تو تر ہو ہی گئے تھے۔ ایک کمبل ہم لوگوں نے پیروں پر ڈالا تو وکیل صاحب نے بگڑ کر پوچھا کہ پہلے ہی کیوں نہ ایسا کیا۔ جواب میں جب میں نے اُنکے پیروں سے ہٹانا چاہا تو وہ اور بھی ناراض ہونے لگے۔ تب تک ہم لوگ شاردا ندی سے نکلی ہوئی نہر کے کنارے پہنچ گئے تھے۔ دونوں طرف گھنا جنگل تھا۔ بیچ میں نہر تھی اور اُسکے کنارے کنارے سڑک چلی جا رہی تھی۔ بڑا سہانا سماں تھا۔ اونچے اونچے ہرے درختوں سے ٹپکتی ہوئی موتیوں سی سفید بوندیں بڑی ہی بھلی معلوم ہوتی تھیں۔ تب تک پانی بند ہو چکا تھا مگر بادل گھرے ہوئے تھے۔ اُن بادلوں کا سایہ نہر کے بہتے ہوئے پانی میں بڑا اچھا لگتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہم لوگ نہر کی سڑک چھوڑ کر جنگل کی سڑک میں پہنچ گئے۔ نہروں اور جنگلوں کی سڑکیں بڑی اچھی ہوتی ہیں۔ دیہات کی سڑکوں کے سے کھانچے اُن میں نہیں ہوتے۔ بغیر دھچکے دئے ہوئے موٹر اُن پر دوڑتی ہوئی چلی جاتی ہے۔ جنگل میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ اور بیچ میں سفید سڑک تھی۔ پانی نے ساری دھول دبا دی تھی۔ شہر کی بھیڑ اور پریشانیوں کو بھولنے کے لئے جنگل میں اس قسم کی سیر سے بڑھکر اچھا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں ہے۔ ایسی سیر سے دماغ کو بڑی فرحت حاصل ہوتی ہے۔

کافی دیر جنگلوں میں اِدھر اُدھر گھومنے کے بعد جنگل سے باہر نکلنے کی فکر ہوئی۔ سرکاری جنگلوں میں سیکڑوں سڑکیں ایک سی ہوتی ہیں۔ وہاں سے تو لکھنؤ کی مشہور بھول بھلیاں یاد آتی ہے۔ زمیندار صاحب کو وہ راستے یاد تھے۔ کیسے یاد تھے؟ یہ تو وہی جانیں مگر اُس روز ایسا تماشہ ہوا کہ جس سڑک پر بھی ہم لوگ گئے اُسی کے آخر میں ۲ کھمبوں کے بیچ میں کھنچی ہوئی لوہے کی زنجیر ملی جس میں تالا بند تھا۔ شام کو تو یہ سڑکیں اسی طرح سے بند کر دی جاتی ہیں۔ مگر اُس روز دن دوپہر بند تھیں۔ چھائے ہوئے بادلوں نے شاید جنگل والوں کو دن میں بھی رات کا دھوکا دلا دیا تھا۔ جنگلی ہی ٹھیرے۔ اِس میں تعجب کیا؟ بڑی مشکل سے ایک سڑک کے کھمبوں سے ہم لوگ باہر نکل سکے اور باہر نکلے ہی تھے کہ دھچکے لگنے شروع ہو گئے۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں کی سڑکوں نے تو دھچکے دینے کا سب جگہ ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کافی دیر دھچکے کھانے کے بعد میں نے پوچھا کہ اسٹیشن کتنی دور ہے؟ جواب ملا "ڈیڑھ سو میل" میرے چونکنے پر بتایا گیا کہ ہم لوگ مرادآباد جا رہے ہیں۔ زمیندار صاحب کو مرادآباد کام سے جانا تھا۔ اور جنگل کی سیر کے بہانے ہم لوگوں کو ساتھ پکڑ لائے تھے۔ میں نے لاکھ کہا کہ مرادآباد جنگل نہیں ہے اور میں وہاں ہرگز نہیں جاؤں گا مگر میری کسی نے سنی اور مجھے جانا ہی پڑا۔

شام کو چائے کے وقت ہم لوگ مرادآباد پہنچے اور اپنے ایک پُرانے دوست کے گھر دھرنا دیا۔ وہ بیمار تھے مگر جب اُنھیں معلوم ہوا کہ پنڈت "چھچھوندر ناتھ" اور مٹھا کر بینڈلک سنگھ اُن سے ملنے آئے ہیں تو وہ بیچارے اوپر کوٹھے

سے اُتر کر نیچے دیکھنے آئے کہ کہاں کے جانور اُن سے ملنے پہنچے ہیں۔ ہم لوگوں کو دیکھ کر وہ سمجھ گئے کہ یہ شرارت زمیندار صاحب کی ہے۔ اور تھوڑی دیر اُن کو اُنھوں نے خوب کھری کھوٹی سنائی اور پھر اوپر لیجاکر ہم لوگوں کو چائے پلائی۔ وکیل صاحب کو ہم لوگ چرکا دیکر اسٹیشن پر چھوڑ آئے تھے۔ رات کو وہ جھینکتے ہوئے وہاں پہنچے جہاں ہم لوگ تھے۔ اُن کی روپئوں کی تھیلی بھر سے پاس تھی اور اسٹیشن پر اُنھوں نے بہت زور زور ار چائے ہم آدمیوں کے لئے منگوا کر ویٹنگ روم میں رکھوائی تھی غنیمت ہوا کہ چائے والے نے اُن کی مرمت نہیں کی۔ کھانا کھا کر ہم لوگ اسٹیشن گئے اور چائے والے کے دام ادا کئے۔ میں نے کہا کہ دہلی لکھنؤ ایکسپریس آنے والا ہے اُسی پر بیٹھ چلو۔ ہم لوگوں کو لکھنؤ لوٹنا تھا۔ وکیل صاحب اس شرط پر راضی ہوگئے کہ وہ سوئیں گے۔ اور میں بریلی میں اسباب تلاش کروں گا۔ ہم لوگوں کا اسباب شام کو بریلی پہنچنے والا تھا۔ ساتھ میں ایک کمبل تک نہ تھا۔ وکیل صاحب کی شرط مجھے پسند نہ آئی اور ہم تینوں ہی موٹر سے بریلی کے لئے چل پڑے۔ بریلی سے ۱۶ میل پہلے ایک چھوٹی سی ندی پڑتی ہے۔ ریل کا پل بڑا سا ہے اور اُس کے پاس ہی نیچے کی طرف ایک لکڑی کے تختوں کا پل موٹروں کے لئے ہے۔ پل کے درمیان میں پہنچکر موٹر نے ستیہ گرہ کر دیا۔ اُسکی رفتار کا پُرزہ ہی ٹوٹ گیا۔ موٹر بڑی تھی اور تیز رفتار والی تھی۔ بغیر وہ پُرزہ درست کئے ہوئے آگے بڑھنے کی ہمت نہ پڑتی تھی آدھی رات وہیں کھڑے رہے۔ دہلی لکھنؤ ایکسپریس شور مچاتی ہوئی چلی گئی۔ اُس کے بعد دہرہ دون ایکسپریس دھواں اُڑاتی ہوئی چلی گئی۔ کئی اور مال وسواری گاڑیاں گذر گئیں مگر ہم لوگ

نہ چلے۔ ڈھائی بجے رات کو بڑی مشکل سے ہم لوگ بریلی پہنچے۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ مسافر خانے میں کھڑے ہونے کی بھی جگہ نہیں ہے۔ ہندو مسلمانوں نے اپنی بیوقوفی میں آکر فساد کر ڈالا تھا۔ اور کوئی مسافر شہر نہ جانے پاتا تھا۔ ہم لوگوں نے ہندو اور مسلمانوں دونوں کو جی بھر کر کوسا اور لگے اپنا اسباب تلاش کرنے۔ گھنٹہ بھر تلاش کرنے کے بعد ہم لوگ تھکاوٹ سے چور تھے۔ تین دن شکار میں ہاتھیوں نے بدن کا کچومر نکال دیا تھا۔ تین راتیں باتیں کرتے گزر چکی تھیں۔ شکار بھی تو عجیب بلا ہے۔ دن بھر جانوروں کے پیچھے دوڑو اور رات کو لڑو کہ گولی لگی ہے تو کس کی لگی ہے۔ اور نہیں لگی ہے تو کیوں نہیں لگی ہے۔ گولی لگے تو مصیبت اور نہ لگے تو مصیبت۔ چین کسی صورت نہیں۔ تین دنوں کے بعد جنگل کی سیر ہوتے ہوتے مراد آباد کی سیر ہونے لگی۔ اور موٹر کے سفر و ڈسٹرکٹ بورڈوں کی سڑکوں نے جسم کے صحیح سلامت حصّوں کو بھی توڑ ڈالا۔ مر کھپ کر کسی طرح بریلی پہنچے تو وہاں کے کم بخت ہندو مسلمانوں کو بھی اُسی دن لڑنا تھا۔ اگر اُنھیں لڑنا ہی تھا تو کسی اور دن ساعت دیکھ کر لڑتے اُس روز لڑنے کی ایسی کیا خاص ضرورت تھی۔ پلیٹ فارم پر ہم لوگ بستر بچھانے لگے تو ریل والوں نے جھگڑا کیا۔ بڑی مشکل سے ہم لوگوں نے سمجھایا کہ ہم لوگ کوٹ پتلون تو ضرور پہنے ہیں مگر یہیں تلی اور صبح کی گاڑی کی راہ دیکھ رہے ہیں۔ جب تک اُن لوگوں کی سمجھ میں یہ بات آئے تب تک ہم لوگ خرّاٹے لینے لگے اور صبح پنجاب میل میں ہم لوگ سوتے سوتے اُٹھ کر بیٹھ گئے۔

صوبۂ متحدہ میں پیداوار کی مشترکہ فروختگی

ایک پنج سالہ اسکیم

(از جناب جے - پی - ستھ - ایم - اے)

آج کئی سال سے حکومت اور عوام دونوں ہی کی توجہ کسان کی پیداوار کی فروختگی کے متعلق منعطف ہوتی جا رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ لوگ اب اچھی طرح سمجھنے لگے ہیں کہ کسان کی ترقی صرف زیادہ پیداوار کے اوپر ہی نہیں بلکہ پیداوار کی مناسب فروختگی پر منحصر ہے۔ کسان کو اپنی پیداوار گاؤں یا بازار میں بیچنے کے وقت جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ کسی سے چھپی نہیں ہیں۔ بس اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ اس کو اپنی فصل کے آخری خریدار کی قیمت کا تقریباً روپیہ میں آٹھ آنہ ملتا ہے اور باقی سب بانگی، ڈانڈا، بٹہ، چندہ، دلالی، بھراون دمحصول وغیرہ میں چلا جاتا ہے۔ ہائے! کتنے دکھ کی بات ہے کہ جو کسان خود ہی اپنے غلّہ کا پورا مالک ہو اُسے روپئے میں آٹھ ہی آنے ملیں۔

تنظیم امداد باہمی کی ضرورت

اب سوال یہ ہے کہ کسان کو اپنے غلّے کا واجب دام کس طرح ملے؟ یقیناً غلّے کو علیحدہ علیحدہ فروخت کرنے سے کم دام ملیں گے لیکن اگر کسان بھائی آپس میں مل کر انجمن امداد باہمی کے ذریعے اپنا غلہ فروخت کریں تو جو دام ان کو اس وقت ملتے ہیں اس سے کہیں زیادہ ملیں گے۔ امریکہ و کناڈا وغیرہ ملکوں میں سارے ملک کے غلّے کا کم از کم چوتھائی حصہ مشترکہ فروختگی کمیٹیوں کے ذریعے بیچا جاتا ہے جسکے باعث کسانوں کو غلّے کا زیادہ سے زیادہ دام ملتا ہے اور وہ برابر خوشحال رہتے ہیں۔ یہی حال ڈنمارک، آئرلینڈ اور انگلینڈ وغیرہ ملکوں کا بھی ہے۔ جہاں کسانوں کو نہ صرف یہ کہ اپنے غلّہ کا زیادہ دام ہی ملتا ہے بلکہ اُنھیں یہ بھی پتہ رہتا ہے کہ کون سی فصل اور کتنا بونے سے اُنھیں فائدہ ہوگا۔

پنج سالہ اسکیم

صوبۂ متحدہ میں محکمۂ امداد باہمی گزشتہ کئی سال سے اپنی سالانہ رپورٹ میں اس بات پر زور دیتا آ رہا ہے کہ جب تک کسان کی پیداوار کی فروختگی کا مناسب انتظام نہ کیا جائے تب تک امداد باہمی بینکوں سے اُس کو کافی فائدہ ہونا ناممکن ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اِدھر اُدھر ممبروں کی پیداوار فروخت کرنے کا انتظام تو کیا گیا لیکن ضروری مالی امداد نہ ہونے کے باعث یہ وسیع پیمانے پر نہ ہو سکا۔ خوشی کی بات ہے کہ اب محکمۂ امداد باہمی نے حکومت کے مشورہ و مالی امداد سے مشترکہ فروختگی کا کام ایک پنج سالہ اسکیم کے مطابق صوبے کے ۴۸ ضلعوں میں شروع کر دیا۔ امسال صرف گیہوں اور تلہن تنظیم امداد باہمی کے ذریعے فروخت کرنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ جن گرام سدھار مرکزوں میں زراعتی بیج گودام ہیں وہاں عام طور سے اسکیم جاری کی گئی ہے۔ لیکن ایسی جگہوں میں بھی جو گرام سدھار مرکزوں کے ماتحت نہیں آتیں اسکیم جاری کی جا سکتی ہے۔

سبھی کاموں کے لئے ایک سوسائٹی

اس اسکیم کے مطابق گاؤں میں مختلف کاموں کے لئے علیٰحدہ علیٰحدہ سوسائٹی نہ ہو کر گاؤں سے متعلق ایک ہی سوسائٹی (multi-purpose soci-ety) ہوگی جسکے ذریعے ممبروں کے غلّے

کی فروختگی زراعت کی ترقی وزندگی سدھار بھی کام کئے جائینگے عموماً ایک گاؤں میں ایک ہی سوسائٹی ہوگی۔ موجودہ بینک مقامی حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے سب کام والی ایک سوسائٹی میں تبدیل کر دئے جائیں گے۔ اور جہاں کسی قسم کی سوسائٹی نہیں ہے وہاں سب کام والی سوسائٹیوں کی تنظیم کی جائے گی۔

بیج گودام

مشترکہ بیج گودام سب کام والی سوسائٹیوں کو کھاد بیج و آلات زراعت وغیرہ ممبروں کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے مہیا کرینگے۔ محکمہ زراعت وگرام سدھار کے بیج گودام کے بارے میں بھی طے ہوگیا ہے کہ گاؤں کے ۸۰ یا ۹۰ فیصدی کاشتکار سب کام والی سوسائٹیوں کے ممبر بن جائیں اور کام اچھی طرح چلنے لگے تو یہ بیج گودام صرف انھیں سوسائٹیوں سے اپنا کاروبار کریں اور اگر ممکن ہو تو اچھے اور خراب بیج کا تبادلہ بازار کے نرخ کی بہ نسبت مناسب دام پر کریں۔

فروختگی کا طریقہ

ممبروں کی پیداوار فروخت کرنے کے کئی ایک طریقے ہیں۔ پہلا مشترکہ فروختگی کا طریقہ ہے جسکے مطابق ممبروں کا غلہ ایک جگہ جمع ہوگا اور پھر سوسائٹی اُسے نرخ طے کرنے کے بعد خریدار کے ہاتھ فروخت کر دیگی۔ دوسرے آڑھتیا طریقے کے مطابق ممبر اپنا غلہ سوسائٹی کے ذریعے طے کئے گئے آڑھتیوں کے یہاں جمع کرینگے۔ تیسرے کمیشن شاپ فروختگی کا طریقہ ہے جسکے مطابق ممبروں کو اپنا غلہ دوکان میں جمع کرنے کے بعد غلہ کی قیمت کا تقریباً ۷۰ فیصدی حصہ پیشگی مل جایا کرے گا۔ چوتھے سوسائٹی اپنے قاعدے کے مطابق ممبروں کو گاؤں والے تاجر سے الگ الگ باتیں کرنے کی ممانعت کرکے خود ہی مہنگے سے مہنگے نرخ میں غلہ فروخت کریگی۔ اور آخر میں پانچواں طریقہ ہے جس کے مطابق سوسائٹی ممبروں کا سب غلہ خرید کر اسے اچھے نرخ سے فروخت کریگی۔ ہر ایک حلقے کے اسسٹنٹ رجسٹرار مقامی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے خود ہی سوچ کر طے کرینگے کہ اُنکے حلقے میں کس طریقے سے کام کیا جائے۔

۳۵،۰۰۰ گاؤں میں امداد باہمی کی گونج

یہ پنچ سالہ اسکیم صوبے کے ایک ہزار گرام سدھار مرکزوں میں جن کے ماتحت ہر ایک مرکز میں ۳۵ گاؤں میں جاری کی جا رہی ہے۔ ہر سال ۲۰۰ سپروائزر پانچ سال تک بھرتی کئے جائیں گے اور ہر سال کے بیچ کے ذریعے ۵ سال کے اندر ۷ ہزار گاؤں میں سب کام والی سوسائٹیاں قائم ہو جائینگی اس طرح دس سال کے بعد صوبے کے ۱۰۵،۶۴۰ گاؤں میں سے ۳۵ ہزار گاؤں میں یہ سوسائٹیاں کسانوں کے ہر ایک پہلو کی ترقی کرتی نظر آئیں گی۔

صوبائی حکومت نے پہلے ہی اس سال (سنہ ۱۹۳۸-۳۹ء) کے لئے ۱۷ ہزار روپئے منظور کئے ہیں تقریباً ۲۵ سپروائزر بھرتی کرلئے گئے ہیں جن کی ٹریننگ پرتاب گڑھ، بلند شہر اور گورکھپور میں ہو رہی ہے۔ لیکن نئی اسکیم کا کام چلانے کے لئے موجودہ سپروائزران میں سے تقریباً ۸۰ کو ٹریننگ دیکر مختلف مرکزوں میں تعینات کر دیا گیا ہے۔ یہ سب کام والی سوسائٹیوں (multi-purpose societies) کے کھلنے کے لئے ضروری پرچار اور تنظیم کر رہے ہیں تاکہ آئندہ ربیع کی فصل ہاتھ میں آجائے ہمیں پوری اُمید ہے کہ ہمارے کارکنوں کو گاؤں والوں کی پوری امداد ملے گی اور وہ ان سوسائٹیوں سے کافی فائدہ اٹھائیں گے۔



چھہتّر سال کا جوان

(از جناب پنڈت رام نریش ترپاٹھی)

کہانی سوچنے کی چیز نہیں سمجھنے کی چیز ہے۔ آدمیوں کی طرح دنیا میں کہانیاں بھی ہر وقت پیدا ہوتی اور مرتی رہتی ہیں۔ جن کہانیوں کے پیدا کرنے میں آدمی کی عمر کا زیادہ حصّہ صرف ہوا ہے۔ اُن کی عمر بڑی ہوتی ہے اور وہ صدیوں تک زندہ رہتی ہیں۔ اور جو کہانیاں معمولی حالات میں پیدا ہوتی ہیں اُن کی عمر بھی کم ہوتی ہے کسی کسی کہانی کی عمر تو صرف گھنٹہ ۲ گھنٹہ ہی ہوتی ہے۔ اِس کان سُنے اُس کان گئی اور ختم۔ لیکن کتنی ہی کہانیوں کے پیدا ہونے میں کئی سال لگ جاتے ہیں۔

ہر ایک عورت مرد ہر ایک بچّہ بوڑھا اور جوان ہر وقت کہانی پیدا کرتا رہتا ہے۔ کوئی کوئی لوگ تو اپنی زندگی میں سینکڑوں کہانیاں پیدا کرتے ہیں۔ اگر فی آدمی ۱۰ کہانی کا اوسط مان لیا جائے تو ۳۵ کروڑ کی آبادی والے ملک میں ۳ ارب ۵۰ کروڑ کہانیاں ہر وقت اُسی طرح زندہ ہیں جس طرح آدمی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انسان کہانی ہی تیار کرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے میں نے اوپر لکھا ہے کہ کہانی سوچنے کی چیز نہیں سمجھنے کی چیز ہے۔ کسی بھی آدمی سے کہانی لے سکتے ہو اگر تم اُسے سمجھ سکتے ہو۔ یہاں میں ایک کہانی سناتا ہوں۔ جس کے سوچنے کے لئے میں نے ذرا بھی محنت نہیں کی بلکہ کہانی پڑھ کر جان لوگے کہ کہانی زبردستی میرے دماغ میں گھس آئی تھی۔

کئی سال ہوئے ایک دن میں اپنے گاؤں میں گھر کے سامنے نیم کے درخت کے نیچے کھاٹ پر پڑا پڑا اخبار پڑھ رہا تھا شام کا وقت تھا۔ گاؤں کے بازار کا دن تھا۔ کسان لوگ اپنے اپنے گھر واپس جا رہے تھے۔ میرا مکان گاؤں کے راستے میں ہے اُس رستے سے بھی کچھ لوگ جا رہے تھے۔ سب کے آخر میں جو آدمی اُدھر ہو کر بازار سے آیا وہ ایک کسان تھا۔ وہ میری کھاٹ کے پاس آکر کھڑا ہو گیا۔ میں اخبار پڑھنے میں بالکل محو تھا۔ اُس نے بڑی عاجزی سے کہا "آپ چنا لیں گے؟" میں اخبار میں ضروری خبریں پڑھ رہا تھا۔ مجھے اُس کا چہرہ ناپسند نہ آیا۔ پھر بھی شرافت کے تقاضے سے میں نے اُسے جواب دیدیا "نہیں" مگر اُسے تو پیسے کی ضرورت تھی وہ یوں ہی کیوں چھوڑنے لگا۔ اُس نے پھر پہلی جیسی نرم آواز میں کہا۔ مجھے آٹھ آنے پیسے کی بڑی ضرورت ہے۔ یہ چنا بازار میں بیچنے لایا تھا۔ نہیں بکا۔ اگر آپ لے لیں گے تو کل میری

عزّت بچ جائے گی۔

یہ ذرا زوردار بات تھی۔ عزت دار آدمی کی عزت کا خیال رکھنا ہی پڑتا ہے۔ میں نے اُس سے جلدی پیچھا چھڑانے کے لئے پوچھا کتنا چنا ہے؟

اُس نے کہا۔ چار پسیری (دیہات کے آٹھ سیر)

میں نے کہا۔ چنا گھر میں دے دو اور آٹھ آنے پیسے لے لو۔

ساتھ ہی گھر والوں کو پکار کر میں نے کہہ دیا کہ آٹھ آنے پیسے دے کر چنا رکھ لو۔

کسان چنے دے کر اور آٹھ آنے پیسے لے کر اپنی راہ چلدیا۔

تیسرے روز پھر دن چڑھے میں اُسی کھاٹ پر اُسی جگہ لیٹا ہوا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ وہ کسان پھر آیا۔ پاس آکر اُس نے کہا۔ یہ چنے لے لیجئے۔

میں جھنجھلا اُٹھا۔ میں نے کہا۔ نہ میرے پاس گھوڑا ہے نہ خود میں چنے کا شوقین ہوں۔ ابھی پرسوں چنے دے گئے ہو۔ اِتنے چنے لے کر میں کیا کروں گا۔ ایک لمحہ بعد پھر جھڑک کر میں نے کہا۔ جاؤ بازار میں بیچو۔ عزّت جانے کی بات سن کر میں نے ایک دن لے لیا۔ اب تم نے گویا گھر دیکھ لیا تو پھر سر پر آکر سوار ہو گئے۔

میں نے دیکھا کہ میرے غصّے کا اُس پر مطلق اثر نہ ہوا وہ اُسی طرح ساکت کھڑا رہا۔ جب میں پھر پڑھنے لگا تو اُس نے کہا۔ آپ ہی کے چنے ہیں اِسے کسی برتن میں رکھوا لیجئے۔

درحقیقت میں آپے سے باہر ہو گیا۔ میں نے ڈپٹ کر کہا۔ مجھے چنے نہ چاہئیں جاؤ۔

مگر وہ اِس پر بھی نہ ٹلا اور بغیر جھجکے کہنے لگا۔ اُس روز میں چنے کم دے گیا تھا۔ آج اُسے پورا کرنے کے لئے آیا ہوں۔

میں نے اُسی غصّے سے کہا۔ کم کیوں دے گئے تھے؟

اُس نے کہا۔ شام کو چار پسیری چنے میں نے تول کر رکھے تھے۔ بہو نے رات میں گھر کے خرچ کے لئے اُس میں سے ۲ سیر چنے نکال لئے تھے۔ اُس نے مجھے بتلایا نہیں تھا اور میں چار پسیری ہی سمجھ کر بازار لایا تھا اور آپ نا ہی کہہ کر آپ کو دے گیا تھا۔ آپ نے تولا یا نہیں اور مجھ پر اعتبار کر کے ویسا ہی رکھ لیا تھا۔ گھر جا کر جب میں نے بہو کو پیسے دئے تب اُس نے کہا کہ اُسنے ۲ سیر چنے نکال لئے تھے۔ میں رات ہی میں آتا مگر میرے گھر مہمان آئے ہوئے تھے۔ اس لئے نہ آسکا۔ دوسرے روز بھی میں تڑپ کر رہ گیا۔ لڑکے سب کھیت میں کام کرنے چلے گئے۔ مہمانوں کے پاس میرا بیٹھنا ضروری تھا اس لئے آج آیا ہوں۔

سچائی کی اُس مورت کو دیکھ کر میں تو ششدر رہ گیا۔ اپنے ہاتھ کا پوتھی پترا میں نے دُور رکھ دیا کھاٹ پر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور اُس کی انسانیت کی قیمت کا اندازہ کرنے لگا۔

'بیسویں صدی میں' انگریزی راج میں اتنی سچائی! کیا یہ تعجب انگیز بات نہ تھی۔ اُس کے ساتھ ابتک میں اتنی بے رُخی سے پیش آتا رہا۔ مجھے اندر ہی اندر اس بات کی شرم آنے لگی۔ میں نے بڑی خاطر سے اُسے چارپائی پر بیٹھنے کو کہا مگر وہ بیٹھا نہیں۔ مجھے پڑھا لکھا آدمی سمجھ کر غالباً وہ اپنے کو حقیر سمجھتا ہوگا۔ میں نے دیکھا کہ تعلیم یافتہ ہونے سے جہاں مجھے اُس کے اور قریب ہونا چاہئے تھا وہاں ہم دونوں کے درمیان کافی فاصلہ ہو گیا تھا۔ پڑھنے لکھنے کی اس سے بڑی سزا اور کیا ہوگی کہ آدمی آدمی سے دور ہو جائے۔

وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ مجھے اب اُس سے باتیں کرنے میں لطف آنے لگا۔ میں نے پوچھا۔ کل بازار کا دن تھا۔ کل آتے وقت چنے لیتے آتے۔ آج کیوں آئے؟

اُس نے کہا۔ مجھے تو ایک ایک پل پہاڑ سا لگ رہا

ا۔ میں نے آپ کو دھوکا دیا تھا۔ آپ نے میرا اعتبار
یا تھا اس کی مجھے بڑی شرم تھی۔ اُس دن رات بھر
ں اسی فکر میں پڑا رہا۔

میں اُس کی طرف اور بھی کھنچا۔ یہ آدمی اِتنا سچّا
ہے تو لاؤ اس کی روزمرّہ کی زندگی کا پردہ اُٹھا کر تو
یکھوں۔ سچائی نے وہاں کیا کیا گل کھلائے ہیں یا
ود سچائی اُس میں ٹکی کیسے؟

میں نے پوچھا۔ تمھاری عمر کیا ہے؟

اُس نے کہا۔ چوہتّر سال۔

میں حیرت زدہ ہو کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

چوہتّر؟

وہ مسکرا اُٹھا۔ اُس نے پوچھا۔ آپ کیا سمجھتے ہیں؟

میں نے کہا۔ زیادہ سے زیادہ چالیس پینتالیس سال۔

ایک لمبا تگڑا آدمی۔ چہرے پر جھرّیاں نہیں، کمر سیدھی، ہاتھ پیر مضبوط۔ آنکھوں میں روشنی، بناوٹ میں میٹھی میٹھی سنجیدگی اور سب سے تعجب خیز بات یہ ہے کہ سر کے بال بھی کالے اور عمر چوہتّر سال۔ وہ کوئی پڑھا لکھا یا گریجویٹ ہوتا تو میں فوراً کہہ دیتا کہ تم خاندانی جھوٹے ہو۔ مگر جو دو سیر چنے کی غلطی درست کرنے آیا ہے وہ کہیں جھوٹ بول سکتا ہے۔

اب میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اِس اتنی طویل عمر تک تندرستی اور جوانی قائم رکھنے کا راز دریافت کروں۔ میں نے پوچھا۔ کے لڑکے ہیں؟

اُس نے کہا۔ چار۔

میں نے پوچھا کتنے کتنے بڑے ہیں؟

اُس نے کہا۔ چاروں پورے مرد ہیں۔ سب کے لڑکے ہیں۔ دو بڑے لڑکوں کے بھی لڑکے ہیں۔

میں نے پوچھا۔ تم تو اب گھر پر بیٹھتے ہو گے؟

اُس نے ذرا فخر کے ساتھ کہا۔ گھر پر کیوں بیٹھوں گا۔ ابھی میں اُن چاروں کو کام میں ہرا دیتا ہوں۔ میں اپنی ہی کمائی کھاتا ہوں بابو جی!

اور یہ یقیناً قابلِ فخر بات تھی۔ میں نے پوچھا۔ پڑھے لکھے ہو؟

اُس نے اظہارِ افسوس کرتے ہوئے کہا۔ پڑھا لکھا تو کچھ بھی نہیں بابو جی۔

میں دل میں کہنے لگا۔ تم ہزاروں پڑھوں سے کہیں اچھے ہو۔ پڑھے لکھے ہوتے تو دو سیر چنے لے کر شاید ہی آتے۔

میں نے پھر پوچھا۔ اور لڑکے؟

اُس نے کہا۔ گاؤں کے مدرسے میں لڑکوں نے درجہ ۴ تک پڑھ پڑھ کر چھوڑ دیا۔

میں نے کہا۔ اچھا کیا۔ ورنہ وہ کسان نہ ہو کر اِس وقت کہیں مدرّس ہوتے۔

مجھے اپنا ہم خیال دیکھ کر قدرتاً اُسے کچھ جوش آگیا وہ بولا۔ اور کیا۔ مدرسے میں جو پڑھتا ہے وہ مدرّس ہی تو ہوتا ہے۔ نہ اہیر کا لڑکا اہیر رہتا ہے نہ چمار کا لڑکا چمار۔ اور نہ کُرمی کا لڑکا کُرمی۔ سب مدرّس ہو جاتے ہیں۔

میں سوچنے لگا۔ مدرسوں میں جو تعلیم دی جاتی ہے اُس پر اس سے اچھا تبصرہ کیا ہو سکتا ہے۔ گاؤں کے جاہل عوام بھی اب مدرسہ کی تعلیم کے نقائص سمجھنے لگے ہیں۔

میں نے پھر پوچھا۔ تم کھاتے کیا ہو؟

اُس نے کہا۔ دال روٹی۔

میں نے پوچھا۔ ترکاری؟

اُس نے کہا۔ کبھی کبھی، مل گئی تو۔

میں نے پوچھا۔ گڑ کھٹائی؟

اُس نے کہا سال میں ۲ تین بار۔

میں نے پوچھا۔ دو ہی تین بار؟ کب کب؟

اُس نے لاپروائی سے کہا۔ بس وہی ہولی، دیوالی میں پکّی رسوئی بنتی ہے تب کوئی میٹھی چیز، اچار کھٹائی کھا لیتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ روز اچار کھٹائی یا گڑ کھانے کی عادت نہیں؟ گاؤں کے لوگ تو گڑ بہت کھاتے ہیں۔

اُس نے کہا۔ مجھے لڑکپن ہی سے اِن چیزوں کے کھانے کا شوق نہیں رہا۔

میں نے پوچھا۔ گھر میں دودھ ہے؟

اُس نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ دو گائیں اور ۲ بھینسیں رکھتا ہوں۔ بھگوان کی کرپا سے گھی دودھ کی کمی نہیں ہے۔

میں نے پوچھا۔ دودھ روز پیتے ہو؟

اُس نے کہا دودھ لڑکے پیتے ہیں۔ میں کبھی کبھی تیج تیوہار کے دن پی لیتا ہوں۔ ہاں مٹھا پینے کا شوق ضرور ہے۔ وہ بھی کبھی کبھی بچا کھچا رہ گیا تو۔

میں نے پوچھا۔ روز کیوں نہیں پیتے؟

اُس نے کہا۔ کوئی نہ کوئی سادھو یا مہمان آتے ہی رہتے ہیں۔ اُنھیں پلا دیا کرتا ہوں جس دن کوئی نہیں آتا اُس دن میں بھی پی لیتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ گھی کھاتے ہو؟

اُس نے کہا۔ گھی بیچ لیتا ہوں۔ اُسی سے مالگزاری ادا کر دیتا ہوں۔ تھوڑا بہت کھا یا بھی جاتا ہے۔

میں نے پوچھا۔ اور باہری خرچ کیا ہے؟

اُس نے کہا۔ گھر بھر کا باہری خرچ تو بہت سا ہے۔ مگر میرا کام تو سال بھر میں ۲ دھوتی ایک انگوچھا اور ایک جوڑ چمروَدھے جوتے سے چل جاتا ہے۔

وہ دھوتی اور جوتا پہنے تھا۔ انگوچھے میں چنے باندھے ہوئے تھا۔ بدن پر اور کوئی کپڑا نہیں تھا۔

میں نے پوچھا۔ کُرتا، کوٹ یا میرزئی نہیں پہنتے؟

اُس نے کہا۔ نہیں، مَیں نہ کہیں آؤں نہ جاؤں مجھے ان کپڑوں کی کیا ضرورت؟

میں نے پوچھا۔ کیوں آتے جاتے کیوں نہ ہوگے؟ عدالت میں گواہی دینے گئے ہی ہوگے؟

وہ تو بات کاٹ کر بول اُٹھا۔ نا۔ نا۔ بابو جی مَیں دنیا کے پرپنچ میں نہیں پڑتا۔ لوگ پنچایت کے لئے مجھے بُلانے آتے ہیں مگر میں نہیں جاتا۔ اب ایمان کہیں رہ نہیں گیا۔ عدالت تو آج تک میں نے دیکھی نہیں نہیں کیسی ہوتی ہے۔

تعجب کی بات تھی کہ بیسویں صدی کا کسان اور عدالت سے ناواقف۔

میں نے پوچھا۔ پولیس اور زمیندار سے کیسے بچے رہتے ہو؟

اُس نے کہا۔ مالگزاری ٹھیک وقت پر دیدیتا ہوں۔ زمیندار سے جھگڑا ہوتا ہی نہیں۔ گاؤں کے جھگڑوں میں مَیں پڑتا ہی نہیں۔ پولیس سے میرا کیا واسطہ؟ دروازے پر چھوٹا بڑا جو کوئی آتا ہے سب کی خاطر کر دیتا ہوں۔ اِس سے سبھی خوش رہتے ہیں۔ اور اصل بات یہ ہے کہ مجھے اپنی کھیتی باڑی ہی سے فرصت نہیں ملتی۔ کیسے جاؤں؟

میں نے پوچھا میلے ٹھیلے میں نہیں جاتے۔

اُس نے کہا۔ سال میں ۲ چار بار سے زیادہ نہیں۔ وہ بھی ناتی، پوتوں کو دکھلانے کے لئے لے جاتا ہوں میں بھی دیکھ لیتا ہوں۔

میں نے پوچھا۔ تمھاری روزمرّہ کی رہن سہن کیا ہے؟

اُس نے کہا۔ سورج نکلنے سے پہلے ہی میں اُٹھتا ہوں اور سورج نکلتے نکلتے ضروریات سے فارغ ہو کر کام میں لگ جاتا ہوں۔ گھر پر کام رہا تو گھر پر ورنہ کھیتوں کی طرف نکل جاتا ہوں۔ کسان کے گھر تو کام ہی کام رہتا ہے۔ کرنے والا چاہیئے۔

میں نے پوچھا - پھر؟

اُس نے کہا - بس جب سورج سر پر آ جاتا ہے تو نہاتا ہوں اور جو کچھ ملا کھا پی کر تھوڑی دیر سو لیتا ہوں پھر اُٹھ کر گھر پر یا کھیت پر جو کام ہوتا ہے اُس میں لگ جاتا ہوں۔ شام کو کام ختم کر کے گھنٹہ رات گذرنے پر گھر آتا ہوں۔ کھا پی کر کچھ دیر بات چیت کرتا ہوں اور سو جاتا ہوں۔

میں نے پوچھا - کوئی نشہ نہیں کھاتے؟

اُس نے کہا - دال روٹی کے سوا دوسرا کوئی نشہ نہیں کھاتا -

میں نے پوچھا - کھانے پینے کی چیز میں تم کس چیز کو شوق سے کھاتے ہو؟

اُس نے مسکراتے ہوئے کہا - آم! جس روز پیٹ بھر آم مل جاتا ہے اُس دن روٹی نہیں کھاتا کچے آم کی کھٹائی دال میں پڑتی ہے تو وہ دال بھی اچھی لگتی ہے - لیکن میں دال میں کھٹائی ڈالنے کی گھر میں فرمائش نہیں کرتا - پڑی پڑائی مل جاتی ہے تو خوش ہو کر کھا لیتا ہوں -

میں نے پوچھا - کے ہل کی کھیتی ہوتی ہے؟

اُس نے کہا میرے باپ کے زمانے میں ۲ ہل کی کھیتی ہوتی تھی - اب چار ہل کی ہوتی ہے۔

ایسی کفایت کی زندگی اور پھر انتھک محنت پھر گھر کی ترقی ہونے میں رُکاوٹ ہی کیا ہوتی - میں نے اُس کے چنے رکھوا لئے، اپنی بے رُخی کی معافی مانگی اور محبت سے رخصت کیا۔

اُس کے چلے جانے کے بعد میں انسان کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر غور کرنے لگا - اگر وہ آدمی کچھ پڑھا لکھا ہوتا تو؟ تو وہ کہیں ملازم ہوا ہوتا اور نہ اُسکے گھر کی مالی حالت اتنی اچھی ہوتی نہ وہ اتنی طویل عمر تک تندرست ہی رہتا۔

اور اگر وہ کسی یونیورسٹی کا گریجویٹ ہوتا تو؟ تو وہ شاید ہی اتنی عمر تک زندہ رہتا وہ کئی سال پہلے ہی اخباروں کی چیز ہیں ہوتا - اور اگر زندہ بھی رہتا تو وہ ہرگز اتنا تندرست نہ رہتا - چھل کپٹ کے زور سے وہ شاید اپنی آمدنی بڑھا لیتا - لیکن ذاتی محنت سے وہ اپنے باپ کی چھوڑی ہوئی ملکیت کو دونی کر لیتا یا نہیں اس میں شبہ ہے - ریل، تار، ڈاک اور اخباروں سے جو فکریں روز تعلیم یافتہ لوگوں کو تقسیم کی جاتی ہیں اور اُن کو اس بات کے لئے بھی اپنے دماغ کا کچھ حصہ خرچ کرنا پڑتا ہے کہ ٹمبکٹو کے ایک جنگل میں ایک گڈریئے نے ایک چیتے کا مقابلہ کیا اور اُسے مار ڈالا - لیکن چیتے نے بھی اُسے زخمی کر دیا اور وہ اب اسپتال میں ہے - یا بھوگاؤں میں ایک بکری کے ۲ مُنہ والا بچّہ پیدا ہوا وغیرہ وغیرہ - وہ بلا اس کسان کے دماغ میں نہیں پہنچ سکتی - اس سے اُسکی فکر بھی اُسے نہیں ہے - ساتھ ہی اسکے ذاتی اخراجات اتنے کم ہیں کہ تھوڑی کمائی سے بھی یہ اپنا گزر کر سکتا ہے۔ نہ اسے درجنوں کُرتے قمیص کی ضرورت نہ تین چار جوڑ بوٹ جوتوں کی حاجت - نہ ٹائی اور کالر کا جھنجھٹ نہ تیل، صابن، کنگھی اور شیشے کا شوق نہ چائے اور بسکٹوں کا چسکا - اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آجکل کے گریجویٹ سے جاہل کسان زیادہ خوش ہے - اب یہ بھی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ طریقۂ تعلیم میں خرابی ہے جس سے تعلیم پایا ہوا آدمی اپنی اور دنیا بھر کی فکروں کے بارے اپنی عمر کم کر لیتا ہے اور فکروں سے بچنے میں وہ آمدنی کا زیادہ حصہ خرچ کرنے ہمیشہ پیسے کا محتاج رہتا ہے - وہ تندرستی کی فکر میں ہمیشہ پریشان رہتا ہے اور اپنے کو مہذب سمجھ کر سب جھنجھٹوں کا بار اُٹھائے پھرتا ہے - لیکن انسان کی سچی تہذیب کیا اُس کسان کی سچائی میں نہیں ہے جو اُسنے چنے لاکر واپس کی ہے۔



جاپانی کسانوں کی عورتیں فرصت کے وقت کھلونے بناکر خاصی رقم پیدا کر لیتی ہیں۔ اس تصویر میں ایک جاپانی کسان کی عورت کھلونے پر رنگ چڑھا رہی ہے۔

جاپانی کسان

(از جناب سید ابو طاہر بی۔ ایس۔ سی)

ہندوستانی کسان کا ایک لطیفہ ہے۔ ایک دیہاتی ریلوے اسٹیشن کی کھڑکی پر ٹکٹ خرید رہا تھا۔ بابو جی سے کہنے لگا "ایک ٹکٹ لکھنؤ کا دینا"۔ جب وہ ٹکٹ مل گیا تو کہنے لگا "ایک ٹکٹ رام داس کا دینا" بابو جی نے تمام اسٹیشنوں کی فہرست دیکھنے کے بعد جب رام داس اسٹیشن کا نام کہیں نہ دیکھا تو مجبور ہو کر مسافر سے دریافت کیا کہ بھائی رام داس کس لین پر ہے؟ ہمارا دیہاتی مسافر یہ سن کر اِدھر اُدھر دیکھ کر کہنے لگا "ابھی ہیں تو تھا۔ رو نہ جانے کدھر کو چلا گیا ہے"۔

دیکھو ہمارے کسان کتنے بھولے، سیدھے اور انجان ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ بیوقوف ہوتے ہیں بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے دماغی قویٰ سو رہے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اُن کو بیدار کیا جائے تاکہ اُن میں غور و فکر کا مادہ پیدا ہو اور وہ اپنے اچھے بُرے کو سمجھ سکیں۔ کسان ایک ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی جیسے ہیں۔ سارے بدن کا بوجھ ریڑھ کی ہڈی ہی سنبھالتی ہے۔ جن ملکوں نے اس نکتے کو سمجھ لیا ہے انھوں نے اپنے کاشتکاروں کو ہوشیار بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی



جاپان کا ایک گاؤں۔

مثلاً جاپان ہی کے کسان کو لے لو۔ حالانکہ یہ صنعتی ملک ہے لیکن پھر بھی زراعت کو بہت بڑی اہمیت دی جاتی ہے۔ سب سے بڑا ذریعہ کسی قوم کی فطرت کو جانچنے کا یہ ہے کہ مخصوص حالات کے اندر اس کے طرز عمل کا مشاہدہ کیا جائے اور اُس سے نتائج اخذ کئے جائیں۔ چنانچہ ذیل کا واقعہ جاپانی کسان کی فطرت پر پوری روشنی ڈالتا ہے۔

الکشن کے زمانے میں مختلف امیدوار گاؤں گاؤں گھومتے پھرتے تھے۔ ایک گاؤں میں ایک پارٹی نے جلسہ کیا جس میں تقریباً ساٹھ دیہاتی موجود تھے۔ تقریروں میں ان سے اپیل کی گئی کہ وہ ایک امیدوار کو ووٹ دیں جو بہت جہاں دیدہ ہے یورپ اور امریکہ کا سفر کر چکا ہے اور اس کے علاوہ انگریزی بھی بہت اچھی طرح بول لیتا ہے۔

یہ سنتے ہی حاضرین میں سے ایک شخص جو مخالف جماعت سے تعلق رکھتا تھا۔ کھڑا ہو گیا اور اس امیدوار پر اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا کہ اگر اس جگہ کے لئے سیر و سیاحت ایک لازمی قابلیت ہے تو کیوں نہ اس امیدوار کی بجائے کسی جہاز کے کپتان کو کھڑا کر دیا جائے اور اگر انگریزی بول لینا دوسری شرط ہے تو وہ بھی اس طرح پوری ہو سکتی ہے کہ جاپان کے کسی بندرگاہ سے کسی مترجم کو پارلیمنٹ میں بھیج دیا جائے۔ نہیں جناب! ایسے امیدوار جو اپنی تمام عمر یورپ اور امریکہ کے سیر سپاٹے میں گنواتے پھریں اور انگریزی بول لینے کو اپنی ذات کے لئے قابل صد افتخار سمجھیں ہمارے لئے بالکل بیکار ہیں۔ میں جس امیدوار کی موافقت کر رہا ہوں وہ دوسرے ہی قسم کا ہے۔ وہ ایک بڑی یونیورسٹی میں تعلیم پانے کے بعد ایک عرصہ تک دہقان کے کھیتوں میں کام کرتا رہا ہے اور اس طرح وہ ہماری دیہاتی زندگی کے تمام پہلوؤں سے اچھی طرح واقف ہو چکا ہے۔

اس تقریر نے پہلے امیدوار کو زندہ درگور ہی کر دیا تھا۔ اگر فوراً ہی ایک بوڑھا کسان نہ کھڑا ہو گیا ہوتا۔ وہ چیخ کر کہنے لگا۔

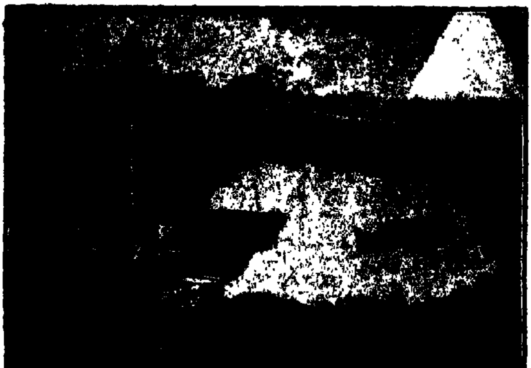
"اچھا۔ اگر تمہارے خیال میں پارلیمنٹ کے لئے یہی قابلیت ضروری ہے تو ہم خود ہی اس جگہ کے لئے کیوں نہ کھڑے ہو جائیں۔ کیونکہ ہم تو جب سے پیدا ہوئے ہیں اُسی دم سے دہقانوں کے کھیت میں کام کر رہے ہیں اور ہم نے اپنی عمر یونیورسٹی میں برباد بھی نہیں کی۔

اس واقعہ سے ہم جو کچھ نتائج اخذ کر سکتے ہیں وہ ہمارے دیہاتی تو کجا خود ہم ہی کو شرما دینے کے لئے کافی ہیں۔ کیا باوجود اس تعلیم کے ہم اتنے نڈر، حاضر جواب

اور بذلہ سنج واقع ہوئے ہیں اور کیا یہ واقعہ جاپانی کسان کی معاملہ فہم اور حساس طبیعت کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ دوسرا واقعہ جو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے اس سے بھی زیادہ نتیجہ خیز ہے۔ اس کے راوی ایک انگریز سیاح مسٹر رابرٹسن اسکاٹ ہیں۔

جس طرح آجکل ہمارے ملک میں دیہات سدھار کے سلسلے میں محکمۂ زراعت کے افسران گاؤں گاؤں لکچر دیتے پھرتے ہیں اسی طرح محکمۂ زراعت جاپان کی طرف سے دیہاتیوں کی ترقی کے لئے مناسب موقعوں پر لکچروں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ چنانچہ ایک گاؤں میں دھان کی پیداوار پر ایک افسر کے لکچر کا پروگرام تھا لیکن اس مقرر کے تعجب کی کوئی انتہا نہ رہی جب اس نے حاضرین میں صرف ایک بوڑھے کسان کو پایا۔ باقی تمام صفیں بالکل خالی تھیں۔ جب مقرر نے اس عمر رسیدہ کسان سے لوگوں کی غفلت اور عدم توجہی کی شکایت کی تو اس نے کہا کہ "دیکھئے حضرت ہم سب کامی آدمی ہیں اور خصوصاً اس موسم میں تو ہمیں دم لینے کی بھی فرصت نہیں۔ چونکہ میں گاؤں بھر میں سب سے زیادہ بوڑھا ہوں اس لئے انھوں نے مجھے انتخاب کرکے اپنے بجائے لکچر سننے کو بھیجا ہے میں اپنے وسیع تجربہ اور معلومات کی بناء پر کہہ سکونگا کہ آیا آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ ہمارے لئے مفید بھی ہوگا یا نہیں۔ اس لئے اگر آپ نے مجھ کو مطمئن کر دیا تو گویا تمام گاؤں کو مطمئن کر دیا۔" اور دو گھنٹے کی بحث کے بعد اس مقرر نے بوڑھے آدمی کو منوا کر ہی چھوڑا۔

اس حکایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ جاپانی کس قدر محنتی ہیں کہ اپنے کام کے سوا دوسری باتوں کی پرواہ بھی نہیں کرتے۔ ان کا اپنی طرف سے ایک بوڑھے آدمی



جاپانی کسان اپنے کھیت کی سینچائی کر رہا ہے۔

کو اپنی طرف سے منتخب کرکے بھیجنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ وہ کس قدر ہوشیار واقع ہوئے ہیں اور اس بوڑھے کا بحث و مباحثہ ظاہر کرتا ہے کہ وہ اندھی تقلید کے قائل نہیں۔

اس کی جفاکشی اور قربانی کی مثال جس کا اندازہ ذیل کی حکایت سے ہوگا۔ دنیا کے بہت کم انسانوں میں مل سکے گی۔ کاش ہم ایسی سیرت اپنی یونیورسٹی اور کالج کے طلبا ہی میں پیدا کر سکتے۔

ایک ذہین اور کفایت شعار کسان اس قدر بوڑھا ہوگیا کہ اس کے لڑکے نے اسے کام چھوڑنے اور باقی ماندہ عمر آرام کرنے پر مجبور کیا۔ لیکن اس بوڑھے نے ٹھہرا کیا کہ اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے لیکن لڑکا نہ مانا۔ آخرکار اس نے اپنے کھیت پر جانا چھوڑ دیا لیکن اپنے بیٹے کی نگاہ بچاکر وہ روزانہ دور کی ایک پہاڑی پر جو بالکل ہی بنجر اور ویران تھی جانے لگا۔ اس کے ڈھال پر اس نے آہستہ آہستہ پتھروں کی ایک دیوار کھڑی کی۔ اپنے کمزور اور کانپتے ہوئے ہاتھوں سے اس نے اس خلا کو مٹی سے پاٹنا شروع کیا۔ یہانتک کہ ایک کھیت تیار ہوگیا۔ حالانکہ اس کا رقبہ صرف تیس مربع فیٹ تھا۔ لیکن اس بوڑھے کا دل ہی جانتا



کسان عورتیں اپنے چائے کے کھیت میں

تھا کہ اس نے کس قدر عرق ریزی کی تھی۔ جب ایک دن اس کے لڑکے نے تیار شدہ کھیت کو دیکھا تو وہ بیساختہ رو کر کہنے لگا "تم نے خود کو کس لئے ہلکان کیا۔ آخر یہ کھیت کس کام آئے گا۔ اگر گاؤں کے قریب ہوتا تو جوتا دیا جا سکتا تھا مگر آبادی سے اتنی دور کون اس کو بو سکے گا؟" یہ سن کر بوڑھے نے اپنے پائپ سے تمباکو گراتے ہوئے کہنا شروع کیا کہ "اگر تم ٹوکیو جاؤ اور وہاں کے ایوما قبرستان کی سیر کرو تو تمھیں وہاں بڑے بڑے پتھر ملیں گے جن کے کتبوں کی عبارت نے اُن بہادر سپاہیوں کو زندہ جاوید بنا دیا ہے جن کی یادگاریں ہیں۔ لیکن ہم نے کبھی ان بہادروں کا نام بھی نہیں سُنا' میرا خیال ہے کہ حیات جاودانی کے لئے بڑے بڑے پتھروں اور مجسموں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ میں شرط لگا کر کہتا ہوں کہ تم کو جاپان کے سب سے بڑے شاہ مرد (ہیرو) "کوشو نوکی مسا شیگے" کی قبر کا نشان تک نہیں معلوم۔ لیکن اس کے باوجود تم اس کو بھولے نہیں۔ بیٹا! غیر فانی مقبولیت زندگی کے کارناموں سے حاصل ہوتی ہے سنگ مرمر کے کتبوں سے نہیں۔ یہ مصنوعی یادگاریں مٹ جاتی ہیں لیکن جن بہادروں کی قبریں بنی نوع انسان کے دلوں میں بنی ہوئی ہوتی ہیں وہ امٹ ہو جاتی ہیں۔ ہم کسان بھی اپنے مخصوص انداز میں اپنی یادگاریں چھوڑ سکتے ہیں اور ہماری وہ یادگاریں کونسی ہیں؟ بنجر پہاڑی کے ڈھلوان پر نیا دھان کا کھیت تیار کرنا اور ایک نیا باغ لگانا ہمارے بہترین کارنامے اور لازوال یادگاریں ہیں۔ مجھ کو کس قدر ندامت اور افسوس ہوتا اگر مرنے کے بعد میرا نام بھی مٹ جاتا۔ اب اس کھیت میں اگر مٹھی بھر دھان بھی پیدا ہو گئے تو میرا نام زندہ رہ سکے گا اس لئے مجھے کس قدر مسرت اور اطمینان ہے گویا میری زندگی بیکار نہیں گئی اور اب تو میں اس پر ایک جنگل لگانے والا ہوں۔"

وہ بوڑھا اتنے عرصہ تک زندہ رہا کہ وہ بنجر پہاڑی لہلہاتے ہوئے کھیتوں میں تبدیل ہو گئی اور اسکے ہر چہار طرف گھنا جنگل اُگ آیا۔

شہد کی مکھی پالنا

(از جناب آر۔ این۔ مٹو۔ ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایپیری)

سبھی حکومتوں کے سامنے غریب کسانوں کو کام دینے کا سوال درپیش ہے۔ یہ کسان سال میں زیادہ وقت تک کھیت میں کام نہ ہونے کی وجہ سے مجبوراً بیکار رہتے ہیں۔ شہد کی مکھی پالنا ایک نفع بخش اور گھریلو صنعت ہے جو کسانوں کے لئے اور خصوصاً صوبۂ متحدہ کے پہاڑی حصّوں کے لئے ایک اچھی صنعت ہے، جہاں دوسری صنعتوں کے لئے بہت کم گنجائش ہے اور جہاں کے غریب کسانوں کو بہت خرچ کر کے شکر اور گڑ باہر سے منگانا پڑتا ہے۔

مہذّب دنیا کے ہر ایک ملک کی حکومت شہد کی مکھی پالنے سے ہونے والے فائدوں کے باعث اس کی تائید کرتی ہے۔ مالی زاویۂ نظر سے شہد کی مکھی کی پرورش میں ایک خاص بات قابلِ توجہ یہ ہے کہ اس صنعت کے لئے قدرت کی طرف سے سبھی چیزیں مفت ملتی ہیں۔ اس کے لئے پھولوں کے رس اور پراگ کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ چیزیں قدرت بہت بڑی مقدار میں عطا کرتی ہے۔ اس پھول کے رس اور پراگ کا صرف تھوڑا سا حصّہ شہد کی مکھیاں اور دوسرے کیڑے بھی لے لیتے ہیں۔ باقی حصّہ دھوپ میں سوکھ جاتا ہے اور انسان اُسے کھو دیتا ہے۔ کوئی کسان اپنی ایک ایکڑ بھی گیہوں کی فصل بغیر کاٹے ہوئے نہ چھوڑے گا لیکن ہم کو ہر سال کروڑوں روپئے قیمت کی ان چیزوں کو اسی طرح کھو دیتے ہیں۔

موصول اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ صرف ممالکِ متحدہ امریکہ تقریباً ۹ کروڑ روپئے کا شہد ہر سال پیدا کرتا ہے۔ وہاں پر شہد کی مکھی کی پرورش کے تجارت میں تقریباً ۱۰ لاکھ آدمی لگے ہوئے ہیں۔

ہندوستان شہد کی مکھیوں کا گھر ہے۔ ہمارے مُلک سے ہی دوسرے ملکوں میں شہد کی مکھیاں پھیلی ہیں۔ امریکہ میں وہ اُس وقت تک نہیں پھیلیں جب تک یورپ والے انھیں وہاں نہیں لے گئے آج بھی دوسری کمزوریوں میں ہماری ایک یہ بھی کمزوری ہے کہ ہم باہر سے شہد منگاتے ہیں۔

ایک عجیب بات جسے عموماً لوگ نہیں جانتے یہ ہے کہ شہد کی مکھیوں سے صرف اُن کی پرورش کرنے والے ہی پورا فائدہ نہیں اٹھاتے بلکہ اُن کے پڑوسی کسان اور پھل لگانے والے اُن سے کہیں زیادہ فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ جب ہم شہد کی مکھیوں سے ہونے والے سبھی فائدوں کا حساب لگائیں گے تو ہمیں معلوم ہوگا کہ شہد سے ہونے والی آمدنی پوری آمدنی کا بہت چھوٹا حصّہ ہے۔ شہد کی مکھیوں کے ذریعے پودوں کو جو فائدہ ہوتا ہے وہ محض اندازہ نہیں ہے۔ ممالک متحدہ امریکہ کے محکمۂ زراعت کے ذریعے کئے جانے والے سائنٹفک تحقیق نے یہ بات ظاہر کر دی ہے کہ اگر شہد کی مکھیوں کے ذریعے ۱۵ ڈالر کا فائدہ ہوتا ہے تو شہد کی مکھی پالنے والے کو شہد کی صورت میں صرف ایک ڈالر ملتا ہے۔

یہ خیال کرتے ہوئے کہ ممالک متحدہ امریکہ ہر سال ۹ کروڑ روپئے کا شہد پیدا کرتا ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ پورے ملک کو اس رقم کی ۱۴ گنی رقم مکھیوں کے ذریعے ملتی ہے۔ اس سے شہد کی مکھی پالنے کے قومی فوائد اچھی طرح ثابت ہوتے ہیں۔ یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ شہد کی مکھی پالنے سے صرف ایک جیب کی رقم دوسری جیب میں نہیں آتی بلکہ اس سے اعلیٰ درجہ کی مقوّی غذا کی صورت میں ملک کو حقیقی دولت ملتی ہے۔

شہد کی مکھی پالنے والے کو اس صنعت سے اپنے استعمال کے لئے شہد کی طرح قیمتی غذا اور نقد رقم ملتی ہے۔ اُسے وہ بغیر زیادہ سرمایہ خرچ کئے ہوئے ہی صرف فرصت کے وقت کام کرنے سے حاصل کرے گا۔ صرف یہی سب کچھ نہیں ہے۔ جیسا کہ حال ہی میں ہزایکسلنسی لارڈ لنلتھگو نے کہا تھا "انسان صرف روٹی ہی پر نہیں رہتا" گاؤں والوں کے لئے خانگی صنعتوں کا انتظام کرلینے

کے علاوہ اُنکی ترقی کے لئے دلچسپی کی دیگر باتوں کا بھی انتظام کرنا پڑیگا

شہد کی مکھی پالنا ایک ایسی اچھی صنعت ہے کہ وہ اُداسی دور کردیتی ہے۔ شاعر، فلاسفر، مصوّر اور کاریگر سبھی لوگوں نے اِن چھوٹے جانوروں کی تنظیم، محنت، اندرونی کفایت شعاری اور عقلمندی کی تحقیق کی ہے۔ شہد کی مکھیوں کے ساتھ رہنے کے باعث کئی رشیوں کو غاروں میں تسکین ملی ہے۔ دنیا بھر میں بہت سے لوگوں کو شہد کی مکھیوں کی پرورش میں دلچسپی رہتی ہے اور اسی لئے وہ انھیں پالتے ہیں۔

شہد کی مکھیوں کی پرورش ایک قدیم صنعت ہے جو وقت کے ذریعے اقتدار حاصل کر چکی ہے اِس موضوع کا ادب اتنا وسیع ہے کہ اُسے اکٹھا کرنے والوں کی کوششیں بیکار ثابت ہوئیں۔

آج تعلیم یافتہ شہد کی مکھی پالنے والوں کی سخت ضرورت ہے۔ مکھیوں کی پرورش فن اور سائنس دونوں ہے۔ شہد کی مکھی پالنے والے کو مجبوراً کسی نہ کسی حد تک علم نباتات، علم حیوانات، علم فضا اور علم کیمیا سے واقفت ہونا پڑتا ہے۔

ہمارے سامنے صرف شہد کی مکھی پالنے والوں کی تعداد بڑھانے کا سوال نہیں ہے ایسے لوگوں سے جو بہت دنوں سے مکھیاں پالتے آئے ہیں یہ اصرار بھی کرنا ہے کہ وہ شہد کی مکھیوں کے پالنے میں موجودہ اور مفید تدبیریں کام میں لائیں اور اُن کے ساتھ رحم کا برتاؤ کریں۔

محکمۂ گرام سدھار اِس سوال کے دونوں پہلوؤں کو حل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور نینی تال کے پاس جیلی کوٹ میں ایک مرکزی شہد کی مکھی گھر کھولا گیا ہے۔

شہد کی مکھی پالنے کی تین ماہ کی تعلیم دی جاتی ہے اور طالبعلموں کو سارٹیفکٹ دئے جاتے ہیں۔ گذشتہ دسمبر میں کامیاب ہونے والے ۱۰ طالب علموں میں سے ۲ طالب علموں کو تنخواہ دار ملازمتیں مل گئی ہیں اور ایک آنریری طور پر کام کر رہا ہے۔ طالب علموں کا دوسرا جتھا بھی تعلیم پا چکا ہے۔ حالانکہ یہ اسکول صرف گاؤں والوں کے فائدے کے لئے کھولا گیا ہے پھر بھی اس نے کئی قسم کے لوگوں کی توجہ منعطف کی۔ دوسرے جتھے میں ایک عیسائی ایک اینگلو انڈین ایک ریٹائرڈ سرکاری افسر ایک لڑکی اور ایک پیشاور کے گریجویٹ تھے۔

مکھیاں پالنے کا کام دیہاتوں تک پھیلانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اس کے لئے افیسر صاحب محکمۂ گرام سدھار نے ایک آرگنائزیشن کو نینی تال کے اِردگرد کے مقررہ دیہاتوں میں کام کرنے کے لئے تعینات کیا ہے۔ جہاں کے لوگ پرانے ڈھنگ پر شہد کی مکھی پالنے کا کام بہت دنوں سے کرتے آئے ہیں۔

شہد کی مکھی گھر کا ایک یہ بھی مقصد ہے کہ وہ اِس سلسلہ میں تحقیقات کرے۔ اِس سلسلے میں ہندوستان میں ابھی تک بہت کم کام کیا گیا ہے۔ مختلف پھولوں اور پودوں کو مکھیاں کیوں چنتی ہیں۔ اس سلسلے کی تحقیقات جاری ہے اور ایک بڑی ایپس انڈکا نامی مکھی پیدا کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ جو بہت زیادہ شہد پیدا کر سکے گی۔ اِس میں کئی سال صرف ہونگے۔

ابھی حال ہی میں صوبۂ متحدہ کے ڈائرکٹر صنعت و حرفت کے ذریعے ایک گرانٹ ملی ہے اور ایک کتب خانہ قائم کیا جا رہا ہے جس میں شہد کی مکھیوں کے متعلق کتابیں رکھی جائیں گی۔

اِس اسکول میں جو تعلیم دی جاتی ہے اُس کا ضروری حصّہ ہے ورکشاپ میں شہد کی مکھیوں کے چھتے بنانے کی عملی تعلیم۔ پہاڑیوں میں گاؤں والوں کو مفت میں کچھ تعداد میں لکڑی کاٹنے کی آسانی دی گئی ہے۔ چھتہ بنانے کا فن جان کر لوگ برائے نام خرچ کرکے شہد کی مکھی کی پرورش کا کام شروع کر دینگے۔

دوسرے ملکوں کی طرح ہم اُمید کرتے ہیں کہ یہاں بھی متوسط درجے کے تعلیم یافتہ لوگ ہی جو شہد کی مکھی پالنے کا شوق یا صنعت و حرفت کی صورت میں شروع کرینگے۔ اِس صنعت کو بڑھائیں گے۔ پھل لگانے کے ساتھ شہد کی مکھی کی پرورش کو ملا دینے سے کافی فائدہ ہوگا۔ کیونکہ اِس سے پھل اور مکھی دونوں کو فائدہ ہوگا۔

گرام سدھار صنعت وحرفت کی رپورٹ

۳۹-۱۹۳۸ء

حکومت کے ذریعے گذشتہ ۳ ستمبر کو منظور شدہ گرام سدھار صنعت وحرفت کی اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کے لئے صنعت گھر کھولے گئے ہیں جن میں دیہاتی فن اور دستکاری سکھائی جانے لگی - رینوا (ضلع فیض آباد) اور گنگا گھاٹ (ضلع اناؤ) کے صنعت گھروں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے - ایک خاص کمیٹی کے ذریعے تقریباً ایک سو طالب علم چنے گئے تھے - پورب ضلع سے آئے ہوئے طلبا رینوا کے صنعت گھر میں بھیجے گئے جس کا افتتاح آنریبل وزیر گرام سدھار نے گذشتہ ۱۵ ر نومبر کو کیا تھا پچھمی ضلعوں کے آئے ہوئے طالب علم گنگا گھاٹ کے صنعت گھر میں بھیجے گئے جو گذشتہ یکم ستمبر کو کھلے تھے - یہ صنعت گھر لوگوں کو دیہاتوں میں سماج سدھار کے کاموں میں امداد دینے کی تعلیم دینے کے علاوہ حسب ذیل صنعتوں کی تعلیم دے رہے ہیں -

(۱) سوت و اُون کی کتائی -
(۲) رنگائی اور چھپائی
(۳) کپڑے کی بنائی -
(۴) غالیچہ، نیواڑ اور کمبل کی بنائی -
(۵) موج کی چٹائی بنانا
(۶) بڑھئی گیری -
(۷) چمڑا صاف کرنے کا کام -
(۸) چمڑے کا کام -
(۹) ہاتھ سے کاغذ بنانا
(۱۰) ٹوکریاں بنانا -
(۱۱) لوہاری

آخری دو صنعتیں ابھی تک شروع نہیں کی گئیں ہر ایک صنعت گھر کو ۱۸۵ ، ۱۲ روپئے کی ایک رقم دی گئی ہے - تعلیم پانے والے طلبا کے طعام و قیام کے لئے مفت انتظام کیا گیا ہے اور اُمید کیجاتی ہے کہ یہ طلبا تعلیم حاصل کر چکنے کے بعد گاؤں میں جاکر ان صنعتوں کو جاری کر دیں گے

حکومت نے ایک اور صنعت گھر کھولنے کی منظوری دی ہے جو برہج آشرم، گورکھپور میں بابا راگھوداس کی نگہداشت میں کام کرے گا - اس کے لئے ۴۶۲۵ روپئے کی رقم دی گئی ہے اس صنعت گھر میں حسب ذیل صنعتوں کی تعلیم دی جائیگی -

(۱) کتائی، دُھنائی اور بنائی
(۲) کاغذ بنانا -
(۳) تیل کی پیرائی -
(۴) بڑھئی گیری -

مذکورہ بالا تجویز کے مطابق کتائی اور بنائی سکھانے کے لئے مرکز کھولے گئے ہیں گرام سدھار ایسوسی ایشن پرتاپ گڈھ کو گرام سدھار مرکزوں میں چرخہ سکھانے کے ۹ اسکول کھولنے کے لئے ڈھائی ہزار کی گرانٹ دی گئی ہے - پڈ و دار آشرم گورکھپور میں ۱۰۰ کتائی سیکھنے والوں کی ٹریننگ کا انتظام کیا گیا ہے - اس کے علاوہ اس آشرم میں بنائی کے لئے ایک علٰحدہ کلاس بھی کھولا گیا ہے - شری پڈو دار کو دونوں مدوں میں خرچ کرنے کے لئے ۲۱۰۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے -

بارہ بنکی کے دیہاتی نوجوانوں کو لوہاری اور بڑھئی گیری سکھلانے کی تجویز راجہ صاحب ہرداکے اسکول میں جامۂ عمل پہن رہی ہے - اس کام کے لئے ۵۰۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے - شری سبھاش بوس نے اس اسکول کا افتتاح گذشتہ نومبر میں کیا تھا - اور ۲۰ ر جنوری ۱۹۳۹ء سے باقاعدہ کلاس ہونے لگے ہیں - بڑھئی گیری کے کلاس میں ۱۵ اور لوہاری کے کلاس میں ۱۰ طلبا ہیں -

گرام سدھار ایسوسی ایشن الموڑہ کے اصرار پر وہاں کے

نوجوانوں کو تعلیم دینے کے لئے ایک تجویز عمل میں لائی جا رہی ہے۔ ایسے لوگوں کو گورنمنٹ ماڈل ویونگ انسٹی ٹیوٹ الموڑہ میں تعلیم دینے کے لئے ۴ وظیفوں کی منظوری ہوئی اور ۲۶۴ روپئے کی رقم دی گئی ہے۔

گاؤں والوں کے استعمال میں آنے والے عام اوزاروں کو بنانے کے لئے ٹیکنیکل اسکول گورکھپور کے پرنسپل کو ۲۸۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے۔

شہد کی مکھی پالنے کی ترقی کے لئے جیلی کوٹ (ضلع نینی تال) میں ایک مرکزی شہد کی مکھی گھر قائم کیا گیا ہے اور اسے ۲۸۰۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے۔ یہ اسکول نمونہ کا اسکول ہونے کے علاوہ پہاڑیوں میں گاؤں والوں کو شہد کی مکھی پالنے کے آسان طریقوں کی تعلیم دے رہا ہے جس سے وہ فروخت ہونے کے قابل شہد پیدا کر سکیں اور شہد کی مکھی پالنے کو ایک خانگی صنعت بنا سکیں۔

اس شہد کی مکھی گھر کو شہد کی مکھیوں سے متعلق ادب کا ایک مرکزی کتب خانہ کھولنے کے لئے ساڑھے تین سو روپئے کی اور دوسرے مرکزوں کو اصلاح شدہ شہد کی مکھی کے چھتے بنا کر دینے کے لئے ۴ سو روپئے کی رقم دی گئی ہے۔

اس شہد کی مکھی گھر میں ۱۷ طالب علموں کا پہلا جتھہ تعلیم پا چکا ہے۔ گذشتہ دسمبر میں کامیاب ہونے والے طلباء میں سے ۲ طلباء کو پہلے سے ہی ملازمت مل گئی ہے اور ایک آنریری طور پر کام کر رہا ہے۔ دوسرا جتھہ تعلیم پا رہا ہے تین ماہ تک تعلیم دی جاتی ہے۔ یہاں چھتے بنانے اور مکھیاں پالنے کی اصولی اور عملی تعلیم دی جا رہی ہے۔ یو۔ پی کے باشندوں سے ۱۵ روپیہ فیس لی جاتی ہے اور دوسرے صوبوں کے باشندوں سے ۴۵ روپئے لئے جاتے ہیں۔ طعام و قیام کا بھی انتظام کیا گیا ہے اور ۵ روپیہ ماہوار ہر طالب علم کے حساب سے طالب علموں کے ہوٹل کو مدد دی جاتی ہے۔

اس مکھی گھر میں تجربہ اور تحقیق کے ضروری کام کئے جا رہے ہیں۔ بازاروں میں جیلی کورٹ کے اصلاح شدہ مکھیوں کے چھتے پہلے سے ہی موجود ہیں۔ مکھیوں کی پسندیدگی کے امتحان کے لئے ایک چھوٹا سا باغ لگایا گیا ہے اور محکمۂ زراعت کی طرف سے مختلف سائز کے ۱۰۰ اجنبیری پیوں لگانے کا انتظام کیا گیا ہے۔

شہد کی مکھی پالنے کا پروپیگنڈہ مظاہرہ بھی کیا جا رہا ہے گذشتہ ۵ ماہ میں گرام سدھار کی ۴ نمائشوں میں اس قسم کے مظاہروں کا انتظام بھی کیا گیا تھا۔

اس اسکول کے ذریعے گاؤں والوں کے دروازے پر شہد کی مکھی پالنے کی بھی تعلیم دی جا رہی ہے۔ ابھی تک نینی تال کے آس پاس کے گاؤں ہی اس کام کے لئے چُنے گئے ہیں۔ جیسے ہی زیادہ ماسٹر مل جائیں گے یہ کام دوسرے دیہاتوں تک بڑھا دیا جائے گا۔

شہد کی مکھی پالنے کو ہر دلعزیز بنانے کے لئے ۴۰۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے جس سے ضلع نینی تال کے گاؤں میں شہد کی مکھیوں کے چھتے تقسیم کئے جائیں گے۔

ابتدا کرنے والوں کو تعلیم دینے کے لئے کھولے گئے منظم ٹریننگ مرکزوں کے علاوہ کتائی بنائی، شہد کی مکھی پالنا، چمڑا صاف کرنے کھلونے بنانے دری بننے وغیرہ کے لئے ٹیوشنل کلاس بھی کھولے گئے ہیں جو چُنے ہوئے مرکزوں میں لوگوں کو تعلیم دے رہے ہیں بنائی کے کلاس کو چھوڑ کر جو سبھی گاؤں والوں کو تعلیم دیتے ہیں۔ باقی سبھی کلاس دستکاروں کی طرف خاص دھیان دیتے ہیں۔

منظور شدہ ٹیوشنل کلاسوں کی تفصیل نیچے دی جا رہی ہے۔

تجویز	ضلع	مرکزوں کے نام	منظور شدہ رقم	کیفیت
کتائی اور بنائی وغیرہ				
۱۔ کتائی بنائی اور اسکے علاوہ دھان کوٹنے، ہاتھ سے آٹا پیسنے اور تیل پیرنے کے چھوٹے اوزاروں کا جاری کیا جانا	دہرہ دون	(۱) عجب پور (۲) کولا گڑھ (۳) چکراتا	۲۷۴۵ روپئے	
۲۔ کتائی اور بنائی	کانپور	(۱) جھنجھک (۲) نرول (۲) بھورکم ۔ بکن پور	۱۸۰۰ روپئے	
۳۔ دری بنانا، رنگائی اور چھپائی دھلائی، کتائی وغیرہ	سیتاپور	(۱) برسینڈی	۱۰۸۰ روپئے	
۴۔ دھنائی، کتائی، رنگائی اور چھپائی	سہارنپور	(۱) رندیوا (۲) منداولی (۳) شاہ پور بھگوان پور (۴) آبھا	۳۵۰۰ روپئے	
۵۔ دھنائی، کتائی، رنگائی اور چھپائی و اصلاح شدہ ٹاٹ کی پٹیاں بنانا	مین پوری	(۱) کرہترا (۲) کھرپری (۳) علی پور پٹی	۲۶۸۰ روپئے	
۶۔ دھنائی، کتائی اور رنگائی	اناو	(۱) میلہ راجکنور (۲) جگی کوٹ (۳) حسین نگر (۴) میاں گنج صفی پور	۲۶۰۰ روپئے	
۷۔ دھنائی اور کتائی	اٹاوہ	(۱) میاں پور	۷۰۰ روپئے	
۸۔ دھان کوٹنے، آٹا پیسنے اور تیل پیرنے کے عام اوزار پہنچانا اور کتائی	فیض آباد		۱۶۰۰ روپئے	
۹۔ کتائی اور دھنائی وعام اوزار تقسیم کرنا	بلیا	(۱) پریتم چیرا (۲) دولن چیرا (۳) مصری کا مٹھیا (۴) ہینگارچی	۸۰۰ روپئے	
۱۰۔ دھنائی اور کتائی	گونڈہ	(۱) دھیان پور	۷۰۰ روپئے	
۱۱۔ " "	فتح پور		۷۰۰ "	
۱۲۔ " "	غازیپور		۷۰۰ "	
۱۳ " "	ہردوئی	(۱) منگاؤں	۷۰۰ "	

کیفیت	منظور شدہ رقم	مرکزوں کے نام	ضلع	تجویز
	۷۰۰ روپئے	(۱) بھونڈی	بہرائچ	۱۴- دُھنائی اور کتائی
	۷۰۰ "	(۱) پچھم سریاں	الہ آباد	۱۵- " "
	۷۰۰ "	(۱) اجگرا	بنارس	۱۶- " "
	۶۰۰ "		سلطانپور	۱۷- " "
	۶۰۰ "		متھرا	۱۸- " "
	۶۰۰ "		جونپور	۱۹- " "
	۷۰۰ "	(۱) ملک نگر	میرٹھ	۲۰- " "
	۱۵۰ "		آگرہ	۲۱- شہد کی مکھی پالنا
	۹۰۰ "	(۱) کیشن پور (۲) چکراتا	دہرہ دون	۲۲- " " " "
	۲۹۰۰ "	(۱) اچھنیرا	آگرہ	۲۳- چمڑہ صاف کرنے کا کام
	۲۹۰۰ "		کانپور	۲۴- " " " "
	۱۵۰۰ "		مرزاپور	۲۵- " " " "
	۲۹۰۰ "	(۱) مستو	لکھنؤ	۲۶- " " " "
	۲۹۰۰ "	(۱) تزورا (۲) کاسگنج	ایٹہ	۲۷- " " " "
	۱۶۰۰ "		اٹاوہ	۲۸- " " " "
	۱۶۰۰ "		جونپور	۲۹- " " " "
	۱۷۰۰ "	(۱) نوشہرہ سرسا گنج	مین پوری	۳۰- " " " "
	۲۷۵ "	(۱) فتح گڑھ	فرخ آباد	۳۱- ٹوکریاں بنانا "
	۲۲۹۰ "		بریلی	۳۲- کھلونے بنانا (نرم لکڑی کے)
	۹۵۰ "		لکھنؤ	۳۳- کاغذ کے کھلونے بنانا
	۲۰۰ "		مراد آباد	۳۴- مٹی کے کھلونے بنانا

دیہاتی صنعتوں کی صورت میں گھریلو پرندوں کو پالنے کا انتظام بھی دو ضلعوں میں کیا گیا ہے۔ کھاتی (ضلع الموڑہ) کے پولٹری فارم کو ۲۵۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے کہ اصلاح شدہ طریقوں پر گھریلو پرندوں کے پالنے کے کام بڑھائے دو مرکزوں میں گھریلو پرندوں کے پالنے کا مظاہرہ کرنے کے ضلع لکھنؤ کو ۱۴۰۰ روپئے کی رقم دی گئی ہے۔ یہ رقمیں یہ سمجھکر دی گئی ہیں کہ رقم ملنے پر یہ فارم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں گے۔

سبھی تجویزوں میں فروختگی کا انتظام بھی شامل ہے اُن کا نظریہ تجارتی ہے کہیں کہیں اسٹور کھولنے کے لئے علیحدہ سے بھی انتظام کیا گیا ہے۔ کچا مال خریدنے کے لئے ایک امداد باہمی کمیٹی کو ۱۰۰ روپئے کی رقم دینے سے ضلع مرزا پور کے راماپور گاؤں کے "ٹاٹ پٹی" کی صنعت کی ہمت افزائی ہو رہی ہے۔ ضلع لکھنؤ کی چکن کی صنعت کو ترقی دینے کے باہمی امداد کی بنا پر درمیان کے لوگوں کو علیحدہ کرنے کے لئے ایک اسٹور کھولنے کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس کام کے لئے محکمہ امداد

باہمی کو گذشتہ ۲۱ جنوری کو ۱۰۰۰ روپئے کی رقم دی گئی۔

اسی طرح ایک کو آپریٹو دیورس اسٹور کا انتظام کرکے فتحپور (ضلع بارہ بنکی) کے قالین کی صنعت کو بھی فروغ دیا جا رہا ہے۔ اس اسٹور کو چلانے کے لئے گذشتہ ۸ دسمبر کو ۱۳۷۲ روپئے کی گرانٹ منظور کی گئی ہے۔ ایک اچھی دوکان کرائے پر لی گئی ہے اور فروخت کرنے کے لئے ایک آدمی رکھا گیا ہے جسے ایک معاون بھی دیا گیا ہے۔ ۲۵۵ روپئے ۲/۶ پائی کی کاتی خریدی گئی ہے جو ممبروں کو نقشے کے مطابق قالین تیار کرنے کو دی جا رہی ہے۔ فروخت کا انتظام مذکورہ نئی دوکان میں فیڈریشن اور گورنمنٹ ہینڈ لوم امپوریم کے ذریعے ہو رہا ہے۔

ضلع فیض آباد میں دیہاتی صنعتوں کی فروخت کے لئے ایک ڈیویژنل اسٹور کھولنے کی اجازت مل گئی ہے ۶۵۰ روپئے کی رقم دی جا چکی ہے۔ سرمائے کی کمی کے باعث اسٹور کا کام ابھی تک شروع نہیں کیا گیا۔

مذکورہ بالا تجویز میں اشتہار کو بھی جگہ دی گئی ہے۔ دیہاتی صنعتوں کی چیزوں کی نمائش کے لئے کئی اضلاع کو نمائشیں کھولنے کے لئے رقم دی گئی ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ رتول (ضلع میرٹھ) کے حاجی بدرالدین کو رتول میں دیہاتی صنعتوں کی ایک نمائش کرنے کے لئے دیجانے والی گرانٹ۔	۱۵۰ روپئے
۲۔ ضلع بریلی کے گرام سدھار ایسوسی ایشن کو بریلی میں گھریلو دستکاریوں کی ایک نمائش کرنے کیلئے دیجانے والی گرانٹ	۱۵۰ روپئے
۳۔ ضلع الموڑہ کے گرام سدھار ایسوسی ایشن کو باگیشور (ضلع الموڑہ) کی زراعتی نمائش میں دیہاتی صنعتوں کی نمائش کے لئے دیجانے والی گرانٹ	۴۰۰ روپئے
۴۔ ضلع فیض آباد کے گرام سدھار ایسوسی ایشن کو اجودھیا میں ہونے والی صوبائی کانفرنس کے موقعہ پر آل انڈیا کھادی، نمائش میں دیہاتی صنعتوں کی نمائش کے لئے دیجانے والی گرانٹ	۲۰۰۰ روپئے
۵۔ شری ٹھاکر داس ایڈوکیٹ کو بلوا، ضلع بنارس میں ایک دیہاتی صنعتوں کی نمائش کے لئے دیجانے والی گرانٹ	۱۰۰ روپئے
۶۔ ضلع ایٹہ کی دستکاری اور زراعتی نمائش کی ورکنگ کمیٹی کے چیرمین کو دیہاتی صنعتوں کی نمائش کے لئے دیجانے والی گرانٹ	۲۰۰ روپئے



دودھ دہی کی کمی اور اُس کی وجہ

(از جناب پری پورنا نند درما)

کتنا دودھ پینا ضروری ہے

"امپیریل کونسل آف اگریکلچر ریسرچ" نے اپنے خرچ سے ابھی تحقیقات کرائی تھی کہ ہندوستان میں دودھ کی کتنی پیدائش اور کھپت ہوتی ہے۔ اس تحقیقات کی رپورٹ ابھی حال ہی میں شائع ہوئی ہے اور اُس کے مطالعے کے بعد ہماری آنکھیں کھل جانی چاہئیں جسم انسان کے لئے دودھ کتنی ضروری اور اہم چیز ہے اسکا اندازہ لگانے کی ضرورت نہیں۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ ہر ایک شخص کو اوسطاً سیر بھر دودھ روزانہ چاہئے۔ اس سے کم مقدار میں دودھ ملنے پر نہ تو اسکا جسم پل سکتا ہے نہ پنپ سکتا ہے۔ ہم ہندوستانیوں کو کتنا دودھ ملتا ہے اس کی واقفیت ضروری اور اہم ہے۔ حساب لگانے سے معلوم ہوا ہے کہ ہندوستان کے ۱۶ فیصدی خاندان کو دودھ یا دودھ کی بنی ہوئی کسی چیز کا کبھی درشن ہی نہیں ہوتا۔ ۲۰ فیصدی کنبوں میں صفر سے لیکر ۸ اونس فی آدمی کے حساب سے روزانہ صرف ہوتا ہے۔ ۲۶ فیصدی خاندانوں میں ۸ سے ۱۶ اونس تک صرف ہوتا ہے اور باقی ۲۲ فیصدی کو ۱۶ آونس فی آدمی کے حساب سے دودھ مل جاتا ہے

ایسے آدمیوں کا حساب لگانے پر جو ساگ ترکاری کھاتے ہیں یعنی جنھیں دودھ بہت ضروری ہونیکے باعث کم از کم ۱۶ سے ۳۵ آونس فی صدی تک دودھ پینا چاہئے کل آبادی کا صرف پانچ فیصدی ایسا خوش نصیب طبقہ ہے جسے ضرورت کے مطابق دودھ مل جاتا ہے۔ یہ اعداد شمار بھی خاص خاص زیادہ دودھ پیدا کرنے والے مقامات کی تحقیقات کے مطابق شمار کئے گئے ہیں۔ لہذا اس تعداد میں ابھی کچھ کمی ضرور ہوگی۔ سب حساب لگانے سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستان کا ۲۳ فیصدی دودھ کے استعمال کا جو اوسط رکھا گیا ہے اُسکے مطابق بہار اور صوبہ متوسط میں کہیں کم استعمال ہوتا ہے چنانچہ اس سے ظاہر ہے کہ صوبہ متوسط اور بہار میں دیگر سب صوبوں سے دودھ کا استعمال کم ہے۔

دودھ کی پیدائش

ہندوستان کی کل گایوں کی ۳ء۶۳ فیصدی تعداد روزانہ ۲ سیر سے کم دودھ دیتی ہے۔ ۳۰ء۱۸ فیصدی کی تعداد ۲ سے ۴ سیر کے درمیان میں دودھ دیتی ہے۔ ۶۶ فی صدی بھینسیں ۲ سے ۶ سیر تک



بھوک سے مرتے ہوئے مویشی جب چراگاہ میں چرنے کیلئے آتے ہیں تو گھنٹوں تک سر نہیں اٹھاتے چراگاہ بڑھا کر چارے کی مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے

روزانہ دودھ دیتی ہیں۔ ۱۹ فیصدی ۲ سیر یا اس سے کم۔ ۵ فیصدی بھینسیں ۶ سیر سے زیادہ دودھ دیتی ہیں۔

ہمیں دودھ والے اس ملک کی اس حالت پر غور کرنے کے لئے ابھی اور بھی افسوس ناک باتیں ہیں دودھ دینے والی کل گایوں کی تعداد آل انڈیا گائے کانفرنس کی رپورٹ کے مطابق ۵ کروڑ ہے ۱۲ ماہ میں صرف، ماہ دودھ ملتا ہے اس حساب سے کل پیداوار ۶ کروڑ پینٹ روزانہ آتی ہے۔ تقریباً ۴۰ کروڑ کی آبادی میں فی آدمی پیچھے کتنا دودھ پڑا یہ ناظرین خود ملاحظہ فرمائیں۔ ۲ پینٹ کا ایک سیر ہوتا ہے۔ یعنی ۳ کروڑ سیر دودھ روزانہ پیدا ہوا اور پینے والے ۴۰ کروڑ کے قریب ہیں۔ سائنس دانوں نے حساب لگا کر یہ بتلایا ہے کہ فی آدمی پیچھے ایک سیر کی دودھ کی کھپت ہونا ضروری ہے۔ اس سے کم دودھ ملنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زندگی اور جوانی کی قوت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ بے وقت موت اور کمزور و مریض نسل کا پیدا ہونا ضروری ہے۔ دودھ دہی کی اس کمی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہمارے ملک میں بچوں کی موت بہت بڑھتی جاتی ہے مردوں کیلئے تو کچھ دودھ گھی بھی مل جاتا ہے مگر ایثار و ریاضت کی تصویر ہندوستان کی خواتین ہر ایک مقوی غذا مردوں کو کھلا دیتی ہیں اسلئے وہ خود اتنی کمزور ہوتی ہیں کہ نہ تو طاقتور اولاد پیدا کر سکتی ہیں اور نہ تو زیادہ بیماری جھیلنے کی طاقت رکھتی ہیں چنانچہ ہر سال ۱۵۰۰۰۰ مائیں صرف اولاد پیدا کرنے میں مر جاتی ہیں۔ یہ خیال رہے کہ ہر سال تقریباً ایک کروڑ اولادیں پیدا ہوتی ہیں۔ اس ایک کروڑ ماؤں کی تعداد میں سرکاری محکمہ صحت عامہ کی رپورٹ کے مطابق تقریباً ۴۰ فیصدی مائیں تو زندگی بھر کیلئے بیکار اور مریض ہو جاتی ہیں۔ بچوں کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں ہے سنہ ۱۹۳۵ء میں بچوں کی موت کی تعداد ۹۹۰۸۴۴۲ تھی۔ یعنی ملک کی ساری تعداد اموات کی ۳۴ فیصدی۔ اور ان بچوں کی عمر ۵ سال سے نیچے تھی۔

اس قابل رحم صورت حال کو تھوڑا اور سمجھنے کیلئے اپنے نزدیک ماضی کی بھی واقفیت حاصل کر لینی چاہئے۔ آئین اکبری کے مطابق اکبر کے وقت میں ایک ایک گائے ۲۰ سیر دودھ دیتی

تھی اور دودھ دینے والا چوپایہ گھوڑوں سے بھی تیز چلا کرتا تھا۔ ابھی بھی ۳۰۔۴۰ برس پہلے ہندوستانی گائے کے دودھ کا اوسط ۵ سیر روزانہ کا تھا۔

اس خرابی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ مویشی بھوکوں مرتے ہیں اصلی یا اچھی نسل نہیں ہو پاتی بیلوں سے ضرورت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ عوام اتنے بھوکے ہیں کہ زمین کے ہر ٹکڑے پر غلہ پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ چراگاہیں کہیں رہ نہیں گئیں۔ اوسر زمین یا فاضل پڑی ہوئی زمینوں کے استعمال کا کوئی ذریعہ نہیں رہا۔ گائے پالنے والے غریبی کے باعث اپنی اچھی گایوں کو بھی قصائی کے ہاتھ بیچ دیتے ہیں۔ پھوکا اور چوڑی جیسی بیرحم رسموں کے باعث مویشیوں کی ترقی روکی جاتی ہے

بیلوں کی محنت

یہ میں لکھ چکا ہوں کہ زمین سے ضرورت سے زیادہ کام لیا جاتا ہے۔ ملک میں دوسری کوئی صنعت نہ ہونے کے باعث لوگ کھیتی ہی کی طرف جھک جاتے ہیں۔ یہ بڑا اہم سوال ہے۔ اسکا خمیازہ ہمارے چوپایوں کو کس طرح بھگتنا پڑتا ہے اور دودھ کے سوال سے اس کا کیا تعلق ہے۔ یہ بھی قابل غور بات ہے۔ برطانوی ہند میں تقریباً ۲۲۴۰ لاکھ ایکڑ زمین میں کھیتی ہوتی ہے۔ اسے جوتنے والے بیلوں کی تعداد ۴۷۰ لاکھ ہے۔ اس میں ۲۵ فیصدی پانی کھینچنے، بوجھ ڈھونے وغیرہ اور ۲۵ فیصدی کمزور بیمار بیکار یا بوڑھے بیل ہیں یعنی ۵۰ فیصدی نکال دیجئے باقی بچے ۲۳۵ لاکھ بیل۔ اس حساب سے ایک جوڑی بیل کو ۲۰ ایکڑ زمین جوتنی پڑتی ہے۔ مدبروں کا قول ہے کہ ایک جوڑی بیل صرف پانچ ایکڑ زمین اچھی طرح جوت سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایک طرف ہم اپنے بیلوں سے ضرورت سے زیادہ کام لیکر انھیں مار رہے ہیں دوسری طرف اپنی زمین کو اتنی اچھی طرح جوت نہیں پاتے جس سے پیداوار کافی ہو اور اس سے فائدہ ہو۔

یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ جہاں ہم ان بیلوں سے اتنی محنت لیتے ہیں اپنی گایوں کے تھن میں بچھڑوں کے لئے ایک



زیادہ تر گایوں کے پالنے والے دوہتے وقت گایوں کے تھن میں بچھڑے کے لئے ایک بوند بھی دودھ نہیں رہنے دیتے۔ اس سے بچھڑے کمزور ہو جاتے ہیں اور وہ کبھی تندرست بیل نہیں ہونے پاتے

بوند دودھ بھی نہیں رہنے دینا چاہتے وہیں ہم اپنی کھیتی میں سے ان کے لئے چارہ پیدا کرنے کا ذرا بھی خیال نہیں رکھتے۔ ۲۲۴۰ لاکھ ایکڑ کی کھیتی (ہندوستان کا سارا رقبہ ۶۱۷۰ لاکھ ایکڑ ہے) میں مویشیوں کے چارے کی کھیتی صرف ۹۲،۴۰ لاکھ ایکڑ زمین میں ہوتی ہے۔ مویشیوں کی تعداد کے لحاظ سے فی ایکڑ ۲۳ مویشیوں کا اوسط پڑتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ میں ساری کھیتی کا ۵،۳ فیصدی حصہ چارے کی کھیتی کے کام میں آتا ہے اور فی مویشی ۱۹،۱ ایکڑ زمین پڑتی ہے۔ ہندوستان میں فی ۲۷ ایکڑ پیچھے صرف ایک ایکڑ زمین چراگاہ کے لئے چھوڑی جاتی ہے۔ غریبی اور ضرورت کے باعث کسان اور زمیندار

دونوں ہی چراگاہ کی صفت میں چھوڑی ہوئی زمین کو اپنائے جارہے ہیں - ہندوستان کا یہ قدیم اصول کہ فی گاؤں پیچھے اُسکی زمین کا دسواں حصّہ چراگاہ بناکر چھوڑ دی جائے اب لوگ بھلا بیٹھے ہیں - جرمنی اور جاپان میں فی ۶ ایکڑ پر ایک ایکڑ چراگاہ کے لئے زمین چھوڑ دی جاتی ہے - امریکہ میں ۱۷ ایکڑ میں ایک ایکڑ اور انگلینڈ و نیوزی لینڈ میں ۳ ایکڑ پیچھے ایک ایکڑ کا اوسط ہے - ایسی حالت میں ہمارے گایوں کی حالت اور اُنکی دودھ دینے کی قوّت کا کمزور ہونا قدرتی ہے -

گوکشی

گائے کی پرستش ہندو خواہ کتنی ہی بھگتی سے کریں مگر یہ حقیقت ہے کہ ہندوستان میں ان مویشیوں کے ساتھ، بیلوں کے ساتھ، بھینسوں کے ساتھ، جتنا بُرا سلوک ہوتا ہے اُتنا اور کہیں نہیں - زخمی بیل سے کام لینا، بچھڑا مرنے پر بھی گائے کا دودھ اُتارنا - بچھڑے کے لئے پیٹ بھر دودھ نہ چھوڑنا، سردی، گرمی برسات میں مویشی کی تکالیف کا خیال نہ کرنا یہ سب ایسے گناہ ہیں جو گوکشی سے کم نہیں ہیں، اور گوکشی بھی ملک میں بڑھتی جارہی۔ آج جتنی گوکشی اسلامی عہد میں بھی نہ ہوتی تھی - پچھلے دس سال میں ہی ۷۰ فیصدی گوکشی بڑھ گئی ہے - سنہ ۱۹۰۲-۱۹۰۳ء میں حکومت ہند کو قصائی بازاروں سے ۲۸ لاکھ روپئے سال آمدنی ہوتی تھی - سنہ ۱۹۱۴ء میں - ۴۵ لاکھ ہوئی اب ۸۰ لاکھ سے کم نہ ہوگی - پچھلے دس سال میں ہندوستان سے گائے بیل کا چمڑا غیر ملکوں میں جانا ۲۰ گنا بڑھ گیا ہے - تقریباً ۵۰ لاکھ گائیں ہر سال ذبح ہوتی ہیں - تقریباً ۲ لاکھ من گائے کا گوشت خشک کرکے ہوڑہ سے ہی ہر سال باہر بھیجا جاتا ہے - ایسی حالت میں ہندوستان میں گھی دودھ کا مسئلہ جو ہر ایک ہندوستانی کے لئے ایک اہم سوال ہے کیسے حل ہو سکتا ہے؟

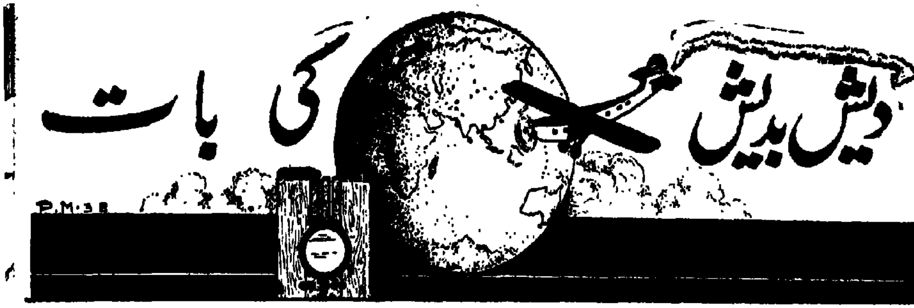
غریبی کی صورت

کہتے ہیں ہندوستان کی تہذیب ترقی کرتی جارہی ہے مگر پیٹ کی مصیبت بھی اپنی حد کو پہنچ گئی ہے - سنہ ۱۸۵۷ء میں ہمارے ملک میں ایک روپئے میں ۳۹ سیر گیہوں ۵۱ ½ سیر چنا ۱۸ ½ سیر چاول اور ۴ من دودھ ملتا تھا - سنہ ۱۹۱۸ء میں یہی نرخ گرکر روپیہ کا ۵ ½ سیر گیہوں، ۷ سیر چنا، ۴ سیر چاول اور ۴ سیر دودھ ہوگیا تھا - آج کل ان میں ۲ ½ سیر اور بڑھا دیجئے بس یہ تو کھانے پینے کی حالت ہے - حضور والا نے کنا نور میں تحقیق کراکر یہ پتہ لگایا تھا کہ ہندوستانی کے لئے آدھ سیر کے قریب (۱۶ اونس) دودھ پینا ضروری ہے مگر ہمیں ۶،۶۳ اونس اور بچوں کو ۵،۸۲ اونس روزانہ سے زیادہ دودھ نہیں ملتا - ۱۶ اونس کا آدھ سیر ہوتا ہے ناظرین اندازہ کرلیں -

ہم غیر ملکوں کی برابری کرنی چاہتے ہیں - مگر وہاں دودھ کی کھپت دیکھئے - نیوزی لینڈ فن لینڈ، آسٹریلیا، کناڈا، سویزرلینڈ، نیدرلینڈس، ناروے، ریاستہائے متحدہ امریکہ زیکوسلاویکیہ، بلجیم، آسٹریا، جرمنی، فرانس، پولینڈ، برطانیہ عظمیٰ اٹلی اور رومانیہ میں بالترتیب ۵۶، ۴۰، ۴۲، ۶۰، ۴۵، ۳۵، ۴۹، ۳۵، ۴۳، ۳۵، ۳۰، ۳۵، ۳۰، ۲۲، ۳۹، ۱۰ اور ۹ اونس دودھ فی شخص پاتا ہے اور ہم ۶ اونس -

لہذا میرے اس مضمون کا مقصد صرف اپنی دودھ گھی، دہی سے متعلق ضرورت اور اس کی کمی کی وجہ بتلا دینا تھا - اب اس مسئلے کو کیسے سلجھایا جائے یہ سوچنا مجھ سے زیادہ تجربہ کار اور مدبر کا فرض ہے -

دیش بدیش کی بات



(از جناب رائے بہادر پنڈت سُکھدیو بہاری مصرا لکھنؤ)

ماہ مئی کے لئے قارئین کرام کی خدمت میں جو خیالات سپردِ قلم کر چکا ہوں اُن سے ظاہر تھا کہ ابی سینیا، بوہیمیا، مراویا، میمل اور البانیہ کے زبردستی قبضے اور چین پر جاپان حملے سے دنیا میں بڑی کھلبلی مچ گئی تھی۔ چھوٹی حکومتیں اپنی حفاظت کے لئے بے قرار ہو گئی تھیں اور بڑی حکومتیں بھی چھوٹی حکومتوں کے لئے پریشان تھیں۔ ڈینزگ اور کاریڈر کے سلسلے میں ۲۸ اپریل کے قریب پولینڈ پر جرمنی کا حملہ ہونے ہی والا تھا یہ اکثر لوگ محسوس کرنے لگے تھے۔ شاید انھیں خیالات سے امریکہ کی ریاستہائے متحدہ نے آئندہ جنگ میں ہاتھ نہ ڈالنے کے لئے جرمنی اور اٹلی کو لکھا تھا۔ لیکن اس کا کوئی نتیجہ نہ برآمد ہوا۔ اتنا ضرور ہوا کہ وہاں کے وزیر خارجہ نے صاف صاف اعلان کر دیا کہ امریکہ جو بیرونی طاقتوں سے علٰحدہ رہنے ہی میں اپنی نجات سمجھتا ہے یہ اُس کی خام خیالی ہے یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ وہاں کے صدر مناسب موقعہ پر کوئی اور کارروائی ضرور کرینگے اور اگر یورپ میں جنگ ہوئی تو امریکہ برطانیہ اور فرانس کی بغیر جنگ کئے ہر طریقہ سے امداد کریگا نیز گذشتہ جنگ عظیم کو دیکھتے ہوئے انھیں کی طرف سے جنگ میں بھی شامل ہوگا۔ پھر بھی یہ خیال رہنا چاہئے کہ وہاں کے عوام میں بیشتر ابھی جنگ میں شامل ہونے کے خلاف ہیں حالانکہ افسران جنگ میں حصہ لینے کے خواہاں ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ افسران جنگ شروع ہونے پر کسی نہ کسی ترکیب سے اُس میں شامل ہونے کی اجازت رعایا سے بھی ضرور حاصل کر لیں گے۔ یوں تو وہاں صدر کو اپنی ذاتی رائے سے جنگ اور صلح کا اختیار ہے لیکن عوام کا رجحان بھی دیکھا جاتا ہے۔ آج کل شاہ انگلستان کا کناڈا میں شاندار خیر مقدم ہوا ہے اور اُنکے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں جانے سے وہاں بھی برطانیہ کے تعلقات میں خوشگوار اضافہ ہوا ہے اور ہوگا اِن وجوہ سے دوست طاقتوں کو جنگ میں بھی امریکہ سے امداد ملنے کی توقع ہے۔ وہاں یہودیوں کا اچھا اثر ہے اور وہ جرمنی کے کھُلے دشمن ہیں۔ یہ بھی امریکہ کی برطانیہ دوستی کی ایک خاص وجہ ہے۔

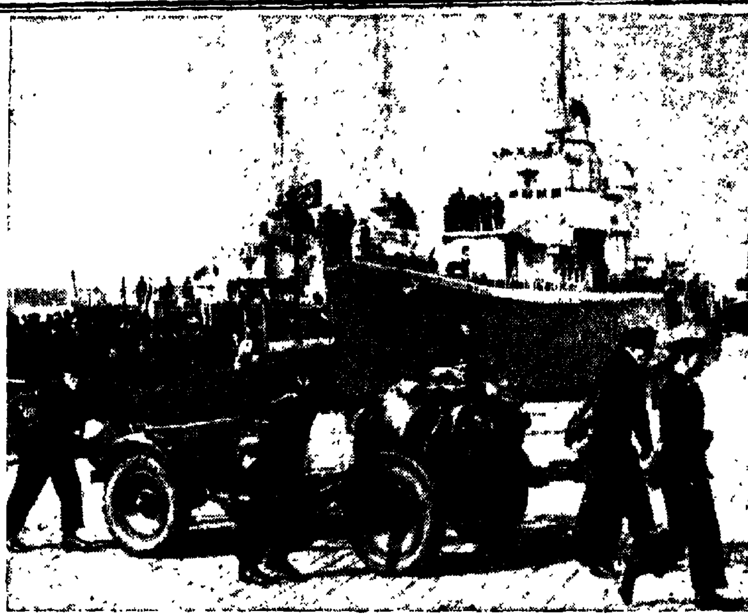
اِن دنوں اٹلی اور جرمنی کا دباؤ پولینڈ اور رومانیہ پر بہت تھا اور اُن سے چھیڑ چھاڑ جلد چھڑ جانے کا خطرہ تھا جس سے مجبور ہو کر دوست طاقتوں نے انھیں یہ گارنٹی دیدی کہ اگر اُن پر کسی نے حملہ کیا تو یہ طاقتیں اُن کی حفاظت کرینگی۔ اِس گارنٹی سے ناگہانی حملے کا خطرہ رُک گیا۔ حالانکہ یہ ظاہر تھا اور ہے کہ بغیر روس کی مدد کے جرمنی کے حملے سے دوست طاقتیں اُن کی حفاظت کے لئے اُدھر پہنچ ہی نہیں سکتیں۔ پھر بھی ایسی حالت میں اُن کی لڑائی اَنتانت قوتوں (جرمنی اٹلی) سے ہونے ہی لگے گی جس سے جنگ عظیم شروع ہو جائیگی۔ آجکل جرمنی اور اٹلی نے نیا معاہدہ کیا ہے جس کی رو سے اُن میں سے کسی ایک کی کسی وجہ سے بھی کسی سے لڑائی ہو تو دونوں مل کر لڑیں۔ اِس معاہدے سے جہاں اُن کا اتحادی اثر بڑھا ہے وہیں ایک یہ بھی بات ہے کہ ابتداء جنگ میں ہی اٹلی کو دونوں دوست طاقتوں کی بحری فوج کا مشترکہ مقابلہ کرنا پڑیگا جس سے آخر جنگ تک جو کچھ ہو مگر ابتدا میں اُس کی خرابی ضرور ہوگی۔ یہ ضرور ہے کہ شروع ہی میں دوست طاقتیں اور خصوصاً برطانیہ کو اَنتانت طاقتوں کا پر زور ہوائی حملہ برداشت کرنا ہوگا جس سے اُن کے بڑے بڑے شہروں کے آن کی آن میں مسمار ہو جانے



کناڈا (امریکہ) میں ملک معظم اور ملکہ معظمہ سفر کر رہے ہیں۔

کا خوف ہے۔ یہ بھی سوچا جاتا ہے کہ ہوائی حملے کے ذریعے لندن، پیرس، اڈمبرا وغیرہ وغیرہ شہروں اور بڑے بڑے کارخانوں کے بگڑنے سے دوست طاقتوں کی شکست اور دو ہی تین ماہ میں جنگ ختم کرنے کی امید انتانت والوں کو ہے۔ اور یہ امید قطعی موہوم نہیں کہی جاسکتی۔ پھر بھی خیال ہے کہ دشمنوں کے حملے سے جرمنی کا بھی کافی نقصان ہوگا۔ اور دوست طاقتوں نے ہوائی حملوں سے بچنے کے لئے بھی اسلحات و طریقے ایجاد کر رکھے ہونگے جیساکہ وہ کہتے ہیں۔ اگر ہوائی حملے انھیں فوراً تباہ کرسکے جیسی امید بھی ہے تو ابتداء جنگ میں فوراً اٹلی پر ہوائی فوج کا دباؤ پڑے گا۔ اس معاملے میں بھی آنتانت طاقتوں نے بچاؤ کی کئی ترکیبیں سوچکر مورچے مضبوط کر رکھے ہیں۔ پھر بھی امید کی جاتی ہے کہ بحری فوج اٹلی کے مقابلے میں زور دار ضرور ہوگی ان وجوہ سے سمجھا جاتا ہے کہ گیدڑ بھبکی کی باتیں تو ہوتی رہینگی۔

لیکن آخرکار اٹلی دوست طاقتوں سے جنگ کرنے کی جرأت نہ کرسکے گا۔ اٹلی کے ان خیالات سے جرمنی بھی ضرور متاثر ہوگا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر میں جنگ کا ہونا آسان نہیں ہے یہ ہوتے ہوئے بھی دونوں جانب سے ساتھی تلاش کرنے کی کوشش جاری ہے۔ پہلے تو وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین کو یہ امید تھی کہ سوڈیٹن لینڈ پا جانے کے بعد جرمنی اپنے وعدو پر قائم رہے گا۔ لیکن مذکورہ بالا آنتانتی کارروائیوں سے یہ امید موہوم ثابت ہوئی لہذا دشمنوں سے دوستی کی امید چھوڑکر دوست طاقتیں قوت جمع کرنے میں لگ گئیں۔ اگر یہ ایسا نہ کرتیں تو ایک ایک کرکے پولینڈ، رومانیہ، یوگوسلاویہ، بلغاریہ، ترکی، گریس وغیرہ کو آسانی سے دباکر آنتانت طاقتیں دوست طاقتوں کے مقابلے میں بہت مضبوط ہوجاتیں اور کسی وقت آسانی سے انھیں بھی دبالیتیں۔ اس لئے دوست طاقتیں غیر متعلق چھوٹی حکومتوں کے لئے جو پریشان ہیں وہ اپنی شرافت اور نیک نیتی کے لئے نہیں بلکہ آخر میں اُن کے لئے اپنی حفاظت کا بھی سوال ہے پہلے تو پولینڈ تک بغلیں جھانکتا تھا اور رومانیہ نے دب کر جرمنی سے ایسا اقتصادی معاہدہ کیا تھا جس کی رو سے اُس کی نصف آزادی ختم ہوئی جا رہی تھی۔ لیکن دوست طاقتوں کا رویہ سخت دیکھ کر یہ دونوں حکومتیں بھی سنبھل گئیں اور جرمنی سے ظاہرا طور پر ٹکر لینے لگیں۔ اُدھر پہلے تو یوگوسلاویہ آنتانت طاقتوں سے دب کر ہنگری کی طرح ملا ہی جا رہا تھا مگر اب وہ بھی سنبھلتا نظر آتا ہے۔ اُس حکومت میں سرووں اور کروشیئنوں کا خانگی جھگڑا ہمارے ہندو مسلمانوں کی طرح اتنا سخت ہے کہ حکومت کسی بڑے دشمن کا مقابلہ کرنے کی خود میں سکت نہیں پاتی۔ اور پھر اوتر اور دکھن دونوں طرف سے جرمنی اور اٹلی کے درمیان میں دبی ہونے کے باعث اُس کا مقابلے کے لئے تیار رہنا مشکل بھی ہے پھر بھی اب وہ صاف صاف کہنے لگی ہے کہ تجارتی معاہدہ کی اور بات ہے لیکن اپنی آزادی کے خلاف وہ کسی سے معاہدہ نہیں کرسکتی۔ آج کل وہاں کے صدر جرمنی گئے ہوئے ہیں



جرمن بحری فوج کا ایک منظر۔

لیتا ہے اِس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

اِدھر برطانیہ نے ترکی سے میل کر ہی لیا ہے اور جلد ہی معاہدہ بھی ہونے والا ہے وہاں کے موجودہ صدر اعظم عصمت انونو پاشا پہلے حالانکہ جرمنی کی طرف رجوع ہوتے تھے پھر بھی احوال دیکھتے ہوئے اب وہ ظاہر طور پر دوست قوتوں کے ساتھی اور انتانت طاقتوں کے دشمن بن گئے ہیں۔ فرانس ترکی کو اسکندریہ کا صوبہ سنجق دے رہا ہے اِس سے اِن دونوں میں بھی معاہدہ ہو رہا ہے۔ ترکی کے شامل ہو جانے سے دوست طاقتوں کا اثر اُس طرف بہت بڑھ گیا ہے اور بلقانی ریاستیں جو پہلے ڈگمگا رہی تھیں وہ بھی اب دوست طاقتوں کی طرف آ رہی ہیں۔ اِسی باعث یوگوسلاویہ کی ہمت بڑھی ہے اور گریس کا بھی خوف کم ہوا ہے بلغاریہ میں حال ہی میں جو انتخاب ہوا ہے اُس میں تقریباً ۲۰۰ ممبروں میں جرمنی کے خیر خواہ نازی صرف ۲۵ کامیاب ہوئے اور موجودہ حکومت کے بہی خواہ ۱۵۰ سے زیادہ ہیں۔ بلقانی ریاستوں میں سب سے زیادہ مشکوک حالت بلغاریہ ہی کی ہے۔ لیکن جب اُس میں اتنا استقلال نظر آتا ہے تو اوروں میں تو اور زیادہ ہوگا۔ جرمنی نے آج کل ناروے، سویڈن، ڈنمارک لیتھوینیا وغیرہ سے جنگ کے خلاف معاہدوں کی بھی کوشش کی اور ڈنمارک سے ہو بھی رہا ہے۔ ڈنمارک ہر طرف سمندر سے گھرا ہے صرف ایک طرف زمین ہے جو جرمنی کی ہے۔ اس لئے اُس نے دب کر معاہدہ کر لیا ہے۔ یہ خیال کیا جاتا ہے۔ ناروے اور سویڈن نے ایسا معاہدہ کرنے سے بھی انکار کر دیا ہے۔ پولینڈ ڈینزگ کے سلسلے میں کسی قسم کا جائز معاہدہ کرنے کو تیار ہے کیونکہ وہاں کی بیشتر آبادی جرمن ہے حالانکہ یہ شہر پولینڈ کی تجارت کے باعث پھل پھول رہا ہے۔ اسی کے قریب پولینڈ نے سمندر کے قریب دوسرا شہر بھی آباد کر لیا ہے جس سے اُس کا کاروبار چل سکتا ہے۔ کاریڈر کو پولینڈ کسی حالت میں بھی چھوڑنے کو تیار نہیں۔



ہوائی جہازوں کا ایک منظر

کیونکہ ایسا کرنے میں اُس کا سمندر سے تعلق ہی منقطع ہو جائے گا اور کاریڈر میں پولوں کی اکثریت ہے۔ رومانیہ نے جرمنی سے دب کر جو تجارتی معاہدہ کیا ہے اُس کے خراب اثر سے وہ بچنا چاہتا ہے۔ اپنی حفاظت کے لئے وہ پولینڈ سے تعلقات بڑھا رہا ہے۔ پولینڈ کے قریب لیتھونیا، یسٹونیا اور لٹونیا نامی چھوٹی چھوٹی ریاستیں ہیں۔ وہ پہلے روس کا حصہ تھیں اور روس اُنھیں جرمنی کا حصہ ہونے سے بچانا چاہتا ہے۔

دوست طاقتوں کا معاہدہ روس سے آج ہی کل میں ہونے والا ہے۔ دوست طاقتوں کی خواہش تھی کہ وہ صرف پولینڈ، رومانیہ اور ترکی کی آزادی کی گارنٹی دیدے لیکن روس کا سوال دوسرا ہے۔ جس طرح جرمنی اپنے پورب اور پچھم میں لڑائی سے بچنا چاہتا ہے اُسی طرح روس بھی ساتھ ہی ساتھ جرمنی اور جاپان سے لڑنا نہیں چاہتا تاکہ اُسے ایک ساتھ ہی پورب اور پچھم میں لڑائی نہ کرنی پڑے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ دوست طاقتیں اُس سے پورا اتحاد کریں تاکہ یورپ میں اُسے کسی سے بھی لڑتے وقت دوست طاقتوں کی مدد ملے۔ اُس کا کہنا ہے کہ برطانیہ، فرانس اور روس کا ایسا سمجھوتہ ہو کہ یورپ میں ان تینوں سے کسی سے بھی اگر کوئی لڑے تو ہر حالت میں تینوں مل کر لڑیں۔ اس سلسلے میں وزیر اعظم مسٹر چیمبرلین کو خوف ہے کہ اگر یورپ میں طاقتوں کے دو مخالف جتھے ہو جائیں گے تو اُن میں کبھی نہ کبھی لڑائی ضرور ہو گی۔ اس میں بھی کچھ شبہ ہے لیکن روس کہتا ہے کہ صرف دوست طاقتوں کے مطلب کا معاہدہ کرنے سے اُسے کیا فائدہ؟ یہ ضرور ہے کہ روس جرمنی کے ذریعے پولینڈ اور رومانیہ پر کوئی آنچ دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا اور چھوٹی بڑی حکومتوں کو ساتھ لیکر جرمنی بہت بڑھ جائے تو روس کے لئے بھی خطرہ ہے۔ پھر بھی وہ دیکھتا ہے کہ اس وقت دوست طاقتیں بُری طرح پھنسی ہیں اور اُنھیں دب کر اُس کی حسب مرضی سمجھوتہ کرنا ہی پڑے گا۔ اس لئے وہ تنا ہوا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج ہی کل میں یہ سمجھوتہ ہو کر ہی رہے گا۔

اگر یہ سمجھوتہ ہو گیا تو جرمنی کو صرف اٹلی کی مدد سے اِن تینوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہ ہو گی۔ اِسی لئے اِس کے جواب میں وہ اسپین اور جاپان کو اپنے گروہ میں شامل کرنے کی فکر میں ہے۔ اسپین میں جنرل فرینکو کو روپئے کی ضرورت ہے چنانچہ قرض کا لالچ دیکر دوست طاقتیں اُسے آتانت طاقتوں سے علٰحدہ کرنا چاہتی ہیں۔ لیکن فرینکو میں اُن سے علٰحدہ ہونے کی جرأت اور خواہش دونوں کی کمی نظر آتی ہے۔ خانہ جنگی سے اسپین کی قوت اتنی کم ہو گئی ہے کہ کسی بڑی لڑائی میں اُس کا شریک ہونا مشکل ہے۔



جاپانیوں کی بمباری سے مصیبت زدہ چین کے دیہاتی باشندے

زل فرینکو کئی بار کہہ بھی چکے ہیں کہ انھیں کسی بڑی لڑائی میں شریک نہیں ہونا ہے لیکن یہ دیکھنا ہے کہ آتشانت کا دباؤ پڑنے پر یہ حضرت کیا کہتے ہیں اس لئے کہ معاملے کا رخ دونوں طرف جھکتا نظر آتا ہے۔ ادھر جاپان بھی چین کی لڑائی میں اتنا زیادہ مصروف ہے اور اتنا تھکا سا نظر آتا ہے کہ یورپین جنگ میں پھنسنے کی اس میں نہ طاقت ہے نہ خواہش۔ یوں بھی یورپین جنگ میں جاپان کر ہی کیا سکتا ہے وہ تو دور مشرق بعید ہی میں گڑبڑ مچا سکنے کی طاقت رکھتا ہے۔ روس کا ایسا رخ نظر آتا ہے کہ دوست طاقتوں سے سمجھوتہ ہو جانے سے وہ پچھم میں جرمنی کی طرف سے بے فکر ہو جائیگا اور یورپ میں جاپان کو حقیر سمجھ کر اس کو پیسنے کی کوشش کرے گا۔ اس کی معاہدہ سے متعلق تقریر سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ اب اس نے صاف صاف اعلان کر دیا ہے کہ وہ چین کی مدد کر رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اگر دوست طاقتوں سے اس کا سمجھوتہ ہو گیا تو چین کو جو مدد مل رہی ہے وہ اور بھی بڑھے گی۔ اگر ایسا ہوا تو جاپان سے چین کا جو نقصان عظیم ہوا ہے اور ہو رہا ہے وہ کم ہو جائے گا۔ ادھر ایسی خبریں بھی آ رہی ہیں کہ جاپان چین سے ہار سا رہا ہے۔ جن چینی صوبوں پر اس نے قبضہ کر لیا ہے انپر بھی وہ چینی گوریلا کہلانے والے سپاہیوں کے باعث پوری طرح قابض نہیں ہو رہا ہے۔ ایسے ۳ چار لاکھ چینی سپاہی کام کر رہے ہیں جو لڑائی تو کرتے نہیں لیکن جاپان کے نئے مقبوضات پر جہاں کہیں فوجیں انتظامات کی کمی دیکھتے ہیں وہاں گڑبڑ مچاتے ہیں اور جو چینی جاپانیوں سے مل جاتے ہیں انھیں تنگ کرتے ہیں اس طرح ان دونوں چین میں جاپان کا اثر کچھ کم نظر آرہا ہے۔ جزیرۂ کلنگسو پر جاپان نے جب زبردستی قبضہ کرنا چاہا تو برطانیہ، فرانس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ نے وہاں اپنی فوجیں اتار دیں اس سے جاپانی وہاں سے کھسک گئے۔ اگر یورپ میں دوست طاقتوں سے روس کا سمجھوتہ ہو گیا تو نقص امن کا خدشہ بہت کم ہو جائے گا اور جاپان کی چینی طاقت کمزور ہو جائے گی۔ وہاں آجکل دو طبقے ہیں ایک لڑائی کے بند ہونے کا خواہاں ہے، دوسرا لڑائی جاری رکھنے کا خواہش مند ہے۔ آجکل جو جاپانی سفیر اٹلی اور جرمنی میں ہیں انھوں نے اپنے عہدے سے یہ کہہ کر استعفا دیدیا ہے کہ آتشانت کے اتحاد کے بغیر جاپان کا بھلا نہیں ہو سکتا۔ سفیر اپنے ملک کو اس طرح دبایا نہیں کرتے۔ شبہ ہے کہ یہ استعفا جاپان کی لڑائی کی خواہش مند پارٹی کے اشارے کا نتیجہ ہوں



کراچی کے مشہور ادم منڈلی کے بانی سبانی دادا لیکھراج اور اُن کی چیلی ادم رادھے۔

توکوئی تعجب نہیں۔ جنگ کے باعث جاپانی تجارت بگڑ رہی ہے اور رعایا کو نئے نئے ٹیکسوں کے باعث سخت تکلیف ہے۔ پھر بھی ابھی تک عوام کی طرف سے وہاں کوئی مزاحمت نہیں ہوئی۔ اِس وقت جاپانی طاقت اور یوروپین سمجھوتہ ہو جانے سے جنگ کے مسئلے پر کوئی گہرا اثر ہونے کا اندیشہ نہیں نظر آتا۔ پھر بھی آنتانت طاقتیں جاپانی اتحاد کو زیادہ قیمتی نہیں سمجھتیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جاپان کی بحری اور بری دونوں فوجیں بہت مضبوط ہیں اور جب تک وہ آنتانت کی طرف رہے گا تب تک پورب میں اُسکے خوف سے روس پچھم میں بھی جرمنی سے پوری طاقت سے نہ لڑ سکے گا۔ یہ تو ہوا جاپانی بری فوج کا اثر لیکن اُس کی بحری فوج بھی اتنی زبردست ہے کہ جب تک ریاستہائے متحدہ امریکہ اپنی پوری بحری فوج بحرِ پیسفک کے ساحل پر نہ جمع رکھے اُس وقت تک اُس کے ملک کا وہ حصہ غیر محفوظ رہے گا اور جاپان اُس پر آسانی سے قبضہ کر سکے گا۔ جب بحری فوج اُدھر مصروف رہیگی تو امریکہ اگر دوست طاقتوں کی یورپ میں مدد بھی کرنا چاہے تو جنگ کے وقت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ بحر اٹلانٹک میں بحری فوج کی کمی سے وہ اپنی بری فوج بھی یورپ نہ بھیج سکے گا کیونکہ دوسرے کے بھروسے پر کوئی مُلک اپنی فوج جنگ میں نہیں بھیج سکتا۔ چنانچہ جاپان خواہ جنگ نہ کرے پھر بھی روس اور ریاستہائے متحدہ امریکہ پر اُس کے اثر سے دوست طاقتوں کے مددگاروں میں جو کمی آتی ہے اُس سے جاپانی دوستی آنتانت کے لئے بہت مفید ہے۔

آجکل فلسطین میں عربوں اور یہودیوں کا جو جھگڑا تھا اُسے مٹانے میں جب گول میز کانفرنس بھی کامیاب نہ ہوسکی تو حکومت نے اُس کا فیصلہ کر دیا۔ گذشتہ جنگ عظیم کے سلسلے میں عربوں کو وہاں پوری آزادی دینے کا وعدہ کیا گیا تھا اور یہودیوں کو آباد ہونے کا۔ اتنے عرصے میں تقریباً ۴ لاکھ یہودی وہاں آباد کئے گئے ہیں اور دس لاکھ عرب ہیں۔ عربوں کو خدشہ ہوا کہ کسی وقت مالدار اور محنتی یہودی تعداد اور اہمیت میں اُن سے بڑھ جائیں گے اور کثرت رائے کے ذریعے مُلک پر اُن کی حکومت ہو جائے گی اور وہ حاکم کی جگہ محکوم کی سی صورت اختیار کر لیں گے۔ اس لئے اُنھوں نے بغاوت کر دی اور ۲ تین سال سے قتل و غارتگری پر آمادہ ہوگئے۔ اب حکومت نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ۷۵ ہزار سے زیادہ یہودی وہاں نہ لائے جائیں گے اور پانچ سال میں کثرت رائے کے مطابق دستور حکومت نافذ کر کے دس سال میں اُنھیں پوری آزادی مل جائے گی۔ اور اس طرح یہودیوں کی اکثریت کا خدشہ جاتا رہے گا۔ جنگجو عربوں کا مفتی اعظم پر بہت اعتقاد ہے لیکن اُن کی باغی حرکات کی بنا پر حکومت نے یہ حکم دیدیا ہے کہ وہ وطن میں کبھی نہ آسکیں گے۔ اس فیصلے کو عربوں نے نامنظور کر دیا ہے۔ اُدھر یہودی بھی

ہیں سے بہت ناخوش ہیں اور حکومت پر اپنے ساتھ وعدہ خلافی کرنے کا الزام لگاتے ہیں۔ ابھی تک یہودی پُر امن تھے لیکن اب دونوں طرف سے مار کاٹ شروع ہوگئی ہے ابھی کوئی مستقل فیصلہ ہوتا نہیں نظر آتا۔ ترکی کے برطانیہ کی طرف ہو جانے سے افغانستان بھی اسی طرف جھکتا نظر آتا ہے۔ چین کے حوصلے آجکل بڑھے ہوئے ہیں۔ دیکھئے انجام کیا ہوتا ہے۔

ہندوستان میں ادم منڈلی کے سلسلے میں حکومت سندھ نے کمیشن کے ذریعے تفتیش کروا کر اُسے جب خراب پایا تو اُس کے کارکنوں کو صوبے سے نکل جانے کا حکم دیا اور منڈلی بند کر دی گئی۔ مگر ابھی وہ فیڈرل کورٹ میں اپیل کرنا چاہتی ہے اور شاید وہ سندھ سے نکل کر اب بمبئی میں قائم ہو۔ دیسی ریاستوں میں قوت نمائندگی کی وسعت اور چھوٹی چھوٹی کئی ریاستیں مل کر اور متحدہ اقلیم بنا کر انتظام کرنے کا مشورہ وائسرائے نے دیا ہے اُسکے متعلق آجکل وہاں بہت فکر ہے۔ جے پور، ٹراونکور، کشمیر، حیدرآباد اور راجکوٹ وغیرہ کئی ریاستوں میں عوام کی طرف سے جو تحریکیں چل رہی ہیں یا چلنے والی ہیں اُنکے سلسلے میں بھی فکریں بڑھ رہی ہیں۔ فیڈریشن میں ملنے یا نہ ملنے کے لئے آخری جواب دینے کے لئے اُنھیں جو ۶ ماہ کی مہلت ملی ہے وہ قریب الختم ہے۔ فیڈریشن کا ایسا ہے جسے اب نہ تو ریاستیں دل سے چاہتی ہیں نہ برطانوی صوبے۔ اِسکے قائم نہ ہونے سے حکومت کو کچھ زیادہ اختیارات دینے ہی پڑینگے۔ ان باتوں کے باعث ملک میں ایک سنسنی سی پھیلی ہوئی ہے۔ یورپ میں بھی جنگ کا خدشہ ہونے کے باعث بہت سے ہندوستانیوں کو یہاں بھی سیاسی ترقی کی امید ہے۔ اس سلسلے میں کانگریس میں بھی دو جماعتیں بنانے کی کوشش ہو رہی ہے۔ جب سے سبھاش بابو نے صدارت سے استعفا دیا ہے تب سے وہ کانگریس میں ترقی پسند گروہ بنانے کے لئے کوشاں ہیں۔ بنگال میں تو ابھی اُنکا گروہ زبردست



راجکوٹ میں مہاتما گاندھی۔

معلوم ہوتا ہے لیکن دیگر صوبوں میں زیادہ زور نہیں نظر آتا پھر بھی چھوٹی بڑی پارٹیاں قائم ہو رہی ہیں۔ اب یہ وقت دکھلائیگا کہ مہاتما گاندھی کے اثر کے خلاف یہ جدوجہد کہاں تک کامیاب ہوتی ہے۔ یہ تو ہمیشہ سے خوف تھا کہ کانگریس کے دائیں اور بائیں بازو میں کبھی نہ کبھی کھلا مقابلہ ہوگا لیکن اس کا اس قدر جلد امکان نہ تھا۔ ابھی بیشتر کانگریسی سوشلسٹ سبھاش بابو کے موافق نہیں ہیں حتیٰ کہ پنڈت نہرو بھی اُنکے خلاف ہیں۔ مہاتما جی کا ملک پر پورا اقتدار ہے اسلئے معلوم ہوتا ہے کہ سوبھاش بابو کا کانگریس کے مقابلے میں یہ اقدام کامیاب نہ ہوگا۔ لکھنؤ میں شیعہ سنیوں کا جھگڑا بڑھ رہا ہے اور بنگال میں ملازمتوں میں فرقہ وارانہ تناسب اور کارپوریشن میں مسلمانوں کی نمائندگی سے ہندو متفکر ہیں۔ اُدھر آغا خاں ہندو مسلم اتحاد کی فکر میں ہیں۔ کانگریس کا اجلاس اس بار بہار میں ہونے والا ہے۔ احراری مسلمانوں کی طاقت بھی کانگریس کی موافقت میں بڑھ رہی ہے۔



بچّوں کی پرورش و تربیت

(از مو۔مسز س الزبے زندھاوا)

غیر ممالک کے جو لوگ ہندوستان میں اول مرتبہ سیر و سیاحت کی غرض سے آتے ہیں ان کا خیال یہاں کی جن جن چیزوں کی طرف جاتا ہے ان میں سے ایک یہاں کے بچوں کی غیر مہذب عادات بھی ہیں حالانکہ بچوں کی پرورش اور ترتیب مناسب طریقے پر کرنا کوئی مشکل اور مانع امر نہیں ہے۔ بلکہ آخر میں اچھی تربیت کا نتیجہ نہایت خوشگوار ہوتا ہے جو بچوں و نیز والدین دونوں کے لئے یکساں مفید ہے عام طور پر یہ بات دیکھی گئی ہے کہ غریبوں کے یہاں بچوں کی کثرت رہتی ہے اور افسوس ہے کہ یہی غریب بچے اچھی تربیت نہ پانے کی وجہ سے اپنی اور اپنے والدین کی زندگی آرام دہ نہیں بنا سکتے بلکہ دنیا ہی میں دوزخ کا نظارہ آنکھوں کے سامنے پیش کر دیتے ہیں۔

تربیت کی ضرورت

بچوں کی پیدائش ہی کے دن سے ان کی تربیت کا اہم ترین فرض ماؤں پر عاید ہو جاتا ہے اور یہ فرض نہایت اہم فرض ہے کیونکہ اگر مائیں شروع ہی میں بچوں کی ٹھیک نگہداشت اور تربیت نہ کر سکیں تو بعد میں ان کا درست کرنا مشکل ہو جاتا ہے سب سے پہلی بات جو بچوں کے لئے ضروری ہے وہ تربیت ہے بچوں کو مقررہ اوقات پر دودھ دینا چاہیئے نہ کہ اس وقت جبکہ بچے ضد کرنے لگیں ایک تندرست بچہ اپنی والدہ کو کوئی تکلیف نہیں دیتا بلکہ وہ روتا بھی ہے تو کسی خاص وجہ سے یعنی یا تو بچہ پیشاب سے بھیگ جائے یا بھوکا ہو برخلاف اس کے ہندوستانی کے بچے دن بھر روتے ہی رہتے ہیں۔

بچونکو گود میں رکھنا مضر ہے

بچوں کو خوب آرام ملنا چاہیئے ہر وقت ان کو گود میں رکھنا اولاً صحت کے لئے مضر ہے دوسرے ان کی عادت خراب ہو جاتی ہے اور وہ بغیر گود کے ایک منٹ بھی نہیں رہ سکتے بلکہ رویا کرتے ہیں ایسے ہی بچے غریب والدین کے لئے جن کو نوکر رکھنے کی استطاعت نہیں ہے وبال جان بن جاتے ہیں لیکن جو والدین نوکر رکھ سکتے ہیں ان کو بھی اپنے بچوں کی صحت کا خیال رکھتے ہوئے ایسا نہ کرنا چاہیئے بچوں کی ہڈیاں نہایت نرم ہوتی ہیں اور ہر وقت گود میں رکھنے سے وہ ٹیڑھی ہو کر بچوں کے بدن کو سڈول نہیں رہنے دیتیں نیز نشو و نما میں بھی خلل ہوتا ہے عموماً جس وقت نوکر بچوں کو گود میں لیتے ہیں اس وقت بچوں کا منہ انکے کندھوں پر پڑا رہتا ہے اور وہ بچوں کی ٹانگیں پکڑے ہوئے سنبھالتے رہتے ہیں عام طور پر بچوں کو کھلانے کے لئے کم عمر کے چھوٹے چھوٹے لڑکے نوکر رکھ لئے جاتے ہیں مگر یہ لڑکے کم سن ہونے کی وجہ سے بچوں کو ٹھیک طریقہ سے گود میں لینا بھی نہیں جانتے جس سے بعض اوقات بچوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے صبح ہی کے وقت بچوں کو نہلا اور دودھ پلا کر اس کے بستر یا پالنے میں لٹا دینا چاہیئے۔ بچوں کو ہاتھ

رکھکر اوپر اوچھالنا یا دائیں بائیں گھوماتا یا اونکا ہاتھ پکڑکر اوپر اُٹھانا جیسا عام طور پر ہندوستان کے لوگ بچوں کے ساتھ کرتے ہیں اچھا نہیں ہے بلکہ اس فعل سے بچوں کا ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے اسکو غذا ہضم نہیں ہوتی - وہ صاف ستھرا بچہ جو بھوکا یا پیشاب سے بھیگا ہوا نہ ہوکسی کو ذرا بھی تکلیف نہ دیگا بلکہ خوشی سے اپنے بستر پر آنند میں پڑا ہوا اپنے ارد گرد کی چیزوں کے دیکھنے میں مشغول رہیگا - یا کبھی کبھی اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے کھیلتا رہیگا چونکہ بچے ہر وقت ہاتھ پیر ہلایا ہی کرتے ہیں اسلئے بستر پر تنہا پڑے رہتے ہی میں بھی ان کی کافی ورزش ہوجاتی ہے - ہندوستانی بچوں کی عمر جس وقت ڈھائی تین سال کی ہو جاتی ہے اس وقت بھی وہ ماں کی گود کے محتاج رہتے ہیں اور ہر وقت ماں یا کسی دیگر رشتہ دار کی گود میں چڑھے رہتے او. جب ماں یا دیگر گود لینے والے کو کوئی کام درپیش ہوجاتا ہے یا وہ تھک کر گود سے اوتارنا چاہتے ہیں تب وہ زور سے چیخ چیخ کر رونے لگتا ہے اور اس وقت تک چپ نہیں ہوتا جبتکہ کہ دوبارہ اسکو گود میں نہ لے لیا جائے اتنی ہی عمر میں ہندوستان کے بچوں میں خودغرضی کی عادت پڑجاتی ہے اور وہ کسی دوسرے کے آرام و تکلیف کا احساس نہیں کرتے اسلئے لازم ہے کہ جب بچوں کی عمر ڈھائی تین سال کی ہوجائے اس وقت ان کو تنہا کھیلنے دیا جائے حتی کہ جس جگہ پر گھر کے دو چار بڑے آدمی بات چیت کرتے ہوں وہاں سے بچوں کو ہٹاکر اون کی بات سننے سے بچایا جائے جوں جوں بچہ چلنے پھرنے کے لایق ہوتا جائے اسکو آزادی سے گھومنے دیا جائے بچوں کی پرورش کا بھی اتنا ہی خیال رکھنا چاہئے جتنا کہ کھانے پینے کا خیال رکھا جاتا ہے -

اچھی عادت اور صفائی

جس وقت بچہ چار یا پانچ سال کی عمر کا ہو اسکو تہذیب سے کھانا کھانے کے طریقے بتائے جائیں اس کو سکھانا چاہئے کہ کھانا کھانے کے وقت خاموش بیٹھا رہے صفائی کے ساتھ تہذیب سے ہر چیز کو جو اس وقت اس کے سامنے کھانے کے



بچوں کو گود میں رکھنا ٹھیک نہیں ہے

کے لئے موجود ہو الگ الگ کھائے نہ کہ ان سب کو ملا جلا کر گندگی پیدا کرے - کھاتے وقت منہ کو بند کرکے کھائے ادھر ادھر گراکر جگہ خراب نہ کرے جو چیز کھائے اسکو خوب چباکر کھائے درمیان میں پانی نہ پئے اگر کھانا چباکر کھایا جاویگا تو پانی کے ذریعہ سے پیٹ میں اتارنے کی ضرورت نہ ہوگی پہننے کے کپڑے صاف اور بالکل سادے ہونے چاہئیں زیادہ قیمتی اور زرق برق لباس بچوں کو استعمال نہ کرانا چاہئے تاکہ وہ اپنی آئندہ زندگی میں اپنے سے غریب و کمتر انسانوں کی تکلیف و آرام محسوس کرسکیں بچوں کو یہ بھی سکھانا چاہئے کہ ہر انسان خواہ وہ کسی درجہ اور حیثیت کا ہو حتی کہ اپنا نوکر ہی کیوں نہ ہو اس سے بھی شرافت اور تہذیب سے پیش آویں اگر بچوں کو کسی چیز کی ضرورت ہو تو اسکو بغیر پوچھے خود نہ اُٹھا لیویں

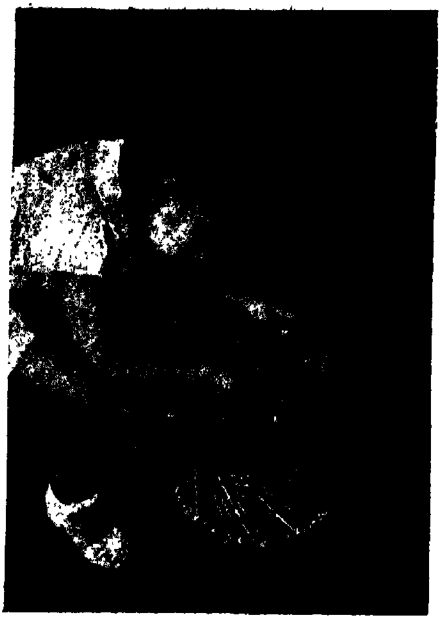
بلکہ اپنے بڑوں سے اجازت لیکر اسکو اُٹھاویں جب چند بڑے آدمی آپس میں بات چیت کر رہے ہوں تو بچوں کو لازم ہے کہ خاموشی سے بات چیت ختم ہونیکا انتظار کریں درمیان گفتگو میں دخل نہ دیں غرضیکہ بچوں کو شروع سے ایسے سانچے میں ڈھالنا چاہئے کہ وہ دوسروں کے لئے نمونہ بن سکیں اور یہ سمجھنے لگیں کہ ہم ایک شریف انسان ہیں اور ہمارے لئے تہذیب سے رہنا ضروری ہے۔

رات کو سونا

رات کے وقت بچوں کو دودھ ہرگز نہ دیا جائے رات ماں اور بچے دونوں کے آرام کیلئے ہے کیونکہ ماں کو دن بھر گھر کے کام کاج سے فرصت نہیں ملتی ہے اور دن بھر کام کرتے کرتے تھک کر چور ہو جاتی ہے اس لئے بڑی ضرورت ہے کہ رات کو وہ کافی آرام پاسکے اور تھکے ہوئے اعضاء دوسرے دن کام کرنے کے قابل ہوسکیں رات میں جس وقت بچے روتے ہیں اسوقت اگر ان کو متواتر تین رات تک دودھ نہ دیا جائے تو ان کی یہ عادت چھوٹ جاتی ہے مگر ایسا کرنے میں ماں کو ذرا سختی اور جبر سے کام لینا پڑیگا چنانچہ ماں کو پہلے سے بتلا دیا جائے کہ اس ترکیب سے آئندہ وہ کن کن مصائب سے نجات پاوے گی تو بلا شبہ وہ صرف تین روز تک اپنے اوپر جبر کریگی بچہ خواہ کتنا ہی بھوک سے روئے یا چلاوے اسکی طرف دھیان نہ دینا چاہئے کچھ گھنٹے کے بعد بچہ خود ہی روتے روتے تھک کر سو جاویگا۔ بچوں کو ان کی عمر کے لحاظ سے رات کا آخری کھانا دس اور گیارہ کے درمیان موسم کے لحاظ سے دینا چاہئے اور اس کے بعد صبح اگلے روز کا کھانا پانچ اور چھ کے درمیان۔

بچوں کو سینما اور تھیٹر میں لیجانا نقصان دہ ہے

یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ والدین جہاں بھی جاتے ہیں بچوں کو ہمراہ کیوں لیجاتے ہیں زیادہ بھیڑ بھاڑ کی جگہ یا تھیٹر و سینما میں بچوں کو ساتھ لیجانا ان کے لئے سب سے زیادہ مضر ہے۔ ایک بچہ کو متواتر تین گھنٹہ ایسے بھرے ہوئے مجمع میں جہاں



کی ہوا کو سگریٹ اور بیڑی کے دھوئیں نے گندہ کر رکھا ہو کبھی فرحت بخش نہیں ہوسکتا برخلاف اس کے نازک دماغ پر اس کا اثر پڑکر صحت اور اخلاق کی خرابی کا باعث ہوتا ہے چونکہ بچہ کی صحت کا خیال سینما کی تفریح سے زیادہ ضروری ہے، اس لئے ماں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ جو بچہ اس کے بطن سے پیدا ہوا اور گود میں پرورش پائے وہ ملک کے لئے دولت بے بہا ثابت ہو اسوقت ہندوستان کو ہونہار اور تندرست نوجوانوں کی از حد ضرورت ہے اس لئے ہر ایک ہندوستانی ماں کو اپنا فرض محسوس کرنا چاہئے اور اس بات کی خواہش رکھنا چاہئے کہ ملک کو ایسے سپوت بچے پرورش کر کے پیش کر سکے جو دیش اور قوم کی خدمت کر سکیں اور ملک کے لئے باعث فخر ہوں جب تک کہ ہر ہندی ماں اپنی اس ذمہ داری کو محسوس نہ کریگی اسوقت تک حقیقی ترقی اور مختاری کی پر لطف زندگی میسر نہیں ہوسکتی۔



گاؤں کے گیت

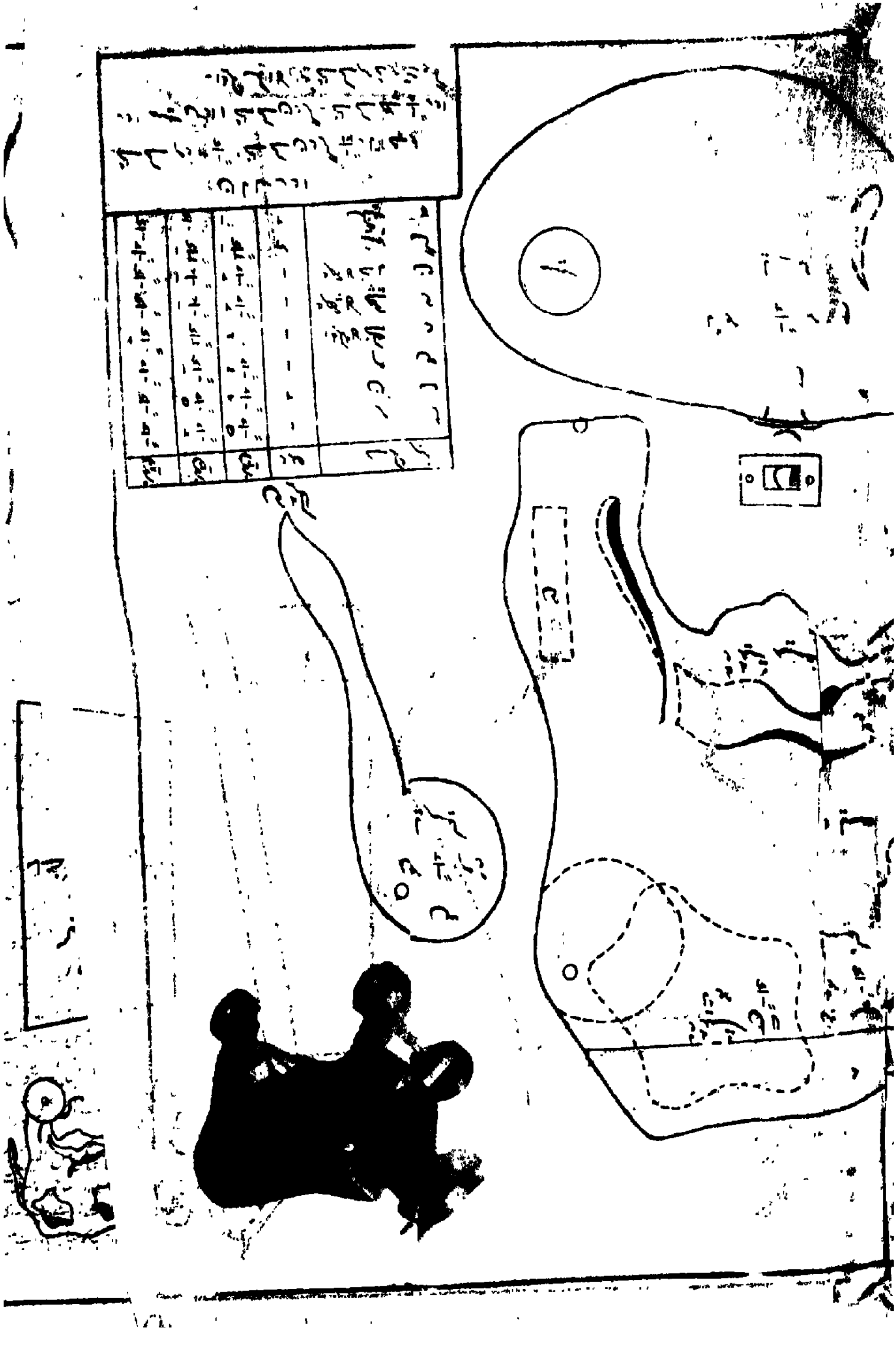
ازجناب رام کمال مشرآرگنائزر کادی پور

یہاں ہم ہر مہینے کوئی نہ کوئی ایسا گیت چھاپا کرینگے جو کسی نہ کسی ضلع کے گاؤں میں رائج ہے یہاں جو گیت چھاپا جارہا ہے وہ ضلع سلطانپور میں بہت رائج ہے اور وہیں کی بولی میں لکھا گیا ہے۔

اب گرام سُدھار چلاؤب ہم
آپن سب کشٹ مٹاوب ہم

سب ملکئی دل میں لیہی ٹھان
اب ملکئی زور لگاؤب ہم
اب وہ منتر ہم پائی گئے
آپس میں ایکا لاؤب ہم
سب لکچر بازی چھوڑ چھاڑ
سہکاری سمیت کھلاؤب ہم
اب گرام سدھار چلاؤب ہم
اب قرض مہاجن تے نہ لیب
اور سات کا ستر پھر نہ دیب
اب بیل ناج سب بیچ بیچ
نہ اُن کے "ہرتز" بھربے جیب
سب گاؤں کے مَنئن کا لیکے
سہکاری بنک کھولاؤب ہم
اب گرام سُدھار چلاؤب ہم
سب ملکے حصّہ جمع کرب
دُکھ سُکھ میں ہم سب ساتھ رہب
کم سود پہ قرضہ لیکے ہم
سب ملکے آپن کام کرب
جب نفع وحصّہ جُٹ جائی
تب قرض سے مُکت کراؤب ہم
اب گرام سُدھار چلاؤب ہم

پھر ہم نا ہبئے قرض دار
نا مری ہیں ہم کا ضلع دار
کُڑکی نا لیہیں پھر امین
سُکھ سے گذرے جیون ہمار
پھر خود مہاجن بنکے سب
اورن کا کشٹ مٹاوب ہم
اب گرام سُدھار چلاوب ہم
مٹن ہل سے کھیتی کربے
اب اچھّا بیج سدا بوئبے
جب سب کنوؤں پر رہٹ چلے
مَن مانی دھن پیدا کربے
پھر گنوئیں میں کربے صلاح
چکبندی کھیت کراؤب ہم
اب گرام سُدھار چلاوب ہم
سہیوگی پنچایت کے ہاتھے
غلّہ بیچبے ساتھے ساتھے
سب نفع منافع اب بھیّا
چھوڑب نابنین کے ماتھے
کرکے بازار اپنے ادھین
منمانی نفع کماؤب ہم
اب گرام سُدھار چلاؤب ہم





گھاگھ کی ڈائری

مجھے افسوس ہے کہ گذشتہ ماہ میں آپ کے پاس کچھ نہیں بھیج سکا۔ بات یہ ہوئی کہ میرا حقہ بگڑ گیا تھا اور مجھے اس وقت تک لکھنے میں مزا نہیں آتا جب تک میرا حقہ میری بغل میں نہ ہو اور تمباکو کی سوندھی سوندھی خوشبو نہ آ رہی ہو۔ کئی لوگوں نے یہ تجویز کی کہ میں سگریٹ ہی پی کر کام چلاؤں۔ مگر اصل بات یہ ہے کہ میں سگریٹ کے خلاف ہوں۔ میں تو وہی کرتا ہوں جو زیادہ لوگ کرتے ہیں۔

× × × ×

مجھے خوشی ہے کہ گذشتہ ۱۶ مئی کو شملے میں جو تمباکو کے سلسلے میں کمیٹی بیٹھی تھی اس میں تمباکو کی فروخت کی رپورٹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ ہندوستان میں جو ۱۰۰ کروڑ پونڈ تمباکو خرچ ہوتی ہے اس میں سے ۴۳ کروڑ پونڈ تمباکو حقہ پینے میں خرچ ہوتی ہے۔ سگریٹ کی تمباکو کا خرچ اس ملک میں صرف ۲ کروڑ پونڈ ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اکثریت حقے کے موافق ہے۔ زمانہ ایسا ہے کہ میرے جیسے لوگوں کی کوئی نہیں سنتا۔ ورنہ میں یہ تجویز پیش کرتا کہ ہر ایک گاؤں میں حقہ بنوانے کی صنعت بھی جاری کی جائے اور گرام سدھار کے کارکن جلسوں میں بیٹھ کر حقہ پئیں تاکہ کسانوں پر اس کا اثر ہو۔

× × × ×

ممکن ہے کہ سدھارک لوگ میری اس بات پر ہنسیں اور سگریٹ کو ہی پسند کریں۔ میں سگریٹ کا مخالف نہیں ہوں۔ سہولیت کے لحاظ سے میں بھی سگریٹ کو زیادہ پسند کرتا ہوں مگر جو شان حقے کے پینے میں ہے وہ سگریٹ میں نہیں ہے۔ لیکن اس زمانے میں کوئی شوقین آدمی اپنی شان کا اظہار کر بھی تو نہیں سکتا۔

× × × ×

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جو لوگ سگریٹ کا دھواں اڑاتے ہوئے دیہاتوں میں پرچار کرنے جاتے ہیں وہ گڑ کی ڈلی کیوں دیتے ہیں؟ گڑ اور سگریٹ کا کیا میل؟ سگریٹ کے ساتھ تو چینی ہی ہونی چاہئے۔ میں نے تو ایک چیز پرانی اور ایک نئی قبول کر لی ہے۔ یعنی حقہ تو پرانے فیشن کے لحاظ سے پیتا ہوں اور چینی نئے فیشن کے لحاظ سے کھاتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ دیہاتوں میں گڑ کے کارخانے کھولنے کی بہ نسبت حقے بنانے کے کارخانے کھولنا کہیں زیادہ مفید ہوگا۔ یہ بات میں اکثریت کو دیکھ کر کہتا ہوں۔ دیہاتوں میں اگر ووٹ لیا جائے تو زیادہ لوگ چینی ہی کھانے والے ملیں گے۔ لیکن کانگریسی سرکار تو چینی پر اسی طرح خار کھائے بیٹھی ہے جس طرح زندہ چینی پر جاپان دانت لگائے ہوئے ہے۔ میں نے سنا ہے کہ ۱۲ ضلعوں میں گڑ بنانے کی صنعت جاری کی جا رہی ہے اور دھیرے دھیرے سارے صوبوں میں جاری ہوگی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا سدھار ہے؟ جو گاؤں والے چینی کھا رہے ہیں انھیں چینی کھلانا کہاں کی عقلمندی ہے۔ لیکن کانگریس گورنمنٹ کی اس الٹی سوجھ کو میں کیا کہوں؟

× × × ×

ایک طرف تو یہ زور دیا جا رہا ہے کہ گاؤں کی صفائی ہو اور دوسری طرف گاؤں میں گڑ بنانے کی صنعت جاری کی جا رہی ہے اس صنعت کی وجہ سے گاؤں میں کتنی چیونٹیاں اور مکھیاں منڈلاتی پھریں گی اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا

اتنا ہی نہیں گاؤں میں کھال کھینچنے اور چمڑا ملائم کرنے کی صنعت بھی جاری کیجا رہی ہے۔ آپ آسانی سے سوچ سکتے ہیں کہ اس صنعت سے گاؤں میں گندگی بڑھے گی یا گھٹیگی۔ اتنا ہی کافی نہیں ہے اس بات پر بھی زور دیا جا رہا ہے کہ گوبر کے اُپلے نہ بناکر اس کی کھاد بنائی جائے۔ اُپلے تو چار دن میں سوکھ جاتے ہیں مگر جب گوبر کی کھاد بنے گی تو اس کے سڑنے سے گاؤں میں کتنی گندگی پیدا ہوگی یہ آپ اندازہ فرماسکتے ہیں۔ اس طرح گوبر گڑھ اور چمڑے کی صنعت سے گاؤں تو اور بھی خراب ہوجائینگے۔ شاید میرے جیسے صاف ستھرے لوگوں کو بھگانے ہی کے لئے یہ سب کام لئے جارہے ہیں اور ان سب کاموں کا نام سُدھار رکھا جا رہا ہے۔

آج صفائی کے معنی بدل گئے ہیں۔ بڑے آدمیوں کے قدموں کی خاک جب اُڑکر کھانے میں پڑتی ہے تو کھانا گندہ سمجھا جاتا ہے لیکن مذہبی نقطۂ نظر سے وہ کھانا اور بھی پاک ہوجاتا ہے۔ ننھی سی مکھی اگر تھالی کے کسی کونے پر بیٹھ جاتی ہے تو اُس کھانے کو گندہ کہا جاتا ہے۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک چھوٹی سی مکھی تھالی کے کسی کونے پر بیٹھ جاتی ہے تو جو لوگ کھانے کو گندہ بتاتے ہیں وہی لوگ چمار اور مہتر کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے چاروں طرف مُنہ کھولے دوڑتے پھرتے ہیں۔ اب آپ ہی سوچئے کہ ایک رتی سے بھی کم وزن کی مکھی گندی ہوسکتی ہے یا ڈیڑھ من کا چمار یا مہتر؟ لوگ اگر کچھ کہیں تو سائنس کی اور خوردبین کی دہائی دی جاتی ہے۔ مہتر کو کہا جاتا ہے کہ وہ آدمی ہے اور نہا دھوکر، صاف کپڑے پہنکر صاف ہوسکتا ہے اور مکھی کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ کبھی بھی صاف نہیں ہوسکتی۔ مَیں تو اپنے کھانے پر مکھیوں کو بیٹھنے سے روک نہیں سکتا۔ نہ جانے اُنکے بھیس میں کون کھانے میں شریک ہوتا ہو۔ خرچ کچھ نہیں ہوتا مگر ثواب کتنا بڑا ہوتا ہے مگر مذہب کی اِن باریکیوں کو کانگریسی حکومتیں سمجھیں تب تو؟

× × × × ×

آنریبل منشی کنھیا لال کا نام تو آپ لوگوں نے سُنا ہی ہوگا۔ یہ حکومت بمبئی کے وزیر ہیں اور گجراتی کے اچھے لکھنے والے بھی ہیں یا یہ تو مَیں نہیں کہہ سکتا کہ انھوں نے کبھی پی ہے یا نہیں مگر اتنا تو آج دنیا جانتی ہے کہ یہ پینے والوں کے پیچھے پڑے ہیں۔ بمبئی میں نشہ بندی کی ساری بدنامی یہ اپنے سر لینے کو تیار ہیں۔ کتنے ہی پارسی خاندان جو شراب کی تجارت کرتے تھے ان کی وجہ سے برباد ہونے لگے ہیں۔ یہ پینے والے اور پلانیوالے دونوں کا مزہ کرکرا کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ اس لئے مجھے اُس دن یہ پڑھکر بہت خوشی ہوئی کہ بمبئی کے جلسے میں پینے والوں نے آنریبل کنھیا لال کو کافی پریشان کیا۔

× × × × ×

مَیں نے یہ بھی پڑھا کہ اس دن بمبئی کے کچھ منچلوں نے وزیر صاحب کے سر پر انڈے توڑے۔ انڈے توڑنے کے لئے کسی وزیر کا سر ملے تو کیا کہنا ہے مگر مَیں اپنے ان انڈے توڑنے والے دوستوں سے یہ عرض کرونگا کہ انھوں نے غلطی ہی کی ہے کیونکہ انکے ہاتھ سے بوتل تو چھینی ہی جاچکی ہے ایسا کرکے انھوں نے اپنے انڈے بھی کھوئے بمبئی کے ان منچلوں سے زیادہ تو میں الٰہ آباد کے شیعوں کی تعریف کرونگا جنھوں نے مسٹر گوبند ناتھ شری واستو کی آنکھوں میں بنارس میں دھول جھونکی۔ اسکو کہتے ہیں" ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ چوکھا آئے"

× × × × ×

ہندوستان میں انگریزی حکومت کتنی بُری یہ بتلانے کے لئے پنڈت سندرلال نے ایک کتاب لکھی تھی اور اس کا یہی نام رکھا تھا۔ پُرانی سرکار نے اس کتاب کو ضبط کرلیا تھا لیکن نئی سرکار نے اسپر سے پابندی ہٹالی پنڈت جی نے اس کتاب کو چھاپنے کا اعلان کیا۔ جہاں بہتوں کی جیب سے اُنکے پاس ایک ایک روپئے پہنچے۔ وہاں مَیں نے بھی ایک روپیہ اُنکے پاس پہنچا دیا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ روپیہ وصول ہونا مشکل ہے۔ کتاب چھپنی تو دور رہی۔ اب یہ جھگڑا کھڑا ہوا ہے کہ اسکو کون چھپائے۔ پنڈت سندرلال جی یا ان کے پُرانے پبلشر؟

اس طرح وہ کتاب رُکی پڑی ہوئی ہے۔ کتاب پر سے ضبطی کا اُٹھانا اور نہ اٹھانا دونوں برابر رہا۔

× × × × ×



پھوڑے اور انکا علاج

جب جسم کے کسی حصّے میں ورم آجائے، وہ لال ہوجائے اور درد ہونے لگے تو اُسے پھوڑا کہتے ہیں۔ پھوڑا جسم کے کسی بھی حصّے میں نکل سکتا ہے۔ کبھی ورم، سرخی اور درد آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور کبھی بڑی جلدی۔ یہاں تک کہ تین چار گھنٹے میں ہی وہ خوب سوج آتا ہے اور جلنے سا لگتا ہے۔

پھوڑے ہونیکے کئی وجوہ ہیں۔ چمڑے پر کھرچ وغیرہ لگ جانے سے یا چوٹ لگ جانے سے گرد کے ساتھ پھوڑے کے جراثیم پہنچکر ورم اور درد پیدا کر دیتے ہیں۔ خون میں کسی قسم کی خرابی پیدا ہونے سے بھی پھوڑے ہوتے ہیں۔ کچھ پھوڑے بال ٹوٹنے سے بھی ہوتے ہیں انھیں بلتوڑ کہتے ہیں۔ برسات شروع ہونے پر لوگوں کو خصوصاً بچوں کو اکثر پھوڑے ہو جاتے ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ آم کھانے سے ہوتے ہیں لیکن درحقیقت یہ سخت گرمی کی وجہ سے ہوتے ہیں جو اُس وقت پڑتی ہے اور خون کو خراب کر دیتی ہے اگر مصفّی خون دواؤں کا استعمال کیا جائے تو ایسے پھوڑے فوراً اچھے ہونے لگتے ہیں۔ پیر میں جوتوں کے کاٹ لینے سے چھالے پڑ جاتے ہیں۔ لاپروائی برتنے سے وہ بھی کبھی کبھی پھوڑے کی شکل میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

ہر ایک پھوڑا سوجن اور درد سے شروع ہوتا ہے۔ جیسے جیسے سوجن بڑھتی ہے ویسے ویسے درد بھی بڑھتا جاتا ہے کچھ عرصے کے بعد سوجن کے بیچ کا حصّہ رفتہ رفتہ خوب لال ہو جاتا ہے اور جلنے لگتا ہے۔ جس عضو میں پھوڑا ہوا ہو اگر وہ جُھلا دیا جائے تو درد اور بھی بڑھ جاتا ہے۔ پہلے تو یہ سخت رہتا ہے مگر دھیرے دھیرے نرم ہونا شروع ہوتا ہے۔ اُوپر کا چمڑہ نرم پڑجاتا ہے اور دبانے سے بھی نرم معلوم ہوتا ہے۔ اسکے بعد گہرا سُرخ حصّہ نوکدار ہونے لگتا ہے اور اُسکی نوک پر کچھ پیلاپن نظر آنے لگتا ہے۔ اس وقت پھوڑے کا درد اور بھی بڑھ جاتا ہے اور اس میں ایک قسم کی سنسناہٹ سی معلوم ہوتی ہے۔ اسے پھوڑے کا پکنا کہتے ہیں۔ جب پھوڑے کا بیشتر حصّہ زرد پڑجاتا ہے اور اُوپر کا چمڑہ بھی خوب ملائم ہوجاتا ہے تو اس میں ایک یا کئی سُوراخ کرکے یہ زرد مواد باہر نکلنے لگتا ہے۔ اسکے ساتھ ساتھ سوجن اور درد کم ہونے لگتے ہیں اور اگر احتیاط برتی گئی تو پھوڑا اچھا ہوجاتا ہے۔

پھوڑے میں سے جو پیلا مواد نکلتا ہے اُسے پیپ کہتے ہیں پیپ میں مرض پھیلانے والے جراثیم کروڑوں کی تعداد میں بھرے ہوتے ہیں۔ اگر چمڑے میں کہیں کھرونچ وغیرہ ہو اور اُس میں پیپ لگ جائے تو اُسکے جراثیم فوراً اندر پہنچکر زخم کو پھوڑے کی شکل دینگے۔ مریض جب کھلے پھوڑے چھوتا ہے تو اُس کی انگلیوں اور ناخونوں میں جراثیم سرایت کر جاتے ہیں اُنھیں سے وہ جب اپنے کسی اور حصّۂ جسم کو کھجلاتا ہے تو وہاں بھی پھوڑا ہو جاتا ہے۔ پھوڑے سے جب پیپ نکلکر زمین پر گر پڑتا وہ مٹی میں مل جاتا ہے۔ اگر وہ مٹی کسی دوسرے شخص کے پیر میں داخل ہوگئی تو اُسے بھی پھوڑا ہو جائیگا۔ اس لئے پیپ کو زمین پر گرنے دینے کے بجائے کاغذ یا کپڑوں میں پونچھ کر انھیں

جلا دینا اچھا ہے۔ اگر جسم میں کہیں زخم ہوگیا ہو تو اُسے مٹی بھرنے سے بچانا چاہئے۔ اگر دھول بھر گئی ہو تو اسے صابن اور صاف پانی سے دھوکر ڈھانک دینا چاہئے اگر زخم میں پیپ پڑگیا ہو اُسے ہلکے کاربولک ایسڈ ملے ہوئے پانی سے دن میں ایک یا دو بار دھوکر باندھنا چاہئے چھوٹے زخم کاربولک ایسڈ کے پانی سے دھونے سے اور اسی کا مرہم لگانے سے جلد اچھے ہوجاتے ہیں۔ یہ نہ ہونے پر پانی میں نیم کی پتّی ابال کر اُسی سے زخم دھونا چاہئے۔ اور پانی یا تیل سے بھیگے کپڑے سے ڈھنک دینا چاہئے۔ زخم پر مکھیوں کو نہ بیٹھنے دینا چاہئے کیونکہ یہ اپنے پیروں میں ہزاروں جراثیم لئے اُڑا کرتی ہیں جنھیں سے ایک کے بھی داخل ہوجانے کا نتیجہ خطرناک ہوسکتا ہے۔

پھوڑے چھوٹے بھی ہوتے ہیں اور بڑے بھی۔ چھوٹے پھوڑوں کو پھنسیاں کہتے ہیں پھنسیوں سے بڑھکر کچھ پھوڑے انڈوں کے برابر ہوتے ہیں اور کچھ عام بیل سے بھی بڑے ہوتے ہیں اُنھیں کاربنکل کہتے ہیں۔ یہ پیٹھ میں ہوتے ہیں اور سخت تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔

علاج

کانٹا کھونچ یا شیشے وغیرہ کے لگنے سے جو پھوڑا ہو۔ اس میں اگر کانٹے وغیرہ کا کوئی ٹکڑا رہ گیا ہو تو اُسے نکال دینا چاہئے اسکے بعد اگر مریض کی صحت اچھی ہوئی تو پھوڑا صرف پانی کا کپڑا باندھنے سے ہی اچھا ہوجائیگا۔ کپڑے کی کئی تہ کرکے پانی میں بھگوکر پھوڑے پر رکھدینا چاہئے اور اوپر سے ایک پٹی باندھ دینی چاہئے۔ گرم یا ٹھنڈا پانی (جو اچھا معلوم ہو) کام میں لانا چاہئے۔ ضرورت کے مطابق پٹی بدلتے رہنا چاہئے۔

پٹیاں باندھنا

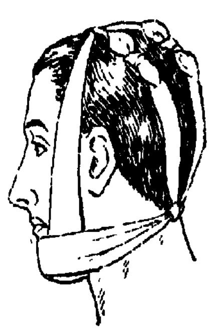
پھوڑے کے علاج میں پٹّوں کا باندھا جانا بھی ضروری ہے۔ پٹیاں باندھنے کے یہ معنی ہیں کہ دوا اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور زخمی عضو کو سہارا مل سکے۔ پٹیاں ململ۔ فلالین یا ربڑ کی ہوتی ہیں اور انگریزی دواخانوں میں بکتی ہیں۔ وہاں سے آپ انھیں خرید سکتے ہیں یا صاف دھلے کپڑوں سے اپنے گھر پر بھی پٹیاں بناسکتے ہیں یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اُن پر سکڑن نہ ہو۔ کام میں لانے سے پہلے پٹیوں کا بیلن بنا لینا چاہئے۔

باندھنے سے پہلے پٹی کے بیلن کو ایک ہاتھ میں پکڑنا چاہئے اور اس طرح باندھنا شروع کرنا چاہئے کہ پٹّی کا بیرونی حصّہ چمڑے پر پڑے۔ پٹی کو نہ بہت کسنا چاہئے اور نہ ڈھیلی ہی رکھنی چاہئے۔ جتنا کسنے سے زخم کو آرام ملے اور اس میں خون کے دورے میں رکاوٹ نہ پڑے اتنا ہی کسنا چاہئے۔ باندھنے سے آپ دیکھیں گے۔ کہ پٹی کا پہلا سرا اُسی کے نیچے دب جائیگا۔ دوسرے سِرے کو بیچ سے پھاڑ کر دو دھجیاں کرلینی چاہئیں اور دھجّی کو عضو کے اوپر سے گھما کر دوسری سے باندھنا چاہئے۔

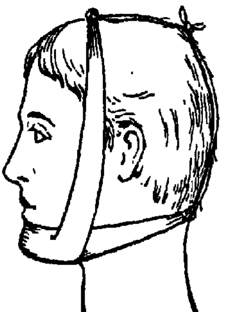
جسم کے اعضا کے قد اور بناوٹ کے لحاظ سے پٹّیاں کئی طریقے سے باندھی جاتی ہیں۔ یہاں دو تصویریں دی جاتی ہیں انھیں غور سے دیکھئے۔ اس سے تمھیں مختلف اعضا پر پٹیاں باندھنے کے طریقے معلوم ہونگے۔ سر باندھنے کے لئے تکونی اور چوڑی پٹی اچھی ہوتی ہے۔ ہاتھ پیر کی انگلیاں باندھنی ہوں تو پٹیوں کی چوڑائی کم کرلینی چاہئے۔

اگر پھوڑے میں ورم۔ سرخی اور درد بڑھ رہا ہو تو پہلے اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ اس میں پیپ نہ پڑنے پائے۔ اسکے لئے اس پر پنڈول مٹی کی گیلی پٹی رکھنی چاہئے۔ تھوڑی تھوڑی دیر میں ٹھنڈے پانی سے اُسے بھگونا چاہئے۔ پنڈول مٹی نہ ملنے پر ٹھنڈے پانی کی پٹی کافی ہوگی۔ لیکن اگر درد کم نہ ہو تو اور سنسناہٹ محسوس ہو تو سمجھنا چاہئے کہ پھوڑے میں پیپ پیدا ہوگئی ہے۔ اُس حالت میں اُسے پکانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس پر گرم گرم پلٹس رکھنی چاہئے اور پلٹس کو چار چار پانچ پانچ گھنٹے پر بدل دینا چاہئے۔ ہمارے ملک میں آٹے کی نیم کی پتّی کی اور السی کی پلٹس باندھتے ہیں۔ تینوں فائدے کے لحاظ سے اچھی ہیں۔ جو آسانی سے ملجائے۔ وہ باندھنی چاہئے۔

آٹے کو پانی میں گھول کر اُسے پکا لینا چاہئے۔ جب وہ حلوہ سا ہو جائے تو اُسے پھوڑے پر گرم گرم رکھنا چاہئے۔ نیم کی پتّی اور السی کی پلٹس رکھنی ہو تو انھیں بھی پہلے پیسکر پھر گرم کرکے رکھنا چاہئے۔ پلٹس رکھنے سے پہلے پھوڑے پر تیل یا گھی لگا دینا چاہئے۔ اس سے



ٹھوڑی پر پٹی باندھنا

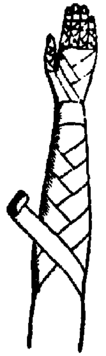


سر پر پٹی باندھنا



Bandage of the Foot

پیر میں پٹی باندھنا



ہاتھ میں پٹی باندھنا

نکالتے وقت پلٹس اس میں چپکے گی نہیں۔ ٹھنڈی ہونے پر پلٹس کو بہت دیر تک پھوڑے پر نہ لگی رہنے دینی چاہئے۔

ایسا کرنے سے پھوڑا پھوٹ کر بہ جائے گا لیکن اگر وہ نہ پھوٹے اور تکلیف بڑھتی ہی جائے تو اس میں نشتر لگانا چاہئے نشتر لگانے میں کسی جرّاح کی مدد لیجائے تو اچھا ہوگا کیوں کہ ناواقف شخص کے ہاتھوں نسوں کے کٹ جانے کا خوف رہتا ہے نشتر لگانے کے بعد پھوڑے کو دبا کر نچوڑ دینا چاہئے۔ اس کے بعد اس میں صاف کپڑے کی ایک پتلی بتی چھوڑ کر اوپر سے پلٹس رکھنی چاہئے۔ پہلی پلٹس بدلنے کے بعد بتی نہ لگانی چاہئے بتی اسلئے لگائی جاتی ہے کہ پھوڑے کا منہ بند نہ ہو۔ ہر پلٹس کے بعد پھوڑے کو دبا کر پیپ نکال دینا چاہئے۔ جب پھوڑا اچھا ہونے لگے تو اس پر گھی یا تیل کا پھاہا رکھنا چاہئے یا ڈاکٹر سے کوئی مرہم بنوا لینا چاہئے۔

اگر خون میں خرابی پیدا ہونے سے کوئی پھوڑا ہوا ہو تو اُسے فوراً اچھا کرنے کے لئے خون کو صاف کرنا ضروری ہے۔ سچ بات تو یہ ہے کہ پھوڑوں کا اچھا ہونا خون کی طاقت پر منحصر ہے۔ جیسے پانی کی کیاریاں باغ میں پیڑ پودوں کو سینچتی ہیں۔ اسی طرح خون کی نالیاں جسم کے اعضا کو سینچتی ہیں۔ مگر یہ نالیاں سینچنے کے علاوہ ایک اور کام بھی کرتی ہیں وہ ہے میل کا بہائے جانا۔ کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جسم کے اندر کسی جگہ پر اتنا میل جمع ہو جاتا ہے کہ خون اُسے بہا نہیں سکتا تو اس جگہ پر درد ہونے لگتا ہے اور پھوڑا ہو جاتا ہے اس طرح پھوڑے کا ہونا اچھا ہی ہے کیونکہ پھوڑا نہ ہو تو اُس میل کا زہر جسم میں پھیل کر ہمیں اور بھی بیمار کر سکتا ہے۔

ایسی حالت میں دو ایک روز فاقہ کرنے سے بڑا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ فاقہ کرنے سے جسم کو اپنی صفائی کرنے کی فرصت مل جاتی ہے جو طاقت اُسے کھانا ہضم کرنے میں اُسے صرف کرنی پڑتی ہے فاقہ کرنے سے وہی طاقت جسم سے میل باہر نکالنے میں صرف ہوگی۔ ایسی حالت میں پسینہ لانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ کیونکہ پسینے کے ساتھ جسم کی بہت کچھ گندگی باہر نکل جاتی ہے پسینہ لانے کے لئے ایک بھیگی چادر جسم پر لپیٹ کر اوپر سے کمبل اوڑھ کر دھوپ میں لیٹنا یا جسم کو پانی کی بھاپ سے غسل دینا چاہئے۔ ان باتوں کے علاوہ پانی خوب پینا چاہئے۔ پانی پینے سے بھی جسم کی صفائی ہوتی ہے۔

معمولی پھوڑے کی حالت میں بھی یہ علاج مفید ہوتا ہے مگر کاربنکل کی حالت میں خون کی صفائی کی کوشش سب سے مقدم ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ بالائی علاج سے بھی کاربنکل اچھا ہو جاتا ہے لیکن اگر اندر خون بھی اپنے کام کا موقع پائے جائے تو کاربنکل بہت دنوں تک تکلیف نہیں دے سکتا۔

جو لوگ کاربنکل یا کسی دوسری قسم کے پھوڑے میں دو ایک روز فاقہ کر ڈالتے ہیں خوب پانی پیتے ہیں اور فاقے کے بعد کچھ دنوں تک ہلکی اور تھوڑی غذا کھاتے ہیں ان کا پھوڑا جلد

بیٹھ جاتا ہے۔ اور اس کے پکنے کی نوبت نہیں آتی۔ غور کیجئے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔ فاقہ کرنے میں معدوں کو فرصت مل جاتی ہے۔ اور اسکی ساری قوت جسم کی صفائی میں صرف ہوتی ہے۔ اس طرح جسم کا جو میل پھوڑے کے پھوٹنے پر مواد بنکر باہر نکلتا ہے وہ دوسرے ذرایع سے نکل جاتا ہے اگر دو روز کا فاقہ کرنے سے کاربنکل نہ بیٹھے تو اُسے فوراً پکانے کی کوشش کرنی چاہئے گرم پلٹس وغیرہ باندھنے سے پھوڑا کیسے پک سکتا ہے یہ آپ پہلے ہی پڑھ چکے ہیں۔

کاربنکل میں نشتر لگوانے میں عجلت نہ کرنی چاہئے۔ اگر وہ پک کر خود بخود پھوٹے گا تو جلدی اچھا ہوگا۔ السی کی گرم پلٹس باندھنے سے یا گرم اور ٹھنڈے پانی سے باری باری سے بھگونے سے کاربنکل کا مُنہ ملائم ہو جاتا ہے۔ اور آسانی سے کھل جاتا ہے۔ لیکن اگر نشتر لگانا ضروری ہی ہو تو کم از کم اتنا تو دیکھ ہی لینا چاہئے کہ اس کا مُنہ بن گیا ہے یا نہیں اگر کچے پھوڑے میں نشتر لگوایا جائیگا تو اُسکے اچھے ہونے میں دیر لگے گا۔

غذا بدلنے سے بھی پھوڑے جلد اچھے ہو جاتے ہیں۔ بھاری اور دیر سے پچنے والی چیزیں کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔ ابتدا میں دو ایک فاقے کے بعد جب تک پھوڑا اچھا نہ ہو جائے دودھ، پھل اور ہری ترکاریاں کھانی چاہئیں۔ اس سے خون میں طاقت آتی ہے اور وہ اندر سے جسم کو تندرست بناتا ہے۔

جنکا خون صاف ہوتا ہے اُنھیں پھوڑوں سے کم تکلیف ہوتی ہے۔ ان کے جسم میں اگر باہر سے کھنچاؤ وغیرہ لگ جائے تب بھی دیکھا گیا ہے کہ اکثر پھوڑا نہیں ہوتا۔ اس لئے خون صاف کرنے والے اصولوں پر عمل کرنا ہر حالت میں ضروری ہے۔

پھوڑوں کے پھوٹ جانے کے بعد انکی صفائی پر توجہ دینا سخت ضروری ہے۔ اُن کو کھلا کبھی نہ رکھنا چاہئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں گرد پڑنے اور مکھیوں کے بیٹھنے سے انکی صحتیابی میں دیر ہوتی ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ بہت سے لڑکوں کے پیر میں ایک چھوٹا سا پھوڑا ہو جاتا ہے اور وہ مہینوں بنا رہتا ہے۔ کبھی اس میں پیپ نکلتی ہے اور کبھی اسکا مُنہ بند رہتا ہے۔ اسکے گرد کھجلی معلوم ہوتی ہے اور کھجلانے سے آس پاس اور بھی چھوٹی چھوٹی پھنسیاں نکل آتی ہیں۔ اسکی وجہ کیا ہے؟ صرف لاپروائی ایسے لڑکے اگر صفائی سے رہیں۔ پھوڑے کا مُنہ پٹی سے باندھ کر ڈھنک رکھیں تو ذرا سے پھوڑے کے پیچھے اُنھیں اتنی تکلیف نہ اٹھانی پڑے۔

پھوڑوں کو دن میں کم از کم دو بار دھونا چاہئے اُنھیں آپ نیم کی پتی کے پانی سے دھو سکتے ہیں۔ دھونے کے بعد اُنھیں صاف روئی سے خشک کرکے اُوپر سے مرہم لگا دینا چاہئے اور پٹی باندھ دینی چاہئے۔ اس کے لئے روئی اور پٹی اسپتال میں ملتی ہے۔ لیکن انکے نہ ہونے پر آپ صاف روئی اور صاف کپڑوں کی پٹیاں بنا کر کام چلا سکتے ہیں۔ پٹی کھولتے وقت اگر یہ معلوم ہو کہ وہ پھوڑے میں چپک گئی ہے تو اُسے کھینچنا نہ چاہئے۔ ایسا کرنے سے اسکے ساتھ زندہ گوشت لپٹ کر آجاتا ہے۔ ایسی حالت میں پٹی کو گرم پانی سے بھگونا چاہئے۔ جب وہ خوب اچھی طرح بھیگ جائیگی تو پھوڑے کو چھوڑ دیگی اسکے بعد آپ اسے آسانی سے نکال سکتے ہیں۔ پٹی یا اندر کی روئی کا بدلنا بھی ضروری ہے۔ پھوڑے کو اچھی طرح باندھنے اور سکھانے کے بعد اُسے میلی پٹی سے باندھنا ٹھیک نہیں کیونکہ اس طرح اُس میں پھر میل پہنچ جائیگا۔ یہ خیال رکھئے کہ جتنی زیادہ صفائی سے کام لیا جائیگا اتنی ہی جلد پھوڑا اچھا ہوگا۔

اگر پیر میں جوتا کاٹے تو جوتا پہننا قطعی بند کر دینا چاہئے۔ چھالوں کو چھیدنا نہ چاہئے وہ خود بخود سوکھ جائینگے۔ لیکن اگر سوجن اور درد بڑھنے لگے تو عام پھوڑوں کی طرح اُسکا علاج کرنا چاہئے۔ کاربنکل کی حالت میں بخار آجاتا ہے اور مریض بہت کمزور ہو جاتا ہے اسلئے کنین اور ہلکی غذا دینی چاہئے۔ جب پھوڑا بہ چکے تو اُس پر پانچ حصہ گلیسرین میں ایک حصہ کاربولیک ملا کر لگانا چاہئے۔ شروع برسات میں پھوڑے ہوتے ہیں وہ جگہ تبدیل کر دینے سے یا تازی ترکاریاں کھانے سے اچھے ہو جاتے ہیں۔

ہمارے صوبے میں گرام سُدھار

اپریل سنہ ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

اس ماہ بھی صوبہ بھر کے کسان مصروف کار رہے کیونکہ وہ ربیع کی فصل کاٹنے میں لگے ہوئے تھے فصلوں کی کٹائی میں مشغول ہوتے ہوئے بھی کسان اس ماہ گذشتہ کئی ماہ کے مقابلے میں گرام سدھار کی باتیں سُننے کے لئے زیادہ تیار تھے۔ یہ ایسا وقت ہے جب عموماً سبھی کسان سال بھر کی محنت سے پیدا کی ہوئی فصل کو اپنے گھر میں رکھ کر اطمینان و مسرت محسوس کرتے ہیں گرمی کی ابتدا نے جاڑے کو دور کر کے گاؤں والوں کو خوش کر دیا۔ اس طرح کسانوں کا دل بڑھنے اور موسم کے اچھے ہونے سے پرچار اور تعمیری کام کے لئے ماحول بہت مناسب و موزوں تھا۔

تنظیم

اس ماہ ۳۴۴ زندگی سدھار سبھائیں قائم کی گئیں اور پہلے سے قائم شدہ ۵۴ سبھاؤں کی کواپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے مطابق رجسٹری کی گئی۔ زندگی شدھار سبھاؤں سے ۹ یونین قائم کئے گئے کھیتی کی پیداوار فروخت کرنے والی اور فراہمی کی ۹۳ سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ ۱۶ گاؤں کے بینک کھولے گئے اور اُن کی رجسٹری بھی ہو گئی۔

گذشتہ ماہ افسر صاحب گرام سدھار کی تجویز کے مطابق گرام سدھار کے کام کو بہتر صورت میں چلانے کے لئے گرام سدھار مرکز کھلنے کا کام ہاتھ میں لیا گیا تھا۔ اس ماہ ضلع کی انتظامیہ کمیٹیوں نے اس کے لئے مناسب انتظام کیا۔ اس ماہ کے آخر میں ٹریننگ یافتہ گرام سیوکوں کا تیسرا جتھا بھی حلقوں میں تعینات ہونے کے لئے تیار ہو گیا۔ اس طرح ضلع کے کارکنوں کی پوری طاقت حاصل ہو جانے سے ضلع کی انتظامیہ کمیٹیوں نے تنظیم کے سلسلے میں اپنی اپنی اسکیمیں تیار کر لی ہیں اور منظوری کے لئے انھیں صدر دفتر میں بھیجدی ہیں۔

صدر دفتر میں سال گذشتہ کے حاصل تجربوں کے مطابق ہی گرام سدھار ضلع ایسوسی ایشنوں کو چلانے پر غور کیا گیا ہے۔ یہ سوچا جا رہا ہے کہ یہ ایسوسی ایشن زیادہ سے زیادہ دیہاتی معاملات کی طرف توجہ دیں اور ایسے معاملات کو چھوڑ دیں جو دیہاتوں سے تعلق نہ رکھ کر شہروں سے تعلق رکھتے ہیں جب تک اسکے لئے نئے قاعدے نہیں جاتے جن کے بننے میں کافی وقت صرف ہوگا تب تک کے لئے موجودہ ضلع ایسوسی ایشنوں کی میعاد زندگی بڑھا دی گئی ہے۔

زراعت

اس ماہ اوسانے اور دنوانے کی ترقی دادہ مشینوں کا مظاہرہ کرنے کی طرف زیادہ توجہ دی گئی۔ اس میں کسانوں نے کافی دلچسپی لی۔ بڑی تیزی سے پرچار کئے جانے پر بھی ان مشینوں کی قیمت زیادہ ہونے کے باعث کم تعداد میں ہی یہ مشینیں گاؤں میں جاری کی جا سکیں جہاں جہاں یہ کام ہوا بھی ہے وہاں امداد باہمی کمیٹیوں کے ذریعے ہوا۔ اس ماہ گاؤں میں ۲۵۵ اصلاح شدہ اوزار جاری کئے گئے۔

اس ماہ چار ہزار سے زیادہ کھاد کے گڑھے کھودے گئے۔ جاڑے میں مویشیوں کا پیشاب جمع کرنے کے لئے جو کیاریاں بنائی گئی تھیں اُن میں سے جمع شدہ کھاد نکال لی گئی اور گرمی کے لئے تقریباً ۲۶ سو نئی کیاریاں بنا دی گئیں۔

آبپاشی کے ذرائع کی اصلاح کی بھی کوشش جاری رہی۔ مرزاپور کے پہاڑی حصوں اور جھانسی کمشنری میں جہاں کنوئیں بنانے میں کافی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے اس ماہ ۶۰۰ بندھیاں بنانے کا کام پورا ہو گیا۔ اس ماہ میدان میں ۱۲۶ کنوئیں ۲۰۰ نئے کئے گئے اور سینچائی کے لئے ۳۹ نئے کنوئیں بنائے گئے۔

اصلاح شدہ نسل کے مویشیوں کے بارے میں اس ماہ کچھ زیادہ کام نہیں کیا گیا۔ کیوں کہ اس ماہ لوگوں کی توجہ ہل اور بیل کی طرف بالکل نہیں گئی۔ زندگی سدھار سبھاؤں کے توسط سے ۲۳۳ عمدہ نسل کے سانڈ گاؤں میں چھوڑے گئے ... سے زیادہ اچھی نسل کے مویشی لوگوں نے اپنی ذاتی ضرورت کے لئے خریدے ایک ہزار سے زیادہ چھوٹے بیل آختہ کئے گئے۔ تقریباً ۲ ہزار بیمار مویشیوں کو فرسٹ ایڈ کے ذریعہ امداد پہنچائی گئی۔

اس بات کے پرچار پر زور دیا گیا کہ لوگ اپنی بیکار زمین کے کچھ حصے میں ایندھن کے درخت لگائیں۔ اب تک تقریباً ۹۰۰ بیگھہ زمین پر اس قسم کے درخت لگائے گئے ہیں اور یہ امید کی جاتی ہے کہ کسان کٹائی کا کام ختم کرنے پر اس طرف خاص توجہ کریں گے۔

صحت

اس ماہ گرام سدھار کے حلقے خوفناک متعدی امراض سے بچے رہے اور عام طور پر عوام کی صحت درست رہی۔ ملحقہ کے کچھ گاؤوں میں انفلوئنزا اور چیچک کا ناگہانی حملہ شروع ہوا۔ لیکن مریضوں کو مفت دوا دیکر اور دیگر علاجوں کے ذریعے ان بیماریوں کی روک تھام جلد کر دی گئی۔

گاؤوں میں رکھنے کے سلسلے میں ترقی ہو رہی ہے۔

اس ماہ ۱۵۰ سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے اور گڑھے پاٹ دئے گئے۔ گاؤں کے راستے صاف کئے گئے اور تقریباً ۸ ہزار کھورے ہٹائے گئے۔ ۵۰۰ نئے پاخانے اور پیشاب خانے بنائے گئے۔ تقریباً ۲۰۰ غسلخانے بنائے گئے۔ اور ۲ ہزار سے زیادہ سوکھے والے گڑھے گھر کے نابدان کے پاس بنائے گئے۔ اس سے گاؤں کی حالت میں بہت کچھ سدھار ہوگیا ہے۔

تقریباً ۲ ہزار مریضوں کو دواؤں کے ان بکسوں سے دوائیں دی گئیں جو محکمہ گرام سدھار کی طرف سے دیہاتوں کو ملی ہیں۔ اس ماہ ۱۰۰۰ سے زیادہ فرسٹ ایڈ سیکھنے والوں کو اور تقریباً ۲۰۰ دیہاتی دائیوں کو ٹریننگ دی گئی۔ آنریری کارکنوں کی امداد سے زچہ بچہ گھر کے ۱۰ مرکز چلائے جا رہے ہیں۔

اشاعت اور تعلیم

دیہاتوں میں محکمہ گرام سدھار کی طرف سے پرچار کرنے کیلئے ۴ ہزار سے زیادہ جلسے کئے گئے۔ ۳۶ نمائشوں کا اہتمام کیا گیا۔ ۱۱۸ ڈرامے کھیلے گئے۔ اور گاؤں والوں کا شام کے وقت دل بہلانے کے لئے تقریباً ۳۰۰ بھجن منڈلیاں کھولی گئیں۔

۲۵۰ کتاب گھر باقاعدہ چلائے جا رہے ہیں۔ جن میں سے ہر ایک کتاب گھر کو ۲۵۰ روپئے کی ہندی اور اردو کی چنی ہوئی کتابیں دی گئی ہیں۔ اور اردو ہندی زبانوں کے اخبار و رسالے دئے گئے ہیں۔ اسکے علاوہ گاؤں کی سبھائیں اپنی طرف سے کئی کتاب گھر چلا رہی ہیں۔ پڑھنے کے کلب صحت سدھار سوسائٹیاں اور اکھاڑوں کا زیادہ تعداد میں اہتمام کیا گیا ہے۔ ۲۹۸ سیوا دل بنائے گئے۔ اور تقریباً ۱۶۰۰ اسکاؤٹ گرام سدھار کارکنوں سے تعلیم پا رہے ہیں۔ ۱۷ مرکزوں میں ریڈیو لگائے گئے ہیں اور مختلف میلوں میں ۱۰۰ سے زیادہ کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے۔

اس ماہ ۹۵۴ مدرسۂ بالغان چلائے گئے اور مختلف مرکزوں میں ۸۳ مدرسۂ نسواں نے کام کئے خاتون آرگنائزر جنکا تقرر ابھی حال ہی میں ہوا ہے خواتین میں قابل اطمینان کام کر رہی ہیں۔

متفرق کام

ہر ایک ضلع میں کئی پنچایت گھروں کے بنانے کا کام جاری ہے اس ماہ ۱۳ پنچایت گھر بنکر تیار ہو گئے اور عوام کے کاموں کے لئے کھول دئے گئے۔ لوگوں نے نمونے گھروں کے نقشے پر اپنے رہنے کے لئے ۱۴ نمونہ گھر بنائے۔

ضلع انتظامیہ کمیٹیاں مختلف گھریلو کاروبار چلانے میں مصروف ہیں۔ ان کاروباروں کیلئے انھیں حال ہی میں گرانٹ منظور ہو چکی ہے مختلف جگہوں میں گاؤں کے نوجوانوں کو صنعت حرفت کی تعلیم دینے

کیلئے کئی کلاس کھولے جارہے ہیں اس ماہ جو لوگ تعلیم پارہے ہیں اُن کی تعداد ۶۰۰ سے زیادہ ہے تقریباً ۲۰۰ صنعتی آلات جن میں بیشتر چرخے وکرگے تھے گاؤں میں جاری کئے گئے۔

اس ماہ محکمہ گرام سدھار کے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل فہرست ذیل میں دیجاتی ہے۔

صوبہ متحدہ کی مختلف کمشنریوں میں اپریل ۱۹۳۹ء میں ہونے والے کاموں کی تفصیل

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الٰہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
۱۔ آرگنائزیشن											
زندگی سدھار سبھائیں۔											
(ا) قائم ہوئیں	۱۳	۰۰	۲۲	۲۷	۳۰	۵۰	۸۵	۰۰	۱۱۷	۰۰	۳۴۴
(ب) رجسٹرڈ ہوئیں	۱	۰۰	۱۱	۲	۴	۰۰	۱۵	۰۰	۴۷	۵۶	۱۵۴
زندگی سدھار یونین	۰۰	۰۰	۱	۰۰	۰۰	۵	۰۰	۰۰	۳	۰۰	۹
فروختگی کی سوسائٹیاں	۱۱	۰۰	۲	۰۰	۰۰	۴	۸	۰۰	۰۰	۷	۳۲
واپس „ „	۱۵	۰۰	۰۰	۰	۲	۳	۴	۰۰	۰۰	۶	۳۰
قرضہ سوسائٹیاں رجسٹرڈ	۱۱	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۵	۰۰	۰۰	۰۰	۱۶
دوسری سوسائٹیاں جو کھولی گئیں	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۱
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھدوے گئے	۲۳۱	۱۱۰	۲۴۳	۱۸۲	۹۰۸	۲۴۳	۱۳۱۴	۵۵	۲۸۰	۹۷۰	۴۰۲۶
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے	۱۲۲	۶۰	۱۴۵	۱۵۰	۴۱۱	۹۵	۲۱۱	۱۲۴	۳۷	۲۶۹	۲۶۲۴
آبپاشی کے بوریا مرمت شدہ کنوئیں	۲۹	۱۲	۴	۱۱	۲۵	۷	۳	۸	۱	۲۶	۱۲۶
آبپاشی کیلئے کھودے جانیوالے کنوئیں	۵	۳	۶	۲۰	۳۳	۲۱	۳۰	۰۰	۱۹	۲	۱۳۹
بنے ہوئے تالاب یا باندھ	۲	۴	۰۰	۴	۲۳	۰۰	۳۲	۳	۰۰	۰۰	۶۸
نئے جاری کئے جانے والے آلات	۵۷	۲۵	۴۶	۱۶	۳۵	۱۲	۱۶	۰۰	۸	۴۰	۲۵۵
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ جو دئے گئے۔	۲۳	۱۳	۳	۱	۱۵	۰۰	۳۶	۰۰	۰۰	۴۲	۱۳۳
اچھی نسل کے مویشی جو دئے گئے	۱۴۱	۱۲۷	۲۱	۵۲	۱۱۵	۲۴	۱۶۷	۰۰	۱۳	۷۴	۷۲۴
بیل آختہ کئے گئے	۲۹۹	۳۴	۹۲	۱۱۷	۲۱۷	۶۴	۶۶	۰۰	۱۰۵	۱۸۰	۱۱۷۴
بیمار مویشیوں کا علاج ہوا	۱۲۵	۱۸۷	۶۷۴	۱۸۶۷	۶۹۱	۴۸۸	۱۳۵۹	۹۶	۲۴۷	۴۶۳	۶۱۸۴
مظاہرے ہوئے	۱	۰۰	۱۵	۰۰	۲۰	۰۰	۰۰	۰۰	۳۰	۲۰	۸۶
نرسریاں کھلیں	۰۰	۰۰۰	۰۰	۰۰	۱۶	۰۰	۰۰	۴	۰۰	۲۳	۴۳
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۰۰	۰۰	۸	۳۱	۶۷۹۱	۰۰	۰۰	۱۱۸	۸۵	۲۹۹	۷۳۳۲
پھلوں کی کاشت ہوئی (بیگھوں میں)	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۱۴۲	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۱۴۲

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
ایندھن کے درخت لگے (ایکڑوں میں)	۰۰	۳	۱۲۹	۰۰	۱۰۰۶	۰۰	۰۰	۰۰	۱۰	۳۴	۱۱۸۲
اصلاح شدہ ایکڑ جو دی گئی (منوں میں)	۲۵۰	۱۱۵	۰۰	۶۲	۰۰	۴۳	۰۰	۰۰	۲۲۴	۰۰	۶۹۵
۳۔ صحت عامہ											
سوکھنے والے گڑھے	۵۳	۱۵۸	۹۲	۲۰۹	۲۶۳	۹۸	۳۲۱	۵	۴۱۵	۵۲۱	۲۱۳۹
روشن دان بنے	۱۸۱	۳۵۹	۱۶۴	۱۱۶	۶۸۷	۱۵۹	۴۴۴	۱۲	۱۱۹	۱۱۱۶	۳۳۵۷
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۳	۲۳	۹۰	۷۸	۴۹	۱۹	۱۲	۱۴۴	۲۹	۹۷	۵۵۴
عام غسلخانے یا گھیرے بنے	۷	۳۰	۵	۱۴	۴۲	۱۹	۱۵	۱۴	۱۱	۳۸	۱۹۵
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۱۱۸	۶۲	۷۷	۱۴۳	۲۶۱	۳۹	۳	۲۷	۲۱	۴۰۵	۱۱۵۶
سور باڑے آبادی سے دور ہوئے	۷۰	۷۶	۱	۳	۳۹	۱	۱۶	۰۰	۲۷	۱۹	۲۵۲
گھور صاف کئے گئے	۶۸۸	۴۸۲	۵۲۴	۷۱۶	۱۳۶۸	۸۶۲	۵۷۳	۴۶۰	۵۶۳	۲۱۱۳	۸۲۸۹
پاخانے بنائے گئے	۱	۵	۰۰	۰۰	۲۱	۲	۰۰	۲۶۹	۱	۱	۳۰۰
پیشاب خانے بنائے گئے	۱	۳۲	۰۰	۱	۱۸	۰۰	۱۸	۱۹	۱	۱۰	۲۰۱
کھنڈر ہموار کئے گئے	۳۰	۳۰	۹	۸	۵۴	۱۰	۰۰	۰۰	۴۹	۴۰	۲۲۲
گڑھے بھرے گئے	۳۷	۲۸	۴۷	۵۸	۲۹۶	۷۰	۱۱۱	۵	۴۸	۴۶	۷۴۶
راستے صاف کئے گئے	۵۱	۰۰	۸۵	۱۰۹	۳۰۴	۲۱	۲۸۷	۶۳	۲۴	۴۸	۱۰۲۲
گاؤں صاف کئے گئے	۸۱	۱۴	۵۳	۱۱۴	۳۳۰	۱۰۵	۸۷	۱۳۱	۲۱۴	۱۴۵	۱۲۷۴
دوا کے بکس رکھے گئے	۸	۰۰	۶۳	۳۵	۳۷	۹۲	۲۴	۰۰	۱۰۷	۱۹	۳۸۵
ٹیکے لگے	۲۳۶	۲۳۸	۲۵۰	۱۵۲۹	۸۵۵	۱۰۱۴	۲۳۲	۳۲۳	۱۶	۰۰	۴۷۴۰
مریضوں کا علاج ہوا	۵۲۸۴	۱۱۰۷۴	۴۸۰۷	۶۶۴۱	۷۱۴۴	۴۵۲۵	۳۵۵۵	۱۸۴۹	۸۲۲۰	۹۵۷۲	۵۹۶۶۱
دائیوں کو ٹریننگ دی گئی	۵	۷	۲۹	۳۳	۵۳	۲۷	۴۱	۲۴	۲۷	۲۳	۲۶۹
فرسٹ ایڈ " "	۱	۷	۷۶	۱۵۱	۸۵	۳۱	۸۳	۲۲۴	۱۱۲	۳۲۹	۱۰۹۹
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	۱	۳	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۶	۱	۰۰	۱	۱۲
اشاعت اور تعلیم جلسے ہوئے	۲۵۱	۲۲۴	۳۳۸	۳۳۴	۷۱۱	۱۳۳	۴۶۲	۲۴۴	۴۸۵	۸۷۴	۴۰۶۶
نمائشیں ہوئیں	۰۰	۰۰	۸	۰۰	۲۳	۰۰	۱	۰۰	۲	۲	۳۶
ڈرامے ہوئے	۹	۲	۱۹	۱۰	۳۰	۲	۲۷	۱۰	۵	۴	۱۱۸
بھجن منڈلیاں بنیں	۸	۳۵	۲	۰۰	۱۴۵	۲	۴۱	۰۰	۱۳	۴۶	۲۹۲

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
کتاب گھر قائم ہوئے	۸	..	۵۰	۷	۱۵	۱	..	۴	۵	۵	۱۰۲
کلب گھر " "	..	..	..	۶	۱۸	...	..	۳	۲۱	۶	۵۴
(ا) اسکول بالغوں کے لئے	۱۹	۴۱	۴۹	۵	۳۲۳	۷	..	۸	۱۱۷	۹۰	۶۵۹
(ب) لڑکیوں کے لئے	۲۲	..	۲	۶	۲۳	۱	۱۲	..	۷	۱۰	۸۳
سیوا دل بنے	۱۸	۷۶	۷	۳	۸۹	۱۰	۲۶	..	۶	۳۳	۲۶۸
اسکاوٹ اور گرام سیوکوں کو ٹریننگ دی گئی	۳۵	۲۵	۳۳۱	۵۱	۹۳	۹۱	۲۴	۱۴۹	۲۵۲	۵۱۹	۱۵۹۱
ریڈیو لگے	..	..	..	..	..	..	..	..	۳	۱۴	۱۷
کھیل اور ٹورنامنٹ	..	..	..	..	۱۲۳	۳	۱۰	..	..	..	۱۳۶
متفرق کام											
پنچایت گھر بنے	..	..	۱	..	۱۳	۱	..	..	..	۱۶	۳۱
نمونے گھر بنے	..	..	..	..	۶۱	۲	۸	..	..	۲۳	۹۴
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۲	۷۰	۳۱	۱۰	۴۹	۵۷	۲۹۵	۵	۳۸	۱۰۸	۶۶۵
آلات دستکاری جو جاری کئے گئے	..	..	۹	۱	۱۲۵	۵	۲۵	۱۳	۳	۳	۱۸۴

انسان

(از جناب الفت راولپنڈی)

تو بنا انسان کچھ نیکی کمانے کے لئے
دردمندانِ وطن کا دکھ مٹانے کے لئے

قدرت حق نے تجھے بخشی ہے پیاری زندگی
زندہ دار قوم ہو کر نام پانے کے لئے

عشرتِ دنیائے فانی پر مٹا جاتا ہے تو
اپنے ہاتھوں آہ! اپنی خاک اڑانے کے لئے

تو کفِ افسوس مل مل کر بہت پچھتائے گا
موت جب آئیگی یہ دنیا چھڑانے کے لئے

چونک اس غفلت کی گہری نیند سے غافل سنبھل
کچھ کما نیکی خدا کو منہ دکھلانے کے لئے

زور و زر جس نے دیا کر اسکے بندوں کو نہال
کام لے ہمت سے دنیا کو سکھانے کے لئے

کام جو انسان کے آئے وہی انسان ہے
ہے کوئی نالان تجھے غیرت دلانے کیلئے

(پرکاش)

سوال جواب

[دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے سب سوالوں کا جواب بذریعہ ڈاک بھیجا جائے گا۔ شرط صرف یہ ہے کہ سوال کرنے والے جوابی کارڈ بھیجیں۔ جو سوال عام لوگوں کی دلچسپی کے ہونگے اُن کو اور اُن کے جواب ہم یہاں بغیر نام اور پتہ وغیرہ کے چھاپیں گے۔ لیکن ہر حالت میں سوال کرنے والوں کو نام اور پتہ صاف صاف لکھنا چاہئے۔]

ہری کھاد

سوال - براہ مہربانی ہری کھاد تیار کرنے کی ترکیب بتلائیے۔

جواب - ہری کھاد بنانے کے لئے کھیتوں میں فصل اُگا کر کھیت جوت دینا پڑتا ہے۔ اس کے لئے سیم۔ سرسوں۔ سن وغیرہ پھلی دار فصلیں ہی زیادہ تر کام میں لائی جاتی ہیں۔ ان میں بھی زیادہ پتے، نازک ڈنڈی اور جلدی بڑھنے والی فصلیں ہی زیادہ مفید مانی جاتی ہیں۔ یہ صفت گوار، سن اور ڈھینچا میں پائی جاتی ہے۔ جہاں ۳۰ چالیس انچ بارش ہوتی ہو وہاں گوار اور جہاں اس سے زیادہ بارش ہوتی ہو وہاں ڈھینچا کی کھاد تیار کرنی چاہئے۔ یہ فصلیں سارے کھیت میں لگائی جا سکتی ہیں یا دوسرے چھوٹے پودوں کے ساتھ بھی جب یہ چھوٹے پودوں کے ساتھ لگائی جائیں تو اس بات کا خیال رہے کہ پودے کے آس پاس تقریباً ۳ فیٹ کے فاصلے تک ان کے پودے نہ ہوں۔ نزدیک ہونے سے پودے ہوا اور روشنی نہ پانے کے باعث پیلے اور کمزور ہو جائیں گے۔ یہ فصلیں شروع برسات ہی میں لگا دئے جائیں اور جب تین چوتھائی برسات گزر جائے تو جتنی فصل پیدا ہو گاڑ دے۔ ہری کھاد جوتے وقت کھیت کو اتنا گہرا جوتے کہ کھاد پر تھوڑی مٹی آجائے اور جوتی ہوئی کھاد آسانی سے گل جائے۔ مگر اتنا گہرا نہ ہو کہ کھاد بغیر گلے ہی دبی پڑی رہے۔

اچھی جوتائی

سوال - اچھی جوتائی کے لئے کن کن باتوں کی طرف دھیان دینا چاہئے؟

جواب - اچھی جوتائی کے لئے عام طور پر حسب ذیل باتوں کی طرف ضروری توجہ کرنی چاہئے۔

(۱) ہل سے پڑنے والے کونڑے سیدھے ہیں یا نہیں؟

(۲) ہل کی جوتائی کے وقت دو کونڑوں میں فرق تو نہیں رہتا؟

(۳) کونڑے کی گہرائی سب جگہ پر ایک سی ہے یا نہیں؟

(۴) فصل کی غذا کھانے والی گھاسوں کی جڑیں اُکھڑ کر باہر آئی ہیں یا نہیں؟

(۵) نیچے کی کمزور تہ کی مٹی تو اُوپر نہیں آئی؟

(۶) جو فصل بونی ہے اُس کے لئے حسب ضرورت جتائی ہوئی ہے یا نہیں؟

(۷) اگر اوپر کی مٹی کمزور ہو تو نیچے کی مٹی اوپر لائی گئی ہے یا نہیں؟



مہاتما گاندھی اور شراب بندی

بمبئی میں قانوناً شراب بندی کی ابتدا ہو جانے سے وہاں کے پارسی کانگریس اور خصوصاً مہاتما گاندھی سے بہت ناراض ہیں۔ بلاشبہ بمبئی میں شراب کی تجارت بیشتر پارسیوں ہی کے ہاتھ میں ہے اور شراب بند ہو جانے سے ان کو مالی نقصان بھی ہوگا۔ پھر بھی اُن کا اس طرح ناراض ہونا اور اخباروں میں اس کے خلاف گندی تحریک کرنا مناسب نہیں۔ پارسیوں نے مہاتما جی کو خطوط کے ذریعے بہت بُرا بھلا لکھا ہے اور گالیاں لکھی ہیں۔ ان سب کو مہاتما گاندھی نے گذشتہ ۲۰ جون کے ہریجن میں بڑی خوبصورتی سے جواب دیا ہے۔ مہاتما جی کا یہ جواب دیگر صوبوں کے شراب کے تاجروں کے لئے بھی قابل مطالعہ ہے اسلئے ہم اُسکا اقتباس یہاں درج کر رہے ہیں۔

یقیناً گالی دینا کوئی دلیل نہیں ہے جو پارسی شراب بند ہونے کے خلاف ہیں وہ جو چاہیں تحریک کر سکتے ہیں۔ لیکن ایسی تحریک کیا مہذب اور عدم تشدد کے اصولوں کے ذریعے نہیں چلائی جا سکتی۔

کیا ایک لاکھ پارسیوں کی وجہ سے ایسا سدھار رک جانا چاہئے جس سے کہ مزدوروں کی اندھیری کوٹھری میں امید روشن کرن آتی ہے؟ یہ شراب بندی تو قانوناً برسوں پہلے ہو جانی چاہئے تھی ڈاکٹر گلڈر نے شکایت کا کوئی پہلو نہیں چھوڑا کسی بھی پارسی کو جسے صحت کے لئے شراب کی ضرورت ہوگی شراب مل سکے گی۔ اگر کسی پارسی کو مذہبی رسوم کے لئے واقعی ضرورت ہوگی تو اُسے بھی شراب مل جائے گی۔ باقی رہتا ہے۔ مالی سوال۔ کئی غریب شراب والے اپنی تجارت بند ہو جانے سے مشکل میں گرفتار ہو جائینگے۔ مجھے معلوم ہوا کہ وزرا ان لوگوں کی روزی کا کوئی مناسب ذریعہ تلاش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ موجودہ غلط پروپیگنڈہ اور غنڈہ شاہی کے جاری رہتے ہوئے وزیروں کا کچھ کر سکنا محال نہیں تو مشکل ضرور ہو جائیگا یہ بات نہیں کہ غنڈہ شاہی کی وجہ سے وزرا انصاف نہ کریں لیکن اسکی وجہ سے وہ موثر کارروائی نہیں کر پاتے۔ مثال کے طور پر پارسی پنچایت کے مکھیوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ وزرا سے تبادلۂ خیالات کریں اور اُن کی رائے سے ایسا پروگرام مرتب کریں جس سے کہ بمبئی میں کم سے کم مشکلوں کے رہتے ہوئے نشہ بندی کی ابتدا ہو سکے۔ یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب سبھی فرقے یہ منظور کر لیں کہ شراب تو بند ہو کر ہی رہیگی۔

خط لکھنے والوں نے مجھ سے کہا ہے کہ اس بات کو روکنے کے لئے میں وزرا پر اپنا خاص اثر ڈالوں۔ انھیں جاننا چاہئے کہ میں بھی اپنے حدود سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ سب لوگ یہ بھی جان لیں کہ میں نے کانگریس وزرا کے کام میں کبھی دست اندازی نہیں کی گو کہ ان میں سے بہت سے میرے ساتھ کام کر چکے ہیں۔ کانگریس سے الگ ہونے کے بعد ان کے کاموں میں دست اندازی کرنا میرے لئے زیب نہیں دیتی۔ اس طرح تو میرے کانگریس سے علیحدہ ہونا ہی بیکار ہوگا۔

مگر اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ نشہ بندی سے میں خود بہت زیادہ دلچسپی رکھتا ہوں۔ شاید ہندوستان میں کوئی اور اس تیزی سے اس بات کو محسوس نہیں کرتا کہ نشہ بندی سے کیا فائدے ہونگے؟ اور اس کی ضرورت بھی مجھ سے زیادہ کوئی محسوس نہیں کرتا بڑے بڑے سمجھداروں کو میں نے اپنی

آنکھوں سے شراب خواری کی لت میں سڑکوں پر پڑا دیکھا ہے مزدوروں کے قریب آنے کی وجہ سے میں جانتا ہوں کہ شراب سے مزدوروں کے گھروں کا ناس کس طرح ہوتا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ اگر مزدوروں کو شراب نہ ملے تو وہ اُسے چھوئیں بھی نہیں۔ ہمارے پاس ایسے ثبوت موجود ہیں کہ شرابی بھی شراب بندی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اپنے بڑے لڑکے ہی کی مثال کیوں نہ دوں جو ایک زمانے میں عقلمند بہادر، غیور اور ایثار پسند تھا اور جسے آج شراب کی عادت نے بالکل برباد کر دیا ہے اور جو فیاض آدمیوں کی فیاضی پر زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ غلط بیانی نہیں ہے۔ اعلیٰ طبقے کے کچھ لڑکوں کے بارے میں میرا ذاتی تجربہ ہے۔ اِن سطور کے لکھتے وقت کئی مثالیں مجھے یاد آ رہی ہیں۔

اس لئے میں اپنے پارسی مراسلہ نگاروں اور ان جیسے دوسرے لوگوں سے صرف یہی درخواست کرتا ہوں کہ وہ وزراکے اِس نیک اور انسانی مفاد کے کام میں معاون بنیں۔ کیونکہ مَیں یہ جانتا ہوں کہ کانگریسی وزراء کے دوسرے عوام کے فائدے کے کاموں کے بارے میں خواہ کچھ کہا جائے مگر شراب بندی کے پروگرام میں خواہ کچھ کہا جائے مگر شراب بندی کے پروگرام کے سلسلے میں تو اگر وہ اسے پورا کرسکیں تو آنیوالی نسل اتنا تو کہہ سکیگی کہ وزراکا یہ مفید سے مفید کام تھا۔ یہ کوئی ووٹ حاصل کرنے کی چال نہیں ہے۔ شراب بندی تو آنے والی نسل کی صفائی خیالات کے پروگرام کا ایک علیحدہ نہ ہوسکنے والا جزو ہے۔

صرف اپنی خواہش سے بھی شراب کی دوکانیں بند کرانے

صرف دلی خواہش کے ماتحت عوام شراب کی دوکانیں بند کرانے کی کہاں تک کوشش کر سکتی ہے اسکا ثبوت وہ کئی بار دے چکے ہیں۔

چنانچہ پارسی قوم کے بھائی بہنوں سے میری یہ درخواست ہے کہ وہ فضول کی گالی گلوچ چھوڑ دیں۔ وقت کے لحاظ سے برتاؤ کریں اور اس عظیم اصلاحی تحریک میں امداد دیں جو اگر کامیاب ہوگئی تو نہ صرف ہندوستان کی اخلاقی واقتصادی ترقی ہوگی بلکہ مغربی ممالک بھی یہ کوشش کرتے ہوئے جھجکیں گے ہندوستان سے باہر کتنی ہی آنکھیں اِس تجربے کو اور اسکے نتیجے کو کامیاب دیکھنے کی خواہش مند ہیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ بہت سے پارسی محدود مقدار میں شراب پیتے ہیں اور اسکا انکی صحت پر بُرا اثر نہیں ہوتا۔ مگر یہ دلیل شراب بندی کی مخالفت کے لئے نہیں پیش کیجاتی۔ اس دلیل سے یہ امتیاز حاصل کرنے کی کوشش کیجاتی ہے کہ اگر شراب صحت کے لئے ضروری ہوگی تو وہ انھیں حاصل ہوسکے گی۔ انھیں اتنا وطن پرست ہونا چاہئے کہ وہ یہ محسوس کریں کہ ان کے محدود تجربہ کی مخالفت میں دنیا کا تجربہ ہے جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ شراب پینے کا بہت مضر اثر ہوتا ہے۔

آنریبل ڈاکٹر کاٹجو کی تقریر

گذشتہ ۹ رجون کو امیریا، ضلع پیلی بھیت کے ضلع سیاسی کانفرنس میں وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے کرسئ صدارت سے جو اہم تقریر فرمائی اس کا خلاصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہندوستانی عوام جب یہ سمجھ لیں گے کہ تھوڑے سے ملکیوں کو اس پر حکومت نہ کرنی چاہئے تو ملک آزاد ہو جائیگا۔ عوام کو چاہئے کہ آزادی حاصل کرنے کے لئے وہ برابر کام کرتے رہیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے ہندو مسلم اتحاد ضروری ہے۔

زمیندار طبقہ سے ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ آپ لوگ حق اراضی بل کے خلاف ہیں مگر مَیں آپ لوگوں سے اپیل کرتا ہوں کہ آپ تنگ خیالی سے کام نہ لیں۔ اس بل کے ذریعے کسانوں کو کچھ فائدہ پہنچانے کی کوشش کی گئی ہے کانگریس گورنمنٹ کسانوں کو اور بھی کئی دیگر فائدے پہنچانے کے متعلق غور کر رہی ہے۔

× × × × ×



آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو وزیر گرام سدھار امیریا (ضلع پیلی بھیت) کی گرام سدھار نمائش کے اکھاڑے کے پاس کھڑے ہیں۔ (فوٹو۔ شری رتن لال کی مہربانی سے حاصل)



وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کاٹجو امیریا (ضلع پیلی بھیت) کی گرام سدھار نمائش کے موقع پر سرکاری و غیر سرکاری کارکنوں سے دیہاتوں کی امداد باہمی کمیٹیوں کے توسط سے اصلاح شدہ آلات تقسیم کرنے کے متعلق گفتگو فرما رہے ہیں (فوٹو۔ شری رتن لال کی مہربانی سے حاصل)

پہلی حکومتیں صرف شہر میں رہنے والے لوگوں کے آرام کا خیال کرتی تھیں اور ۹۰ فی صدی گاؤں کی آبادی کے آرام کی پرواہ نہیں کی جاتی تھی۔ مگر اسی ۹۰ فی صدی عوام کی دولت سے صوبائی حکومتوں کا خزانہ بھرا جاتا ہے لیکن اس دولت کا پورا فائدہ یا تو سمندر پار رہنے والے لوگ اور یا شہروں میں بسنے والے لوگ اٹھاتے تھے۔ کانگریسی حکومت نے پہلی بار کسانوں کو فائدہ پہنچانے کا خیال کیا ہے۔ دیہاتوں کی حالت بڑی قابل رحم ہے۔ دیہاتیوں کو دواؤں کے مقابلے میں روٹی کی زیادہ ضرورت ہے۔ اور عوام یا حکومت کو یہی کوشش کرنی چاہیئے کہ دیہاتیوں کو بھی آرام اور سہولیتیں حاصل ہوں۔

آخر میں ڈاکٹر کاٹجو نے امن قائم رکھنے کی سب سے اپیل کی۔ آپ نے کہا کہ فرقہ وارانہ فسادوں سے صوبے کا نام بدنام نہ کیجئے۔ ادھر ۲ ماہ میں فرقہ وارانہ حالت بہت سدھر گئی ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی کوئی شکایت نہ ہوگی۔ گرام سدھار کے متعلق ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ مل کر کام کرنے کا جذبہ پیدا ہونا چاہیئے اور دیہاتی حلقوں میں لڑکیوں کی تعلیم کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔

چھوٹے چھوٹے گاؤں میں صفائی کا سوال

شری گینڈل دیش لہرا ہفتہ وار 'آج' میں رقمطراز ہیں:-

یہ سبھی کو معلوم ہے کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں کو اچھا گاؤں بنا کر بڑے آرام کے ساتھ رہا جا سکتا ہے لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ دیہاتی باشندے گاؤں کی معمولی صفائی کی طرف ذرا بھی متوجہ نہیں ہوتے اور اسی زبردست لاپروائی کے باعث ہی بڑی بڑی بیماریوں کے شکار ہو جاتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں صفائی کے متعلق جن باتوں کو جاننا ضروری ہے وہ مختصر باتیں یہ ہیں -

(۱) دیہاتی باشندے اپنے گھر اتنے گھنے بناتے ہیں کہ برابر کوڑے کرکٹ کی صفائی نہیں ہو سکتی۔ مکانوں میں کافی دروازے اور کھڑکیاں نہیں رکھتے جس سے کہ صاف ہوا مل سکے۔ راستے اور گلیاں اتنی تنگ ہوتی ہیں کہ برابر صفائی نہیں ہو سکتی اور عام لوگوں کے آنے جانے و مویشیوں کے نکلنے میں بھی بڑی دقت ہوتی ہے۔

(۲) تالاب، کنوئیں، ندی، نالے وغیرہ بہت گندے رہتے ہیں۔ اُن میں کبھی صفائی کی دوا (پوٹاشیم پرمینگنیٹ) بھی نہیں ڈالی جاتی۔ چھوٹی دتوں کے ہزاروں ٹکڑے آس پاس ہی پڑے رہتے ہیں۔

(۳) لوگ بستی کے قریب ہی عام راستوں پر تالاب یا ندی نالوں کے بالکل قریب ہی پاخانہ پھرتے ہیں۔ اکثر لوگ تو تالاب کی تہ کے اندر پانی کے پاس ہی بیٹھ جاتے ہیں اور اسی پر اکتفا نہیں بلکہ بغیر لوٹے کے آبدست بھی لے لیتے ہیں۔ یہ کتنی خراب رسم ہے۔

(۴) بہت سے لوگ مسواک کرتے وقت ندی و تالاب کی تہ کے اندر ہی کلی کرتے ہیں اور تھوکتے ہیں اور یہ صفائی کے لحاظ سے بڑی بری بات ہے۔

(۵) بہت سے لوگ پاخانے جا کر اپنے فضلہ کو مٹی سے ڈھکتے نہیں جس سے شہروں و دیہاتوں کی آب و ہوا خراب ہوتی ہے اور اس پر کی مکھیاں اُڑ کر جسم پر بیٹھ کر کئی قسم کی بیماریاں پھیلاتی ہیں۔

(۶) شہر و گاؤں کے گرد آبادی کے قریب ہی لوگ کوڑا کرکٹ کے ڈھیر بغیر گڑھا کئے و ڈھانکے کھلا ہی چھوڑ دیتے ہیں اور اُن کی یہ حرکت خوفناک بیماریاں پھیلانے کا باعث بنتی ہیں۔

(۷) بازاروں میں سڑی گلی ساگ ترکاری، پھل پھلاری، باسی مٹھائیاں نیز اور بھی کئی قسم کی مضر صحت چیزیں بکتی ہیں جن پر اب بھی خیال نہیں کیا جاتا۔

(۸) جگہ جگہ عام طور پر بناسپتی گھی، بلوں کا نقلی و مضر صحت تیل و حلوائیوں کی دوکانوں و ہوٹلوں میں تندرستی کو خراب کرنے والی کھانے کی چیزیں بکتی ہیں جن کی کوئی جانچ نہیں ہوتی۔

کیا میں امید کروں کہ ڈسٹرکٹ بورڈ اور گرام سدھار پنچایت کے ممبران دیو ڈاکٹر و پرجوش سدھارک و گرام سیوک ان ضروری باتوں کی طرف توجہ فرما کر گرام سدھار کریں گے؟

مہاراجہ دیواس کا ہریجن پریم

مہاراجہ دیواس (جونیر) نے اپنی ریاست میں دورہ کرتے وقت ایک چمار کے گھر باجرے کی روٹی کھا کر ہریجنوں سے اپنی محبت کا عملی اظہار کیا ہے۔ یوم ہریجن پر دی گئی پارٹی کے موقعہ پر اس سلسلے میں انھوں نے ایک اہم تقریر کی۔ تقریر کا کچھ حصہ کا اقتباس ہم درج کر رہے ہیں:—

میں نے ڈیڑھ ماہ تک دیواس خاص کے دکھنی حصے کے ۲۵ مواضعات کا دورہ کیا ہے۔ وہاں مجھے ہریجنوں کے بارے میں جو تجربے ہوئے ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ آج سے ایک سال پہلے ان کی جو حالت تھی اُتنی تکلیف اس وقت نہیں دکھائی دیتی۔ آج بھی جو اپنے کو اعلیٰ ذات کا سمجھتے ہیں وہ ان لوگوں کے ساتھ جیسا برتاؤ چاہئے ویسا نہیں کرتے۔ یہ میں نہیں مان سکتا۔ میرا یہ خیال صحیح ہے جیسا کہ ابھی ریونیو ممبر صاحب نے فرمایا ہے کہ پٹیلوں وغیرہ کی جتنی ہمدردی کے ہریجن مستحق ہیں اُتنی وہ پاتے نہیں۔ اس طرح ریونیو ممبر صاحب نے فرمایا ہے کہ ہریجن بھائیوں کے لئے حکومت کی طرف سے جو سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں اُن سے وہ لوگ جیسا چاہئے ویسا فائدہ نہیں اٹھاتے۔

دورے کے وقت جب جب پٹیلوں سے میں نے دریافت کیا تو اُنھوں نے مجھے پیچ دار باتوں میں ٹال دیا۔ وہ کہنے لگے "مہاراج! گاؤں میں کاہے کی چھوت ہے؟" چھوت چھات مانیں تو ہمارا روزمرہ کا کام کیسے چلے؟ ہمارے کھیت یہی لوگ کاٹتے ہیں، ہمارا اناج یہی لوگ ڈھوتے ہیں"۔ لیکن حقیقت دوسری ہی معلوم ہوتی ہے۔ کھیت کاٹنے اور اناج ڈھونے کے لئے پٹیل ہریجنوں کو کیوں بلاتے ہیں؟ اس لئے کہ کام مفت میں ہو۔ پانی پینے کی کنڈی کے پاس پھٹکنے نہ دیں گے۔ بارات وغیرہ کے لئے بتی وغیرہ اُٹھانا ہو تو بلائیوں کو بلائیں گے۔ کیوں؟ یہاں چھوت اچھوت کا سوال کیوں؟ تم خود کیوں نہیں اُٹھاتے؟ کھیتی کے لئے کوئی، بتی کے لئے کوئی، ایسا کیوں؟ کیونکہ کام مفت میں ہوتا ہے۔ مجھے کہیں کہیں سے یہاں تک خبر ملی ہے کہ جہاں پر ہریجنوں کے پانی پینے کی کنڈیاں ہیں وہاں پر اعلیٰ ذات کے ہندو جتنا بھی ہو سکتا ہے کوڑا کرکٹ ڈالتے ہیں یہاں تک کہ بچوں تک کو لیجا کر وہ اُسی کے پاس رفع حاجت کے لئے بٹھالتے ہیں۔ یہ بھی کتنی شرم کی بات ہے۔ کیسی افسوسناک بات ہے۔

مجھے یہ بھی شکایت آئی ہے کہ اعلیٰ ذات کے ہندوؤں نے ۵ چھ گاؤں میں بیگار کی رسم زبردستی جاری کی ہے۔ میں اُن ۵ چھ گاؤں کو نوٹس دیتا ہوں کہ اُن کا یہ طرز عمل بہت بیجا ہے۔ میں ایسے طرز عمل سے سخت نفرت کرتا ہوں۔ شاستروں میں ایسا کہیں نہیں لکھا ہے۔ نہ کسی مذہبی کتاب کی ہی یہ سیکھ ہے۔ دربار کا حاکم ہوتے ہوئے بھی ہٹ دھرمی سے ایسا برتاؤ کیا گیا ہے۔ میں تمھارے مذہب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کر رہا ہوں۔ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ تم ہریجنوں کے ساتھ کھانا کھاؤ اور اُن کی تھالی میں کھاؤ۔ کوئی یہ چاہے کہ کسی قوم سے مذہب کے خلاف جبر یہ کام کرائے یہ ناممکن ہے۔ جہاں ایک قوم دوسری قوم پر ظلم کرتی ہے وہاں پر سرکار کیوں کر خاموش رہ سکتی ہے۔

دورے کے وقت میں اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے ساتھ ہریجنوں کو بٹھالتا رہا۔ اُن کے یہاں کا دودھ پیا، پانی پیا۔ میں آپ کی واقفیت کے لئے دورے کے کچھ واقعات سناتا ہوں۔ دورے تقریر کرنا اور پیچ دار باتیں بنانا میرا اصول نہیں۔ میرا طرز یہ نہیں میں خود آگے چل کر رہنمائی کرتا ہوں۔ جتنے پٹیلوں، بلائیوں نے مجھے دودھ پانی جو کچھ دیا میں نے پیا۔

ایک گاؤں میں ایک بلائی نے کہا۔ مہاراج! میری دلی خواہش ہے کہ میں آپ کو کچھ ساگ بھاجی اور باجرے کی روٹی آپکو کھلاؤں۔ میرا فرض ہے کہ جو کوئی محبت اور صفائی سے مجھے جو کچھ دے وہ میں کھاؤں۔ کھانا رکھا گیا۔ میں نے کھایا، اکیلے نہیں کھایا۔ میں نے کھایا، میری بیوی نے کھایا۔ کچھ لوگ کہیں گے کہ مہاراج تو ولایت ہو آئے ہیں انکے لئے دھرم ورم کیا چیز ہے؟ میری ماں بھی ساتھ تھیں، اُن کی عمر ۶۰ سال کی ہے۔ اُنھوں نے بھی باجرے کی روٹی اور چنے کا ساگ کھایا۔ سفید بالوں والے شرماتے ہوں شرمائیں۔ اُن سے جا کر پوچھیں۔

اعلیٰ ذات والے لوگ پورا خیال رکھیں کہ اُنھیں انسانیت

کا برتاؤ کرنا ہوگا۔ اس کے ساتھ ہی میں ہریجنوں سے بھی کہوں گا کہ تمھارے اوپر بہت بڑی ذمہ داری آتی ہے۔ میں تمھیں لوگوں کے بھروسے پر آگے بڑھ رہا ہوں۔ تمھاری ذمہ داری بہت بڑھ رہی ہے۔ دربار کی طرف سے تمھاری بھلائی کے لئے ہر قسم کی کوشش کی جاتی ہے۔ صرف شکریہ ہی سے کام نہ چلے گا۔

اپنے موروثی پیشوں کو چھوڑنے کا تصور کرنا غلط ہے۔ لوگ گاؤں گاؤں پیٹ بھرنے کے لئے مارے مارے پھرتے ہیں انھیں کوئی ذریعہ، کوئی ملازمت نہیں ملتی۔ دنیا کی کوئی بھی حکومت ہر شخص کو ملازمت نہیں دے سکتی۔ کام دیوتا کی مانند ہے اسے حقیر مت سمجھو۔ سماج ایک کنبے کی طرح ہے۔ کنبے کی تعمیر یہ ہے کہ مرد کمائے، گرہستی چلائے، عورت کا فرض ہے کہ وہ مرد کو آرام دے، بچوں کی پرورش کرے، گھر کی دیکھ بھال کرے۔ تم اگر یہ کہو کہ تم کماتے ہو تمھیں گرہستی سے کیا واسطہ؟ ماں اگر یہ کہے کہ بچوں سے میرا کیا واسطہ تو کنبہ کیسے چل سکے گا؟ دنیا کے جتنے کار بار ہیں اُن سب میں کام کے مختلف شعبے ہیں سب ایک کے ساتھ ایک چلتے ہیں۔ اپنے اپنے کام کو تقسیم کرکے دیکھو۔ اپنے جسم ہی کو دیکھو۔ اگر پیر یہ کہیں کہ کھانا تو پیٹ کھاتا ہے ہم کیوں چلیں؟ ہاتھ اگر یہ کہیں کہ کھانا تو پیٹ میں جاتا ہے ہم نوالہ کیوں بنائیں۔ اُنگلیاں اگر یہ کہیں کہ کھانا پیٹ کھاتا ہے، ہم میں لگے ہوئے کھانے کو تو لوگ دھو ڈالتے ہیں ہم کیوں کھانا اُٹھائیں؟ اسی طرح کان، آنکھ وغیرہ دوسرے اعضا ستیاگرہ کرنے لگیں تو انسان کا جسم کے دن زندہ رہے گا؟ اپنے کام کو ہوشیاری اور صفائی سے حاصل کرو۔ اب پُرانے طریقے نہیں رہے۔ کوئی یہ کہے کہ ہمارے اسلاف ایسا ہی کرتے آئے ہیں اس لئے ہم بھی ایسا ہی کریں گے تو یہ دلیل اس زمانے میں نہیں چل سکتی۔ پُرانے اُلٹے سیدھے طریقے اب گزرے ہوگئے۔ بچوں کو پڑھاؤ۔ ریو نیو ممبر صاحب نے بجٹ میں جو گنجائش تم لوگوں کے لئے رکھی ہے اُس سے فائدہ اُٹھاؤ۔

تقریر ختم کرنے سے پہلے میں تم لوگوں کے متعلق کہنا چاہتا ہوں۔ آج خاص طور سے بلائی اور چماروں کو بلایا گیا تھا میرے کانوں میں یہ بات آئی ہے کہ بلائی چماروں کے ساتھ نہیں بیٹھے۔ اعلیٰ طبقوں کے ساتھ جیسا برتاؤ کرنے کے لئے میں نے کہا ہے اُسی قسم کا برتاؤ ان لوگوں سے بھی کیا جائیگا۔ اگر اُن کا دل گواہی نہیں دیتا تو وہ شریک نہ ہوں۔ بلائی اور چماروں میں جھگڑا کیوں؟ بلائی چھوت اور چمار اچھوت، یا چمار چھوت اور بلائی اچھوت کیوں؟ تم چماروں کو حقیر کیوں سمجھتے ہو؟ دوسروں کو حقیر مت سمجھو۔ ایک کہاوت ہے کہ شیشے کے مکان میں رہ کر دوسروں پر کنکر مت پھینکو۔ اس لئے کہ دوسرا کوئی اگر تم پر اینٹیں پھینکے گا تو تمھارا گھر چکنا چور ہو جائیگا۔ جو برتاؤ تم دوسروں سے کرتے ہو یہی برتاؤ اگر دوسرے تمھارے ساتھ کرتے ہیں تو کیا بیجا ہے؟

اخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ راجہ کا نہ کوئی مذہب ہے نہ ذات۔ پٹیل کا فرض یہی ہے کہ جو راجہ کی پالیسی ہو اُس کی تقلید کرے۔ جو پٹیل میری پالیسی کی عملی تقلید نہیں کرنا چاہتے اُن کی مجھے ضرورت نہیں۔ مجھے جو کہنا تھا وہ میں نے کہدیا۔ سب ایک گھر کے ہیں۔ ایک راج کے ہیں۔ خدا تم لوگوں کو سمجھ دے۔

کانگریسی حکومت کی ایک نئی اسکیم

مصنفوں، شاعروں اور محبانِ وطن کے لئے ایک بہترین موقعہ

محکمۂ گرام سدھار نے یہ طے کیا ہے کہ سال میں چار بار دیہات سے متعلق کچھ مضمون، افسانے، نظمیں اور مختصر ڈرامے مصنفوں اور شاعروں سے لکھوائے جائیں اور اُن پر کافی معاوضہ بھی دیا جائے اور دیہات سے متعلق کارٹونوں اور تصویروں پر بھی انعام دیا جائے۔ معاوضہ طے ہو جانے کے بعد وہ نظمیں، مضامین یا تصویریں کتابی صورت میں یا "ہل" میں شائع کرادئے جائیں۔ اردو، ہندی یا کسی بھی ضلع کی دیہاتی بولی میں لکھی ہوئی کہانیاں، ڈرامے، مضمون اور نظمیں قبول کی جائیں گی۔ اس قسم کی چیزیں بھیجنے والوں کی سہولیت کے لئے قواعد درج ذیل ہیں۔

افیسر توسیع تعلیم
سول سکریٹریٹ یو۔پی
لکھنؤ

قواعد

۱۔ جو مضمون، ڈرامہ، نظم یا کہانی بھیجی جائیں وہ یا تو ٹائپ میں ہوں یا خوشخط حروف میں کاغذ کے ایک ہی طرف لکھی جائیں۔

۲۔ نظم ۵۰ شعروں سے زیادہ نہ ہو۔

۳۔ زبان نہایت آسان، موثر اور عام لوگوں کی سمجھ میں آجانے والی ہو۔

۴۔ اُردو، ہندی، بھوجپوری، اودھی، بیسواڑی، بندیل کھنڈی، پہاڑی وغیرہ کسی بھی صوبجاتی زبان کی نظم، مضمون، کہانیاں قبول کی جائیں گی۔

۵۔ کہانی میں الفاظ کی تعداد ۱۰۰۰ سے لیکر ۱۵۰۰ تک ہو۔

۶۔ فیصلہ کرنے والی کمیٹی کا فیصلہ آخری ہوگا۔

۷۔ مقابلہ میں آئی ہوئی کہانی، نظم وغیرہ کی کاپی رائٹ ڈپارٹمنٹ کے حق میں محفوظ ہوگا۔

۸۔ یہ ڈرامے، کہانی یا مضمون دیہات یا دیہاتی زندگی سے متعلق کسی بھی موضوع پر رکھے جاسکتے ہیں۔

۹۔ طالب علم، استاد، مضمون نویس، شاعر، سرکاری ملازم، زمیندار، تاجر سبھی لوگ اس مقابلے میں حصہ لے سکتے ہیں۔

۱۰۔ مضمون، نظم، کہانی وغیرہ، اگست، نومبر، فروری اور مئی تک افیسر محکمۂ توسیع تعلیم، سول سکریٹریٹ یو۔پی۔ لکھنؤ کے پاس بذریعہ رجسٹر پہنچ جانا چاہئے لفافہ کے اوپر بائیں جانب یہ الفاظ لکھ دئے جائیں "برائے مقابلہ دیہاتی ادب"۔

۱۱۔ کسی بھی مضمون، کہانی یا نظم کے چھپوانے یا نہ چھپوانے اور ترمیم تنسیخ کرنے کا حق محکمۂ ہی کو ہوگا۔

۱۲۔ کافی تعداد یا اعلیٰ معیار کے کسی قسم کے مضمون نہ آنے پر فیصلہ کرنے والی کمیٹی کو انعام کی تعداد کم کرنے یا کسی انعام کو ایک سے زیادہ مقابلہ کرنے والوں میں تقسیم کر دینے کا اختیار ہوگا۔

انعام کی تعداد اور رقم

کہانی

(تقریباً ۱۰۰۰ سے لیکر ۱۵۰۰ الفاظ تک ہونی چاہئے)

اوّل	۲۵ روپیہ
دویم	۱۵ "
سویم	۱۰ "
چہارم	۵ "

مختصر ڈرامے

(جو آدھ گھنٹے سے پون گھنٹے میں کھیلا جاسکے)

اوّل	۲۵ روپیہ
دویم	۱۵ "
سویم	۱۰ "
چہارم	۵ "

نظم

(۵۰ شعروں سے زیادہ نہ ہوں)

اوّل	۲۵ روپیہ
دویم	۱۵ "
سویم	۵ "

مضمون

(۷۵۰ سے ۱۰۰۰ الفاظ تک)

اوّل	۱۰ روپیہ
دویم	۵ "

تصویر یا کارٹون

اوّل	۲۵ روپیہ
دویم	۱۵ "
سویم	۱۰ "

نوٹ۔ کارٹون اور تصویریں کسی بھی سائز کی ہوں۔ کارٹون صرف کالی سیاہی سے بنے ہوں تصویریں کیرنگی یا کئی رنگ کی ہوں۔

آل انڈیا ریڈیو پروگرام - لکھنؤ سے

وقت ۱۵-۷ بجے سے ۴۵-۷ تک (رات کو)

۱ جولائی ۱۹۳۹ء

پرارتھنا - آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو وزیر زراعت،
گرام سدھار - انصاف - تعارفی - تقریر - بھجن - مشہور آدمیوں کے پیغامات - نیکی کا بدلہ - ایک مختصر ڈرامہ۔

۲ جولائی ۳۹ء

بھجن - شری ناتھ سنگھ - سیگاؤں میں مہاتما گاندھی کے تجربے - ستار - بازار نرخ اور موسم - شری بنسی دھر شکل دیہاتی نظم - صفائی - ایک بات چیت -

۳ جولائی ۳۹ء

آرکیسٹرا - ناچ اور گانا - بازار نرخ اور موسم - کجری - پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری پارلیمنٹری سکرٹری رامائن اور گرام سدھار پر ہندوستانی میں تقریر۔

۴ جولائی ۳۹ء

آرتی - بازار نرخ اور موسم بھجن - مسز پرکاش وتی پال - جہالت کی لعنت پر ہندوستانی میں تقریر - مسٹر ناصر حسین - گیت

۵ جولائی ۳۹ء

گیت - شری سیتلا سہائے - ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انفارمیشن - سڑک کے قاعدے پر ہندوستانی میں ایک تقریر - سرود کی گت - بازار نرخ اور موسم - ترکاری کی کھیتی پر بات چیت -

۶ جولائی ۳۹ء

بنسی دھر شکل - گرام سدھار - نظم - بازار نرخ اور موسم - بڑھئیس بھجن - مسٹر امین سلونوی صفائی کی عادتوں پر ہندوستانی میں تقریر - دادرا -

۷ جولائی ۳۹ء

نعت - ٹھاکر حکم سنگھ ایم - ایل - اے پارلیمنٹری سکرٹری۔
حق آراضی قانون پر ہندوستانی میں تقریر - ساون - بازار نرخ اور موسم - گیت - عورتوں کی عزت کرو - بات چیت -

۸ جولائی ۱۹۳۹ء

شہنائی - شری سروجیت لال ورما - پنچایت گھر پر ہندوستانی میں ایک تقریر - دادرا - بازار نرخ اور موسم - اصلاح شدہ بیج - بات چیت -

۹ جولائی ۳۹ء

نشہ بندی - ہندوستانی میں ایک ڈرامہ - بازار نرخ اور موسم

۱۰ جولائی ۳۹ء

گرام گیت - بیگم شاہد حسین ایم - ایل - اے - علاج پر ہندوستانی میں تقریر - شہنائی - برہا - بازار نرخ اور موسم - مویشیوں کی حفاظت - بات چیت

۱۱ جولائی ۳۹ء

بازار نرخ اور موسم - ساون - ڈاکٹر کے - پی - ماتھر - دوا سے پرہیز اچھا ہے - ہندوستانی میں تقریر - جیاون وید - مسٹر ایس - این - بلی - ایک لفظی تصویر -

۱۲ جولائی ۳۹ء

دیہاتی گیت - پنڈت مہاویر تیاگی ایم - ایل - اے - دیہاتی بیرسٹر - ہندوستانی میں تقریر - آرکیسٹرا نوک ٹیون - بازار نرخ اور موسم مسٹر ایس نصیر حسین - غزل -

۱۳ جولائی ۳۹ء

دادرا - بازار نرخ اور موسم - پوربی گیت - شری کچھمی شنکر پاپلیلی گھاگھ اور اسکی شاعری - قرض کی برائیاں - بات چیت - ستار اور وائلین پر ناچ -

۱۴ جولائی ۳۹ء

کنور خوش وقت رائے - ایم - ایل - اے کی گاؤں کے کھیل پر ہندوستانی تقریر - شری ستیہ نارائن کتھا (ریکارڈ) بازار نرخ - اور موسم -

۱۵ جولائی ۳۹ء

مرزا پوری کجری - مسٹر ایس - پی اینڈریوز کی دو بیلے - اسکاؤٹنگ کے ذریعے دیہات سدھار پر ہندوستانی تقریر

سمہ کی گت۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ ساون بھجن۔

۱۷ جولائی ۳۹ء

دیہاتی گیت۔ فصل کی زیادہ پیداوار پر مسٹر سی مایاداس جائنٹ ڈائریکٹر آف ایگریکلچر یوپی۔ لکھنؤ کی ہندوستانی تقریر۔ بازار نرخ خبریں اور موسم۔ چندراولی۔ ہندوستانی میں ڈرامہ۔

۱۸ جولائی ۳۹ء

آرتی۔ جھولا۔ ستار۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ کجری۔ اپنی لڑکیوں کو اسکول بھیجئے۔ کماری پشپاوتی، ناراین اور دیگر لوگوں کا مباحثہ۔

۱۹ جولائی ۳۹ء

دادرا۔ پڑھیس دیہاتی گیت۔ دیہاتوں کے لئے خبروں کی ضرورت۔ مسٹر جوالا سنگھ اور اُن کے دوست کی بات چیت۔ آرکیسٹرل میوزک۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ گوکل ہندوستانی ڈرامہ۔

۲۰ جولائی ۳۹ء

ساونی۔ نشہ خوری کی کہانیاں۔ مسز اے۔ این۔ ملا اور دیگر حاضرین کی بات چیت۔ ستار اور طبلہ۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ برہا۔ گیت۔

۲۱ جولائی ۳۹ء

نعت۔ مویشیوں کی بیماریاں اور اُن کی روک تھام۔ رنڈرپسٹ مسٹر آئی۔ ایس۔ ڈیوس سپرنٹنڈنٹ سول ویٹرنری ڈپارٹمنٹ کی ہندوستانی میں تقریر۔ ساز۔ ساون۔ دیہاتی گیت۔

۲۲ جولائی ۳۹ء

بیوقوفی۔ پنڈت بھگوت درت مشر کا ہندوستانی ڈرامہ۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ دادرا۔

۲۳ جولائی ۳۹ء

بھجن۔ گاؤں والوں کی قیادت۔ مسٹر ظہیر الحسنین لاری کی ہندوستانی میں تقریر۔ آرکیسٹرل میوزک۔ بازار نرخ۔ خبریں اور میوزک۔ دادرا۔ ستار۔

۲۴ جولائی ۳۹ء

دیہاتی گیت۔ فرصت اور دیہاتی عورتیں۔ مسز پرکاش وتی پال کی ہندوستانی تقریر۔ ہارمونیم۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ ہنومان جنم۔ ہندوستانی ڈرامہ۔ ساون۔

۲۵ جولائی ۳۹ء

آرتی۔ کھیتوں کی چک بندی۔ مسٹر سلیمان انصاری کی ہندوستانی میں تقریر۔ ناچ۔ راگ۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ آلھا۔ گیت۔

۲۶ جولائی ۳۹ء

دیہاتی راگ۔ شہر میں آنے کا میرا پہلا موقعہ۔ مسٹر قاضی جلیل کی مختصر ہندوستانی تقریر۔ دادرا۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ گھاؤ۔ مسٹر بلبھدر داس کی دیہاتی بولی میں ایک کہانی۔ ساونی۔

۲۷ جولائی ۳۹ء

دیہاتی گیت۔ یقین کیجئے یا نہ کیجئے۔ جھاڑ پھونک۔ تسری تسری ناتھ سنگھ اور کچھ دوستوں کی ہندوستانی میں بات چیت۔ سرود پر دھن۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ دادرا۔ دیہاتی گیت۔

۲۸ جولائی ۳۹ء

قوالی۔ ایک چھوٹی کہانی۔ پنڈت جیوتی پرشاد 'نرمل' کی ہندوستانی میں کہانی۔ ساون۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔ دادرا۔ بانسری۔

۲۹ جولائی ۳۹ء

دیہاتوں میں کھیتی کے ذریعے پیدا شدہ چیزوں کا انتظام۔ پنڈت رام ٹلا کی ہندوستانی تقریر۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ غزل۔ دادرا۔

۳۰ جولائی ۳۹ء

بھجن۔ باپ پوت۔ ہندوستانی میں ایک مذاقیہ لفظی تصویر۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔ دادرا۔ ملیریا کی روک تھام۔ ڈاکٹر کے۔ ایس۔ ماتھر کی ہندوستانی میں تقریر۔

۳۱ جولائی ۳۹ء

میرابائی۔ ہندوستانی ڈرامہ۔ بازار نرخ۔ خبریں اور موسم۔





ڈکٹسکو کے ساتھی



وگیشور میں گرام سدھار
نمائش کا ایک منظر



بائیں طرف سے (۱) جناب منوہر داس چترویدی گرام سدھار افیسر یو' پی اور (۲) پبلک سروس کمیشن کے ممبر رائے بہادر مان سنگھ' سیر ڈی' پی' ایل ڈیک براک مین (چیرمین) اور خان بہادر سیّد ابو محمد۔ یہ تصویر اُس وقت کی ہے جب یہ صاحبان گرام سدھار انسپکٹروں کا انٹرویو کر رہے تھے۔



گرام سُدھار ٹریننگ کیمپ، گورکھپور کے اسکاؤٹ آرگنائزروں کا گروپ فوٹو ۔ بیچ میں کیمپ کے انچارج جناب ہری رام گپت انسپکٹر کواپریٹو سوسائٹیز بیٹھے ہیں۔



[illegible] ٹریننگ کیمپ [illegible] فیض آباد (مئی ۱۹۳۹ء)



تحسین پور کا پنچایت گھر (ضلع فیض آباد)

پنچایت گھر

(از جناب ایم۔ ایس۔ رندھاوا، آئی۔ سی۔ ایس سکریٹری گرام اسوسی ایشن فیض آباد)

حکومت صوبۂ متحدہ پنچایت گھر کو اپنے پروگرام میں جگہ دی ہے۔ اِس سے گرام سدھار کے کاموں کو نئی طاقت حاصل ہوئی ہے۔ اس پنچایت گھر میں صرف دیہات کی پنچایت ہی نہ ہوا کریگی بلکہ اس میں کتاب گھر، اسکول بالغان، شفاخانہ، بیج گودام کے لئے کمرے ہونگے اور تصویروں، پوسٹروں، کھیتی کے آلات اور دیگر چیزوں سے سجا ہوا ایک میوزیم بھی رہے گا۔

بہت سے لوگ پنچایت گھر کے لئے عمارات بنانے کا ذکر سُن کر ناک بھوں سکوڑتے ہیں۔ اُن کا خیال ہے کہ صرف پنچایت کی بیٹھکیں کرنے کے لئے دیہاتوں میں کافی روپئے خرچ کرکے عمارت تیار کرنا بیکار ہے۔ کیونکہ اِس قسم کی بیٹھکیں تو درختوں کے نیچے ہی آسانی سے کی جاسکتی ہیں! ایسے لوگوں کو اِس سلسلے میں گہرائی تک پہنچنا چاہئے اور یہ سمجھنا چاہئے کہ پنچایت گھر میں دیہاتی زندگی کی ایسی ضروری چیزیں رکھی جائینگی جو موجودہ سائنس نے گاؤں والوں کو دی ہیں۔

بہترین تنظیم

ایسے کارکنوں کا جنھوں نے گاؤں والوں کی خدمات کی ہیں، یہ خیال ہے کہ گاؤں والوں کو صدیوں کی نیند سے بیدار کرنے کے لئے منظم صورت میں کوشش کرنی چاہئے! انکا یہ تجربہ ہے کہ دیہاتوں میں گرام سدھار کا کام کرنے کے لئے ایک ایسا ذریعہ حاصل ہونا چاہئے جس سے باقاعدہ کام ہوا کرے۔ پنچایت گھر اس کے لئے ایک مفید ذریعہ ہے۔ دیہاتوں میں غیر منظم صورت میں کام کرنے سے کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ اِس طرح کی جانے والی محنت ضائع جاتی ہے۔ لیکن اگر منظم صورت میں اتنی ہی محنت کی جائے تو اُس سے دیہاتوں کی حالت بہت کچھ سُدھار کیا جا سکتا ہے۔ ہمارے سامنے یہ مقصد ہے کہ گاؤں والوں کی مالی اور اخلاقی ترقی ہو نہ کہ صرف پرچار ہی کا کام کیا جائے۔



گرام سدھار کے کارکنوں نے گاؤں والوں کو اچھی اور فائدہ مند خوشخبری کا پیغام سنایا۔
لوگوں نے بڑے شوق سے تقریریں سنیں۔

حکومت صوبۂ متحدہ اس کام میں رہنمائی کر رہی ہے۔ اُس کے سامنے گرام سدھار کا بہت بڑا پروگرام ہے منتخب دیہاتوں میں گرام سدھار کا کام کرنے کے لئے گرام سیوکوں کا تقرر ہوا ہے۔ ان گرام سیوکوں کو زراعت، صفائی، صحت، امداد باہمی اور پرورش مویشیان کی خاص تعلیم دی گئی ہے۔ ان میں سے بہت سے گرام سیوکوں نے مفید کام کئے ہیں۔ اور بعض نے جوش کی کمی کے باعث پبلک کا روپیہ بیکار صرف کیا ہے۔ ایک سال سے زیادہ دیہاتوں میں کام کرنے پر وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اب ٹھوس کام کرنے کا وقت آگیا ہے۔ صرف بات چیت کرنے سے پیٹ نہیں بھر سکتا۔ گرام سدھار انسپکٹروں کا بھی خیال ہے کہ پنچایت گھر کی صورت میں ایک ایسے ادارہ کی سخت ضرورت ہے جو سدھار کے سب ہی کام کر سکے۔

محکمۂ گرام سدھار کے لئے پنچایت گھروں کی ضرورت

اس وقت گرام سدھار انسپکٹر اور ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹ معائنہ کے کاموں میں دشواریاں محسوس کر رہے ہیں ایکی وجہ ایک ایسی عمارت کی کمی ہے جس میں سدھار کے سبھی کام جمع ہوں اور معائنے کے لئے کھلے ہوں۔ پنچایت گھر نہ ہونے سے بے ایمانی سے کام کرنے والے کارکنوں کی روک تھام نہیں کیجا سکتی ان سبھی مشکلات کے ہونے سے ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ گرام سدھار کے لئے پنچایت گھروں کا قائم ہونا سخت ضروری ہے۔ انصاف کرنے کے لئے عدالتیں ہیں تعلیم دینے کے لئے مدرسے ہیں۔ مگر گرام سدھار جیسے ضروری کام کرنے کے لئے عمارت کا کوئی انتظام نہیں ہے اس سے سدھار کے کاموں میں رکاوٹیں ہوئی ہیں۔ گرام سدھار کے کام میں پنچایت گھروں کے فائدے سمجھنے کی وجہ سے ہم لوگوں نے ضلع فیض آباد میں پنچایت گھر بنانے کا کام گذشتہ اکتوبر ہی سے شروع کر دیا۔

پنچایت کا چناؤ

کسی گاؤں میں پنچایت گھر بنانے کے پہلے وہاں پنچایت کا ہونا ضروری ہے۔ گاؤں کی پنچایت وہاں کے سماجی زندگی پر بہت کچھ اثر ڈال سکتی ہے۔ صرف ایسے خیالات ہی گاؤں والوں کے دماغ میں اچھی طرح جمائے جا سکتے ہیں جن پر پنچایت زور دے۔ قدیم زمانے میں ہندوستان کی پنچایتوں میں گاؤں کے بڑے بوڑھے رہا کرتے تھے۔ جس میں بیشتر اونچی ذات کے لوگ ہی ہوتے تھے۔ نئی پنچائتیں جمہوریت کے اصولوں پر چلائی جا رہی ہیں۔ ہر ایک ذات اور جماعت کا آدمی ان پنچائتوں کا ممبر بن سکتا ہے ضلع فیض آباد کے ۴۰۰ گاؤں میں گرام سدھار کا کام کیا جا رہا ہے۔ یہ گاؤں ۴۰ حلقوں میں تقسیم کئے گئے ہیں۔ اس طرح سب ملا کر ضلع بھر میں ۴۰ حلقے ہیں۔ ہر ایک حلقہ ایک ایک گرام سیوک کو دیا گیا ہے۔ ۴۰۰ گاؤوں میں پنچایت کا چناؤ ہونے سے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ ایسے پنچایت گھر بنائے جائیں جو گرام سیوکوں کے لئے ہیڈ کوارٹر کے طور پر کام میں آسکیں۔ بالآخر ہم لوگوں نے یہ طے کر لیا کہ گرام سدھار کے کسی بھی گاؤں میں پنچایت گھر بنایا جا سکتا ہے۔ اگر وہاں کے لوگ اس کی خواہش اور جوش رکھتے ہوں۔ عمارت بنانے کا کام پنچوں کو سونپا گیا اور گرام سیوکوں کو نگہداشت رکھنے کی ہدایت دی گئی۔

اشاعت اور پوسٹر

پرچار سبھائیں۔ گرام سدھار کے مختلف کاموں میں پنچایت گھر کا خیال ایک اچھا خیال ہے۔ اس کے پیدا کرنے والے حکومت صوبۂ متحدہ کے وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کاٹجو ہیں۔ اس خیال کی اشاعت کے لئے اور لوگوں کو پنچایت گھروں کے فوائد سمجھانے کے لئے گرام سدھار کے سبھی دیہاتوں میں بڑے بڑے جلسے کئے گئے ان جلسوں میں لوگ کافی تعداد میں آیا کرتے تھے۔ ایسے جلسوں میں ہزار دو ہزار کا مجمع ہو جانا کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی۔

گرام سدھار کے پروگرام نے گاؤں والوں کو مسرت اور کامیابی کا پیغام سنایا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کی دکھ بھری زندگی کو خوشگوار بنایا جائے۔ اور اس میں تعجب نہیں ہے کہ انھوں نے اشتیاق اور مسرت کے ساتھ ہم لوگوں کی تقریریں سنیں۔ ان جلسوں میں آکر تقریر سننے والے دیہاتیوں نے یہ محسوس کیا کہ پنچایت گھر بنانے سے ہی دکھوں سے نجات مل سکتی ہے اور ان کا اندازہ درست بھی نکلا کیوں کہ پنچایت گھروں میں سماجی تمدنی اور گرام سدھار سے متعلق سبھی قسم کے کام کرنے کی سہولیت حاصل ہو رہی ہے۔

پوسٹر اور نقشے

ایسے پوسٹر بنائے گئے تھے جن میں پنچایت گھر سے ہونے والے فائدے اور ان کے استعمال کے طریقے تصویروں کے ذریعے سے تبلائے گئے تھے۔ ایک انجینیر دوست کی مدد سے عمارتوں کے ۲ نقشے تیار کئے تھے جن کے مطابق ۳۵۰ روپئے سے لیکر ۱۲۰۰ روپئے تک میں پنچایت گھر کی عمارتیں تیار کی جا سکتی ہیں۔ یہ نقشے بھی گرام سیوکوں اور رواج کے ذریعے کام میں لانے کے لئے پوسٹروں میں لگا دئے گئے تھے۔ یہ پوسٹر، پوسٹر بورڈوں پر چپکا دئے جاتے تھے اور یہ پوسٹر بورڈ دیہاتوں میں لگانے کی جگہ پرائمری اسکولوں اور سڑک پر پڑنے والے کنوؤں کے پاس لگا دئے جاتے تھے۔

گاؤں کے تعلیم یافتہ لوگوں میں پنچایت گھر قائم کرنے کا خیال پیدا کرنے میں یہ پوسٹر بہت مفید ثابت ہوئے۔

بنائے ہوئے نقشے کے مطابق بڑے پنچایت گھر میں ایک ہال (بڑا کمرہ) رہیگا جو ۳۰ فیٹ لمبا اور ۱۲ فیٹ چوڑا ہوگا اور جس میں ۳ دروازے اور ۶ کھڑکیاں رہینگی۔ اس ہال کے تین جانب ۸ فیٹ چوڑے برآمدے رہیں گے۔ ہال کے پیچھے ۱۵ فیٹ لمبے اور ۸ فیٹ چوڑے ۲ کمرے رہیں گے۔ چھوٹے پنچایت گھر کا ہال صرف ۲۰ فیٹ



راقم نے اپنے ہاتھ میں ایک پھاوڑا لیا اور گاؤں والوں کو نیو کھودنے کے لئے آمادہ کیا

لمبا اور ۸ فیٹ چوڑا ہوگا۔ ان کمروں کے سامنے ایک برآمدہ رہے گا جسکی لمبائی ۲۹ فیٹ اور چوڑائی ۱۲ فیٹ ہوگی۔

مالدار گاؤوں میں جہاں کافی رقم جمع کی گئی تھی۔ سبھی دیواریں پختہ اینٹوں کی بنائی گئیں اور چھتیں سمنٹ کنکریٹ کی بنائی گئی ہیں۔ غریب گاؤوں میں صرف باہر کی دیواریں جنھیں بارش کا خوف تھا پختہ اینٹوں کی بنائی گئیں۔ اندر کی دیوار کے لئے دھوپ میں سکھائی گئی اینٹیں استعمال کی گئیں۔ ایسی عمارتوں کی چھاجن کے لئے کھپرے شال کی بلیاں اور بانس کام میں لائے گئے۔

کچھ ایسے دیہاتوں میں جہاں بندر کثرت سے پائے جاتے ہیں کھپریل کام میں نہیں لائے جا سکے کیونکہ بندر کود پھاند کر کھپرے منتشر کر دیتے اور توڑ پھوڑ ڈالتے ہیں۔ ایسی جگہ ٹین کی چادریں ہی کام میں لائی گئیں۔ اینٹوں کے درمیان کی جگہ بالو ملے ہوئے سیمنٹ سے بھر دی جاتی تھی کیونکہ اس سے بارش میں حفاظت ہوتی ہے۔

سبھی کمروں میں روشنی کا کافی انتظام تھا۔ نقشے کے مطابق بڑے پنچایت گھر کے ہال میں ۵ روشن دان رکھے جاتے ہیں اور ۲ کھڑکیاں۔ اور چھوٹے پنچایت گھر کے ہال میں ۴ روشن دان رکھے جاتے ہیں اور ۲ کھڑکیاں۔ سبھی کمرے چونے سے پوتے گئے تھے جس کمرے میں بیج رکھا جانے والا تھا اس میں سطح سے $1\frac{1}{2}$ فیٹ کی اونچائی تک چاروں طرف دھونا (کولتار) پوتا گیا تھا۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ کچی دیواروں کو باہر سے ۲ فیٹ کی اونچائی تک دھونے سے پوت دینے سے برسات میں نہیں کٹتیں اور دیمک سے بھی ان کی حفاظت ہوتی ہے۔

خاص کمرے میں جو بیٹھک کے لئے مدرسۂ بالغان اور کتاب گھر کے لئے استعمال کیا جائیگا، ۲ الماریاں ہیں۔ یہ الماریاں پچھلی دیوار میں بنی ہیں اور انکے درمیان میں ریڈیو کا بسٹ (مورت) رکھنے کا بھی انتظام کیا گیا ہے۔ چھوٹے کمرے میں جو دواخانے کیلئے استعمال کیا جائیگا، دو دیوار کی الماریاں ہیں، ان میں دوائیں رکھی جائیں گی۔

امداد

گرام سدھار سے متعلق ہر ایک کام میں یہ قاعدہ کام میں لایا جا رہا ہے کہ تعمیر کا آدھا خرچ عوام دیں اور آدھا حکومت دے گی۔ اس قسم کا آدھا خرچ جو عوام دینگے وہ یا تو نقد رقم کی صورت میں ہو یا محنت کی صورت میں یا دونوں صورتوں میں۔ کچھ دیہاتوں میں وہاں کے عوام آدھے سے زیادہ امداد دے رہے ہیں۔ اس سے ہمیں وسیع پیمانے پر اور زیادہ رقبے میں کام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔
گاؤں والوں کی اس قسم کی امداد سے اور بھی لوگوں کو فائدہ پہنچایا جا سکتا ہے۔ مذکورہ بالا قسم کی امداد لوگوں کو اپنے پیروں پر آپ کھڑے ہونے کا سبق دیتی ہے۔ اور اس سے گاؤں والوں کی خودداری کی بھی حفاظت ہوتی ہے۔ جہاں گاؤں والوں کے اشتراک سے پنچایت گھر بنائے گئے وہاں کے لوگ انھیں اپنی عمارت سمجھتے تھے کیونکہ اُن لوگوں نے عمارت بنانے کے لئے مزدوری اور سامان مفت میں دئے تھے اور بہتوں نے نقد روپئے بھی دئے تھے۔ کچھ گاؤوں میں ۳۰ چالیس آدمیوں کا جتھا تین روز تک مفت کام کرتا رہا۔ اُن میں سے کچھ لوگوں نے اینٹیں ڈھونے کے لئے بیل گاڑیاں اور بیل بھی دئے۔ مالدار کسانوں نے اینٹیں، لکڑی سیمنٹ لوہے کے چھڑ، چھپّر اور نقد رقم بھی دی۔ کسی کسی گاؤں میں پنچایت کے ذریعے سے ۴ آنہ فی ہل کے حساب سے چندہ لگایا گیا اور اسے پنچوں وگرام سیوکوں نے وصول کر لیا ایسا کرنے کے لئے گھر گھر جانا پڑا تھا۔ ہمیں یہ تجربہ ہوا ہے کہ غریب کسان مالدار کسانوں کی بہ نسبت جلدی چندہ دے دیتے ہیں۔ اور انھیں غریبوں اور مفلسوں کے چندوں سے ہی اتنی بڑی بڑی عمارتیں بنائی گئی ہیں۔
پُرانی پنچایتوں کے ذریعہ جمع شدہ پُرانی رقم جمع تھی۔ ڈپٹی کمشنر مسٹر ایچ۔ ایس۔ اسٹیفنسن کی اجازت سے کر مذکورہ رقم بھی کام میں لائی گئی۔ اسٹیفنسن صاحب نے گرام سدھار کے ہر ایک کام کے متعلق اپنی ہمدردی ظاہر کی راجہ پور کے باشندوں نے پنچایت گھر بنانے میں ۱۰۰ روپئے کی امداد دی انھوں نے یہ رقم جنگلی جانور فروخت کر کے جمع کی تھی۔ راجہ پور کا گاؤں سرجو ندی کے کنارے پر ہے۔ کچھ گائیں جو جنگلی ہو جاتی ہیں "ماجھا" رقبے میں رہتی ہیں۔ یہ گائیں ہرن کی طرح تیزی سے دوڑتی ہیں اور رات میں آکر گاؤں والوں کے گیہوں اور چنے کے کھیت چر جایا کرتی ہیں۔ اس سے گاؤں والوں کا بہت نقصان ہوتا ہے۔ انھوں نے ملکر ان گایوں کو زیادہ تعداد میں پکڑنا شروع کیا اور ڈپٹی کمشنر کی اجازت لیکر ۱۰۰ روپئے میں فروخت کر دیں۔ اس رقم سے انھوں نے پنچایت گھر کے لئے سیمنٹ اور اینٹیں خریدیں۔

جگہ کا انتخاب

پنچایت گھر بنانے کے لئے اچھی جگہ کا انتخاب بہت زیادہ اہم ہے اسکے لئے حتی الامکان ایسی جگہ چنی جاتی تھی جہاں گاؤں کے لوگ آسانی سے پہنچ سکیں اور جہاں وہ لوگ خوشی سے آنا پسند کریں۔ پنچایت گھر کے لئے گاؤں کے بیچ کی کھلی ہوئی جگہ سب سے اچھی ہوتی ہے۔ مگر ایسی جگہ بہت کم ملتی ہے۔ صرف برئی خو۔ دنامی گاؤں میں ہم لوگوں کو قسمت سے ایسی جگہ مل گئی ہے۔ یہ ایک بیگھہ زمین گاؤں کے درمیان میں بلندی پر تھی جو دو مخالف زمینداروں کے جھگڑے کی جڑ تھی۔ ان میں سے ہر ایک زمیندار اُس پر اپنا مکان بنانا چاہتا تھا۔ ڈپٹی کمشنر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس کو اس گاؤں کے پاس دورہ کرنے کا موقع ملا۔ انھوں نے اس زمین کا تصفیہ کرنا چاہا لیکن وہ ناکام رہے دونوں زمیندار اس زمین پر قابض ہونے کے لئے ایک دوسرے کا سر توڑنے کے لئے تیار تھے۔ پنچایت گھر کے خیال نے اُن کی حفاظت کی۔ جب انھیں پنچایت گھر سے ہونے والے سبھی فوائد اچھی طرح سمجھا دئے گئے تو انھوں نے آپس میں دوستانہ سمجھوتہ کر کے زمین کے اس ٹکڑے میں پنچایت گھر بنانے کی اجازت دیدی۔ دونوں زمینداروں ٹھاکر تعلقہ دار سنگھ اور ٹھاکر



صبح ہوتے ہی گاؤں والوں کی بھیڑ دوا لینے کے لئے پنچایت گھر کے سامنے اکٹھا ہو جاتی ہے

کیسری سنگھ نے صرف زمین ہی نہیں دی بلکہ اُنھوں نے پنچایت گھر بنانے کے لئے نقد رقم اور دیگر چیزوں کی صورت میں بھی امداد دی۔

اس گاؤں کا پنچایت گھر سکون اور مسرت کا مظہر ہے اور ایسے لوگوں کی محبت کا جیتا جاگتا نمونہ ہے جہاں پنچایت گھر بننے کے پہلے راجپوت لوگ جھگڑے بکھیڑے پیدا کرکے پارٹی بندیاں کیا کرتے تھے۔

دوسرے دیہاتوں میں بھی وہاں کے لوگوں نے پنچایت گھر بنانے کے لئے اپنی زمینیں دیں یہ زمینیں اکثر گاؤں کے باہر ہوا کرتی تھیں تہ مین پور کے دیارام نامی ایک صاحب نے جنکے پاس صرف ۷ بیگھہ زمین تھی ایک بیگھہ زمین پنچایت گھر بنانے کے لئے دی یہ زمین لب سڑک واقع ہے رون ہی نامی گاؤں میں چودھری محمد صدیقی نے پنچایت گھر بنانے کے لئے زمین کا ایک ایک ٹکڑہ دیا ہے۔ جس کا رقبہ دو بیگھہ مربع ہے یہ جگہ بلند اور خوبصورت ہے۔ اسکے پاس ہی سرجو ندی بہتی ہے۔ اسلئے یہاں کا منظر بڑا دلکش نظر آتا ہے۔

گاتی ہوئی سرجو ندی کی لہریں اور اس پر چلنے والی کشتیاں وغیرہ لوگوں کی توجہ خود بخود اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں۔ برسات میں اس پنچایت گھر سے غروب آفتاب کا منظر بہت ہی دلفریب نظر آتا ہے آنریبل ڈاکٹر کاٹجو کا قول ہے کہ صوبہ بھر میں اس پنچایت کی حالت قابل رشک ہے۔ کھرونی نامی گاؤں میں سورج پال سنگھ کے پاس ۴ بیگھہ زمین تھی جس پر انکا مالکانہ حق تھا۔ آپنے یہ زمین پنچایت گھر کیلئے عنایت فرما کر بڑی فیاضی کا ثبوت دیا ہے۔ کُمہا گاؤں کے سادھو البیلا داس نے اپنے مندر کے قریب کی زمین پنچایت گھر بنانے کیلئے دیدی ہے۔ یہ زمین کچھ اونچائی پر ہے۔ اس پر ہم گولوں نے سب سے بڑا پنچایت گھر بنایا ہے اور صوبہ متحدہ کے وزیر اعظم کے نام پر اس کا نام گووند ولبھ پنت پنچایت گھر رکھا گیا ہے۔

یہ سمجھتے ہوئے کہ حکومت بذریعہ قانون کسانوں کے موروثی حق کو اور بھی بڑھائے جا رہی ہے ڈنڈولی، سمدا، مرزاپور، کنول، دسیا گنج، کوٹ سروان، راجہ پور، نیونا، پورہ بازار، کھیارن، کونجا اچھورا، راج سلطانپور، بریاواں، التفات گنج اور گاوؤں

کے کسانوں نے اپنی جوت کی زمینیں پنچایت گھر بنانے کے لئے دیں اس اچھے کام میں کچھ تعلقداروں اور زمینداروں نے بھی تعاون کیا۔ ہم لوگ اجودھیا کے راجہ جگدمبکا پرتاب نرائن سنگھ کے ممنون ہیں جنھوں نے کئی جگہ زمینیں دیں اور اپنے باغوں میں سے لکڑی کیلئے درخت دئے۔ تحصیل اکبرپور اور ٹانڈہ میں ہم لوگوں کو تعلقداروں کا بہت زیادہ سامنا کرنا پڑا جو کسانوں کی بھلائی سے متعلق سبھی باتوں کو نقصانده سمجھتے تھے۔ ایک ایسے قانون کی سخت ضرورت ہے جسکے مطابق پنچایت گھر بنانے کیلئے جبریہ زمین مل سکے۔ کیونکہ تعلقداروں اور زمینداروں کے رحم وکرم پر قانع رہنے سے زمین نہیں مل سکتی اور ان میں سے بہت کم لوگ اس قسم کا اظہار کرم فرماتے ہیں۔



کسمہا گاؤں (ضلع فیض آباد) کا پنچایت گھر جو ضلعے میں سب سے بڑا پنچایت گھر ہے اسکا نام صوبہ متحدہ کے وزیراعظم آنریبل پنڈت گووند ولبھ پنت کے نام پر گووند ولبھ پنت پنچایت گھر رکھا گیا ہے۔

عمارت بنانے کا کام

ضلع فیض آباد کے پہلے پنچایت گھر کی بنیاد راقم الحروف نے گذشتہ ۲۴ اکتوبر کو ممبران ورکنگ کمیٹی بابو للو جی اور بابو سرجیت لال ورما کے ساتھ پورا بازار نامی گاؤں میں ڈالی۔ خوش قسمتی سے اس گاؤں کے پنچایت گھر کے سکریٹری کی خدمات وہاں کے ایک پرجوش دکاندار کو جنکا نام بچو لال تھا، کے سپرد کی گئیں۔ انھوں نے نہ صرف عمارت کی تعمیر کا کام دیکھا بلکہ عمارت کے لئے ایک بڑی رقم بھی چندے کی صورت میں دی۔ اس پنچایت گھر کا نام آنریبل ڈاکٹر کاٹجو کے نام پر رکھا گیا۔ اس کے بنانے میں ۱۶۰۰ روپئے صرف ہوئے جس میں سے گاؤں والوں کی جانب سے ۴۷۰ روپئے نقد ملے تھے اور ۵۰۲ روپئے سامان اور مزدوری کی صورت میں دئے گئے تھے۔

راقم الحروف نے اپنے ہاتھ میں ایک پھاوڑا لیا اور گاؤں والوں کو نیو کھودنے کے لئے آمادہ کیا۔ زمیندار طبقہ پر اس کا عجیب اثر ہوا کیونکہ وہ جسمانی محنت سے نا[ک] پر ناک بھوں سکوڑتے ہیں۔ انھوں نے بھی عمارت کی تعمیر میں جوش کے ساتھ ہاتھ بٹانا شروع کردیا۔ گذشتہ ۲۵ اپریل تک ۱۰ پنچایت گھر مکمل طور پر بن گئے تھے اور ۱۴ پنچایت گھروں کا صرف چھایا جانا باقی رہ گیا تھا۔ ان دس پنچایت گھروں کی تعمیر میں جو بالکل تیار ہو گئے ہیں کل خرچ ۱۱۱۱۴ روپئے کا ہوا جس میں ۷۹۰۸ روپئے گاؤں والوں نے نقد، مزدوری اور سامان کی صورت میں دئے اور ۳۲۰۶ روپئے سرکار سے ملے۔ اس میں زمین کی قیمت شامل نہیں ہے۔ اگر وہ بھی جوڑ دی جائے تو عوام سے ملی ہوئی امداد دونی ہو جائے گی۔ مالی مشکلات کے اس زمانے میں جبکہ دیہاتوں میں بہت کم [پیسہ] ملتا ہے مذکورہ بالا امداد کسی طرح بھی کم نہیں کہی جاسکتی۔

فرنیچر

ہر ایک پنچایت گھر کو، [۶] فیٹ لمبی اور ۴ فیٹ چوڑی ایک دو تپائیاں اور دو کرسیاں دی گئی ہیں۔ کہیں فرش کے لئے گاؤں والوں نے خود مونج اور تاڑ کی چٹائیاں پنچایت گھر کو عنایت کی ہیں۔

دیہاتی اسپتال

سبھی پنچایت گھروں میں چھوٹے کمروں میں سے ایک کمرہ اسپتال کے لئے علحدہ کر دیا گیا ہے۔ اس کمرے کے لئے دو دیوار کی الماریاں دی گئی ہیں جن میں دوائیں رکھی جاتی ہیں۔ اس ضلع کے لئے محکمۂ گرام سدھار کی طرف سے ڈاکٹر پی سی ماتھر مقرر ہوئے ہیں۔ انھوں نے بہت کم خرچ پر گاؤں کے عام مرضوں کی دواؤں کا ایک اسٹاک تیار کر لیا ہے۔ ان دواؤں سے ملیریا بخار، ہیضہ، پیٹ کا درد، دانت کا درد، آنکھ کا اٹھنا، داد، کھاج، پھوڑے وغیرہ کا علاج آسانی سے ہو سکتا ہے۔ دوائیں جمع کرنے کے لئے ایک چٹھی لکھ کر شہر بھر میں گھمائی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے سگریٹ



درب گنج گاؤں (ضلع فیض آباد) کے باشندے پنچایت گھر کا پوسٹر پڑھ رہے ہیں۔



تحسین پور (ضلع فیض آباد) کے پنچایت گھر کے خیراتی بکس میں ایک دیہاتی ایک سکہ ڈال رہا ہے۔

کے خالی ٹین کے ڈبے اور بوتلیں دیں۔ اس طرح سیکڑوں بوتلیں اور ٹین کے ڈبے جمع ہو گئے۔ اس سے کافی رقم بچ گئی۔ گرام سیوکوں اور سرپنچوں کو سمجھانے کے لئے جنھیں یہ دوائیں تقسیم کرنی پڑتی ہیں ۲ باتصویر چارٹ تیار کئے گئے۔ ان چارٹوں میں مذکورہ امراض کے ہونے کی وجہ اور علاج سمجھائے گئے تھے اور ساتھ ساتھ کھانے اور روک تھام کی ہدایتیں بھی ہندی و اُردو میں لکھی گئی تھیں۔ ان چارٹوں کو فریم میں لگوا کر پنچایت گھروں میں رکھا جاتا تھا۔ یہ چارٹ بہت مفید ثابت ہوئے کیونکہ ان سے نہ صرف دوا تقسیم کرنے ہی میں مدد ملتی ہے بلکہ گاؤں والے اِن سے صحت سے متعلق بہت سی باتیں سیکھ لیتے ہیں۔ کیونکہ ان چارٹوں میں صحت سے متعلق اور علم الاجسام کی عام باتیں اور انسان کو

ہونے والے امراض سے ہونے کے باعث اور اُن کے علاج تصویروں کے ذریعے اس طرح سمجھائے گئے ہیں کہ معمولی آدمی بھی اُنھیں آسانی سے سمجھ لیتا ہے۔ اِن دواؤں سے پنچایتوں کی ہر دلعزیزی بڑھ گئی ہے۔ کیونکہ دیہاتوں میں ابھی تک دواؤں کا کوئی انتظام نہیں تھا اور لوگ بیمار پڑنے پر ٹھگ وَدّیا کرنے والے ویدا ور جھاڑ پھونک کی مدد لیا کرتے تھے۔

صبح ہوتے ہی گاؤں والوں کا مجمع دوا لینے کے لئے پنچایت گھر کے سامنے اکٹھا ہو جایا کرتا ہے۔ اب ایسے لوگوں کے دلوں میں بھی پنچایت گھر کے متعلق عزت و ہمدردی کے جذبات پیدا ہو رہے ہیں جو غریبی یا دوسری وجہ سے پنچایت گھر کی تعمیر میں ہاتھ نہیں بٹا سکے تھے۔ کیونکہ اس سے اُنھیں بھی فائدہ ہو رہا ہے۔

ابھی سرکار پنچایت گھر کے اسپتال کو اتنی دوائیں نہیں دے سکتی کہ وہ ہمیشہ بھرا رہے۔ گاؤں والوں کو اِسکا خود انتظام کرنا ہوگا۔ اس لئے پنچایت گھر کے برامدے میں خیراتی بکس ٹانک دئے گئے ہیں۔ اِن بکسوں کے اوپر ہندی و اُردو میں یہ لکھا ہوا ہے کہ گاؤں والوں کو اپنے اسپتال کی مدد کرنی چاہئے۔

یہ بکس سرپنچوں کے سامنے گرام سیوک کھولتے ہیں اور اس طرح حاصل شدہ رقم رجسٹر میں درج کر لی جاتی ہے۔ اِس وقت لوگ غلط طور پر خیرات کرتے ہیں۔ وہ اکثر ایسے مندر یا دھرم شالہ بنوانے میں روپئے خرچ کرتے ہیں جنکے مفید ہونے میں ہمیں شبہ رہتا ہے یا صرف بھکاریوں اور براہمنوں کو کھلانے میں ہی روپئے صرف کرتے ہیں۔ اگر یہ رقمیں پنچایت گھروں کے خیراتی بکسوں میں ڈال دی جائیں تو ہمیں دواؤں کے لئے سرکاری مدد کی ضرورت نہ پڑے اور ہمارے دیہاتی اسپتال اپنا خرچ برداشت کر سکیں۔

(آئندہ اشاعت میں ختم)

گاگر میں ساگر

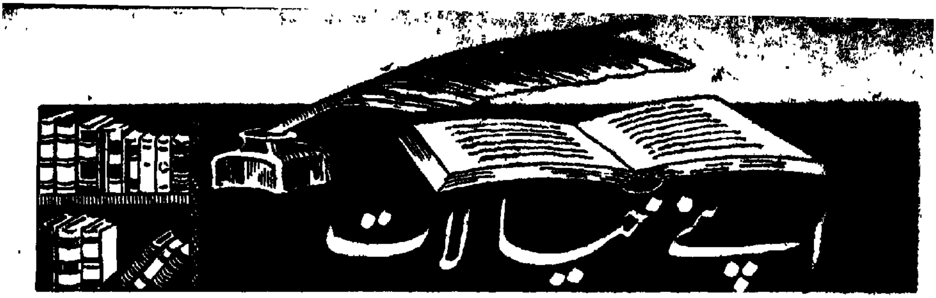
(از جناب اجودھیا سنگھ اُپادھیا سے ہریودھ)

مندروں مسجدوں کہ گرجوں میں
کھوجتے ہم کہاں کہاں جا دیں
آپ پھیلے ہوئے جہاں میں ہیں
ہم کہاں تک نگاہ پھیلا دیں

ڈال دے سر پہ نہ ساری جھنجھٹیں
جی ہمارا کر نہ ڈانوا ڈول دے
ان دنوں تو ہے بہت کھل کھیلتی
تو بھلا اب بھی پلک تو کھول دے

ہو کہاں پر نہیں جھلک جاتے
پر نہیں تو دَرس ہوا سپنا
کب ہوا سامنا نہیں، پر ہم
کر سکے سامنے نہ مُنھ اپنا

بیر ہے بر باد ہم کو کر رہا
پھوٹ کا ہے دَند گھر گھر میں مچا
ہم بچائے بچ سکیں گے آپ کے
آپ مت اپنی نگاہیں لیں بچا



ہیگ شیلڈ

جناب ایم۔ ڈی۔ چترویدی رورل ڈیویلپمنٹ افیسر نے کمایوں کمشنری کو چھوڑ کر باقی سب کمشنریوں کے افسران ضلع اور گرام سدھار سنگھ کے سکریٹریوں کے نام ہیگ شیلڈ کے سلسلے میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے اور ہیگ شیلڈ جیتنے کے ترمیم شدہ قواعد بھیجے ہیں۔ ان قواعد کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے صوبے میں گرام سدھار کے کام میں ہیگ شیلڈ سے بڑی مدد ملے گی۔ کیونکہ اس سے گاؤں والوں میں سدھار کے لئے ایک دوسرے سے بڑھنے کا جذبہ پیدا ہوگا۔

یہ ہیگ شیلڈ محکمۂ گرام سدھار کے ماتحت گاؤوں میں اس گاؤں کو دیجائے گی جو ۱۹۳۹ء کا بہترین گاؤں سمجھا جائے گا۔ یہ شیلڈ ہر سال ہر کمشنری میں کسی ایسے گاؤں کو دیجائے گی جو گرام سدھار کے کام میں بہترین سمجھا جائیگا۔ گرام سدھار کے سبھی مرکز خواہ وہ پرانی اسکیم کے ماتحت رہے ہوں یا جدید اسکیم کے ماتحت ہوں ہیگ شیلڈ کے مستحق سمجھے جائیں گے۔ کوئی گاؤں اس ہیگ شیلڈ کو مسلسل دو سال سے زیادہ نہیں پائے گا۔ یہ شیلڈ عام جلسے میں افسر ضلع کے ذریعے دیجائے گی اور جیتنے کے قواعد یہ ہونگے:۔

ہر ایک ضلع کے گرام سدھار ایسوسی ایشن کا چیرمین سکریٹری کی رائے سے ضلع کے ماتحت سب مرکزوں کے گاؤوں میں سے ایک بہترین گاؤں کا انتخاب کریگا۔ انتخاب میں یہ بات خاص طور سے مدنظر رکھی جائیگی کہ سدھار کا کام لگاتار ہوتا رہا ہے یا نہیں اور گاؤں والوں نے اس میں دل سے دلچسپی لی ہے یا نہیں اور ان میں خود کام کرنے کا جذبہ بیدار ہوا ہے یا نہیں۔ اس لحاظ سے نمبر دئے جائیں گے اور سلسلہ وار انکی فہرست اخیر اکتوبر تک کلکٹر کے پاس بھیج دی جائیگی۔ فہرست پانے پر کلکٹر خود ان سب دیہاتوں کا معائنہ کریگا۔ اگر یہ ممکن نہ ہو سکے گا تو پہلے کم از کم چھ گاؤوں کا معائنہ کریگا اور خود اس مقابلے میں ان کو نمبر دیگا۔ پھر ایسوسی ایشن کے چیرمین کے دئے ہوئے نمبر کو اور اپنے نمبر کو جوڑ کر سلسلے وار نئی فہرست تیار کرے گا اور اخیر فروری تک اسے کمشنر کے پاس بھیجدے گا۔

قواعد میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ سارے صوبے کے دیہاتوں کو نمبر دینے کا ایک ہی طریقہ برتا جائے مثلاً چار محکموں میں نمبر دئے جائینگے اور ہر محکمے کے ماتحت بھی بہت سی باتیں ہونگی جن پر غور کیا جائیگا۔ پہلا محکمہ زراعت، پرورش مویشیان اور امداد باہمی کا ہوگا۔ اسکے لئے ایسوسی ایشن کے چیرمین اور کلکٹر دونوں ۳۰-۳۰ نمبر دینگے اور نمبر دیتے وقت اصلاح شدہ بیج اور آلات، کھاد، ساگ ترکاری اور پھل کی پیداوار اور زمین کا استعمال، زمین کی کٹائی کی روک، اصلاح شدہ آبپاشی، چک بندی، زندگی سدھار جماعتیں، امداد باہمی، اصلاح مویشیان وغیرہ پر خاص توجہ کیجائیگی۔ دوسرا محکمہ تجارت کا ہوگا۔ اس میں دونوں ۲۰-۲۰ نمبر دینگے اور نمبر دیتے وقت نئی گھریلو صنعتوں پر اور پرانی صنعتوں کی اصلاح پر غور کیا جائیگا۔ تیسرا محکمہ صحت وتمدن کا ہوگا۔ اس میں دونوں ۳۰-۳۰ نمبر دینگے۔ اور گھروں کو صاف رکھنا، گوشالوں میں صفائی رکھنا، گڑھوں میں کھاد تیار کرنا، گاؤں اور پینے کے پانی کی صفائی رکھنا، اسکاؤٹنگ کی ٹریننگ، کھیت، اور کتاب گھر، دیہاتی پنچایت وغیرہ کو دیکھ کر نمبر دیں گے۔ چوتھا خاص محکمہ ہوگا جس میں دونوں ۲۰-۲۰ نمبر دینگے۔ یہ نمبر گاؤں کے راستے بنانا، راستوں کے کنارے درخت لگانا، پاس پڑوس کے دیہاتوں سے تعلق رکھنا۔ پنچایتوں کی کارروائی اور دیگر باتوں کو دیکھ کر دئے جائیں گے۔

ہر ایک ضلع میں جو گاؤں بہترین ثابت ہوگا اُسکو ضلع گرام سُدھار ایسوسی ایشن ۲۰۰ روپئے تک امداد دیگا اور یہ رقم اُس گاؤں کے کسی پبلک کام میں استعمال کی جائیگی۔

چترویدی جی کے مراسلے کے مطابق ضلع گرام سُدھار ایسوسی ایشن کا چیرمین سکریٹری کی رائے سے اپنی فہرست کلکٹر کے پاس اخیر اکتوبر ۱۹۳۹ء تک بھیجیں گے۔ کلکٹر اپنی فہرست فروری ۱۹۴۰ء میں کمشنر کے پاس بھیج دیگا اور اس کے بعد کمشنر اپنی رپورٹ دیگا اور ۱۹۳۹ء کے بہترین گاؤں کے لئے دئے جانے والے انعام کا اعلان اپریل ۱۹۴۰ء میں کیا جائے گا۔ ۱۹۳۸ء کے لئے ہیگ شیلڈ پرانے قاعدے کے مطابق ہی دی جائے گی اور ان کے لئے سفارشیں بھی جلد ہی پہنچنی چاہئیں۔

ہیگ شیلڈ کے ترمیم شدہ قواعد کے مطابق کام ہوا تو اس میں شبہہ نہیں کہ ہمارے صوبے میں گرام سُدھار کا اچھا مقابلہ ہوگا اور ہر طرف ترقی نظر آئے گی۔ گرام سُدھار کے ہر مرکز کے لوگوں کو یہ شیلڈ حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ سوچ کر کہ ہم بہت پچھڑے ہیں کوشش نہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ انعام ہر سال دیا جائے گا اور اس سال کیا جانے والا کام آئندہ سال کے کام کو مضبوط بنائے گا۔ ہمیں اُمید ہے کہ گرام سیوک اور گاؤں میں رہنے والے کسان بھائی اس مقابلے میں پوری دلچسپی سے شریک ہوں گے۔

گاؤں میں ڈاکے

گاؤں میں ڈاکے پڑنے کی خبریں برابر آتی ہیں۔ عموماً ایسا ہوتا ہے کہ گاؤں والے نہتے ہوتے ہیں اور ڈاکو مسلح۔ پھر بھی گاؤں والے بڑی بہادری سے اپنی جان پر کھیل کر ان کا مقابلہ کرتے ہیں۔ گذشتہ سال مئی میں ضلع لکھنؤ کے تھانہ موہن لال کے تحت برمی سال پور گاؤں میں ایک مسلح ڈاکا پڑا۔ جب ڈاکوؤں نے لوٹ مار شروع کی تو کسی طرح اس کی خبر گاؤں والوں کو ہوئی اور وہ ایک بڑی دس کے گھر میں ڈاکو ان کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع ہوئے ڈاکو بندوق لئے ہوئے تھے اور گاؤں والوں کو ڈرانے کے لئے رہ رہ کر فائر کرتے تھے۔ پھر بھی۔ ان لوگوں نے ہمت کی اور ڈاکوؤں کی طرف بڑھے۔ سب سے زیادہ ہمت کلّو نامی ایک پاسی نے دکھائی۔ وہ مجمع کے آگے آگے چلا۔ کلّو کی ہمت دیکھکر جیالال نامی کرمی نے بھی اُسی طرح جرأت کا اظہار کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گاؤں والوں اور ڈاکوؤں میں مقابلہ ہوا اور ڈاکوؤں کو بھاگنا پڑا۔ چونکہ کلّو اور جیالال سب سے آگے تھے اور انھیں نے سب سے زیادہ بہادری دکھائی تھی اس لئے یہ دونوں ڈاکوؤں کی گولیوں کا شکار ہوئے اور مر گئے۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ سرکار نے انکی ہمت اور بہادری کا اعتراف کیا۔ چونکہ ان دونوں کی جانیں سرکار کی مدد کرنے میں گئیں اس لئے ان کے وارثوں کو سرکار کی طرف سے پنشن ملی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کلّو پاسی کے وارثوں کو۔

۱۔ مسمات سُبھ راج (بیوہ) پانچ روپئے ماہوار تا زندگی یا جب تک دوسری شادی نہ کرے۔

۲۔ شنکر اور سیتل دین (بیٹے) ہر ایک کو ڈھائی روپئے ماہوار ۱۸ سال کی عمر تک۔

۳۔ سرجو دیوی (بیٹی) ڈھائی روپئے ماہوار شادی ہونے کے پہلے اور شادی کے موقع پر ۵۰ روپئے جہیز کی شکل میں۔

جیالال کورمی کے وارثوں کو۔

۱۔ مسماۃ دلاری (بیوہ) پانچ روپئے ماہوار تا زندگی یا جب تک دوسری شادی نہ کرے۔

۲۔ شیونندن، پربھو اور کالی دھیش (بیٹے) ہر ایک کو ڈھائی روپئے ماہوار ۱۸ سال کی عمر تک۔

اب ایک دوسرا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ضلع بدایوں کے موضع کھیتشکنی میں ڈاکوؤں نے مہتورام نامی ایک کسان کے گھر ڈاکہ ڈالا۔ چار ڈاکوؤں نے مہتورام کو پکڑ لیا اور باقی اسکی بیوی کو مارنے پیٹنے اور ستانے لگے تاکہ وہ بتلائے کہ قیمتی چیزیں کہاں

ںکلی ہیں کسی طرح گاؤں والوں کو یہ خبر ہوئی لیکن ڈاکوؤں کو مسلح دیکھکر گاؤں والوں کی ہمت نہ پڑی کہ وہ مہتو کی مدد کریں۔ لیکن منشی نامی ایک دیہاتی نمات سے مہتو اور اس کی بیوی کی یہ مصیبت نہ دیکھی گئی اور وہ خالی ہاتھ ہوتے ہوئے بھی مہتو کی مدد کو بڑھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منشی ڈاکوؤں کی گولی کا نشانہ بنا۔ سرکار نے اسکی بہادری کا بھی اعتراف کیا اور اُسکے وارثوں کو حسب ذیل پنشن دینا منظور فرمائی۔

۱۔ مسمات ورپتی (بیوہ) کو پانچ روپئے ماہوار تا زندگی یا جب تک دوسری شادی نہ کرے۔

۲۔ منشی کے بیٹے کو ۳ روپئے ماہوار ۱۸ سال کی عمر تک

یہ واقعات اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ ہر گاؤں میں ۲ چار شخص ایسے ہونے چاہئیں جو بندوق وغیرہ رکھ سکیں۔ تاکہ گاؤں میں ڈاکہ زنی کم ہو جائے سرکار جہاں حملہ آوروں کا مقابلہ کرنے والوں کے وارثوں کو پنشن دیتی ہے وہاں وہ کسی ایسے شخص کو جس نے ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے میں زیادہ بہادری کا ثبوت دیا ہو اسے اسلحہ رکھنے کا لائسنس بھی دیدیا کرے تو اُن دیہاتوں میں دوبارہ ایسے واقعات ہونے کا امکان نہ رہے۔ گاؤں والوں کو اسلحات رکھنے کی اجازت ہونی چاہئے انھیں قدم قدم پر اسکی ضرورت پڑتی ہے اور اسکے لئے برابر احتجاج بھی ہوتا رہا ہے۔ زیادہ نہیں تو کم از کم اتنا تو ہونا ہی چاہئے کہ لائسنس کی شرطیں اتنی آسان کردی جائیں کہ کسی کسان کے لئے جو اسلحہ رکھنے کی حیثیت رکھتا ہو لائسنس حاصل کرنے میں کوئی دقت نہ ہو۔

دیہاتوں میں ریڈیو

قارئینِ ہل کو یہ جان کر خوشی ہوگی کہ یکم جولائی سے روزانہ شام کو ۷ ۱/۴ سے ۷ ۳/۴ تک نصف گھنٹہ آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے دیہاتوں میں رہنے والے بھائیوں کے لئے تقریریں وغیرہ ہوں گی ہل کی ہر اشاعت میں ایک ماہ کا آخری پروگرام ہم شایع کرتے رہیں گے۔ یہ پروگرام شری ایم۔ ڈی۔ چترویدی کی خاص کوشش سے سطے ہو سکا ہے۔ انھوں نے کوشش کرکے لکھنؤ کے گرد ۶۰ میل تک رہنے والے گاؤں والوں کے استعمال کے لئے ریڈیو سٹ لگوائے ہیں۔ ابھی صرف ۴۰ ریڈیو سٹ لگائے جاچکے ہیں۔ یہ سٹ بہت اچھا کام دیں گے اور ۴ روز میں ان کی بیٹری بدلی جائیگی ریڈیو کے ذریعے گرام سدھار میں بڑی مدد ملے گی اس میں شبہہ نہیں۔ اس وقت دیہاتوں میں تفریح کا ذریعہ نہ ہونے کے باعث ریڈیو کے ذریعے گاؤں میں رہنے والے بھائیوں کی تفریح بھی ہوگی۔ کیونکہ تقریر کے ساتھ ساتھ ہر روز گانے، کہانیاں، ڈرامے اور بھجن وغیرہ بھی براڈکاسٹ کئے جائیں گے اس پروگرام کا افتتاح گرام سدھار منسٹر آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو یکم جولائی کو سوا سات بجے شام کو فرمائیں گے۔ پورے مہینے بھر کا پروگرام ہم دوسری جگہ شایع کر رہے ہیں۔

لکڑی کے کھلونے

گاؤوں میں تھوڑے سرمائے اور ہاتھ کے اوزار دل سے جو چھوٹے چھوٹے روزگار کئے جاسکتے ہیں اُن میں ایک لکڑی کے کھلونے بنانا بھی ہے قارئینِ ہل یہ جان کر خوش ہونگے کہ انھیں لکڑی کے کھلونے بنانا سیکھنے میں گورنمنٹ سنٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ، بریلی کے مسٹر ایس۔ بی۔ نائیڈو کی مہربانی سے کافی مدد مل سکتی ہے، ہل کے گذشتہ اشاعت میں ہم لکڑی کی بطخ بنانے کے متعلق اُن کی ہدایتیں شایع کرچکے ہیں۔ اس اشاعت میں ہم لکڑی کی گائے بنانے کے سلسلے میں ایک نقشہ شایع کر رہے ہیں۔ یہ نقشہ مسٹر نائیڈو ہی کا تیار کیا ہوا ہے۔ یہ گائے بھی لکڑی کی بطخ کی طرح لکڑی کے ٹکڑوں سے بنائی جائے گی۔ ان ٹکڑوں کی موٹائی، لمبائی، چوڑائی سب آپ نے نقشہ میں صاف ظاہر کردی ہے۔ کون ٹکڑے کہاں لگیں گے؟ یہ بھی آپ نے ظاہر کردیا ہے۔ اس قسم کی لکڑی کی گائے بناکر اُسے رنگنا بھی ہوگا۔ رنگوں کے متعلق بھی نقشے میں ہدایت درج ہے۔ اس کام میں جو ناظرین تھوڑی بھی دلچسپی رکھتے ہیں وہ اس نقشے کو دیکھکر بڑی آسانی سے لکڑی کی گائے

جا سکتے ہیں ہل کی آئندہ اشاعتوں میں آئندہ بھی ہم مسٹر نائیڈو کی دیگر ہدایتیں اور قسم قسم کے کھلونے بنانے کے بارے میں نقشے میں شائع کریں گے۔ تیار گاڑی کی کیا صورت ہوگی اسکی بھی ایک تصویر نقشے کے ساتھ شائع کیجاتی ہے۔ گاڑی بناتے وقت اگر ناظرین کو کوئی دقت ہو تو وہ براہ راست نائیڈو صاحب سے یا اڈیٹر ہل سے خط لکھکر دریافت کرسکتے ہیں۔

دیہاتوں میں اکھاڑوں کی ضرورت

دیہاتی زندگی میں اکھاڑے خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ اکھاڑوں سے دیہاتی نوجوانوں کی صحت سدھرتی ہے اور انمیں آپسمیں تنظیم کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اکھاڑے ہندوستان کے لئے کوئی نئی چیز نہیں ہیں۔ اکھاڑے یہاں برابر رہے ہیں اور اب بھی بیشتر دیہاتوں میں مل جاتے ہیں حالانکہ وہ گری ہوئی حالت میں ہیں۔

اکھاڑے کے متعلق افیسر صاحب گرام سدھار شری چترویدی نے ہر ایک ضلع کے گرام سدھار ایسوسی ایشن کے چیرمین کے نام ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں موصوف نے اس بات پر خاص زور دیا ہے کہ جب تک رضاکاروں کی جماعت مکمل طور پر منظم نہ ہو جائے اُس وقت تک اکھاڑوں کے قیام پر خاص زور دیا جائے۔ چترویدی جی کی خواہش ہے کہ کم از کم ہر ایک گرام سدھار مرکز میں ایک اکھاڑہ ضرور کھل جائے اور گاؤں کے نوجوانوں کو اُس میں صرف کشتی لڑنا اور جسمانی اصلاح کرنا ہی نہ سکھایا جائے بلکہ ان میں اپنے اکھاڑوں کے لئے فخر کا جذبہ بھی پیدا کیا جائے۔ اکھاڑوں میں باہم مقابلہ کرایا جائے اور اچھے اکھاڑے کو انعام بھی دیا جائے۔ اکھاڑہ کھولنے سے سوائے جسمانی محنت کے کچھ اور خرچ نہیں ہوتا۔ ہر ایک اکھاڑے میں دیسی ورزش مثلاً رسہ کشی وغیرہ کا پرچار کیا جا سکتا ہے رضاکاروں کی جماعت منظم کرنے کے لئے تو وقت کا انتظار ضروری ہو سکتا ہے لیکن اکھاڑے فوراً کھولے جا سکتے ہیں۔

ہمیں امید ہے کہ گرام سیوک اور گرام سدھار سے دلچسپی رکھنے والے دیگر حضرات چترویدی جی کے اس مشورہ کو خاص اہمیت دینگے۔ جہاں پرانے اکھاڑے ہیں وہاں انھیں نئے سرے سے چلانے کی کوشش کرینگے اور جہاں اکھاڑے نہیں ہیں وہاں نئے اکھاڑے قائم کرینگے۔

کواپریٹو سوسائٹیوں کی عظیم الشان کانفرنس

گذشتہ چار جون کو گلریہا (دیوریا) میں ٹھاکر پریاگ دھوج سنگھ ایم۔ایل۔اے کی صدارت میں کواپریٹو سوسائٹیوں کی ایک بڑی کانفرنس ہوئی جس میں تقریباً سات ہزار کسانوں نے حصہ لیا اس کانفرنس کے ساتھ ایک نمائش بھی ہوئی۔ جس میں گاؤں کی بنی ہوئی یا گاؤں میں بن سکنے والی چیزوں کی نمائش ہوئی دیہاتی ناچ گانے اور کشتیاں وغیرہ بھی ہوئیں اور لیڈروں کی مختلف موضوعات پر تقریریں بھی ہوئیں۔ جناب۔ایس۔ایم سلیم اللہ ایم۔اے کی لکھی ہوئی چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی تقسیم کی گئیں۔ ان کتابوں کے مطالعہ سے گاؤں والوں کو اپنی ترقی کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ ایسی دو کتابیں، دیہاتی بھائیوں کے شکوک اور ترقی کی راہ، ہمارے دیکھنے میں آئی ہے۔ دونوں کسانوں کے کام کی ہیں۔ جو صاحب انھیں پڑھنا چاہیں وہ سلیم اللہ صاحب کو خط لکھکر ان سے طلب کریں۔

موٹر لاری کے ذریعے پرچار

محکمہ گرام سدھار۔یو۔پی۔کی طرف سے دیہاتوں میں پرچار کرنے کے لئے جو لاریاں تیار کی گئی ہیں اُن میں سے ایک گذشتہ دنوں ضلع الموڑہ کے مختلف حصوں کا دورہ کرنے کیلئے بھیجی گئی تھی اس ضلع میں گرام سدھار لاری کے پہنچنے کا یہ پہلا موقع تھا۔ اس لاری میں لگے ہوئے لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے دلکش موسیقی میجک لالٹین کی تصویریں اور زراعت، صحت، تجارت وغیرہ کے بارے میں دلچسپ تقریریں سننے کے لئے پانچ چھ میل کی اونچی نیچی گھاٹیوں کو پار کرکے ہزاروں مرد عورت جمع ہوتے تھے۔ اس سلسلے میں ہمارے پاس بغرض اشاعت کئی دیہاتی بھائیوں کے مقالات آئے ہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے

گرام سدھار کارروائی کے ذریعے پرچار بہت کامیاب ہو رہا ہے۔ بیماریاں سبھی جگہ جاتی ہیں۔ خصوصاً ان گاؤں کے پاس سے تو ضرور گزرتی ہیں جو سڑکوں پر ہیں اور اس کے پہلے ہی گاؤں والوں کو پروگرام بتایا جاتا ہے۔ سبھی گاؤں والوں کو یہ پروگرام یاد رکھنا چاہئے اور جب یہ انکی طرف سے ہو کر گزرے تو وہاں پہنچکر اس سے فائدہ اٹھانا چاہئے

گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے چیرمین

بل کی گذشتہ اشاعت میں ہم حکومت صوبۂ متحدہ کے ذریعے نامزد کئے جانے والے اس صوبے کے گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے ۴۴ چیرمینوں کے نام شائع کر چکے ہیں۔ یہ چیرمین اور انکی کمیٹیاں یکم اپریل سے ۳۱ مارچ سنہ ۱۹۴۰ء تک کام کریگی باقی ۴ چیرمینوں کے نام حسب ذیل ہیں۔

(۱) جونپور۔ شری دیپ نرائن ورما وکیل۔
(۲) بریلی۔ شری برج موہن شاستری۔
(۳) بنارس۔ شری دامودر داس شاہ۔
(۴) جالون۔ بابو بنارسی لال جی۔

جیلی کوٹ ایپیری

شری آر۔ این۔ منٹو۔ ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایپیری نینی تال تحریر فرماتے ہیں۔

آنریبل پنڈت گووند ولبھ پنت وزیر اعظم یو۔پی۔ گذشتہ ۷ اپریل کی شام کو جیلی کوٹ تشریف لائے۔ آپ نے یہاں کی ایپیری کا بھی معائنہ فرمایا۔ ڈاکٹر اندر سین ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ پی ایچ۔ ڈی۔ نے بھی ایپیری کا معائنہ فرمایا۔ آپ آل انڈیا بی کیپرس ایسوسی ایشن کے ممبر ہیں۔ آپ نے ایپیری میں شہد کی مکھی پالنے کی تعلیم پانے والے طالب علموں کے جلسے میں ایک اہم تقریر بھی فرمائی ان طلباء میں رائے بہادر۔ ڈی۔ ایچ۔ پنت سابق اکزیکیٹو انجنیر کا نام خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ ڈاکٹر سین نے تقریر کرتے ہوئے فرمایا: "ملک کی کفایت شعاری میں شہد کی مکھی پالنا اپنی ایک خاص حیثیت رکھتا ہے یہ ملک کیلئے ایک مفید صنعت ہے جو دوسری کسی صنعت میں رکاوٹ نہیں پیدا کرتی۔ اس سے پھلدار درخت لگانے بیج پیدا کرنے اور کھیتی کرنے میں مدد ملتی ہے آپ نے اس تقریر کے سلسلے میں طالب علموں سے درخواست کی کہ وہ ملازمت کی غرض سے نہیں بلکہ اس صنعت کو ترقی دینے کے لئے ہی شہد کی مکھی پالنے کی تعلیم حاصل کریں اور اس کا جائز استعمال کریں۔ وہ اس کام میں دیگر لوگوں کی رہنمائی کریں تاکہ وہ بھی اس صنعت کو اپنائیں۔ آپ نے یہ بھی بتلایا کہ اس بات کو قریب قریب سبھی لوگ تسلیم کر چکے ہیں شہد ایک مقوی غذا ہے۔ اگر سارے ملک میں شہد کی مکھی پالنے کی صنعت کو ترقی دی جائے تو اس سے ایسے لوگ بھی بہت فائدہ اٹھائینگے جو شہد استعمال کرتے ہیں کیونکہ لوگوں کو خالص شہد بھی مل سکے گا۔ آج تو ہندوستان میں دوا کے لئے بھی خالص شہد نہیں ملتا۔

نتیجہ امتحان جیلی کوٹ ایپیری

مسٹر آر۔ این۔ منٹو ڈائرکٹر جیلی کوٹ ایپیری (نینی تال) نے ہمارے پاس ان کامیاب طلباء کی فہرست بغرض اشاعت ارسال کی ہے جنھوں نے شہد کی مکھی پالنے کی تعلیم حاصل کی ہے یہ طلباء کا دوسرا جتھا تھا۔ گزشتہ ۲۲ مئی سے تیسرا جتھا بھی تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اس جتھے کے لئے حکومت نیپال سے ۲، ریاست ریواں سے ۲ اور حکومت بنگال سے ایک طالبعلم بھیجے گئے ہیں۔ کشمیر سے بھی ایک طالبعلم آنے والا ہے۔ بقیہ سبھی طلبا اس صوبے کے ہیں ذیل میں ہم دوسرے جتھے کے کامیاب طالبعلموں کی فہرست شائع کرتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ یہ طلباء شہد کی مکھی پالنے کی صنعت کو ترقی دیں گے۔

خاص قابلیت حاصل کرنے والے	نمبر
۱۔ بچی سنگھ راوت، الموڑہ	۱۶۲
۲۔ آر۔ سی۔ تلور۔ بی۔ اے۔ پشاور۔	۱۶۲
(اول)	
۳۔ شری دھرلال فراست۔ گرانوال۔	۱۴۸
۴۔ منوہر دت بھٹ۔ الموڑہ۔	۱۴۰
۵۔ راج بہادر سنگھ بجنو	۱۴۰
(دوم)	
۶۔ رام ناتھ جوشی۔ الموڑہ	۱۲۷
۷۔ جنتی پرشاد سکسینہ۔ بریلی	۱۲۴

۸- جارج اے - اسپیڈی	بریلی	۱۲۳
۹- چکردھر کپل	نینی تال	۱۲۲
۱۰- دیوی دت پانڈے	نینی تال	۱۱۳
۱۱- کملا کانت کھولیا۔	نینی تال	۱۱۳
۱۲- ایم - ایم - بخت	لکھنؤ	۱۱۲
۱۳- دلیپ سنگھ کرکی	- الموڑہ	۱۱۰
۱۴- رام نگینہ سنگھ	سیتاپور	۱۰۱
۱۵- دین چند رجوشی	الموڑہ	۱۰۰
۱۶- جگموہن جوشی	نینی تال	۱۰۰

مہاتما گاندھی کی ہدایات

جناب عبدالحئی عباسی نے مہاتما گاندھی کی گرام سیوکوں کے نام یہ ہدایتیں ہمارے پاس بھیجی ہیں۔

۱- صرف وہ لوگ دیہات میں بسنے والوں کی خدمت کرسکتے ہیں اور دیہات والوں کی رہن سہن سدھار سکتے ہیں جن کو خود اپنے اوپر اور اپنے کام پر اعتماد ہو۔

۲- صبر اور اطمینان کے ساتھ کام کیا جائے تو گاؤں والوں کی ہمدردی حاصل ہو جائے گی۔

۳- گرام سیوک کو خود اپنی ذاتی کوشش سے دیہات کی صفائی کرنا چاہئے اور جہالت دور کرنے کی انتھک کوشش کرنا چاہئے۔

۴- ہر گرام سیوک کو صاف - باقاعدہ اور جفاکش ہونا چاہئے۔

۵- ہر گرام سیوک کو چاہئے کہ پرانے بزرگوں (مثلاً گرونانک - کبیرداس وغیرہ) کے اقوال آجکل کے سیاسی معاشرتی - مالی حالات اور سائنس کی نئی ایجادات سے گاؤں والوں کو برابر آگاہ کرتا رہے۔

۶- چرخہ گرام سدھار سیوک کی زندگی کا اہم ہتھیار ہونا چاہئے۔ یہی چرخہ گاؤں سے بیکاری اور کاہلی دور کریگا اور گاؤں کے ہر گھر میں زندگی پیدا کر دیگا۔

۷- گرام سیوک (آرگنائزر) کی زندگی اپنے پڑوسیوں کے لئے ایک بہترین نمونہ ہونا چاہئے۔

۸- گرام سیوک کو پست اور گرے ہوئے لوگوں کی خدمت کی طرف خاص توجہ کرنا چاہئے اور ہریجن لوگوں کی بستی میں خود جاکر رہنا چاہئے اپنی چال چلن اچھی ہی نہیں بنانا چاہئے بلکہ شبہ سے بھی بلند اور برتر ہونا چاہئے

صوبہ متحدہ میں مویشیوں کی بیماری

ذیل میں ہم اپریل ۱۹۳۹ء کی رپورٹ حکومت کی طرف سے شائع شائع ہونے والے پندرہ روزہ اطلاعات سے منقول کر رہے ہیں۔

گوٹی یا چیچک - اس ماہ ۲،۴۱۴ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی اور ۱،۹۰۴ اس سے ہلاک ہوئے۔ گذشتہ ماہ ۱،۸۹۱ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی تھی اور ۱۵۹ مویشی ہلاک ہوئے تھے۔

کھرپکا - اس ماہ ۲،۰۹۵ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی اور ۱۷ مویشی اس بیماری میں ہلاک ہوئے۔ گذشتہ ماہ ۶،۱۱۸ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی تھی اور ۱۷ ہلاک ہوئے تھے۔

کھردوا - اس ماہ ۴۵ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی اور ۲۶ مویشی اس بیماری سے ہلاک ہوئے گذشتہ ماہ ۲۴ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی تھی اور ۲۲ ہلاک ہوئے تھے۔

گھٹیا یا لنگڑی - اس ماہ ۳۰ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی اور ۲۸ مویشی اس بیماری میں ہلاک ہوئے۔ گذشتہ ماہ ۴۸ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی تھی اور ۲۲ مویشی ہلاک ہوئے تھے۔

دھرکا - اس ماہ ۱۸ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی اور ۳۸ مویشی اس بیماری میں ہلاک ہوئے۔ گذشتہ ماہ ۱۱۲ مویشیوں کو یہ بیماری ہوئی تھی اور ۸۷ مویشی ہلاک ہوئے تھے۔

متفرق مویشیوں کی بیماریاں - اس ماہ ۶ مویشیوں پر دیگر بیماریوں کا حملہ ہوا اور سب مر گئے۔ گذشتہ ماہ ۲۹۴ مویشیوں کو یہ بیماریاں ہوئی تھیں اور ۱۲۹ مویشی ہلاک ہوئے تھے۔

جن دیہاتوں میں مذکورہ بالا بیماریوں کا زور ہے وہاں ہر ممکن طریقہ سے بیماریوں پر قابو پانے کی کوشش کی جا رہی ہے جن میں سوئی لگانا اور مفت دوائیں تقسیم کرنا بھی شامل ہے۔

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے (۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہوسکیں گی۔ (۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ اسلئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہوگئیں تو اُنکا مہیا کرنا مشکل ہوگا (۴) کتابیں منگاکر اُن کو بعد انکار کی واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے۔ (۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدیجائے (۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کرلینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔ (۷) صرفہ روانگی (پیکنگ و محصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا (۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کی جائیں

منیجر صاحب بکڈپو، انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

رُوحِ انیس مرحوم

فردوسیِ ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ - ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم-اے (صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے - شروع میں ۸۰ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۶۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے شروع میں میر انیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے - جلد پر کربلائے معلیٰ کا سہ رنگی نقش ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۳۶۸ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپئے۔

جذباتِ بسمل

منشی سکھ دیو پرشاد صاحب سنہا بسمل (الہ آبادی) کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو! فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں۔"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کیوجہ سے اُن کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے - ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جن میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ ایسی نفاست و خوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شایع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ۔

پیامِ رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر۔ بی اے مع تقریب"

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور امید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔)

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے۔ اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"

(آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی۔ چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد۔)

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن و مضامین چک بست

صبح وطن۔ یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چک بست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے۔ کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچّی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔

برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشوونما پانے کا موقع ملے گا اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آیندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کریں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔

(سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ انکی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن۔ مجلد۔ قیمت دو روپئے۔

مضامین چکبست۔ حجم ۳۵ صفحات قیمت صرف عہ

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی گلزار نسیم و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی۔ آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شائع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شائع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔ . . . . حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے . . . . . اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اسکے

"شایانِ شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد قیمت دو روپئے

کلام الملوک

یعنی شہزادگانِ دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگانِ دہلی کا کلام بھی اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات، روانی صحت وزن، سلسلۂ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوشِ بیان، نشستِ الفاظ، اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح بھی ہے اور استادانہ نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ

معراجِ سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج (عروج تخلص) بہ دولہا صاحب، نبیرۂ خدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسب ذیل مراثی ہیں:-

۱- ہے زیبِ فردوسِ فصاحت سخن مرا - ۱۱۹ بند
۲- خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا - ۱۷۰ بند
۳- صبح عاشورِ محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے کارلٹائن) کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں، اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ۔

بہترین ناول و افسانے

فردوسِ خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاحِ اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوفِ خدا، شجاعت اور آزادیِ ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے۔ اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۲۷۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ۔

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے متحرک ہوئے تھے۔ حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حبِ قومی وجودتِ روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے۔ واقعی قابلِ مطالعہ ناول ہے۔ ۲۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی)

کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اُردو جرائد میں شایع ہو کر خلعت قبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہو گئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ)

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مُصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اس کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اُسی خیال کی پیروی اور اسی تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔ قیمت بارہ آنے۔

"اَنور"

"قسیم" کے مشہور و معروف مُصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اُردو کا بہترین ناول ...... ۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ جلد بیحد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت ...... قیمت عیہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفۂ چین
(۳) تحفۂ مصر و حبش (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا (۸) تحفۂ قطبین
(۹) تحفۂ امریکہ (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی - سی - ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم اے مُصنف رفیق تنہائی، مرشید احمد پاشا وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ

قیمت صرف عہ

مینیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

خدمتِ خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الٰہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر پورا اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب وغریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے۔ حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مؤلف کو انعام بھی عطا فرمایا تھا۔ قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ ہے کہ اُردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الٰہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی بہنوں کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زیر، زبر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۴۳ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمائیے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔
قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے، بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت ۳ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اُردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۲۶۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند ونصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دُنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں۔ چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت دو روپئے۔

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلباء کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جادیدہ ہستی

ہے جو ہر ملک اور ہر زمانہ میں ہمیشہ موجود رہی ہے۔ اس کتاب میں آپ ہی کے کارنامے درج ہیں جو گیارہ کہانیوں میں بیان کئے گئے ہیں۔ یہ کہانی اس قدر پر لطف ہے کہ انسان بھوک پیاس بھول جاتا ہے۔ پڑھتے جائیے اور ہنستے جائیے۔ لکھائی چھپائی ایسی عمدہ ہے کہ بچوں کو بطور انعام دی جا سکتی ہے۔ دو سو صفحات کی کتاب کی قیمت صرف دس آنے۔

داستان عجم

بچے بادشاہوں کے قصے بہت شوق سے پڑھتے ہیں لیکن جھوٹے بے اصل قصوں سے یہ بہتر ہے کہ انھیں بادشاہوں کے تاریخی قصے پڑھنے کو دیئے جائیں۔ اس مقصد کے لئے داستان عجم بہت اچھی کتاب ہے خلاق سخن فردوسی کے "شاہ نامہ" میں جن بادشاہوں اور بہادروں کے کارنامے بیان کئے گئے ہیں انھیں کو اس کتاب میں بچوں کے لئے بہت سلیس اور عام فہم عبارت میں لکھا گیا ہے۔ ضرور منگائیے۔ قیمت حصہ اول دس آنے، حصہ دوم دس آنے۔

رابنسن کروسو

ایک نو عمر لڑکا گھر سے فرار ہو کر بحری سفر اختیار کرتا اور طرح طرح کی مصائب اٹھاتا ایک غیر آباد جزیرہ میں پہنچتا ہے اور تیس پچیس برس تک مجبوراً وہیں رہتا ہے اتنی مدت اس نے کیونکر بسر کی؟ اور پھر یہاں سے کیسے نکلا؟ وغیرہ واقعات نہایت دلچسپ ہیں۔ اس کتاب کو نو عمر بچے بہت شوق اور دلچسپی سے پڑھتے ہیں۔ ہاف ٹون بلاک کی چھ تصویریں شامل کتاب ہیں جن میں ایک سہ رنگی ہے حجم ڈھائی سو صفحات سے زیادہ اور قیمت صرف بارہ آنے۔

لال کھڈور

اس کتاب میں "بہرام" کو بالکل نئے لباس میں پیش کیا گیا ہے۔ اس کے جدید کارنامے اس قدر دلچسپ ہیں کہ کتاب شروع کر کے ختم کئے بغیر ہاتھ سے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے۔

کھیل تماشا

یہ کتاب کچھ نظم میں ہے اور کچھ نثر میں۔ اس میں چھوٹی چھوٹی نصیحت آموز حکایتیں اور چٹکلے ہیں۔ بچے اس کو بہت شوق سے پڑھتے ہیں، کیونکہ یہ انھیں کی زبان میں اور ان کے مذاق کے موافق لکھی گئی ہے۔ مضمون کی وضاحت کے لئے تصویریں بھی دی گئی ہیں۔ چھپائی رنگین اور صاف۔ قیمت ۳ آنہ

ہونہار لڑکا

(مؤلفہ شاکر میرٹھی)

یہ کتاب ایک غریب لڑکے کی سچی داستان پر مشتمل ہے جس نے اپنی بلند ہمتی اور نیک طبعی کے باعث بڑی عزت و شہرت حاصل کی۔ عبارت سلیس اور عام فہم۔ قصہ اتنا دلچسپ کہ بچے نہایت شوق سے پڑھتے ہیں۔ بچوں کی دلچسپی کے لئے کتاب کو تصاویر سے مزین کیا گیا ہے، اور سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت صرف پانچ آنے۔

تالیفات مولوی ظفر عمر

بہرام کی گرفتاری

"نیلی چھتری" کے نامور مؤلف ظفر عمر صاحب بی اے نے اس کتاب کے ہیرو "بہرام" کو اس عمدگی سے اردو پبلک سے روشناس کرایا ہے کہ لوگوں نے اپنے فسانوں میں اس کا چربہ اتارنے کی خوب خوب کوشش کی۔ مگر وہ بات کہاں، اصل ہے "بہرام کی گرفتاری" نہایت دلچسپ اور پسندیدہ ناول ہے۔ ضرور منگائیے۔ قیمت یک روپیہ

چوروں کا کلب

اس کلب کے ممبر دنیا بھر کے لہو و لعب سے سیر ہو گئے ہیں اور معمولی مشاغل میں چنداں تفریح حاصل نہیں ہوتی" اور محض دل بہلانے اور چوری کے خطرات سے لطف اٹھانے کے لئے یہ کلب قائم کیا گیا ہے۔ یہ کتاب اس قدر دلچسپ ہے کہ تیسری بار شایع ہوئی ہے۔ قیمت ۹ آنے۔

مینجر بک ڈپو- انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

ہَل کے قواعد

۱۔ ہَل ہر ماہ میں ہندی اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۶ آنہ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برما کے لئے ۵ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں ہَل نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاکخانہ میں دریافت کرنا چاہیئے۔ پتہ نہ لگنے پر ڈاکخانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہیئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہیئے۔ ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کیلئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ہَل، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہیئے۔

۶۔ ہَل میں صرف دیہاتوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ ہَل کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کردینگے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائے گا۔

ہَل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۴۵	روپیہ ماہوار
" " تیسرا صفحہ	۴۵	" "
" " چوتھا صفحہ	۸۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ ..	۳۵	" "
" " " " کا ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے دوسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " " ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے تیسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ ..	۳۰	" "
" " " " ایک کالم	۱۸	" "
رنگین تصویر کے سامنے والا صفحہ .. "	۳۵	" "
" " " ایک کالم ..	۱۸	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا دو کالم کی اُجرت	۳۰	روپیہ ماہوار
½ " یا ۱ کالم " "	۱۶	" "
¼ " یا ½ کالم " "	۹	" "
⅛ " یا ¼ کالم " " " "	۵	" "

۱۔ ہَل میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے لہٰذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو ہَل بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اوپر درج کی گئی ہے وہ مکمل (Final) ہے۔ اسکے لئے خط وکتابت کرنی بیکار ہے۔

۴۔ جتنے وقت کیلئے کنٹریکٹ کیا جائیگا اُسوقت تک اشتہار چھپانا ہوگا۔ اشتہار نہ چھپانے پر اُسکی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

خط کتابت کا پتہ۔

منیجر ہَل، شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

علم قدرت کی تعلیم

نذیر صاحب ڈی - این، مکرجی - سکریٹری
یو - پی ہائی اسکول اور انٹرمیڈیٹ بورڈ
قیمت ۱۲ آنہ

ادبی افسانہ

محسن محی الدین عباسی
قیمت ایک روپیہ ۴ آنہ

مختصر تاریخ اردو ادب

سید اعجاز حسین اعجاز ایم - اے لکچرر
شعبہ اردو الہ آباد یونیورسٹی مصنف
[illegible] وغیرہ قیمت دو روپیہ ۸ آنہ

نذر احباب

جناب مولوی شیخ مہدی حسن صاحب
ایم - اے ناصری لکھنوی قیمت دو روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ ۱، ۲، ۳، ۴
علیم الدین [illegible] ہاشمی قیمت ۸ آنہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۶ آنہ

یورپ کے سیارہ

مولوی سید ظفر حسن صاحب امروہوی
فاضل و منشی فاضل ہیڈ مولوی بار کر ہائی
اسکول مظفر نگر قیمت ۶ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۱۲ آنہ

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۱۰ آنہ

آئینہ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۶ آنہ

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے
قیمت ۲ آنہ

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)
قیمت ۸ آنہ

رسیلی کہانیاں

سنت رام، بی - اے قیمت ۶ آنہ

نیک بچوں کی کہانیاں

سنت رام، بی - اے قیمت ۶ آنہ

نصیحت بھری کہانیاں

سنت رام، بی - اے قیمت ۸ آنہ

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد





اگست سنه ۱۹۳۹ع

ہل

جلد ۱ نمبر ۹ | باتصویر ماہوار رسالہ | اگست سنہ ۱۹۳۹ء

فہرست مضامین

ہل

یو۔پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

اگست ۱۹۳۹ء باتصویر ماہوار رسالہ نمبر ۹

بورڈ آف ایڈیٹرس

ایڈیٹر
شری ناتھ سنگھ

پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد
۱۹۳۹ء

سالانہ قیمت للعہ ایک پرچہ ۶ر

نئی کتابیں

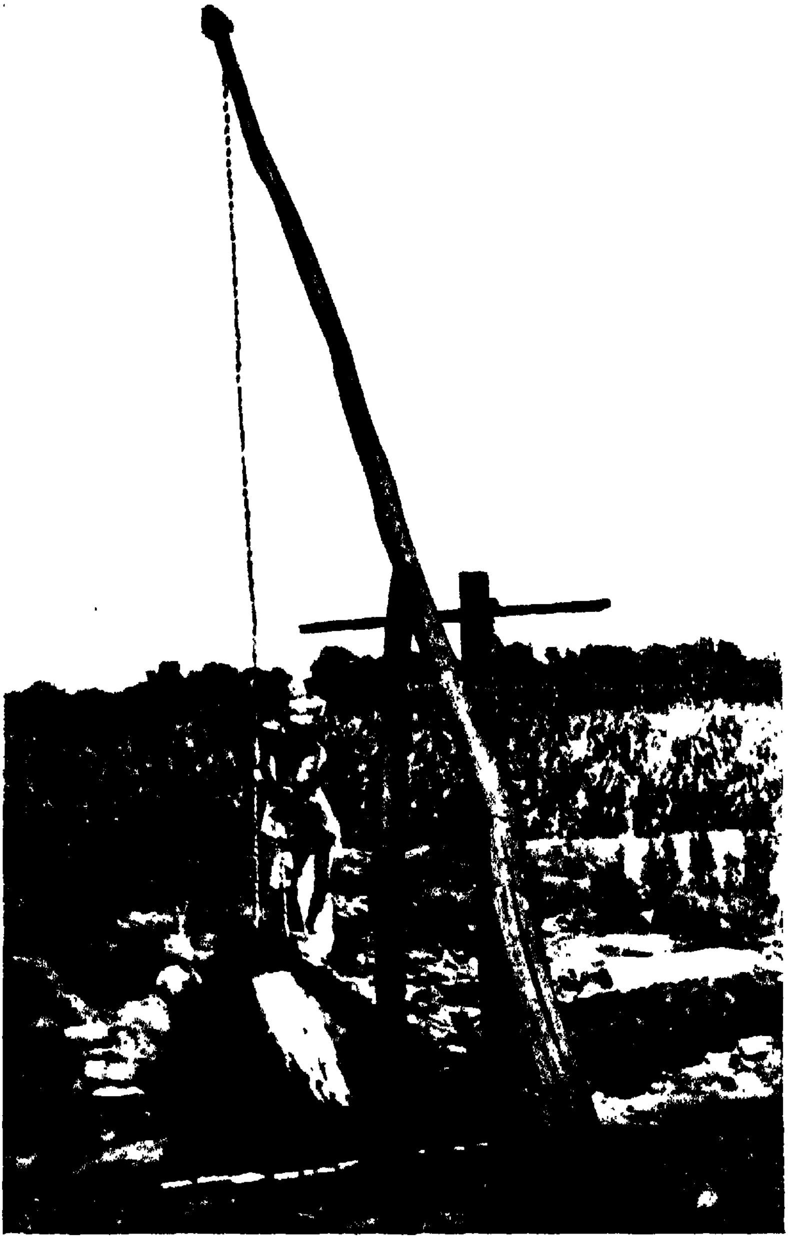
دُنیا کی کہانی — از پروفیسر محمد مجیب بی، اے (آکسن) اس مختصر سی کتاب میں ہزار برس کی تاریخ اس طرح بیان کی گئی ہے کہ پڑھنے والا بادشاہوں کی لڑائیوں اور تاریخوں کے گورکھ دھندے میں پڑے بغیر وہ سب سمجھ جاتا ہے جو تاریخ کا اصل مفہوم ہے۔ قیمت ۸/

رحمۃ للعالمین — سیرت پاک پر الحاج مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری مرحوم کی مشہور و معروف کتاب قیمت فی جلد عہ/

گؤدان — مصنفہ منشی پریم چند۔ یہ دیہات کے اَن پڑھ اور سادہ لوح انسانوں کی زندگی کا مرقع ہے ایک غریب دیہاتی خاندان اور اس کی سماجی زندگی کا نقشہ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ برائیوں سے نفرت اور خوبیوں سے رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ ۶۵۰ صفحات قیمت فی جلد ۸/

محکومیّت نسواں — از معین الدین صاحب انصاری بی، اے (کینٹب) بار ایٹ لا۔ یہ مِل کی معرکتہ الآرا تصنیف کا اُردو ترجمہ ہے۔ جس میں عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دئے جانے کی پُرزور طریقے پر حمایت کی گئی ہے۔ قیمت فی جلد عہ/

خیالستان — از سید سجاد حیدر صاحب یلدرم بی، اے، یہ پہلی کتاب ہے جس کی اشاعت نے ادب اُردو میں ایک نہایت دلکش انداز پیدا کر دیا ہے۔ اور جس کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ ابتک نویں بار چھپ چکی ہے۔ قیمت فی جلد عہ/



सिंचाई سنچائی



باتصویر ماہوار رسالہ

اگست ۱۹۳۹ء نمبر ۹ جلد ۱

برکھا

از محترمہ کنیز فاطمہ صاحبہ حیاؔ مدیرۂ "حیا" لکھنؤ

برسات کی رُت ہے کیا سُہانی
سرشار ہے جوشِ شادمانی
سبزے کا سنگار ہو رہا ہے
پھولوں کا نکھار ہو رہا ہے
کیا ہلکی پھوار پڑ رہی ہے
مسرور دلوں کو کر رہی ہے
ہر شے کو بھگو کے دھو رہی ہے
شاداب فضا بھی ہو رہی ہے
ہر چیز سے ہے عیاں لطافت
نکھری ہوئی ہے جہاں کی رنگت
دھرتی پہ اُگے جو پھول پودے
آکاش پہ اُس کے رنگ پھوٹے
رنگینی سمٹ کے آ گئی ہے
دُنیا پہ بہار چھا گئی ہے
سبزے کو ہوا جگا رہی ہے
کلیوں کو بھی وہ ہنسا رہی ہے
اٹھلاتی، سمٹتی، کھلکھلاتی
بل کھاتی، لجاتی، مسکراتی
کس ناز و ادا سے چل رہی ہے
شاعر کا بھی دل مسل رہی ہے
لو! نغمہ سرا ہوا پپیہا!
اک درد سا دل میں آہ اُٹھا!
پی پی کی صدا لگا رہا ہے
بس اپنی ہی دُھن میں گا رہا ہے
ہو کاش تجھے خبر پپیہے!
دن کیسے کسان پر یہ گزرے
آباد ہے جس کے دم سے کھیتی
ہے جس سے بہارِ بزمِ گیتی!!
"دہقان" کی محنتوں کا ثمرہ
دراصل ہے اک بہارِ تازہ!
"ہل" اور "کسان" کی یہ محنت!
ہے جانِ بہار درحقیقت!

کثیر المقاصد انجمنہائے امداد باہمی

دیہاتی حلقوں میں لوکل سلف گورنمنٹ کی ایک اسکیم

از ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ ڈی وزیر صنعت و حرفت و ترقیات

دیہاتوں میں زیادہ سے زیادہ اصلاحات کرنے کی سخت ضرورت کی طرف عوام کو متوجہ کیا گیا ہے اور اب اس کا احساس ہوگیا ہے کہ دیہاتوں سے غفلت برتی گئی ہے اور وہاں کے حالات نہایت تکلیف دہ اور افسوسناک ہیں۔ ڈسٹرکٹ بورڈوں نے دیہاتوں کی اندرونی حالت پر توجہ نہیں کی ہے ان کی ساری سرگرمیاں ضلع کے وسائل آمد و رفت، ترقی، تعلیم، حفظان صحت عامہ، اور اسی طرح کے دوسرے کاموں کی طرف جن کا تعلق کل ضلع سے بحیثیت مجموعی رہا ہے مبذول رہی ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انھیں گاؤں کی اندرونی حالت سے جیسے کوئی مطلب ہی نہیں رہا ہے۔ مزید براں ڈسٹرکٹ بورڈوں نے گاؤں والوں کی اقتصادی حالت کو بہتر بنانے کی بھی کوئی کوشش نہیں کی۔ ممکن ہے کہ کہیں کہیں انھوں نے بیج گودام قائم کر دیا ہو ورنہ دیہاتی حلقوں میں پیداوار اور پیداوار کی خرید و فروخت کے مسائل یا گھریلو صنعتوں کی ہمت افزائی اور ترقی کے بارے میں ان کی طرف سے بھی کچھ نہیں ہوا ہے۔

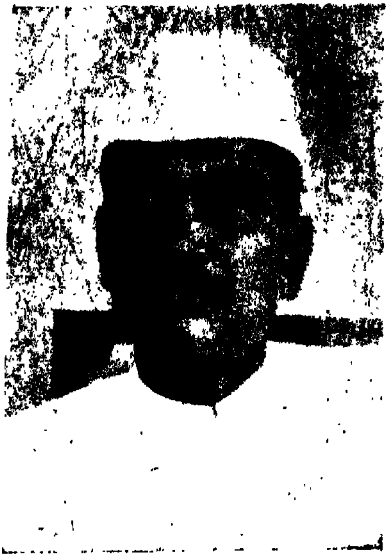
بہر حال گاؤں سدھار اور گاؤں کی اصلاح کی ضرورت تسلیم کر لی گئی ہے اور تقریباً ہر صوبہ میں اس سمت ترقی کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی اسکیم خواہ وہ بہت بلند ہو خواہ معتدل مرتب کی گئی ہے۔ اسی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ مناسب سمجھا گیا ہے کہ دیہاتوں میں مقامی خود اختیاری (سلف گورنمنٹ) ادارے قائم کر دئے جائیں۔ خیال یہ ہے کہ ان اداروں کو جو خود گاؤں ہی کی پیداوار ہوں گے مقامی تائید اور مقامی تعاون دونوں حاصل ہوں گے اور ان کی بدولت مقامی لوگوں کو خود سے کام کرنے کا موقع ملے گا اور اس طرح یہ ادارے حکومت خود اختیاری کے فن میں گاؤں والوں کی سیاسی تعلیم اور ماحول کی ترقی کے لئے ایک مفید آلہ ثابت ہوں گے اور خیال کیا جاتا ہے کہ اگر پنچایتیں نہایت وسیع پیمانہ پر قائم ہو جائیں تو یہ مقصد حاصل ہو جائیگا۔ یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ چونکہ پنچایت ایک پرانا ادارہ ہے جو لوگوں کے مزاج کے مطابق ہوتا ہے اس لئے گاؤں والے اسے پسند کریں گے اور ترقی یافتہ اسکیموں پر عمل کرانے کے لئے وہ ایک موثر وسیلہ ثابت ہوگا۔ چنانچہ اخبارات میں برابر یہ خبر آتی رہتی ہیں کہ اکثر صوبوں میں اور بعض ریاستوں میں بھی دیہاتوں میں پنچایتیں قائم کرنے کے لئے یا تو قانون بنا دیا گیا ہے۔ یا بنایا جا رہا ہے میں اچھی طرح نہیں جانتا کہ یہ پنچایتیں کس طور پر قائم کی جا رہی ہیں مگر مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو طریقہ سب سے زیادہ پسند کیا جا رہا ہے وہ انتخاب کا ہے۔ وسیع معنوں میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ پنچایتوں کو ہمارے موجودہ میونسپل اداروں کے طور پر مرتب ہونا چاہیئے حق رائے دہندگی ضرور زیادہ ہو سکتا ہے یعنی بالغوں کے ووٹ سے منتخب ہو سکتے ہیں مگر بحیثیت مجموعی مشینری وہی ہوگی پنچوں کا انتخاب کچھ سالوں کے لئے ہوگا اور جو پنچایت اس طرح مرتب ہوگی وہ ایسی جماعت ہوگی جسے انتظامی اور محصول لگانے دونوں کا اختیار ہوگا اسے تمیزی اور لازمی دونوں اختیارات حاصل ہوں گے۔ اس کے پاس خود اس کی رقم ہوگی اور تھوڑا سا مقامی ٹیکس لگا کر اس رقم میں وہ اضافہ بھی کر سکے گی۔

میں اس قسم کی لوکل سلف گورنمنٹ کی خوبیوں اور نقائص پر زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔ نہ میں اس پر زور دینا چاہتا

ہوں کہ انتخابات بعض حالتوں میں جھگڑے اور رقابت کا باعث ہوں گے اور گاؤں میں امن وآشتی کے بجائے نااتفاقی اور خرابیاں پیدا کریں گے۔

میں اس مسئلہ کے دو پہلوؤں پر البتہ زور دینا چاہتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ نمائندہ حکومت ایک ایسا طریقہ ہے جو ایسے ہی موقع پر برتا جانا چاہئے جہاں ایک خاص رقبہ میں آدمیوں کی کثرت کی وجہ سے یہ ممکن نہ ہو کہ مقامی معاملات کا انتظام اور عوام کو انفرادی یا جماعتی حیثیت سے دیا جاسکے۔ جہاں کم آدمیوں کی وجہ سے گاؤں والوں کے لئے اپنے معاملات کا انتظام براہ راست اور قابلیت سے ساتھ کر سکنا آسان ہو تو میرے خیال میں ہر شخص یہ تسلیم کرے گا کہ لوکل سلف گورنمنٹ کا یہ بہترین طریقہ ہوگا نمائندہ اداروں کی ایک بدنصیبی یہ ہے کہ منتخب کرنے والوں اور ان کے نمائندوں میں باہمی ارتباط ختم ہوجانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ ہر شخص اس ضرورت کو تسلیم کرتا ہے کہ ایک انفرادی شہری یا مقامی حلقہ کا باشندہ مقامی معاملات میں کافی اور مسلسل دلچسپی لیتا رہے تاکہ جماعت کے منتخب شدہ نمائندوں کے عمل اور پالیسی پر اثر انداز ہوسکے اور اس کی رہنمائی کے لئے ہمیشہ ایک مضبوط اور مفید رائے عامہ قائم رہے۔ مگر ہر جگہ یہی دیکھا گیا ہے کہ یہ مقصد کبھی نہیں حاصل ہوا ہے اور جہاں تک ہندوستان کا تعلق ہے اگر گذشتہ تجربہ کوئی وقعت رکھتا تو یہ ماننا پڑیگا کہ خواہش کے مطابق بہت کچھ پورا ہونے سے رہ گیا منتخب کرنے والے مقامی معاملات کا انتظام بہت کچھ اپنے نمائندوں پر چھوڑ دیتے ہیں اور صرف وقتی انتخابات کے موقعوں پر بیدار ہوتے ہیں۔

میرے نزدیک دوسرا کافی اہم مسئلہ وہ بنیادی فرق ہے جو گاؤں کی ایک جماعت کی ضروریات اور شہری حلقہ کے باشندوں کی ضروریات میں ہوتا ہے۔ شہری حلقوں کے لوکل سلف گورنمنٹ اداروں کا کام خواہ وہ بڑے ہوں یا



آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو

چھوٹے خواہ وہ میونسپل بورڈ ہوں یا نوٹیفائڈ ایریا کمیٹی زیادہ تر یہ ہے کہ وہ باشندوں کے فوائد کے لئے تسلیم شدہ سہولتیں مہیا کریں مثلاً عمدہ نالے اور نالیاں صاف پانی کی فراہمی پختہ سڑکیں روشنی کا معقول انتظام بازاریں مذبح پارک اور تفریح گاہیں۔ ان سب کے علاوہ ایک فرض یہ بھی ہے کہ میونسپلٹی کے حدود کے اندر ابتدائی تعلیم کا انتظام کیا جائے میونسپلٹیوں کا بحالت موجودہ باشندوں کی اقتصادی حالت سے کوئی سروکار نہیں ہے اور یہ واقعہ ہے کہ شہری حلقوں میں باشندوں کے پیشے اتنے مختلف النوع ہیں کہ کسی میونسپلٹی کے لئے یہ ناممکن ہے کہ وہ ان کی بہبود کے لئے کوئی خاص کوشش کرسکے۔

اسکے برخلاف دیہی حلقوں میں گاؤں کے لوگوں میں باوجود ظاہری اختلاف کے صحیح معنوں میں اتحاد ہوتا ہے اور سب کا ایک خاص مشغلہ ہوتا ہے یعنی کاشتکاری اور اسکی متعلقہ صنعتیں ان کی ضرورتیں جہاں تک خود آبادی میں سہولتوں کا تعلق ہے بہت کم ہیں تاوقتیکہ کسی قانون میں بہت زیادہ آبادی

نہ ہوتازی ہوا کافی ہوتی ہے اور پینے کے لئے صاف پانی کی فراہمی کی سہولتیں یا تو موجود رہتی ہیں یا اُن کا آسانی سے انتظام ہو سکتا ہے۔ گاؤں کی اصلاح اور ترقی (جیسا کہ ہم ان میں شہری حلقہ کے معیار پر سمجھتے ہیں) منحصر ہوتی ہے زیادہ تر گاؤں والوں کی اقتصادی حالت کی ترقی پر اور مزید برآں ان کے لئے اتنی ہی مسلسل توجہ کی ضرورت نہیں ہوتی اگر گاؤں سدھار کے معنی صرف یہی ہیں کہ گاؤں کی گلیاں چوڑی ہو جائیں، کچھ کنوئیں دبا دئے جائیں اور گھروں میں روشندان کھول دئے جائیں تو اگر روپیہ پاس ہو تو سارا کام چند مہینوں میں انجام پا جائیگا۔ لیکن میرا تصور یہ ہے کہ گاؤں سدھار کا مقصد پیداوار اور بازار کی خرید و فروخت (مارکٹنگ) کے طریقوں اور گھریلو صنعتوں کو ترقی دیکر گاؤں کے ہر آدمی کی آمدنی میں اضافہ کرنا ہے۔ اگر گاؤں والوں کی آمدنی میں اضافہ ہوتا ہے تو مجھے اس میں شک نہیں کہ زندگی کے حالات بھی بہتر ہو جائینگے اور خوشحالی کے ساتھ ساتھ سہولتیں بھی ہونگی۔

اسکے علاوہ ایک اور ضروری بات بھی ہے۔ گاؤں کی آبادی میں اصلاحات کرنے کے لئے پنچایت کا طرز جو وقتاً فوقتاً مقرر ہوتی رہے موثر ہو سکتا ہے کیونکہ اس قسم کے اصلاحات کرنے کے لئے گاؤں کے ہر فرد کی مسلسل دلچسپی اور تعاون کی ضرورت نہیں ہے لیکن اگر آپ زراعت میں کافی ترقی دیکھنا چاہتے ہیں اگر آپ دیہاتی کو اس پر آمادہ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بہتر کاشت کے طریقے استعمال کرے تاکہ اسکی پیداوار زیادہ ہو اور اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ وہ مارکٹنگ کے منظم اور باقاعدہ طریقوں پر عمل کرے تاکہ اسے اپنی پیداوار کی مناسب قیمت مل سکے تو میرے خیال میں یہ کام پنچائت کا نہیں ہے جس میں صرف چند آدمی ہوتے ہیں۔ اسکے لئے ضرورت ہے گاؤں کے ہر آدمی کی رضاکارانہ اور مسلسل تعاون کی۔ آپ کو ہر کاشتکار کو یہ یقین دلانا ہے کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے وہ اس کے فائدہ کے لئے ہے۔ اور یہ کہ جو طریقہ استعمال کر رہا ہے اب پرانے ہو چکے ہیں اور ان میں دوسرے طریقوں کی خاطر ترک کر دینا چاہئے۔ اسے ترغیب دلانا ہوگا اور اسکی رضامندی اس سے ذاتی اپیل کرکے حاصل کرنا ہوگی خواہ وہ اپیل انفرادی حیثیت سے کیجائے خواہ کسی انجمن کی معرفت جس کا وہ خود بھی ممبر ہو۔ اگر ہم قانون کے مسئلہ کو اس نقطۂ خیال سے دیکھیں تو مجھے یقین ہے کہ اس سے یہ ظاہر ہو جائیگا کہ ہمیں دیہی حلقوں میں لوکل سلف گورنمنٹ ادارے قائم کرنے کے لئے دوسرے ذرائع کو تلاش کرنا چاہئے اور میری تجویز ہے کہ قابل عمل فائدہ مند اور مفید طریقہ امداد باہمی کا طریقہ ہوگا۔ یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ اس وقت تک کوآپریٹو ڈپارٹمنٹ کی سرگرمیاں ایک خاص قسم کی سرگرمی یعنی کوآپریٹو اصول کی تطبیق کے مترادف ہوگئی ہیں یعنی دیہاتی کے لئے آسانی سے قرضہ مہیا کرنا۔ علاوہ بریں یہ محدود سرگرمی بھی سرکاری محکمہ کے زیر سرپرستی ہوتی رہی ہے۔ یہ امر تعجب انگیز نہیں کہ اس تمام عرصہ میں "کوآپریشن" (امداد باہمی) غیر سرکاری کارکنوں پر اثر انداز نہیں ہو سکا مگر اب حالات بدل گئے ہیں۔ صوبجاتی خود مختاری کے بعد اب یہ وقت نہیں محسوس ہو سکتی کہ محکمہ سرگرمیوں کو خالص قوم پرست طرز پر وسعت دی جائے اور امداد باہمی کے طریقوں پر سارے دیہاتوں کو منظم کیا جائے۔

میرے نزدیک ایک سلف گورنمنٹ (خود اختیاری) انجمن کی جو خاص ضروری شرطیں ہونا چاہئیں ان کا تذکرہ میں نے کر دیا ہے۔ اب میں مختصر الفاظ میں اسکا اعادہ کئے دیتا ہوں۔ سب سے پہلے وہ ایک ایسی انجمن ہونا چاہئے جسکا ہر دیہاتی ممبر ہو اور جس میں وہ خود کافی دلچسپی لیتا ہو۔ اور دوسرے وہ انجمن گاؤں کی زندگی پر بحیثیت مجموعی تیار رکھے اور محض آبادی کی ضروریات تک نہ محدود رہے یعنی انجمن ان کی تمام دیگر ضروریات بھی پوری کرے۔ جیسا کہ میں اس سے قبل کہہ چکا ہوں انجمن کو گاؤں کے ہر باشندہ کا اسکی پیدائش سے مرتے وقت تک خیال کرنا چاہئے۔

میری تجویز ہے کہ حسب بالا ضروری شرطیں ۱۲۰۰ سے ۱۵۰۰ تک کی آبادی کے دیہاتوں میں کثیر المقاصد انجمنہائے

امداد باہمی کی مکمل طور پر تنظیم سے پوری ہو سکتی ہیں۔ میں کم سے کم کوئی حد مقرر نہیں کرنا چاہتا ہوں لیکن زیادہ سے زیادہ حد مقرر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ ایسی ہی انجمن کی تشکیل ہونا چاہئے جو محض اپنے اراکین کی تعداد کی وجہ سے ناقابل عمل نہ بن جائے۔

گاؤں کے ہر خاندان کو اس کثیر المقاصد سوسائٹی کے دستور العمل کے مطابق ایک یونٹ قرار دینا چاہئے۔ میرے خیال میں اگر اس وقت بھی وسیع نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو ہر خاندان دیہاتی زندگی کا ایک یونٹ بھی سمجھا جاتا ہے اگر آپ کسی دیہاتی سے پوچھیں کہ اس کے دیہات کی آبادی کیا ہے تو زیادہ تر وہ اپنے جواب میں یہ نہیں بتائے گا کہ وہاں اتنے آدمی رہتے ہیں بلکہ یہ کہے گا کہ ہمارے گاؤں میں سو یا ڈیڑھ سو گھر ہیں یعنی اتنے خاندان آباد ہیں۔ اس لئے ہم کو اپنی سوسائٹی نے دستور العمل کے لئے ہر خاندان کو ایک یونٹ ماننا چاہئے اور ہر گھر سے ایک یا اگر خاندان بڑا ہو تو دو نمائندے سوسائٹی میں آنا چاہئیں۔ یہ نمائندہ عام طور سے بزرگ خاندان ہونا چاہئیں لیکن اگر کسی خاندان کا بزرگ بہت ضعیف ہو تو وہ اپنے چھوٹے بھائی یا لڑکے کو بھی نمائندہ بنا سکتا ہے۔ بہرحال خاندان کو سوسائٹی سے بلاواسطہ وابستہ رہنا چاہئے۔ اسطرح اگر کسی گاؤں میں زیادہ سے زیادہ دو سو یا ڈھائی سو گھر یعنی خاندان آباد ہیں تو ہماری سوسائٹی کے ممبران کی تعداد بھی اتنی ہوگی۔ (سوسائٹی سے میری مراد کثیر المقاصد امداد باہمی سوسائٹی ہے) اور میرے خیال میں ایک ایسی انجمن کو اپنے طور طریقے تجارتی بنانے میں کوئی دشواری نہ ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ ہر برادری کی پنچایت الگ ہوتی ہے۔ یہ برادری اپنی پوری طاقت سے جمع ہوتی ہے اور غور و خوض کے بعد اپنے فیصلے مرتب کرتی ہے۔ اس لئے مجھے یہ کہنے میں کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی کہ دو ڈھائی سو ممبران کی یہ دیہاتی انجمن اپنی عام دلچسپی کی تمام معاشی

تمدنی اور سیاسی باتوں پر اچھی طرح غور کر سکے گی۔ ایک بار اس انجمن کے قائم ہو جانے کے بعد اس کے معاملات میں کوئی دشواری نہ پیش آئے گی۔ ہر انجمن اپنے اپنے قواعد اور قوانین کے مطابق کام کرے گی اور برادری سے خارج کرنے جرمانے کرنے یا اور دوسرے طریقوں سے سزا دینے کے جو اختیارات اس کو حاصل ہوں گے ان پر بوقت ضرورت عمل کرے گی۔

اس سوسائٹی کو دیہات میں ہر قسم کی مفید تحریک چلانا چاہئے۔ اس میں مختلف شعبے ہوں گے اور ہر شعبہ اپنے اپنے کام انجام دے گا۔ ایک شعبہ بہتر فارمنگ کا کام دیکھیگا دوسرا خرید و فروخت کا تیسرا دیہاتی صنعتوں کا چوتھا صفائی کا پانچواں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کا چھٹا تہذیب اور دیہاتی تفریحات کا غرض اس طرح مختلف کام مختلف شعبوں کے سپرد ہوں گے۔ یہ سوسائٹی مہینہ یا اس سے زیادہ یا کم عرصہ میں جیسا فیصلہ ہو ایک بار اپنا جلسہ کرے گی اور اس کی پالیسی کے تمام مسائل خود اس سوسائٹی میں طے کئے جائینگے۔

اس طرح ہر دیہاتی کو ان باتوں پر اپنی رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے گا جو اس کے گاؤں کی آبادی کی بہتری سے تعلق رکھتی ہیں مثلاً زراعت کے طریقے فارمنگ خرید و فروخت اور دیہاتی صنعتوں کی ترقی وغیرہ۔ قوم پرور محکموں یعنی زراعت صنعت امداد باہمی۔ آبکاری اور آبپاشی وغیرہ کے افسران اس سوسائٹی کے جلسہ میں شریک ہو کر دیہات کی ساری آبادی سے اپنے تعلقات پیدا کر سکیں گے اور ایسی باتیں بتا سکیں گے جو ان کے دیہات کی ترقی اور بہتری کے لئے مفید ہوں گی۔ یہ ایک بہت مفید پہلو ہے اس لئے کہ تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ افسران کو تمام دیہاتیوں سے ملنے اور ان کو اپنی معاشی حالت بہتر بنانے کا مشورہ دینے یا تدبیریں بتانے کا بہت کم موقع ملتا ہے۔

سوسائٹی کے اس دستور العمل کے مطابق نہ کسی طریقہ

کے الکشن کی ضرورت پڑیگی اور نہ گاؤں میں کنوسنگ کرنیکا کوئی موقع آئیگا۔ ہرخاندان اپنا نمائندہ خود چنیگا اور اس طرح جلسہ میں تمام دیہاتیوں کو جمع ہونے اور اپنے گاوں کی ترقی اور بہتری کی تدبیریں پیدا کرنے کا موقع ملے گا۔

سوسائٹی کے فیصلے کو نافذ کرنے کے لئے ایک مجلس عاملہ بھی ہونا چاہئے۔ یہ مجلس عاملہ پنچایت کہی جائے اور ہرسال منتخب ہو۔ یہ بہت بڑی جماعت نہ ہو لیکن اتنی بڑی ضرور ہو کہ ہر ذات ملت اور پیشہ کے لوگوں کو اس میں نمائندگی حاصل ہو سکے۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے صوبجات متحدہ کے کئی دیہاتوں میں اس قسم کی انجمنیں قائم ہوچکیں ہیں اور یہ دیکھ کرکے خوشی ہوتی ہے کہ ان کے ممبروں نے بغیر کسی بالائی اثر کے اپنے آپ ہی ایسی مجلس عاملہ یعنی پنچایت بنائی ہے جس میں ہندو مسلم اور ہریجن تمام فرقوں کے نمائندے موجود ہیں یہ پنچایت بڑی خوبی اور یک جہتی سے کام کرتی ہے۔ جو پنچائتیں اس طور سے منتخب ہوں گی وہ اپنے ردعیہ کے لئے سوسائٹی کے سامنے جوابدہ ہوں گی۔ ان کو ہر جلسہ میں یہ بتانا ہوگا کہ پچھلے جلسہ سے اس وقت تک انھوں نے کیا کام کیا اور سوسائٹی کے احکام کو کس درجہ تک کیا۔ پنچایت کے پاس کوئی علحدہ سرمایہ نہ ہوگا اور اس کو پالیسی تے تعین کا بھی اختیار نہ ہوگا۔ یہ بڑے اور اہم معاملات پر اپنے فیصلے بھی نہ کرسکے گی مگر میرا خیال ہے کہ ان پنچائتوں کے کام کرنے سے وہ تمام قابل اعتراض باتیں دور ہو جائینگی جو اکثر نوٹیفائڈ ایریا کمیٹیوں اور دوسری بڑی جماعتوں میں دیکھی جاتی ہیں۔

سوسائٹی کے پاس اپنا سرمایہ ہوگا اور وہ خود اس کے بنائے ہوئے قاعدوں کے مطابق جمع کیا جائیگا۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو مقامی حالات کو سمجھنے کے بعد طے ہو سکتا ہے لیکن میں ممبری کا کم سے کم چندہ تجویز کئے دیتا ہوں۔ یہ چندہ ہر ممبر کو دینا ہوگا چاہے وہ زمیندار ہو یا کسان یا صرف ایسا مزدور ہو جسکے پاس کوئی زمین نہ ہو۔ یہ کم سے کم چندہ اتنا ہو کہ گاؤں کا ہر غریب سے غریب آدمی اس کو ادا کر سکے۔ میرے خیال میں بچوں کے لئے یہ کم سے کم چندہ چار آنہ سال اور دوسرے طبقوں کے لئے آٹھ آنہ سال ہو۔ لیکن اس چندہ کے ساتھ ساتھ میں ایک امدادی چندہ کے لئے بھی تجویز کرونگا۔ جو ممبر کی حیثیت کے مطابق مقرر کیا جائے۔ اگر ممبر زمیندار ہو تو وہ اپنی فرد مالگذاری کا کچھ فیصدی و نیز سیر اور خود کاشت کے نفع کا کچھ حصہ ادا کرے یہ مقامی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک یا دو فیصدی ہونا چاہیئے۔ اسی طرح کسان ممبر کے لئے اس کی پیداوار کے نفع کا تخمینہ کرکے امدادی چندہ مقرر کرنا چاہئے۔ بعض تجویزیں لگان واجب الادا کے حساب سے کی گئی ہیں۔ میرے خیال میں انکا اثر برا ہوگا اور اس سے کسانوں کے سب سے غریب طبقہ پر سب سے زیادہ بوجھ پڑے گا۔ مثال کے طور پر شرح معین یا دخیلکار کاشتکاروں کو لے لیجئے۔ یہ لوگ جو لگان دیتے ہیں وہ بہت کم ہے لیکن انکی اقتصادی حالت دوسرے کسانوں کے مقابلہ میں کہیں بہتر ہے سب سے زیادہ لگان شکمی یا قانونی کاشتکار ادا کرتے ہیں اور انکی اقتصادی حالت بہت خراب ہے۔ اب اگر انکے لگان کے حساب سے ان پر چندہ مقرر کیا جائے تو ان پر بڑی زیادتی ہوگی اس لئے میرا خیال ہے کہ کاشتکاروں سے جو چندہ لیا جائے وہ اپنی مزروعہ زمین کے نفع کے حساب سے یا ان کے مملوکہ ہل اور بیل یا کسی ایسی چیز کے حساب سے ہو جو انکی اقتصادی حالت سے بلا واسطہ تعلق رکھتی ہو۔

اس خود اختیاری چندہ کے علاوہ اس سوسائٹی کو حکومت یا ڈسٹرکٹ بورڈوں سے بھی ان طریقوں سے مقررہ عطیے ملنا چاہیئے جن پر میں آگے چلکر بحث کروں گا ان رقموں کے علاوہ سوسائٹی ان جرمانوں سے بھی اپنا سرمایہ مضبوط کرسکتی ہے جو اس کو قوانین کی پابندی نہ کرنے

ولے ممبروں سے حاصل ہوں گے ۔ اسی طرح عدالتی پنچایتوں کے جرمانہ بھی حاصل ہوں گے جن کا ذکر میں بعد کو کروں گا۔

یہاں میں یہ بھی ذکر کردوں کہ ہم نے پچھلے دو سالوں میں ان سوسائٹیوں کے بڑے پیمانہ پر کام کرنے کا تجربہ حاصل کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دیہاتیوں نے مفید دیہات کاموں کے لئے خود اختیاری چندہ دینے میں حیرت انگیز آمادگی ظاہر کی ہے ۔ میں نے جو رائے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ کسی دیہاتی پر چندہ لگائیں اور اس سے یہ کہیں کہ یہ روپیہ سڑکیں بنانے ہسپتال کھولنے یا اسی طرح کے کسی ایسے کام پر صرف ہوگا جو آسانی سے اس کے ذہن میں نہیں آتا تو وہ آپ کی طرف سے مشتبہ ہو جائے گا اور آپ کو اس سے چندہ لینے میں بڑی دقت ہوگی لیکن اگر آپ اس سے کہہ دیں کہ یہ روپیہ خود اس کے قبضہ میں رہیگا اور ایسے کاموں پر صرف ہوگا جن سے وہ اپنی روزانہ زندگی میں بڑے فائدے اٹھا سکتا ہے۔ جیسے آبپاشی یا پانی پینے کے دیہاتی کنوئیں بنانا دیہاتی گلیوں کو چوڑا کرنا سڑکوں سے ملنے والی نئی گلیاں بنانا یا پنچایت گھر بنانا تو وہ اپنی غریبی کے باوجود اپنا حصہ ادا کرنے کے لئے تیار ہوجائیگا بلکہ اس میں بڑی سخاوت سے کام لے گا۔ اس لئے مجھے اس بات کا یقین ہے کہ اگر باقاعدہ سوسائٹیاں قائم ہو جائیں اور وہ ایمانداری کے ساتھ کام کرنے لگیں تو ان کو کبھی ایسے کاموں کے لئے روپیہ کی زحمت نہ ہوگی جو دیہات کی ترقی اور بہتری سے تعلق رکھتے ہیں۔

ہم نے بہت سی ایسی سوسائٹیاں قائم کی ہیں مخصوصاً بہتر رہنے سہنے کی انجمنیں جو کثیرالمقاصد امداد باہمی سوسائٹیوں کی بنیاد سے طور پر یو۔پی کے تمام ضلعوں میں کھولی گئی ہیں ہم نے یہ بھی بتایا ہے کہ ایک دیہات کی منظم اجتماعی زندگی کے لئے ایک ایسی عمارت بھی ضروری ہے جہاں ہر شام کو تمام دیہاتی جمع ہوں اور دلچسپ موضوعوں پر آپس میں بات چیت کریں مقامی تیوہار منائیں ۔ عام تفریح کریں جیسے دیہاتی گانے یا ناچ ۔ دیہاتی کھیل یا ایسی ہی دوسری چیزیں ۔ اور ایک ایسی جگہ ہو جہاں وہ اپنے جلسے کریں ۔ مفت دوائیں تقسیم کریں اور کنیا پاٹشالہ وغیرہ قائم کریں پنچایت گھروں کی تعمیر میں غیر معمولی مدد حاصل ہوئی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جب یہ پنچائتیں قائم ہو جائینگی جنکا میں اس وقت ذکر کر رہا ہوں تو ان کے پنچایت گھر بھی بہت جلد تیار ہو جائینگے ۔ لیکن جہاں کہیں اسکول کی عمارت موجود ہو وہاں سوسائٹی کے لئے یہی آسان ہوگا کہ وہ محکمہ تعلیم یا ڈسٹرکٹ بورڈ کی اجازت سے اس کو پنچایت گھر کے طور پر استعمال کریں۔ بہت آسانی سے شرائط طے ہو سکتے ہیں اور دیہات کی ضرورتوں کے مطابق اسکول میں دو ایک کمروں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

میں اس امر پر دوبارہ زور دینے کی ضرورت نہیں محسوس کرتا کہ بہتر خرید و فروخت اور بہتر فارمنگ کو ترقی دینا ان سوسائٹیوں کے اہم ترین فرائض میں داخل ہوگا۔ اور وہ اس مقصد کے لئے بہتر بیجوں اور بہتر زراعتی آلات وغیرہ کی فراہمی کا انتظام کریں گی اور اگر ضرورت محسوس ہوگی تو ایک بیج گودام بھی قائم کرنے کی ممبروں کے زراعتی پیداوار کی بہتر خرید و فروخت اور زراعت سے تعلق رکھنے والی صنعتوں مثلاً تیل پیڑنا

گُڑ اور کھنڈ سار بنانا اور ڈیری فارم قائم کرنا وغیرہ کی دیکھ بھال کرنا بھی سوسائٹی کا ایک ضروری فرض ہوگا ۔ ان کے علاوہ دوسری دیہاتی صنعتیں بھی ہوں گی مثلاً بنا کا تنا کپڑا بنی کا کام اور چرم سازی وغیرہ ۔ مختصراً اس سوسائٹی کا مقصد یہ ہوگا کہ وہ گاؤں والوں کے تمام اجتماعی فوائدوں کا خیال رکھے ۔ ظاہر ہے کہ اس کو اپنے بہت سے فرائض ادا کرنے کے لئے سرمایہ کی ضرورت ہوگی اس لئے سوسائٹی کے شعبہ قرض کا سب سے اہم فرض یہ ہوگا کہ وہ بہتر فارمنگ اور بہتر خرید و فروخت کے کام کے لئے چندہ جمع کرے یہ ایک بیج گودام بھی کھول سکتی ہے اور بہتر آلات زراعت اور بیل وغیرہ بھی اپنے ممبروں کے استعمال کے لئے رکھ سکتی ہے ۔ جو روپیہ کی ضرورت ہو وہ گاؤں کے ان حیثیت دار باشندوں و نیز امداد باہمی کے اداروں یعنی ضلع اور مرکزی امداد باہمی بینک سے جمع کیا جائے۔ اب اس موضوع کے اس پہلو پر زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب تک زمینداری کا موجودہ طریقہ رائج ہے انجمن کو یہ انتظام کر لینا چاہئے کہ وہ اپنے ممبروں کا لگان زمیندار کو یکمشت یا بہ اقساط ادا کرتی رہے اور زمیندار ایک ایک کاشتکار سے فرداً فرداً لگان وصول کرنے میں جو پریشانیاں اور اخراجات برداشت کرنا پڑتے ہیں ان سے بچانے کے معاوضہ میں لگان کم کرائے۔

اس سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اگر یہ انجمن اچھی طور پر کام کرے تو یہ مقامی خود اختیاری حکومت کی ایک عملی اور کارآمد نمونہ ہوگی اور اس کی ایک خاص خوبی یہ ہوگی کہ اس کے ساتھ گاؤں کا ہر فرد تعاون کرے گا۔

سوال ہو سکتا ہے کہ یہ انجمنیں کیسے بنائی جائیں اور کیسے اپنا کام شروع کریں ۔ اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر ہم اس کا انتظار کریں کہ گاؤں کے تمام گھرانے خود بخود سوسائٹی کے ممبر بن جائیں تو ہمیں یا تو کافی عرصہ تک اس کا انتظار کرنا ہوگا یا اکثر صورتوں میں یہ انجمنیں قائم ہی نہ ہو سکیں گی ۔ اور ہم کسی غیر محدود مدت تک انتظار نہیں کر سکتے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مشکل ایک آسان طریقہ سے حل ہو سکتی ہے ۔ اس قسم کی انجمن بنانے میں تعداد کی کوئی قید نہیں ہے بلکہ گاؤں والوں کی اقلیت بھی یہ انجمن بنا سکتی ہے لیکن جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ اس انجمن میں گاؤں کی اکثریت کے نمائندے شریک ہو گئے تو ہم یہ قانون وضع کر سکتے ہیں کہ اس قسم کی انجمن کے فیصلہ پر غیر ممبروں کو بھی پابند ہونا پڑے گا ۔ یہ اکثریت کیا ہوگی اس کی تفصیل درکار ہے یہ کہ اکثریت کسی گاؤں کی کل آبادی کا ایک ثلث بھی ہو سکتی ہے اور ۷۰ فیصدی بھی ۔ رجسٹرار صاحب انجمن امداد باہمی کو یہ اختیار ملنا چاہئے کہ قبل اس کے کہ وہ کسی انجمن کے متعلق یہ اعلان کریں کہ اس کا وضع کیا ہوا قانون نافذ ہونا چاہئے وہ اس بات کا اطمینان کر لیں کہ انجمن میں گاؤں کی مناسب اکثریت شریک ہے انجمن باقاعدہ قائم کی گئی ہے اور وہ گاؤں کے مفاد کا لحاظ رکھتے ہوئے وہاں کے تمام معاملات بغیر کسی تعصب یا جنبہ داری کے کاروباری طور پر انجام دے گی ۔ صرف یہی نہیں کہ اس کے فیصلے تمام ممبروں اور غیر ممبروں کے لئے یکساں طور پر لاحق ہوں گے۔

بلکہ اگر یہ کسی قسم کا چندہ اپنے ممبران پر لگائیگی تو وہ غیر ممبروں کو بھی دینا ہوگا اس پر بھی اگر غیر ممبر انجمن سے عدم تعاون رکھنا چاہیں تو وہ اس کے لئے آزاد ہیں لیکن میرا یہ یقین ہے کہ جب انھیں یہ معلوم ہوگا کہ چندہ بہرصورت دینا ہے تو وہ فوراً انجمن میں شرکت کریں گے تاکہ قبل اس کے کہ کوئی فیصلہ ہو وہ خود اس کی کاروائی میں شریک ہوں اور اپنی رائے کا اظہار کرسکیں۔ اس کے علاوہ مجھے اپنے طور پر اس کا بھی یقین ہے کہ اس قسم کے معاملہ میں اگر ایک مثال بھی قائم ہوئی تو اس کی تقلید کی جائے گی۔ اور اگر گاؤں کے قرب و جوار میں ایک مرتبہ انجمنیں قائم ہوگئیں اور گاؤں والوں کو یہ معلوم ہوگیا کہ اس طرح کی انجمن کے قیام سے ان کو حکومت اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے عطیے مل سکتے ہیں اور اس طرح پر ان کو حکومت خود اختیاری حاصل ہوجائیگی تو وہ فوراً وہ اس قسم کی انجمنیں بنانے کے لئے خود بخود تیار ہوجائیں گے تاکہ ان کو بھی حکومت اور ڈسٹرکٹ بورڈ سے عطیے مل سکیں۔ صوبجات متحدہ کے بہت سے ضلعوں میں ہمارا یہ تجربہ رہاہے کہ بہت سے مواضعات نے ضلع کی انجمن گاؤں سدھار سے درخواست کی ہے کہ ان کے گاؤں کو بھی گاؤں سدھار کے حلقہ میں شریک کرلیا جائے تاکہ ان میں گاؤں سدھار کی مفید اور کارآمد باتوں کا ان کے گاؤں میں بھی عمل درآمد شروع ہوسکے۔

میرے خیال میں گاؤں کی انجمن کی بنا پر ان سوسائٹیوں کی ضلع وار انجمنیں بھی قائم کیجائیں صورت حال کا لحاظ رکھتے ہوئے ۲۵ یا ۳۰ انجمنوں کا متحدہ ادارہ قائم کیا جائے۔ ہر انجمن اپنے متحدہ ادارہ کو ایک یا دو روپیہ جو طے ہو ماہوار دیا کرے۔ ہر انجمن اس متحدہ ادارہ کو اپنا ایک نمائندہ بھیجے اس طرح پر اس متحدہ ادارہ میں تمام انجمنوں کی نمائندگی ہوجائیگی ایک سپروائزر رکھا جائے جو اس قسم کی متحدہ ادارہ کا سکریٹری ہو۔ ہمارے یہاں محکمہ امداد باہمی میں سپروائزر ہیں جو ۲۵ یا ۳۰ انجمہائے امداد باہمی کے انچارج ہیں اس متحدہ ادارہ کی تمام انجمنوں کی نگرانی کا کام سپروائزر کے ذمہ ہوگا۔ یہ نگرانی خاصکر اس بات کی ہوگی کہ انجمنوں کے حسابات باقاعدہ رکھے جاتے ہیں اور انجمنیں قواعد اور قانون کی پوری طرح پابندی کرتی ہیں اور انجمن کے کاروبار اور ان کے انتظامات کی دیکھ بھال کی جائے گی اگر سپروائزر کسی کام میں بے قاعدگی دیکھے تو اس کا یہ فرض ہوگا کہ وہ متحدہ ادارہ کو اسکی اطلاع دے۔ ضلع کے تمام متحدہ ادارے ملکر ایک ضلع کی امداد باہمی واقعی انجمن بنائیں اور ہر متحدہ ادارہ (یونین) اس وفاقی انجمن کو اپنا ایک نمائندہ بھیجے۔ متحدہ ادارہ اور وفاقی انجمن (فیڈریشن) یونین یا فیڈریشن کے مشترکہ مفاد سے تعلق رکھنے معاملات پر غور کرے گی۔ نیز کاشت کی ترقی منڈی کی ترقی گھریلو صنعتوں کی ترقی سوسائٹی یا متحدہ ادارے کے باہمی مشترکہ مفاد وغیرہ کے متعلق بھی سوچیگی۔ موجودہ امداد باہمی انجمنوں کے لئے انسپکٹروں اور آڈیٹروں کے عملہ کا تقرر کرتی ہے۔ میرا خیال ہے کہ جب اس قسم کی انجمنیں زیادہ سے زیادہ تعداد میں قائم ہوجائیں تو حکومت خود ان انجمنوں کی دیکھ بھال کے لئے مناسب تعداد میں انسپکٹروں اور آڈیٹروں کے تقرر کی ذمہ داری لے اس کا بار حکومت پر ہو مگر سپروائزروں کی تنخواہوں کا خرچہ خود انجمنیں دیں یا امداد باہمی بینک اور انجمن دونوں ملکر دیں اور حسب تناسب سے لیا اپنا حصہ رکھنا مناسب سمجھیں رکھیں۔

سرکاری اور ڈسٹرکٹ بورڈ کے عطیے براہ راست متحدہ اداروں کو دئے جا سکتے ہیں اور یہ عطیے یا تو ہمیں سوسائٹیوں کے لئے مخصوص کر دئے جائیں یا خود یونین کو اختیار دیا جائے کہ وہ انھیں مختلف سوسائٹیوں میں سوسائٹیوں کے مفاد کے لئے تقسیم کر دے جائیں اس طرح پر حکومت عملی طور پر شریک رہے گی اور گاؤں والوں کو یہ احساس ہوگا کہ حکومت ان کے لئے کچھ کر رہی ہے۔

قبل اس کے کہ میں تنظیم کے پہلو کو ختم کروں یہ عرض کر دینا مناسب ہے کہ ہر مناسب رقبہ کے گاؤں کی ایک سوسائٹی ہونی چاہئے لیکن بہت سے گاؤں ایسے بھی ہو سکتے ہیں جو بہت چھوٹے ہیں دو چار جھونپڑوں کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے لہذا ان کے لئے میرے خیال میں مناسب ہے کہ دو تین مواضعات ملکر جس میں ۵۰ سے ۱۰۰ تک گھر شامل ہوں ایک انجمن بنائی جائے۔

ہر گاؤں کی انجمن کا ایک سکریٹری ہونا چاہئے اور اس شخص کا انتخاب گاؤں کی خدمت کے جذبہ کے لحاظ سے ہو۔ گاؤں کی انجمن اور اس کی مجلس عاملہ دونوں کا سکریٹری ایک ہو مجھے اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ جوں جوں وقت گذرتا جائیگا ہر گاؤں میں سکریٹری کی خدمت انجام دینے کے لئے ضروری اہلیت اور ضروری جذبہ خدمت کا آدمی مل جائیگا۔ وہ چاہئے اعزازی طور پر کام کرے یا اگر ضرورت ہو تو اس کے کھانے کپڑے کے لئے ایک قلیل رقم بطور تنخواہ کے دیجائے میں نے اس مسئلہ پر صوبجات متحدہ کے بہت سے دیہاتوں میں تقریر کی ہے۔ میں نے لوگوں سے کہا کہ تقریباً ہر گاؤں میں بہت سے سادھو اور پیر وغیرہ ہوتے ہیں جن کو گاؤں والے بڑی خوشی سے کھلاتے اور پہناتے ہیں اور جب گاؤں والوں کو یہ معلوم ہوگا کہ ایک آدمی جس نے ان کے لئے اپنے کو وقف کر دیا ہے اور خلوص سے ان کی خدمت کرنا چاہتا ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ غریب ہے تو گاؤں والے اس کی محنت کے معاوضہ میں اسے خوشی سے کھلائیں اور پہنائیں گے۔ میرے اس خیال کی جتنی تائید ہوئی ہے وہ بہت ہمت افزا ہے۔

میں یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ سکریٹری یا مجلس عاملہ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ گاؤں کے تمام گھروں کا ایک رجسٹر رکھے۔ واقعہ یہ ہے کہ فیض آباد کے ایک گاؤں میں میں نے انجمن کے سکریٹری کے پاس رجسٹر دیکھا جس میں گاؤں کے ہر باشندہ کے متعلق تفصیل کے ساتھ اس کا نام صنف عمر قوم اور مذہب درج تھے اس قسم کا رجسٹر اگر تمام صوبہ میں رکھا جائے تو مردم شماری کے لئے وہ بہت ہی قابل قدر ہوگا۔

گاؤں میں سماجی کام کے لئے اس انجمن کو (مثل اور انجمنوں کے) اسکاؤٹ اور رضا کار بھرتی کرنے چاہئیں میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے گاؤں نے نئی کاشت کی نگرانی اور خود گاؤں کی چوکیداری کا انتظام کیا ہے۔

ہر طریقہ کاشت اور منظم نفع بخش منڈیوں کی خاطر پٹواری کی خدمات سے بھی فائدہ اٹھایا جائے۔ میرے خیال میں پٹواریوں کو اس قسم کا انتظامی حکم بھی دیا جاسکتا ہے کہ جہاں تک اس قسم کی انجمنوں کا تعلق زراعتی کاروبار سے ہو وہاں تک یہ لوگ اس کے نائب یا معاون سکریٹری بھی ہوں۔ اس کے علاوہ دوسرے کاموں میں بھی پٹواری مدد دے سکتے ہیں۔

ان انجمنوں کا ایک بہت ہی ضروری کام یہ بھی ہے کہ گاؤں میں مقدمہ بازی روکی جائے۔ میں نے بہت سے مواضعات میں فخریہ کہتے سنا ہے کہ وہاں سالہاسال سے کوئی مقدمہ مال یا فوجداری کا عدالت میں نہیں گیا۔ یہ انجمنیں ثالثی فیصلہ کو بھی رائج کر سکتی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم کو چاہئے کہ ان چھوٹے چھوٹے مقدمات کے لئے جن میں ثالثی نہیں ہو سکتی گاؤں میں چھوٹی چھوٹی

عدالتیں پنچائتیں بنائیں جن میں کچھ خرچ نہ ہو ۔ ہر گاؤں کیلئے عدالتی پنچایت کی ضرورت نہیں ہے ۔ کسی ایک گاؤں میں عدالتی پنچایت کے لئے کافی مقدمات ہونے کی امید نہیں ہے ۔ لہذا میری رائے میں اس کام کیلئے چند مواضعات کو ملاکر ایک حلقہ بنادیا جائے اور اس حلقہ کے لئے ایک عدالتی پنچایت قائم کیجائے ۔ ہر گاؤں کی انجمن جو ایک عدالتی پنچایت کے حلقہ میں ہو اس پنچایت کے لئے اپنے دو یا تین آدمی نامزد کرے جہاں تک ممکن ہو اس کام کے لئے مجلس عاملہ کے ممبر نہ منتخب کئے جائیں لیکن ان پر کوئی پابندی بھی نہ عائد کیجائے اگر کوئی شخص ایسا ہے جس پر گاؤں والوں کو پورا اعتماد ہے تو اس کے مجلس عاملہ کے ممبر ہوتے ہوئے بھی اسے نامزد کیا جاسکتا ہے ۔ فرض کیجئے کہ پانچ انجمنوں کا ملاکر ایک حلقہ بنا تو اس طرح پر دس آدمی عدالتی پنچایت کے لئے ممبر ہوں گے ۔ قاعدہ یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی گاؤں میں کوئی جھگڑا ہو تو عدالتی پنچایت کا سر پنچ تین پنچوں کے سامنے یہ معاملہ پیش کرے بہتر یہ ہے کہ یہ تینوں پنچ اس گاؤں کے نہ ہوں جس میں جھگڑا ہوا ہو ۔ اس طرح پر جھگڑے کے فیصلہ کرنے میں پوری غیر جانبداری سے کام لیا جاسکتا ہے ۔ ان پنچائتوں میں معمولی فوجداری کے مقدمے اور چھوٹے چھوٹے دیوانی کے مقدمے فیصل کئے جاسکتے ہیں ۔ ان پنچائتوں کا طریقہ کار بہت آسان ہوگا اور یہاں کے فوجداری مقدمات کی نگرانی حاکم پرگنہ کے یہاں اور دیوانی مقدمات کی نگرانی منصف کے یہاں ہوئی۔

یہ اس اسکیم کا ایک محض معمولی خاکہ ہے جس سے کہ امداد باہمی انجمنیں گاؤں میں پوری طرح مقامی خود اختیاری حکومت کے ادارہ کے طور پر کام کرسکتی ہیں اور مناسب طریقہ پر گاؤں میں ترقی اور بہبودی کا باعث ہوسکتی ہیں یہ کوئی مفصل چیز نہیں ہے ابھی بہت سی تفصیلی باتوں پر کافی غور کرنا پڑیگا ۔ بہت سے چھوٹے ہوئے حصوں کو پُر کرنا ہوگا اور مجھے اس کا احساس ہے کہ خود اس اسکیم میں کافی ترمیم کی گنجائش ہے ۔ لیکن اس تمام اسکیم کا دارومدار اس امر کی کوشش پر ہے کہ گاؤں والوں کو خود اپنی اور اپنے گاؤں والوں کی نجات اور بہبودی کے لئے مسلسل دلچسپی لینے پر آمادہ کیا جائے ۔

وطن کی محبت

(از حضرت ناظم انصاری)

الٰہی ہو کچھ مجھ سے خدمت وطن کی
مرے دل کو تو دے محبت وطن کی

غریبوں ضعیفوں کا ہو یہ سہارا
الٰہی بڑے ایسی طاقت وطن کی

جو سر دے تو دے اس میں سودا وطن کا
جو دل دے تو دے اسکو الفت وطن کی

نہ کمزور ہرگز ہوں گر ہم یہ سمجھیں
کہ خود اپنی طاقت ہے قوت وطن کی

ہو درد اتنا مجھ کو تو اپنے وطن کا
کہ دکھ اپنا سمجھوں مصیبت وطن کی

زمانے میں ہرگز نہ ہو اپنی ذلت
جو ہم کو ہو منظور عزت وطن کی

جو پوچھے یہ کوئی کہ ایمان کیا ہے
تو میں کہہ دوں ناظم محبت وطن کی

ہلکا ناج

از جناب منوہر۔ ایس چترویدی آئی۔ ایف۔ ایس



ہمارے دیہاتوں کی بربادی کا سبب کیا ہے اس مضمون میں جناب چترویدی صاحب نے اسی سوال کا بڑے دلچسپ انداز میں جواب دیا ہے۔ یہ وہ تقریر ہے جسے آپ نے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے گذشتہ ۱۰ ارمنی کو براڈ کاسٹ کیا تھا۔ اور جو ریڈیو والوں و سامعین نے بہت پسند کیا تھا۔

کوئی چار پانچ روز کا قصہ ہے کہ میں دفتر سے جو لوٹا تو گرمی کی وجہ سے ایسا بُرا حال تھا کہ چارپائی پر جا لیٹا۔ لیٹے لیٹے اخبار دیکھنے لگا۔ پڑھتے پڑھتے میری نگاہ ڈاکٹر بے نس پرشاد کے ایک نہایت دلچسپ مضمون پر پڑی۔ آپ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے [illegible] میں جرمنی کے ایک کیمیاگر ہرے ہلکا نے مٹی و چونے سے اناج بنانے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اسی وجہ سے اب تک لوگ جس اناج کو ہم سب لوگ کھاتے ہیں، ہلکا، کہتے ہیں۔ جس اناج کے پیدا کرنے میں 'ہل' سے کوئی سروکار نہ ہو اس کا نام 'ہلکا' پڑے یہ عجیب حسن اتفاق ہے ہلکا ناج پرانے زمانے کے کھیتوں میں پیدا کئے ہوئے اناج سے کہیں زیادہ خوبصورت، اچھا اور سب سے بڑی بات یہ کہ بہت سستا ملتا ہے۔ ہرا، پیلا، سُرخ، سیاہ غرض جس رنگ کا بھی آپ چاہیں گیہوں، چاول، دال خرید سکتے ہیں۔ پھر تعریف یہ کہ رنگ پختہ پکانے میں اڑتا نہیں۔ ڈاکٹروں نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ہلکا ناج کھیتوں کے ناج سے کھانے میں بھی کہیں زیادہ مفید ہے کیونکہ ناج تیار کرتے وقت حسب مرضی وٹامین، پروٹین اور چکنائی وغیرہ ملائی جا سکتی ہے۔

'ہلکا' بنانے کے کارخانے بہت ہی جلد جگہ بہ جگہ یورپ میں قائم ہو گئے ہیں۔ ہمارے ملک میں جب یہ اناج پہلے پہلے آیا تو لوگوں نے بجد اعتراض کیا۔ سخت احتجاج ہوا۔ بائی کاٹ کیا گیا 'ہلکے' کی دوکان پر پکیٹنگ کی گئی۔ ہزاروں آدمی جیل گئے۔ مگر 'ہلکے' کا مقابلہ بھلا کھیتوں کا اناج کیا کر سکتا تھا؟ 'ہلکے' گیہوں، چاول، دال غرض ہر اناج، روپئے من بکنے لگا تھا۔ ۲۴ فروری ۱۹۴۲ء کو دہلی کی فیڈرل گورنمنٹ نے کسان ممبروں کی کثرت رائے سے 'ہلکے' پر آٹھ آنہ فی من ڈیوٹی لگائی۔ مزدور سبھا کے

لیڈنگا مریڈ مشہور خاں نے اِس ڈیوٹی کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ ناجائز ٹیکس غریب مزدوروں اور پیشہ وروں کے کھانے پر لگایا جا رہا ہے مگر کسانوں کی حکومت نے ایک نہ سُنی۔

اس ڈیوٹی کا اثر کسانوں پر اُلٹا پڑا۔ یعنی بجائے اسکے کہ کھیتوں میں پیدا ہونے والے اناج کی ترقی ہو ہمارے ملک میں آٹھ آنے من کا سہارا پاکر ہلکا بنانے کی ملیں جگہ جگہ قائم ہونے لگیں۔ ہلکا بنانے کا پہلا کارخانہ جاپانیوں نے کلکتے میں کھولا۔ رفتہ رفتہ ہلکے کے کارخانے سارے ملک میں کھل گئے۔ اس وقت صرف ہمارے ملک میں ۴۸۴ کارخانے کام کر رہے ہیں ہلکے کا دام روز بروز کم ہی ہوتا جاتا ہے۔ اتنا سستا غلہ ہوتے ہوئے بھی لوگ اسے خرید نہیں سکتے۔ گاؤں کے لوگوں کے پاس پیسہ ہے ہی نہیں پیسہ آئے تو کہاں سے آئے کوئی روپئے پیسے کی کمائی تو ہے ہی نہیں۔ گاؤں والے پرانے زمانے میں اناج پیدا کرتے تھے اس اناج کے بدلے ہی میں نمک تیل کپڑا اور دوسری چیزیں خریدتے تھے۔ اب گاؤں والے بالکل بیکار ہیں۔ کھیتی بند ہوگئی ہے۔ نہ اب ہل کی ضرورت ہے نہ بیلوں کا کام۔ نہ زمینداری ہی رہی نہ کاشتکار۔ کسانوں کا طبقہ ہی مٹ گیا اور اُن کے ساتھ ساتھ پٹواری، قانونگو، تحصیل کا عملہ کارندے زمینوں کے جھگڑے ومقدمے۔ بیل وبیل گاڑیاں غرض گاؤں کے گاؤں مٹ گئے جہاں کسی زمانے میں کھیتی ہوتی تھی وہاں آج جنگل ہیں گاؤں کے لوگ بھوکوں مر رہے ہیں۔ کوئی روزگار نہیں کوئی چیز پیدا نہیں کرتے جسکے بدلے غلہ لے سکیں۔ ایسا عجیب قحط ہی نہیں دیکھا۔ اِتنا سستا ہلکا اور لوگوں کو کھانا ہی نصیب نہیں۔ ڈاکٹر بے لس پرشاد کی رائے کے مطابق جب تک دیہاتوں میں پھر سے کھیتی نہیں شروع ہوگی تب تک ہمارے گاؤں کے لوگ بچ نہیں سکتے اور کھیتی جبھی شروع ہو جب ہلکے کی ملیں بند ہوں۔ یہ مانا کہ کھیتوں کا پیدا کیا ہوا نہ اتنا خوبصورت ہی ہوتا ہے نہ اتنا سستا جتنا کہ ہلکا، لیکن اگر یہی حالت رہی تو ہلکے اناج کے خریدار ہی مٹ جائینگے۔ لوگ کھیتی کرنا بھول گئے۔ بیج سوائے عجائب گھروں کے کہیں اور میسر نہیں۔ جنگلوں کو توڑ کر پھر سے کھیت بنانا کوئی کھیل نہیں۔ کھیتی پھر سے شروع کرنا ایک بلند پہاڑ کی چڑھائی ہے۔ اتنے ہی میں میری آنکھ کھل گئی۔ ہلکے اناج سے ہمارے ملک کی یہ حالت ہوگی یہ اعتبار نہیں ہوتا۔ لیکن ہل کے کپڑوں سے ہمارے دیہاتوں کی آج جو بربادی ہوئی ہے اس پر بھی آج سے ۱۰۰ سال پہلے شاید ہی کسی کو اعتبار ہوتا ہوگا۔

آج مجھے ڈاکٹر بے لس پرشاد کی طرح آپ کے ان کے غریب بھائیوں کی آواز بلند کرنی ہے جنکی بیکاری ہلکا، اناج نہیں بلکہ مل کا سوت وکپڑا بڑھا رہا ہے۔ جنکے پاس نہ تن ڈھانکنے کو کپڑا ہے نہ پیٹ بھر کھانے کو روٹی۔ جنکے گھروں کے چھپر بارش ہو جانے کے بعد بھی گھنٹوں ٹپکتے رہتے ہیں جن کے چھوٹے چھوٹے بچے اکثر بھوکے روتے روتے سو جاتے ہیں۔ گاؤں والوں کا کوئی پُرسان حال نہیں۔ اگر پنڈت جی لڑکی کی شادی پر اپنا اُلّو سیدھا کرتے ہیں تو قاضی جی مرغ پلاؤ اُڑاتے ہیں۔ سیانوں کی جھاڑ پھونک، بنئے کا سود درسود، پٹھان کا اُدھار، زمین کا بقایا لگان فقیروں کے جھٹکے، پولیس کی تھپڑ چپ، پٹواری کا بستہ، کچہری کا چسکا۔ برادری کی دھونس۔ اِن سب کا دیہاتوں میں جہالت کی تاریکی میں ایسا جال بچھا ہے کہ غریب کسان خواہ کتنی ہی کوشش کرے پنپ نہیں سکتا گاؤں میں ہر شخص کچھ نہ کچھ لینے ہی جاتا ہے کوئی لگان لینے تو کوئی اناج لینے۔ کسی کو تازہ گھی چاہئے تو کسی کو گاڑی بھر بھوسہ۔ کوئی سود کی تلاش میں جاتا ہے تو کوئی ووٹ کے فراق میں۔ غرض گاؤں میں لینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے لیکن دینے کو سوائے تکلیف کے کوئی اور کچھ

نہیں دیتا۔

ہمارے صوبے کی آبادی آجکل کوئی پانچ کروڑ ہوگی اس میں سے کوئی چار کروڑ سے زیادہ لوگ گاؤں میں رہ کر کھیتی باڑی سے اپنا پیٹ پالتے ہیں۔ ان کی حالت دن بدن گرتی ہی جاتی ہے۔ وہ ہمارے آپ سے روپیہ نہیں مانگتے۔ آپ سے پیسہ نہیں چاہتے۔ اگر انھیں کوئی چیز درکار ہے تو وہ مزدوری ہے۔ کروڑوں ایسے انسان ہیں جنھیں مہینوں کوئی کام نہیں ملتا۔ ہمارے گاؤں والوں کی اصلی بیماری بیکاری ہے۔

پرانے زمانے میں جسے ابھی ۵۰ سال بھی نہیں ہوئے گاؤں گاؤں گھر گھر سوت کاتا جاتا تھا۔ عورتیں علی الصباح اٹھکر سورج نکلنے سے پہلے ہی چرخہ چلا لیتی تھیں۔ دوپہر میں جب گھر کے کام کاج سے فرصت ہوئی تو پھر سوت کاتنے بیٹھ جاتی تھیں۔ مرد تکلی چلاتے تھے۔ دو تین تولہ سوت ہر شخص کاٹ لیتا تھا۔ بوند بوند سے گھڑا بھر جاتا ہے یہی گھر گھر کا کتا ہوا سوت جولاہے بنکر کپڑا بناتے تھے۔ ہمارے ملک کا تیار کیا ہوا کپڑا دوسرے دور دور کے ملکوں تک جاتا تھا گاؤں گاؤں کھیتی کے ساتھ ساتھ کپڑے کا بھی کاروبار پھیلا ہوا تھا۔ دُھنیے روئی دھنتے تھے، رنگریز رنگائی چھپائی کا کام کرتے تھے، کوری جولاہے صرف کپڑا ہی بنتے تھے۔ مگر خالی وقت میں سب سوت کاتتے تھے۔

جس ملک کا کپڑا دوسرے ملکوں میں جاتا تھا وہیں اسکے برعکس خود باہر سے کپڑا آنے لگا۔ گنگا الٹی بہنے لگی نتیجۃً دھنیے جولاہے بھوکوں مرنے لگے۔ گھر گھر سوت کتنا بند ہوگیا۔ بیکاری نے تپ دق کی طرح ہمارے ملک کو گھیر لیا۔ اسی نے غریبوں کے ہاتھ سے روٹی چھین لی۔ ولایتی کپڑا نہایت خوبصورت، رنگین اور سستا تو ضرور ملتا ہے مگر بھلے اناج کی طرح اسے خریدیں تو کہاں سے۔ پہلے تو خالی وقت کے کاتے ہوئے سوت کے بدلے میں لوگ کپڑا لیتے تھے اب سوا اناج کے اور کس چیز کے بدلے میں کپڑا لیں؟ اور اگر اناج سے کپڑا لیتے ہیں تو کھائیں کیا۔

بل کے سوت اور کپڑوں کی وجہ سے کتنی بیکاری بڑھی ہے۔ اس کا آپ بڑی مشکل سے اندازہ کر سکتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے آپ سے عرض کیا ہمارے صوبے کے دیہاتوں کی آبادی کوئی چار کروڑ ہوگی، اس میں سے بچے، بوڑھے، بڑھیا، اپاہج، بیمار، فقیر، سادھو وغیرہ نکال دیئے جائیں تو تقریباً ۲ کروڑ مرد اور عورتیں ایسی ہیں جن کے پاس سال میں قریب قریب چار مہینے کوئی کام نہیں۔ اگر ایک آدمی میں اتنی ہی طاقت مانی جائے جتنی کہ ایک تہائی گھوڑے میں تو تین کروڑ آدمیوں میں ایک کروڑ گھوڑوں کی طاقت ہوئی۔ یہ ایک کروڑ گھوڑے سال میں چار مہینے بالکل بیکار رہتے ہیں یا یوں کہئے کہ ۳۳ لاکھ گھوڑوں کی طاقت سال بھر بالکل بیکار جاتی ہے۔

سوت کاتنے کا کام گاؤں گاؤں پھر سے جمانا بیحد مشکل ہے۔ جس صوبے میں باریک سے باریک سوت کاتا جاتا تھا وہاں لوگ سوت کاتنا ہی بھول گئے۔ جہاں گھر گھر چرخہ چلتا تھا وہاں چرخہ تلاش کرنے پر بھی نہیں ملتا۔ دیہاتوں میں روئی کی کاشت بند ہوگئی ہے۔ ہاتھ کا کتا سوت دوا کے لئے بھی دستیاب نہیں ہوتا۔

محکمۂ گرام سدھار نے جب کھدر کے کام کو جاری کرنے کا بیڑا اٹھایا تو سب سے پہلے کاتنے والے اُستاد تیار کئے۔ گورکھپور، فیض آباد، اناؤ میں سوت کاتنے کے مدرسے کھولے گئے اس وقت کوئی ۲۰۰ لڑکے سوت کاتنے کے ماہر تیار کئے جا رہے ہیں۔ ہمارے گورکھپور کے اسکول میں چرخہ بنانا تکوا تیار کرنا، گُتھ بنانا، روئی دھنکنا غرضیکہ سوت کاتنے سے تعلق رکھنے والی سب باتیں سکھائی جا رہی ہیں۔ یہ لڑکے چھ مہینے میں ۲۵ سے ۳۰ نمبر کا سوت کاتنے لگتے ہیں۔ ایک تولہ روئی سے اگر ۲۱ گز سوت کاتا جائے تو وہ ایک نمبر کا سوت ہوا۔ اس حساب سے اگر ایک تولہ روئی سے ۲۱۰ گز سوت تیار کیا جائے ۱۰ نمبر کا سوت ہوا۔ زیادہ باریک سوت چرخے

سے نہیں کاتا جا سکتا جس سوت سے ڈھاکے کی ململ بنتی تھی جس کا ایک تھان انگوٹھی سے پار ہو جاتا تھا وہ سوت چرخے سے نہیں بلکہ تکلی سے کاتا جاتا تھا۔ ہمارے اسکول کا ایک لڑکا ۱۰ نمبر کا سوت اب بھی کات لیتا ہے۔

یہ لڑکے جب سوت کاتنے میں ہوشیار ہو جاتے ہیں تو دیہاتوں میں کاتنا سکھانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ ابھی ہم لوگ اسی کوشش میں ہیں۔ کم از کم عورتوں ہی کو سوت کاتنا آ جائے۔ کاتنا سکھانے کے لئے ہم لوگ روئی، چرخہ، دھنکی سب مفت دیتے ہیں۔ جب عورتیں ۱۰ بارہ نمبر کا سوت کاتنے لگتی ہیں تو آدھے دام پر چرخہ و دھنکی دیجاتی ہے۔ روئی کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ اس کام میں جو کڑی بات ہے وہ ہے کتائی کی مزدوری۔ ہر چند روز پر وہاں ہمارا آرگنائزر کاتنے والیوں کو نقد مزدوری تقسیم کرتا ہے۔ گاؤں کی عورتیں جنھیں روپئے کی صورت دیکھنی نہیں نصیب ہوتی وہ بڑی محنت سے سوت کاتنے لگ جاتی ہیں۔ ایک دو کو دیکھکر مزدوری کے لالچ میں دوسری عورتیں بھی کاتنا سیکھنے لگتی ہیں اور کتائی دھیرے دھیرے گاؤں بھر میں پھیلنے لگتی ہے

خوش قسمتی سے ابھی اس ملک میں جولاہے موجود ہیں۔ یہ ابھی اپنا ہنر نہیں بھولے۔ ان جولاہوں کو آدھے داموں نئے کرگے دئے جاتے ہیں نئے نئے پکے رنگ و ڈیزائن بتائے جاتے ہیں۔ جب کپڑا تیار ہو جاتا ہے تو ہماری اصلی مشکلیں شروع ہوتی ہیں۔ کپڑا بیچیں کیسے؟ ابھی ہمارا کپڑا نہ تو ایسا باریک ہے نہ ایسا خوبصورت ہے اور نہ اتنا مضبوط ہے جتنا مل کا اول تو ہم لوگ کاتنے والی عورتوں ہی کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اپنی ضرورت کا کپڑا ہمیں سے لیں ہمارا کپڑا مہنگا ہونیکی وجہ سے تو وہ تیار نہیں ہوتیں مگر جب ہم اُن سے یہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارا کپڑا نہ لیں گی تو ہم سوت لے کر کیا کرینگے تو انکے ہوش ٹھکانے لگ جاتے ہیں۔ کیونکہ جن عورتوں کو دو تین روپیہ ماہوار کا چسکا لگ جاتا ہے وہ آسانی سے اس آمدنی کو کھونے کو تیار نہیں ہوتیں۔ تھوڑے دنوں کے بعد سوت کے بدلے میں ہم آدھا کپڑا اور آدھا دام دینے لگتے ہیں۔ جو عورتیں پہلے غلہ کے بدلے میں کپڑا خریدتی تھیں وہ اب خالی وقت میں کاتے ہوئے سوت کے بدلے میں کپڑا اور مزدوری دونوں ہی پالیتی ہیں۔

مگر ہمارا سب کپڑا کاتنے والی عورتوں ہی میں نہیں فروخت ہو سکتا۔ ایک عورت اگر تین گھنٹہ روزانہ کے اوسط سے بھی ۱۲ نمبر کا سوت کاتے تو سال بھر میں ۸۰ گز کپڑے کا سوت تیار کر لیتی ہے اور سال بھر میں ایک اوسط خاندان کا کپڑے کا خرچ جس میں میاں بیوی و دو بچے ہوں ۵۰ گز سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اسکے یہ معنی ہوئے کہ ایک عورت اپنے ہی خاندان کے لئے نہیں بلکہ ایک اور خاندان کے لئے بھی کپڑے کا سوت کات لیتی ہے اگر دیہات میں ہر دو گھر کے بعد ایک گھر میں بھی سوت کتنے لگے تو گاؤں کے کپڑوں کا سوال حل ہو جائے مگر مشکل تو یہ ہے کہ جن گھروں میں سوت نہیں کاتا جاتا انھیں ہم اپنے کپڑے خریدنے پر مجبور کیسے کریں؟ وہ جاپان کپڑے کے مقابلے میں ہمارے کپڑے چھوتے بھی نہیں۔ اُن سے یہ کہہ نہیں سکتے کہ وہ ہمارا کپڑا نہ لینگے تو ہم ان کا سوت نہ لینگے۔ اس لئے ہم لوگ شہری بھائیوں کی امداد کے بغیر کیسے آگے بڑھیں۔

مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ لوگ اپنے گاؤں کے گمراہ بھائیوں کی طرف ضرور دست امداد بڑھائیں گے اگر آج کی اس درد بھری کہانی کے سُننے کے بعد آپ نے ایک روپئے کا بھی کھدر خرید لیا تو آپ یقین کیجئے کہ آپ گاؤں کے کئی چھوٹے چھوٹے بچوں کو بھوکے پیٹ سوتے سے بچالیں گے۔

آداب عرض۔

ضلع بدایوں میں گاؤں سُدھار

از جناب رگھوبیر سہائے چیرمین گرام سُدھار کمیٹی بدایوں

گاؤں سُدھار کے بارے میں لوگوں میں اب بھی بہت کچھ غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے۔ انگریزی اخبارات پایونیر۔ لیڈر گاؤں سدھار اسکیم کے خلاف لکھتے ہیں اور برابر یہ کہتے ہیں کہ اس سے صوبے کو کوئی بھی فائدہ نہیں ہوا۔ محض روپئے کا فضول خرچ ہو رہا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ وہ جتنی ترقی دیکھنا چاہتے ہیں اتنی انھیں نظر نہیں آتی لیکن وہ گورنمنٹ اور محکمہ کی مشکلات کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتے۔ اور نہ اس بات کی طرف کہ یہ کام جلد نہیں ہوسکتا ہے۔ اس سلسلے میں ضلع بدایوں کے اندر اس سال ۱۹۳۸-۳۹ء میں گرام سُدھار ایسوسی ایشن نے جو کام کیا وہ ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔

ضلع میں ۲۴ سینٹر ہیں۔ تحصیل بدایوں میں ۶ تحصیل سہسوان میں ۵۔ وسولی میں ۴ داتا گنج میں ۵ اور گنور میں ۴۔ بجائے ۲۴ آرگنائزرس کے ضلع میں ۱۸ آرگنائزرس رہے باقی نے استعفیٰ دیدیا اور کچھ علیحدہ کر دئے گئے۔ اس ضلع میں تقریباً ۵ ماہ سے انسپکٹر نہیں ہے پھر بھی ۵۵ بالغوں کے مدرسے قائم ہو چکے ہیں جن میں ۱۵ سے لیکر ۲۰ تک کی حاضری ہوتی ہے۔ ہندی اُردو کی کتابیں اور معمولی حساب کتاب پڑھایا جاتا ہے۔ ہندی اُردو کے اخبار پڑھکر سُنائے جاتے ہیں بھجن وغیرہ بھی گائے جاتے ہیں اور عام باتوں کے متعلق آرگنائزرس اکثر اُنھیں سمجھاتے ہیں۔ ان اسکولوں کا ڈسٹرکٹ بورڈ کے سب انسپکٹرس باقاعدہ معائنہ کرتے ہیں اور آرگنائزرس میں دو سپروائزر کر دیئے گئے ہیں وہ بھی معائنہ کرتے ہیں اور معائنے کی رپورٹ باقاعدہ دفتر گاؤں سدھار کو بھیجی جاتی ہے۔ ضلع کے اندر اسکولوں کی بہت ضرورت ہے لیکن روپیہ زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ اسکول نہیں کھولے جا رہے ہیں۔ اس کے علاوہ گذشتہ سال پچپن پختہ کنوئیں گاؤں سُدھار کے دیہاتوں میں تعمیر کرا دئے گئے ہیں۔

۴۳ زیر تعمیر ہیں جو بہت جلد تیار ہو جائینگے۔ ۱۰ کنوؤں کی مرمت ہوگئی ہے۔ اس طرح تقریباً ۱۱۶ کنوئیں پختہ بنائے گئے ہیں کنوؤں کا کام بہت تیزی سے ہو رہا ہے۔ زیادہ تر چار بھنگی مراد کسان کھٹک وغیرہ کے لئے کنوئیں بنوائے جا رہے ہیں۔ جن کو اب تک پانی پینے کی سخت تکلیف ہوتی تھی عام طور سے ۱۱۰ روپئے کی لاگت کے کنوئیں بنوائے جاتے ہیں جن میں تقریباً ۷۰ روپئے محکمے سے دئے گئے ہیں باقی گاؤں والے محنت مزدوری کی شکل میں دیتے ہیں۔ کنوئیں بنوانے کی کافی بڑی مانگ ہے لیکن روپیہ اتنا نہیں ملتا۔ دستکاری وغیرہ کی ترقی کے لئے اور زراعت کے نئے طریقوں کا مظاہرہ کرنے کے لئے پانچ نمائشیں کھولسرہ، آصف پور، قاسم پور، داتا گنج اور گکوڑا میں کی گئی جس میں گکوڑے کی نمائش بہت بڑے پیمانے پر کی گئی اور جیسے قریب ۹ لاکھ کسان دیکھنے آئے ان نمائشوں کی وجہ سے گاؤں گاؤں میں بننے کاڑھنے کا کام شروع ہوگیا ہے جنگلی گایوں سے فصلوں کے نقصانات روکنے کے لئے پتیا پختہ میں کانٹے دار تار لگانے کا انتظام کیا گیا جو تقریباً ایک میل تک لگے گا۔ ہر سینٹر پر تین تین دواؤں کے بکس رکھوا دئے گئے جن سے گاؤں والوں کو مفت دوائیں ملتی ہیں۔ تقریباً ۲۰۰ آدمیوں کو ان بکسوں سے ہر ماہ دوا تقسیم کیجاتی ہے۔ ایک دواؤں کا اسپتال معظم پور میں ضلع کی مدد پر باقاعدہ کھولا گیا ہے جس میں ایک ہوشیار ڈاکٹر ہر وقت موجود رہتا ہے۔ اس اسپتال کی حاضری کا اوسط سو سوا سو مریضوں کا ہوتا ہے۔ اس سال ۱۵۶۴ گھور آبادی سے باہر ہٹائے گئے۔ پُرانے مکانات میں ۲۴۴ روشن دان لگوائے گئے ہیں۔ ۲۲۲ نئے کھاد کے گڑھے بنوائے گئے ہیں۔ ۲۱۰ عمدہ قسم کے آم کے درخت سہارنپور سے منگوا کر گاؤں سُدھار کے دیہاتوں میں لگائے گئے۔ ۵۹ زندگی سُدھار جماعتیں بنائی گئی ہیں جنکی رجسٹری کے لئے کاغذات

بھیجے جا چکے ہیں۔ پانچ کتاب گھر کھولے گئے ہیں جن میں اُردو ہندی کتابوں کے علاوہ دونوں زبانوں کے ہفتہ وار اور ماہوار رسالے منگائے جاتے ہیں۔ اس ضلع میں عمدہ قسم کے بیج تقسیم کرنے کے لئے، بیج گودام پہلے سے موجود تھے، اور نئے کھولے گئے ہیں۔ تین اور کھولنے کی تجویز زیر غور ہے۔ ضلع میں ایک کرگھا اور ۳۲ چرخے تقسیم کئے گئے ہیں۔ آصف پور میں شری پربھوداس گاندھی کی نگرانی میں ایک کپڑا بننے اور مہین سوت کاتنے کا اسکول بھی کھولا جا رہا ہے جس کے ذریعے سارے ضلع میں سوت کاتنے اور کپڑا بننے کا پروپیگنڈہ کیا جائیگا۔ ۴۴ سینٹروں میں سے ۱۶ جگہ خود چیرمین معائنے کے واسطے گئے اور ہر سنٹر پر ۵، ۶ گاؤں میں جاکر معائنہ کیا اور ۱۲ مقامات پر خود جلسوں میں جاکر تقریریں کیں۔

یہ سب کام سال بھر کے اندر کیا گیا ہے جبکہ یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ بہت سے آرگنائزر ٹھیک کام نہیں کرتے۔ نگرانی کا بھی ٹھیک انتظام نہیں ہے اور گورنمنٹ کے لئے بھی ایک نئی پالیسی کے چلانے میں جو دقتیں پیش ہوتی ہیں وہ نظر میں رکھنی ہونگی۔ یہ کام بہت زیادہ تو نہیں ہے لیکن اسے نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس سال کچے راستوں کی درستگی اور مدرسوں کا زیادہ تعداد میں کھولنا زیادہ کنوؤں کا بنوانا۔ تین گاؤں ہر سنٹر میں نمونے کے تیار کرنا جن کے مکانات کے اندر روشن دان ہوں۔ سب کنوئیں مرمت شدہ اور پکے بنے ہوں نالیاں پکی بنی ہوں۔ پاخانے اور پیشاب خانے اور سوکھنے والے گڑھے بنے ہوں۔ کھاد کے لئے باقاعدہ گڑھے کھدے ہوں۔ ہر ایک گاؤں میں ایک بالغوں کا مدرسہ ہو۔ دوا کا بکس ہو راستے صاف اور چوڑے ہوں اُن میں دواخانے بھی ہوں۔ بیج گودام اور کتاب گھر ہوں۔ ایسے



مضمون نگار

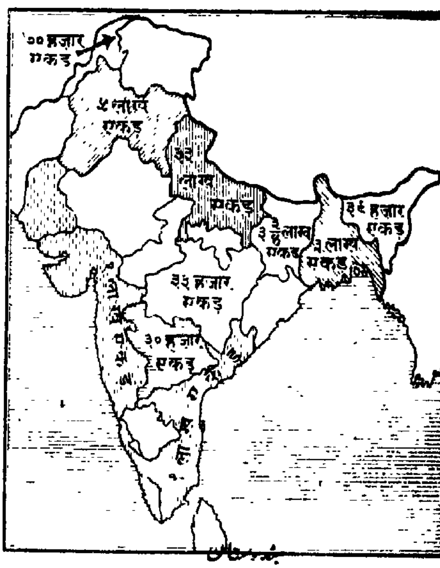
تین تین گاؤں کے تیار کرنے کا بھی پروگرام رکھا گیا ہے۔ اس بات کی کوشش کیجا رہی ہے کہ جو کام بھی ہو وہ یہاں کے لوگوں فطرت، عادت اور معاشرت کا خیال رکھتے ہوئے ہو۔ مغربی ممالک کی بالکل نقل ہی نہ ہو۔ اس بات کا بھی خیال رہے کہ ہمارے یہاں چیرمین اور سکریٹری میں پورے اتحاد سے کام ہوا ہے اور دوسرے سرکاری افسران نے بھی پوری امداد کی ہے اُمید ہے کہ گرام سدھار کا کام آئندہ سال اس سے بھی زیادہ ہوگا پبلک کو انتظار کرنا چاہئے اور اس کام کو بجائے اس کے کہ تنقید کی نیت سے دیکھا جائے ہمدردی کے ساتھ دیکھنا چاہئے۔

گڑ کی صنعت

از جناب ایل سی گپت بی۔ ایس۔ سی

اگرچہ ہمارے ملک میں شکر کی کافی ملیں کھل گئی ہیں اور کھلتی جا رہی ہیں لیکن دیہاتوں میں گڑ کی صنعت ابھی بند نہیں ہوئی ہے اس صنعت میں تھوڑا سا سدھار ہو جانے سے کسانوں کی حالت میں بڑا فرق ہو جائیگا اس مضمون میں اس صنعت کے بارے میں بہت کچھ مفید باتیں بتائی گئی ہیں۔

ہندوستان میں دنیا کے سبھی ممالک سے زیادہ گنا پیدا ہوتا ہے۔ ۳۸-۱۹۳۷ء میں اس ملک میں ۱۵،۳۸ لاکھ ایکڑ گنا بویا گیا تھا۔ جس میں کہ آدھے سے زیادہ یعنی ۲۱،۳۱ لاکھ ایکڑ صوبہ متحدہ ہی میں بویا گیا اس صوبے میں ہندوستان کے سب صوبوں سے زیادہ گنا پیدا ہوتا ہے۔ مندرجہ ذیل نقشہ سے یہ صاف ظاہر ہوگا۔

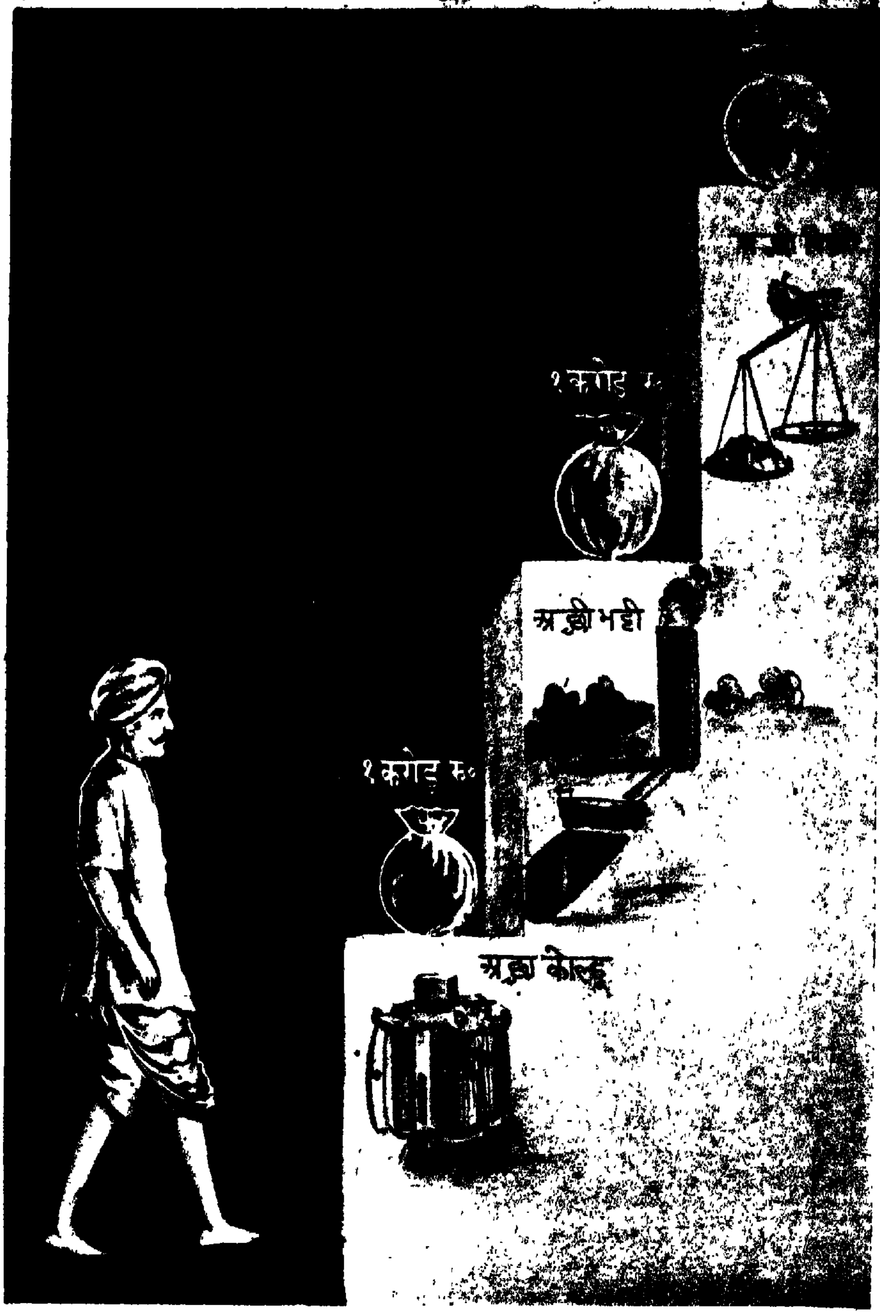


صوبہ متحدہ کی زمین آب وہوا اور آب پاشی کی سہولت گنے کی پیداوار کے لئے بہترین اور معاون ہیں۔ اس لئے یہاں کے کسان اس کو بہت کم لاگت میں پیدا کر لیتے ہیں۔

ہندوستان میں گنے کی ۱۴۰ ملیں ہیں۔ ان میں بیشتر صوبہ متحدہ میں ہی ہیں۔ صوبہ متحدہ میں ان کی تعداد ۶۸ ہے۔ ان ملوں سے ہندوستان میں کافی شکر تیار ہوتی ہے ۳۹-۱۹۳۸ء میں ہندوستان میں شکر کی پیداوار ۴۰،۱۵،۲۵۲ من تھی اس میں نصف سے زیادہ یعنی ۳۶،۵۱،۴۴،۱ من ہمارے صوبے ہی میں تیار ہوئی تھی۔ شکر کی ملوں کی طرف ہزاروں گاڑیاں گنا جاتے دیکھکر بہتوں کو یہ غلط فہمی ہو گئی ہے کہ گنے کی کھپت کا ذریعہ شکر کی ملیں ہی ہیں۔ انھیں یہ جان کر تعجب ہوگا کہ گنے کی دو تہائی پیداوار کا صرف گڑ بنتا ہے۔ ایک تہائی کا نصف یا صرف ۱/۶ حصہ مل کے ذریعہ شکر میں تبدیل ہوتا ہے بقیہ ۱/۶ حصہ دوسری مدوں میں جیسے بیج بونے، چوسنے اور کھانڈ والی شکر بنانے کے کام میں آتا ہے۔

اس سے یہ ظاہر ہے کہ گڑ کی صنعت میں ملوں میں جانے والے گنے سے ۴ گنا زیادہ گنے کی کھپت ہوتی ہے۔ ہر سال اس صوبے میں چار یا پانچ کروڑ من گڑ بنتا ہے۔ جسکی قیمت نرخ کے مطابق ۱۲ سے ۱۵ کروڑ روپئے تک ہوتی ہے۔ صرف اسی بات سے یہ معلوم کیا جا سکتا ہے کہ گڑ کی صنعت اس صوبے میں کیا ممتاز جگہ رکھتی ہے۔

گڑ بنانا ایک گھریلو صنعت ہے۔ اس میں صرف تین کام ہوتے ہیں گنے سے رس نکالا جاتا ہے، رس صاف کیا جاتا ہے اور صاف کئے ہوئے رس کو پکا کر گڑ بنا لیا جاتا ہے۔ یہ صنعت دیہاتوں میں ہی پرورش پاتی رہی ہے اور عموماً جاہل لوگ ہی اسے کرتے آئے ہیں۔ اسلئے اس صنعت میں اصلاح کی بڑی گنجائش ہے۔ موجودہ حکومت



نئے قسم کا کولھو

اس صنعت کی طرف خصوصیت کے ساتھ متوجہ ہوئی ہے اور اس نے اس صنعت کے لئے "شعبہ ترقی گڑ" قائم کیا ہے۔

اس صنعت میں ترقی کرنے کے لئے تین نظریئے ہیں۔

۱۔ گنے میں گڑ کے پرتے کا اضافہ یہ اچھے قسم کے کولھوؤں کو استعمال کرنے سے ہو سکتا ہے۔

۲۔ عمدہ قسم کا گڑ بنانا۔ یہ دو طرح ہو سکتا ہے۔

(ا) رس کی اچھی طرح صفائی۔

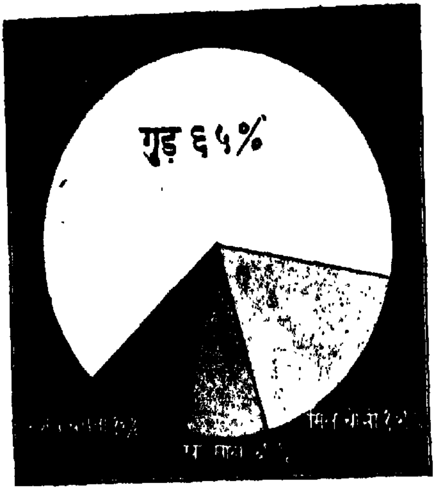
(ب) صوبہ متحدہ اور دیگر صوبوں میں جہاں گڑ کم پہنچتا ہو زیادہ گڑ پہنچانے سے نیز۔

(ج) ہندوستانیوں کو گڑ کو اپنی خوراک میں خاص جگہ دینے کے لئے متوجہ کرنے سے۔

عام طور پر جو کولھو استعمال ہوتے ہیں ان میں رس کا پرتہ ۵۵ فیصدی یا اس سے بھی کم پڑتا ہے انکی جگہ عمدہ قسم کے کولھو لگا کر ۶۵ سے ۷۰ فیصدی تک رس نکالا جا سکتا ہے اگر ۵۵ فیصدی کے بجائے ۶۰ فیصدی بھی اس کا پرتہ پڑے تو بھی ۵½ کروڑ من کی جگہ ۶ کروڑ من گڑ بنایا جا سکتا ہے۔ اس سے زیادہ آدھ کروڑ من گڑ کی قیمت ۲ روپئے من کے درسے بھی ایک کروڑ روپیہ ہوتی ہے۔

اسی طور پر مال، اچھا بنانے پر ۳ آنہ من بھی مال کے دام زیادہ مل جائیں تو ۵ کروڑ من گڑ کی پیداوار پہ

گڑ ٦٥%



ایک کروڑ روپیہ کا فائدہ ہو جاتا ہے۔ مال کی فروخت کا ٹھیک انتظام کرنے اور فروخت کے خرچ کو کم کرنے سے بھی کسان کو ۳ آنہ من کی بچت آسانی سے ہو سکتی ہے۔ جس سے ایک کروڑ روپیہ کا فائدہ ہو سکتا ہے۔

اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ گڑ کی صنعت کی معمولی ترقی ہونے سے بھی کسان کی آمدنی ۳ کروڑ روپئے سے بڑھائی جا سکتی ہے۔

جمنا پار

از جناب مارکنڈے باجپئی ایم۔اے۔ ایل ایل۔ بی

جمنا پار کا پہناوا چال ڈھال اور رہنی مذاق مشہور ہے اس مضمون میں باجپئی جی نے اسکا جیسا صحیح اور دلچسپ ذکر کیا ہے ویسا آج تک شاید ہی قارئین نے ملاحظہ فرمایا ہو

بہت دنوں سے جمنا پار کا نام سنتا چلا آتا تھا سنا تھا وہاں بہت گنوار قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ قد و قامت بہت لمبا چوڑا ہوتا ہے اور دماغ بالکل خالی ہوتا ہے وہ بات کی لاٹھی چلا دیتے ہیں اور دیہاتوں میں ہمیشہ لڑتے ہی رہتے ہیں۔ وہاں کی عورتیں بھی بڑی شہ زور اور زبردست قسم کی ہوتی ہیں۔ یہ سب تو سنا ہی تھا لیکن جمنا کے کنارے سیر کا ایک موقع مجھے بھی ملا تھا۔

جب میں دسویں درجہ میں پڑھتا تھا تو اسکول کی طرف سے کچھ مقامات دیکھنے کے لئے ہم لوگ بھیجے گئے تھے۔ گھومتے گھومتے ہم لوگ متھرا پہنچے جمنا کنارے بڑی بڑی توند والے بیشمار چوبے مگرمچھوں کی طرح پڑے تھے اور بھانگ کے نشے میں مست ہو کر آنے جانے والی عورتوں کو چھیڑ رہے تھے ہم لوگ لکھنؤ کی تہذیب میں پلے تھے۔ شریفانہ زبان اور شریف حرکتوں کے عادی تھے۔ پہلے تو اُن چوبوں کو دیکھکر سخت غصہ آیا لیکن بعد میں یہ خیال آیا کہ یہ قصور اُن چوبوں کا نہیں ہے قصور تو ہے اس ہندوستانی سماج کا جو لکیر کی فقیر کرتا چلا جاتا ہے۔ اور سب تیرتھوں اور درگاہوں پر اُن شہدوں اور غنڈوں کو اکٹھا کرتا ہے جو مفت کھا کھا کر موٹے ہوتے ہیں اور ڈنڈ بیل پیل کر مضبوط ہو کر شریفوں کی عزت کے لئے خطرہ بن جاتے ہیں۔ افسوس تو ہوتا ہے پڑھے لکھے ان ہندو اور مسلمانوں پر جو اپنے والدین اور سماج کا روپیہ ایسی تعلیم پر صرف کرتے ہیں جنھیں تعلیم حاصل کرنے کے بعد بھی عقل نہیں آتی۔ ہم لوگوں کو باہری جانور سمجھکر ایک مگرمچھ اُٹھا اور ہم لوگوں کے ساتھ ہو لیا۔ ایک سنگ مرمر کے گھاٹ پر پتھروں میں نام کھدے ہوئے تھے۔ ہم لوگوں کے دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ وہ نام وہاں اس لئے کھدے ہیں کہ آتے جانے والے سنت سادھوؤں کے نام ان پر پڑیں ہم میں سے ایک کٹر سناتن دھرمی اُس مگرمچھ سے بول اُٹھا کہ سنتوں کے ساتھ بدمعاشوں کے پاؤں بھی تو ان پر پڑتے ہوں گے۔ اس کا اتنا کہنا تھا کہ اس مگرمچھ نے لاٹھی چلا دی اور اگر کچھ لوگوں نے لاٹھی پکڑ نہ لی ہوتی تو اس لڑکے کی لاش ہم لوگوں کے ساتھ آتی ہوتی۔ اسی طرح متھرا میں رفع حاجت کے بعد جمنا میں آبدست لے سکتے ہیں لیکن صابن لگا کر جمنا میں نہانے پر دیانند کی سو سالہ برسی کے موقع پر سناتنی آریہ سماجی فساد ہو گیا تھا۔ جمنا کنارے کے لوگوں کی عقل کے ایسے اوندھے نمونے اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا اسلئے جمنا پار کے لوگوں کے بارے میں جب عجیب و غریب قصّے سنتا تھا تو اُنھیں صحیح مان لیتا تھا۔

کافی دنوں پہلے کا ذکر ہے۔ ایک بار ہم لوگ چترکوٹ گئے میری ماں، دو چھوٹی بہنیں اور ایک چھوٹا بھائی ساتھ تھے تیسری بہن گود میں تھی۔ میری ماں کے علاوہ باقی سب چھوٹے ہی چھوٹے تھے میری ماں کا ننہال جمنا پار ہے اور چترکوٹ ہی میں ہے۔ میری ماں جمنا پار کے قصّے سُنکر خفا بھی ہو جاتی تھیں چترکوٹ میں اُنھوں نے کہا کہ میرے ننہال چلو۔ وہاں معلوم ہو جائیگا کہ قصّے صحیح ہیں یا غلط ہم لوگ راضی ہو گئے اور بیل گاڑی پر سوار ہو کر دھچکے کھاتے ہوئے روانہ ہوئے پہاڑیوں کے قریب سے راستہ نکلا تھا اور بڑا سہانا سماں تھا۔ راستہ ناہموار تھا آس پاس کی زمین ہی برابر نہ تھی۔ راستہ کیونکر ہموار ہوتا۔ جیسے ہی ہم لوگ اُچک کر کوئی پہاڑی دیکھنے لگتے ویسے ہی بیل گاڑی کے پہئے اونچے نیچے ہو جاتے تھے اور ہم لوگ ایک دوسرے کی کھوپڑی یا ناک سے زور آزمائی کرنے لگتے تھے جب تک ہوش حواس درست ہوں بیل گاڑی دو چار پتھروں کے اوپر سے نکل جاتی اور ہم لوگ دو فیٹ ہوا میں اُچھل کر پھر دیچ سے نیچے آگرتے تھے

اور کمر سہلانے لگتے تھے گاؤں تک پہنچتے پہنچتے ہڈیاں پسلیاں اچھی طرح درست ہو گئیں۔ گاؤں کے قریب پہنچکر ہم لوگ بیل گاڑی سے اتر پڑے اور پیدل چلنے لگے۔ ذرا ہی دور چلے ہوں گے کہ بہت سے لٹھ بازوں نے چاروں طرف سے آکر گھیر لیا اور ہم لوگوں کا معائنہ کرنے لگے میری ماں اپنے ننہال جا رہی تھیں۔ لڑکیوں کو بہت سجایا دھجایا تھا خود بھی شہر کے کپڑے پہنے ہوئے تھیں۔ سب کے معائنہ کے بعد لوگوں نے فرمایا۔ آؤ دیاکھو آئے۔ ذرا پڑہیں۔ پتریاں آئی ہیں۔ بڑی نیکی نیکی پتریاں ہیں۔ شہراتو ہیں۔ میری ماں زمیندار کی بیٹی ہیں۔ اُن لٹھ بازوں کی باتیں سُنکر آگ ببولا ہوگئیں اور پچاس باتیں ان لوگوں کو سناکر ایک لٹھ باز سے بولیں کہ کا ہے ہو ہم ..... کی بٹیا آہیں۔ اتی جلدی بھول گیو۔ ساتھ میں دو چار خطاب بھی اُس آدمی کو دے ڈالے۔ وہ بیچارہ پانی پانی ہوگیا۔ چلاکر اپنے ساتھیوں سے بولا "سسرو! آندھر ہوئی گیو۔ دیکھت ناہیں ہو کہ بٹیا آئی ہیں۔ پتریا پتریا سار کہت ہو" خیر! اس کے بعد تو پھر بڑی آؤ بھگت ہوئی۔ جسے دیکھو وہی ہم لوگوں کی خاطر کرنے لگا یہاں اُس وقت تک آواز ہی بند تھی ایک تو یکایک اتنے لٹھ بازوں نے گھیر لیا تھا اور پھر وہ بھی غصّے سے لال ہو رہی تھیں۔ شہر کی لڑکیاں اور پھر انھیں کوئی پتریا کہہ دے۔ بیحد ناراض ہوئیں۔ ہم لوگوں نے ماں سے کہا کہ اب لوٹ چلو۔ بڑے اچھے لوگ تمہارے جمنا پار میں بستے ہیں نمونہ دیکھ لیا۔ بہت کافی ہے" ماں بھی کچھ شرماگئیں اور گاؤں والے تو بیچارے اس وقت بہت کھسیائے ہوئے تھے ہی۔ شام ہو چلی تھی۔ واپس ہونا ناممکن تھا۔ اسلئے گاؤں جانا ہی پڑا۔ خاطر تو خوب ہوئی مگر اس طرف کا مذاق دیکھکر ہم لوگوں کے ہوش و حواس غائب ہوگئے۔ کھانا کھانے بیٹھے تو گاؤں بھر کی عورتیں جمع ہو کر کہنے لگیں "ارے دیارے۔ اتی چھوٹی سی تو بٹیا۔ اور کتنا ٹھونسے ڈالتی ہے" منجھلی بہن تو چڑھ کر کھانے سے اُٹھ گئی۔ اُس کی تعریف ہو رہی تھی۔ ایک تو لکھنؤ کی رہنے والی اور پھر غیر جگہ یوں ہی غریب طرف کھانا سونگھ رہی تھی اس پر بھی جب اس کے حد سے زیادہ ٹھونسنے کی تعریف ہونے لگی تو اُسے کہاں برداشت بڑی مشکل سے اُسے منایا گیا اور سمجھایا گیا کہ اس طرف کا مذاق اِس قسم کا ہوتا ہے اور اس پر خفا ہونے کی ضرورت نہیں میرے ماموں پہلے ہی سُنا چکے تھے کہ وہ ننہال گئے تھے تو وہاں کی ساری عورتیں انگلیاں چٹاچٹ پھوڑتے ہوئے انکے پاس یہ کہنے گئی تھیں کہ ارے دیا بھوت بن کے آیو ہے بھوت! ہم تو جب تمہرے مرے کا حال سُنا تھا تو تمہری تیرہیں میں گئی رہیں" اور ماموں بہت ناراض ہوئے تھے کہ کمبخت اُنھیں زندہ ہی مارے ڈالتی ہیں۔ اس قسم کی حرکتیں ہم لوگوں کے ساتھ ہوئیں۔ نہ ہوتیں تو کہا جاسکتا کہ بھانجی کے بچوں کو کوئی پیار نہیں کرتا۔ جمنا پار میں جتنا زیادہ بھانجے اور بھانجی کو پیار کیا جاتا ہے اتنا ہی اس کو زندہ ہی مردہ بنا ڈالنے کا ذکر کیا جاتا ہے۔ انگلیاں یہ کہہ کر چٹخائی جاتی ہیں کہ "ناس ہوئے ہم سب کا کہاں آوا ہے اور کس صفائی سے وہ انگلیاں چٹخاتی ہیں کہ بس معلوم ہوتا ہے کہ جیسے سرگم نکالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اگر پہلے سے واقفیت نہ ہو تو اُس طرف پہلے پہلے جانے والے کا ان باتوں سے قافیہ تنگ ہو جائے۔ ہم لوگوں کو کچھ واقفیت تھی پھر بھی بڑا حال تھا۔ آتے جاتے اُٹھتے بیٹھتے مذاق کے مارے ناک میں دم تھا ایک عورت مجھے دیکھکر بولی ارے بھیا کتنے مٹانے ہو" میں اسی وقت بیماری سے اُٹھا تھا۔ ایک تو یوں ہی دُبلا تھا اور اگر دُبلا نہ بھی ہوتا تو بھی موٹا آدمی اپنے کو موٹا کہلانا پسند نہیں کرتا۔ میرا جسم بھی عجیب ہے۔ کبھی غبارے کی طرح پھول کر اُڑنا چاہتا ہے اور کبھی پچک کر بجلی کے کھمبوں سے برابری کرنے لگتا ہے۔ مجبوری کے مارے

میں اپنی ضرورت بھر کے کپڑے رکھتا ہوں کہاں تک درزی کو پریشان کروں کہ کپڑوں کو بڑا کر دو یا چھوٹا کر دو۔ اُس وقت موٹاپے پن کی صورت میں اپنی موٹے پن کی تعریف مجھے بالکل پسند نہ آئی اور میں نے خفا ہو کر کہا۔ آپ نے مجھے پہلے کب دیکھا ہے جواب موٹا بتا رہی ہیں "۔ اتنے ہی میں ایک دوسری محترمہ نے فرمایا " بھیاجیاں تو ایسن ہنسی ہوت ہے " میں نے کہا " اچھی ہنسی ہوتی ہے اور وہاں سے کھسک گیا۔

جمنا پار کی زبان تو بڑی ہی مشکل ہے۔ اُسے جوں کا توں تبلانا تو میرے بس کی بات نہیں۔ لیکن قنوجیا گھرانوں میں پنجاب سے بنگال تک دیہاتی بولی قریب قریب ایک سی ہوتی ہے۔ صرف تھوڑے سے الفاظ کا ردو بدل ہوتا ہے اسلئے مجھے کم از کم قنوجیا گھرانوں کی بولی سمجھنے میں کہیں بھی زیادہ دقت نہیں ہوا کرتی۔

میری ماں بچپن میں اپنے ننہال میں بہت رہی تھیں ان کے ساتھ کھیلی ہوئی بہت سی لڑکیاں گاؤں میں تھیں۔ ایک دن ہم لوگوں کو ساتھ لے کر میری ماں میل ملاقات کو نکلیں۔ ایک گھر کے دروازے کی زنجیر انھوں نے بہت زور سے کھٹکھٹائی اور دھونکلیاں، دھونکلیا کی آوازیں لگائیں۔ تھوڑی دیر کھٹکھٹانے کے بعد دروازہ زور سے کھلا اور ایک ادھیڑ عمر کی عورت نظر آئی جس کے چہرے سے ناراضگی ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ بڑبڑا رہی تھی " کو آئے دھونکلیا؟ دھونکلیا لگائے ہے۔ اور ہم لوگوں کے ٹھاٹ باٹ دیکھکر وہ کچھ سہم سی گئی۔ لیکن پارہ گرم ہو جانے کے بعد اُس کے سرد ہونے میں بھی تو کچھ دیر لگتی ہے۔ اُس عورت نے کچھ جھنجھلاہٹ کے ساتھ کہا۔ کو ہو؟ کیہکا پوچھت ہو؟ "یہ سُن کر میری ماں نے پوچھا "اری دھونکلیا! تو ہم کا پہچانس نہیں؟ اُس عورت نے میری ماں کو غور سے دیکھا اور پھر لپک کر میری ماں کے گلے سے چمٹ گئی اور کہنے لگی۔ ارے یہ تو ...... آئے۔ ہم پہچنبے نہیں کین۔ بہت دنوں ماں ملیو۔ کیسی ہو؟ کب آئیو؟ ہم لوگ یہ زبردست ملاپ دیکھکر گھبرا گئے اور کچھ کچھ کھسک کر پیچھے ہٹ گئے اگر ایسا ملاپ ہم لوگوں کے ساتھ ہوتا تو ہماری ساری ہڈیاں پسلیاں غائب ہو جاتیں وہ عورت اور میری ماں ایک ساتھ اونچی آواز میں ایک دوسرے سے سوالات کر رہی تھیں اور جواب کا انتظار کئے بغیر نئے نئے سوالات کرتی جاتی تھیں۔ تھوڑی دیر یہی حالت رہی پھر میری ماں سب سے چھوٹی بہن جو اپنی بڑی بہن کی گود میں تھی رونے لگی۔ وہ گھبرائی ہوگی کہ اس کی ماں کو کوئی مار رہا ہے اور خوب لڑائی ہو رہی ہے یا یہ سمجھکر رونے لگی ہوگی کہ اپنی ماں کو یہ یاد دلا دے کہ اسکے رہتے ہوئے اس کی ماں سے کسی اور کو اسکی ماں سے اتنی دوستی کا حق نہیں ہے۔ خیر! ہم لوگوں سے ملاقات کرائی گئی اور ہم لوگوں کی بڑی خاطریں ہوئیں۔ ننگی پیٹھ پر گھوڑ سواری کین ندی کے نہانے کی باتوں نے میری ماں اور اُن کی سہیلی کے کئی گھنٹے لگائے۔ پھر گاؤں کے حالات اور پرانی سہیلیوں کے احوال عرض کئے جانے لگے۔ ہم لوگ وہ باتیں سُنتے سُنتے اوب گئے تب کہیں ماں نے وہاں سے اُٹھنے کا نام لیا۔ راستے میں انھوں نے اپنی بھاوج یعنی ہم لوگوں کی مومانی کا ایک بہت پُر لطف قصہ سنایا۔ وہ بھی جمنا پار کی ہی تھیں اور تھیں بیچاری بہت سیدھی۔ ان کے باپ بڑے زمیندار تھے اور کھانے پینے کے بڑے شوقین تھے۔ بھرے ہوئے کریلوں کی ترکاری اُنھیں بہت پسند تھی۔ برسات کے دن تھے زمیندار صاحب کہیں سے کچھ موٹے موٹے کریلے لے آئے اور اپنی لڑکی سے انھیں پکانے کی فرمائش کی۔ لڑکی کو وہ بوٹیا کہا کرتے تھے۔ چراغ کی ٹمٹماتی ہوئی روشنی میں رات کو وہ کھانا کھانے بیٹھے۔ پوری اور ترکاری تھی۔ جمنا پار میں پوریوں کا بہت رواج ہے پوری کے ساتھ وہ ایک کریلا کھانے لگے۔ وہ بہت سخت معلوم ہوا۔ پھر بھی انھوں نے کوشش کرکے اُسے تھوڑا سا کھایا ہی۔ لیکن جب کچھ مزا نہ ملا تو انھوں نے زور سے کہا۔ بوٹیا ذرا دیا لے کر آ تو اوجرہ"

بونیا چراغ ے کر جب پہنچی تو دیکھا کہ اُسکے پتا کریلے نما ایک مینڈک سے لڑ رہے ہیں۔ گلے میں ہاتھ ڈال ڈالکرنے کی کی۔ لیکن اندھیرے میں کھانا کھانے میں تو ایسا ہوا ہی کرتا ہے کھانا کھانے کے وقت تو ہمیشہ روشنی اپنے پاس رکھنی چاہئے کم از کم اتنی قریب تو ہو کہ اُس روشنی سے یہ تو معلوم ہو سکے کہ کریلا کھایا جا رہا ہے یا کڑھائی میں کودا ہوا برساتی مینڈک اُس روز سے جب تک ہم لوگ جمنا پار رہے کھانا بہت دیکھ بھال کر کھاتے رہے۔

کھانے کا تو اُس طرف عجیب حال ہے۔ ایک بڑے زمیندار کا لڑکا موتی جھالے میں بیمار پڑا۔ باندہ سے علاج کے لئے سول سرجن بلایا گیا۔ اُنیسویں روز بخار اترنے پر ڈاکٹر سے پوچھا گیا کہ کھانے کو کیا دیا جائے تو ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ بہت ہلکی غذا دیجائے۔ لڑکے کی ماں نے کہا: "تب تو پوری اور بھانٹے کا ساگ دے ہی سکتے ہیں۔ غریب ڈاکٹر کو اپنے مریض کے لئے یہ ہلکی غذا سنکر خود غشی آگئی۔ خدا کے فضل سے اُس طرف تندرستی اچھی ہوتی ہے اس لئے کھانا بھی اچھا اور اچھی طرح سے کھایا جاتا ہے۔ یہاں تو پہلے روز ہی تھالی دیکھکر بھوک بھاگ گئی تھی۔ کھانے کا تو ذکر ہی کیا۔ اُس طرف کے رئیس کھانے ہی میں نہیں بلکہ ہر بات میں رئیس ہوتے ہیں۔ ایک رئیس کے صاحب زادے ایک شہر میں وکالت کرنے گئے۔ ان کے ساتھ کے لئے چھ نوکروں کا انتظام ہوا ایک کھانا پکانے کے لئے تھا ایک سودا لانے کے لئے تھا ایک برتن مانجنے کے لئے تھا اور ایک پیر دابنے کے لئے تھا ایک گھر صاف کرنے کے لئے تھا اور ایک اس لئے تھا کہ للّو کا جی گھبرائے تو بتا دینے کے لئے بھی تو کوئی چاہئے۔ وکیل صاحب کی یہ جماعت دیکھکر شہر بھی گھبرا اُٹھا۔ آمدنی شاید پانچ روپیہ تھی اور وہ بھی شاید چھٹے ماہ اور خرچ تھا تقریباً دوسو روپئے ماہوار کا، آجکل وکالت بھی تو ایسے ہی گھر کے رئیس کر سکتے ہیں معمولی اسامیوں کا اب اس پیشے میں بغیر دغا فریب کے گزر ہے ہی کہاں۔

دھرم کرم کے بھی جمنا پار میں لوگ بڑے پکے ہوتے ہیں۔ ایک رئیس کے یہاں ان کا محل ہر وقت دھلا ہی کرتا ہے کیوں کہ بات بات میں چھوت لگ جاتی ہے۔ اُنکے یہاں جانے کیلئے دریا یا دلدل میں چلنے کی تھوڑی بہت عادت ہونی چاہئے ورنہ اس ہر وقت بہتے ہوئے پانی میں سے ہو کر انسان کسی کمرے میں پہنچے بھی تو کیسے پہنچے۔ چھوت کی بیماری تو ایسی بیڈھب ہے کہ بغیر کسی نوٹس کے وہ کسی بھی کمرے میں پہنچ جاتی ہے اور وہ کمرہ معہ سامان کے سال بھر کے لئے بند ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب کے کپڑوں میں ایک بار چھوت لگ گئی اور دوسرے صاحب کے فاؤنٹین پین میں چھوت لگی۔ وہ بیچارے کہتے ہی رہے کہ بغیر کپڑے اور قلم کے کیسے کام چلے گا لیکن چھوت کے آگے بس نہ چلا۔

جمنا پار میں ایسی ہی بہت سی باتیں دیکھیں اور سنیں لیکن مجھے تو وہاں کوئی خاص گنوارپن نظر نہیں آیا اپنی اپنی جگہ کے رسم و رواج الگ الگ ہوتے ہیں۔ لوگوں میں بھی فرق ہوتا ہے۔ پوشاک اور چال ڈھال میں فرق ہوتا ہے۔ لیکن کسی جگہ کو ایسا گنوار بتا دینا جیسا جمنا پار کو بتایا جاتا ہے اس جگہ کے ساتھ سراسر زیادتی ہے۔ اور مذاق تو ہر جگہ کا اُڑایا جا سکتا ہے۔

جنگل کی قومی دولت

(از جناب ایم حکیم الدین صاحب پی - ایف - ایس - ڈویژنل فاریسٹ افسر)

انسان کے لئے اس کے فائدے

قدرت نے پہلے زمین کی سطح پانی یا نباتات سے ڈھانک دی۔ انسان اپنی پیدائش کے ابتدائی دور میں کسی نہ کسی شکل میں اپنے فائدے کے لئے نباتات کا استعمال کرتا رہا۔ دراصل ابتدا میں جنگلی پیداواروں پر ہی اسکی زندگی کا انحصار تھا۔ وہ اپنے جسم کو پتّوں، گھاسوں، اور کھانے کے لئے مارے جانے والے جانوروں کی کھالوں اور پروں سے چھپا لیتا تھا۔ وہ زیادہ تر قند مول، بیر اور پھلوں سے ہی زندگی گزارتا تھا۔ جیسے جیسے اُسکی ضرورتیں بڑھتی گئیں اور وہ روز بروز عقلمند ہوتا گیا وہ لکڑی اور گھاس کی جھونپڑیاں بنانے لگا۔ مویشی پالنے لگا اور انھیں جنگلوں میں چرانے لگا۔ آبادی کے اضافہ اور تہذیب کے عروج کے ساتھ ساتھ انسان جنگل صاف کرنے لگا۔ مویشیوں کو جوتنے لگا ہل بنانے لگا فصلیں اُگانے لگا بیٹھنے اور لکڑیاں کام میں لانے لگا اور بیل گاڑیاں، کشتیاں، گھر، پُل، ریل اور ملیں بنانے لگا اور ایسی صنعتوں کو ترقی دینے لگا جو کسی نہ کسی صورت میں بالواسطہ یا بلا واسطہ جنگل اور اُنکی پیداوار سے تعلق رکھتی ہیں۔ سائنس دانوں نے تحقیق کے بعد یہ بات ثابت کی ہے کہ ہر ایک ملک کا کم از کم ۳۳ فیصدی رقبہ نباتاتوں سے ڈھکا رہنا چاہئے۔ صوبۂ متحدہ کا صرف ۰ فیصدی حصہ زمین میں ہی جنگل ہیں۔ زمانہ قدیم سے ہی ہندوستان ایک زراعت پیشہ ملک رہا ہے اور زراعت خاص طور سے بارش، زمین کی زرخیزی اور مویشیوں پر ہی منحصر ہے۔ اور ان تینوں ذریعوں کا انحصار جنگل اور ان کی حفاظت پر ہے۔

ملک کے لئے اُسکے فائدے

(۱) **حرارت**۔ جنگلوں کے ہونے سے انکے قرب وجوار کے مقامات کی حرارت کی شدت کم ہو جاتی ہے۔ یہ بات جنگل کے بیرونی اور اندرونی رقبوں کی حرارت دیکھکر ثابت ہو چکی ہے۔ ہر ایک سیاح کا بھی یہی تجربہ ہے کہ دن میں درختوں کے نیچے میدان کی بہ نسبت زیادہ ٹھنڈک رہتی ہے اور رات میں میدان کے مقابلے میں درختوں کے نیچے زیادہ گرمی رہتی ہے اسلئے بڑے جنگلوں کے آس پاس کی زمین پر اُنکا اوسط درجہ کا اثر پڑتا ہے۔

(۲) **بارش**۔ اسی طرح جنگل کے اندرونی اور بیرونی رقبوں کی بارش کا اندازہ کرنے سے یہ بات ثابت ہے کہ جنگل کی درختوں سے ڈھنکی ہوئی زمین میں ایسی زمین کے مقابلے میں زیادہ بارش ہوتی ہے جہاں درختوں کی کمی ہے یا درخت بالکل نہیں پائے جاتے۔ مثال کے طور پر دیرہ دون سے گورکھپور تک ترائی میں ۵۰ انچ سے ۸۰ انچ تک سالانہ بارش ہوتی ہے لیکن وہاں سے جیسے جیسے دکھن اور پچھم کی طرف چلئے ویسے ویسے درختوں کی کمی کے ساتھ ساتھ بارش بھی گھٹتی جاتی ہے۔

(۳) **مٹی کی کٹائی اور سیلاب**۔ ساری دنیا میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جنگلوں اور نباتاتوں سے ڈھکی ہوئی پہاڑیوں اور میدانوں میں ایسی جگہوں کی بہ نسبت جہاں انسانوں نے درخت اُجاڑ دیئے ہیں مٹی کی کٹائی کم ہوتی ہے اور سیلاب بھی کم آتے ہیں۔ ایسے رقبے میں جہاں کی زمین درختوں سے ڈھنکی ہوئی ہے بارش کا بہت زیادہ پانی درختوں کی جڑوں کے ذریعہ جذب کر لیتی ہے۔ اور برسات کے بعد کے موسموں میں چشموں اور ندیوں کو پانی دیتی رہتی ہے اور میدان کے کنوؤں میں پانی کی سطح کو



میرا (المورہ ڈویژن) کا جنگل جو ۴۰۰۰ فیٹ کی اونچائی پر واقع ہونے پر بھی کٹائی اور چرائی کی وجہ سے دھیرے دھیرے ضائع ہو رہا ہے۔

(فوٹو گرافی ایچ۔ جی چیمپئن کے مہربانی سے)

ٹھیک گہرائی پر رکھتی ہے۔ لیکن ایسی پہاڑیوں اور میدانوں میں جہاں درخت نہیں ہوتے وہاں بارش کے پانی کو رکاوٹ نہیں ملتی اور وہ ڈھالوں پر سے بہ نکلتا ہے جس سے زمین دھنس جاتی ہے، سطح کی مٹی ڈھل جاتی ہے زیادہ مقدار میں ریت بہنے لگتی ہے، خوفناک سیلاب آتے ہیں اور نیچے کے زرخیز میدانوں میں ریت جمع ہو جاتی ہے جس سے وہاں کے لوگوں کو مفلسی گھیر لیتی ہے۔ یہ کتنی افسوس ناک بات ہے کہ لوگ اپنے جیسے دیگر بھائیوں کی غلطیوں کے باعث جو دوسری جگہ رہتے ہیں تکلیف اٹھاتے ہیں اور اس کا سبب بدقسمتی یا قہر الٰہی بتاتے ہیں۔

رائے عامہ

عام لوگوں کا اور تعلیم یافتہ و ذمہ دار لوگوں کا بھی یہی خیال ہے کہ جنگل کسی مفید مصرف میں نہیں آتے۔ وہ کسی کی بھی ملکیت نہیں ہیں اور ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہونا چاہئے وہ اپنے بزرگوں کی طرح آزادی کے ساتھ جنگلوں کو کاٹ سکے جلا سکے زمین صاف کر سکے، چرائی کر سکے، کھیتی کر سکے اور جنگلوں کو آ[illegible] وہ محکمہ جنگلات کے ملازمین کو غیر ضروری سمجھتے ہیں جو سرکار[illegible] خرچ سے کیمپ کی زندگی گزارنے اور گولی چلانے کے علا[illegible] اور کوئی مفید کام نہیں کرتے اور جن میں سے کچھ خوش قسمت لوگوں کو ہاتھی کی سواری بھی مفت ملتی ہے ایسے لوگ جو سڑکوں اور محفوظ پلوں پر چلتے ہیں اور ریل گاڑی، موٹر لاری یا کم از کم تانگوں کی آرام دہ سواری کرتے ہیں۔ جنگل کے سفر اور جنگل کے ملازمین کی راہ میں آنے والی دشو[illegible] کا بہت کم اندازہ کر سکتے ہیں۔ اپنے فرائض کے سلسلے میں دھوپ میں ایسی جگہ آگ بجھانے کے لئے دوڑنا پڑتا۔



دریائے کوہ کے ذریعہ سی کا لکنا - یہاں پہلے کوٹ دوارا نام کا پرانا شہر بسا ہوا تھا یہ مقام لینس ڈاون، یو پی میں واقع ہے
(فوٹو شری ایف - ی. ورڈ راورنسن کے مہربانی سے)

جہاں کوئی سڑک یا پگڈنڈی نہیں ہوتی - یا برسات میں جب ندیوں اور چھوٹے نالوں میں بھی طغیانیاں آجاتی ہیں تب انھیں گرتی ہوئی عمارت یا ایسی سڑک یا پل کی حفاظت کرنی پڑتی ہے جن کے کٹ جانے کا خطرہ ہوتا ہے - ایسے موقع پر صرف ہاتھی کی سواری ہی کیجا سکتی ہے - درخت لگانے کے کام جو آج کل بڑھائے جارہے ہیں زیادہ تر برسات ہی میں کئے جاتے ہیں - اُن کی کامیابی اور عوام کی لگی ہوئی زیادہ رقم کے فائدے - یہ باتیں برسات میں موقع موقع پر پہنچ کی نگہداشت کرنے، درخت لگانے اور ان کی حفاظت کرنے پر ہی پورے طور پر منحصر ہیں۔

یہ کام زیادہ تر بغیر ہاتھی کی مدد کے نہیں کئے جاسکتے۔ بارش کے بعد فوراً ہی موقع پر جاکر سڑک کی عمارتوں اور پلوں کی سالانہ مرمت کے تخمینوں کی جانچ کرنا کفایت شعاری اور ساتھ ساتھ جنگل کے کاموں کو شروع کرنے کے لئے راستہ ٹھیک کرنا نہایت ضروری ہے یہ بھی ایسے موقع پر ہاتھی کی مدد کے بغیر نہیں ہوسکتا جب جنگل کی سڑکیں اور پل خراب ہوگئے ہوں - پکنک کے شائقین کو جب وہ شہروں کے ہنگاموں سے فرصت پاکر کچھ دنوں کے لئے باہر جاتے ہیں خوشگوار تبدیلی ہونے کے باعث خواہ جنگل باغ پر بہار نظر آئے پھر بھی میں سوچتا ہوں کہ اس قسم کے لوگوں میں کتنے

ایسے ہوں گے جو اپنی زندگی کے تقریباً ۳۰ بہترین سال تنہا ویران جنگل میں اپنے عزیزوں سے دور رہ کر سماجی زندگی اس کی مسرتیں اور موقعہ بموقعہ پر حاصل ہونے والی ڈاکٹری امداد سے محروم رہ کر، اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت کی قربانی کرتے ہوئے، ملیریا بخار، تلی گٹھیا، پیچش وغیرہ بیماریوں کا مقابلہ کرتے ہوئے گزاریں گے۔ جنھیں کسی بھی قسم کے پکنک خواہ وہ کتنی ہی مسرت بخش کیوں نہ ہو، دور نہیں کر سکتی۔ اس طرح محکمۂ جنگلات کے ملازمین اور ان کے افسروں کی زندگی اتنی قابل رشک نہیں ہے جتنی کہ پکنک کے شائقین سمجھتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان میں سے جو جنگلی زندگی کے بہت خواہش مند ہوں گے وہ بھی اگر ان کی روزی جنگل ہی پر منحصر ہو جائے تو جلد ہی اس زندگی سے آسودہ ہو جائیں گے اور صرف یہی نہیں کیونکہ جنگل کے ملازمین کو محنت کرکے پسینہ گرانا پڑتا ہے جسے کوئی نہیں دیکھتا اور عموماً بغیر حوصلہ افزائی یا انعام کے کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ ٹریننگ یافتہ انجینیر، امین، درخت لگانے والے تاجر اور اسٹیٹ منیجر اور وکیل ہیں۔ وہ خود کوٹھیں عمارت اور پلوں کے نقشے تیار کرتے اور انھیں بناتے ہیں۔ وہ سڑکیں، نہریں اور راہوے بنواتے اور انکی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ زمین کی پیمائش کرتے، نقشے بناتے اور حدود مقرر کرتے ہیں۔ وہ نئے درخت اگاتے ہیں اور پرانے درختوں کو گراتے ہیں۔ وہ جنگل کی جائداد اور جنگل کے دیہاتوں کا انتظام کرتے، جھگڑوں کا تصفیہ کرتے اور جنگل کے مقدموں کا جنگل کے ایکٹ اور کورٹ کے مطابق فیصلہ دیتے ہیں۔ اس طرح اوسط طور پر ہر ایک فارسیٹ افیسر کو روزی کمانے کے لئے روزانہ ۴ سے ۶ گھنٹے تک دفتر کا کام اور اتنی ہی دیر تک دفتر سے باہر بھی کام کرنا پڑتا ہے۔ وہ کس طرح عوام کی خدمت کرتے ہیں یہ بات ان لوگوں پر چھوڑ دی جاتی ہے جو غیر جانب دارانہ طور پر اسکے اچھے اور برے دونوں پہلوؤں پر غور کر سکتے ہیں۔

جنگل کی قومی دولت کا اقتصادی پہلو

یہ بہتر ہوگا کہ ایک ضلع کے جس میں میں کام کر رہا ہوں اعداد و شمار دے جائیں اور پھر جو فیصلہ ہو اسے اس صوبے کے دیگر اضلاع کے لئے بھی واحد سمجھا جائے جن میں ایسے جنگل ہیں جنکا حکومت کی طرف سے انتظام ہوتا ہے اور جو محفوظ جنگل کہلاتے ہیں۔

اس ضلع (گڑھوال) کے جنگل پہاڑیوں میں سمندر کی سطح سے تقریباً ایک ہزار اور ۱۲ ہزار فیٹ کی بلندی پر ہیں۔ ان جنگلوں کے تین ڈویژن ہیں۔ گڑھوال لینس ڈاؤن اور کالاگڑھ۔ انکا رقبہ تقریباً ۱۱۰۰ مربع میل ہے اوسط طور پر ان جنگلوں سے تقریباً ۷ لاکھ سالانہ کی آمدنی ہوتی ہے جس میں تقریباً ۳½ لاکھ خرچ ہو جاتا ہے اور تقریباً ۳½ لاکھ روپئے کی بچت ہوتی ہے۔

ظاہر منافع

اوسطاً ہر سال ۳½ لاکھ روپئے ملازمین کے رکھنے کے لئے جنگل کے اندر سڑک اور پل بنانے، جنگل کی پیداوار باہر بھیجنے، آگ سے حفاظت کرنے، سرحد بنانے درخت لگانے اور جنگل کی پیداوار کے لئے اصلاحی کام کرنے میں صرف ہوتے ہیں۔ ان ۳½ لاکھ روپوں سے ۷۵ فیصدی سے زیادہ روپیہ یہاں کے مزدوروں اور چھوٹے چھوٹے ملازمین میں جن میں بیشتر لوگ ضلع گڑھوال کے باشندے ہیں، صرف ہوتا ہے اور شاید ۲۵ فیصدی روپیہ بیرونی لوگوں میں صرف ہوتا ہے ۳½ لاکھ کی بچی ہوئی رقم اس صوبے کی مرکزی آمدنی میں جمع کیجاتی ہے اور جس کسی ضلع کی آمدنی کم ہوتی ہے وہاں کے عوام کے فائدے کے کاموں میں جیسے قانون اور حکم کی حفاظت کرنے، اسپتال، اسکول،



گونڈا ڈویژن کے ایک گاؤں کا منظر زیادہ چرائی سے گہری گھاٹیاں بن گئی ہیں اور مٹی کا کٹنا ابھی جاری ہے (فوٹو مسٹر آئی - اے اسمیتھ کی مہربانی سے)

سڑک اور پل وغیرہ کی تعمیر میں صرف کیجاتی ہے اس طرح ہر سال تقریباً ، لاکھ روپے کسی نہ کسی صورت میں عوام کے کاموں میں صرف ضلع گڑھوال کے جنگلوں کی آمدنی سے خرچ کئے جاتے ہیں۔

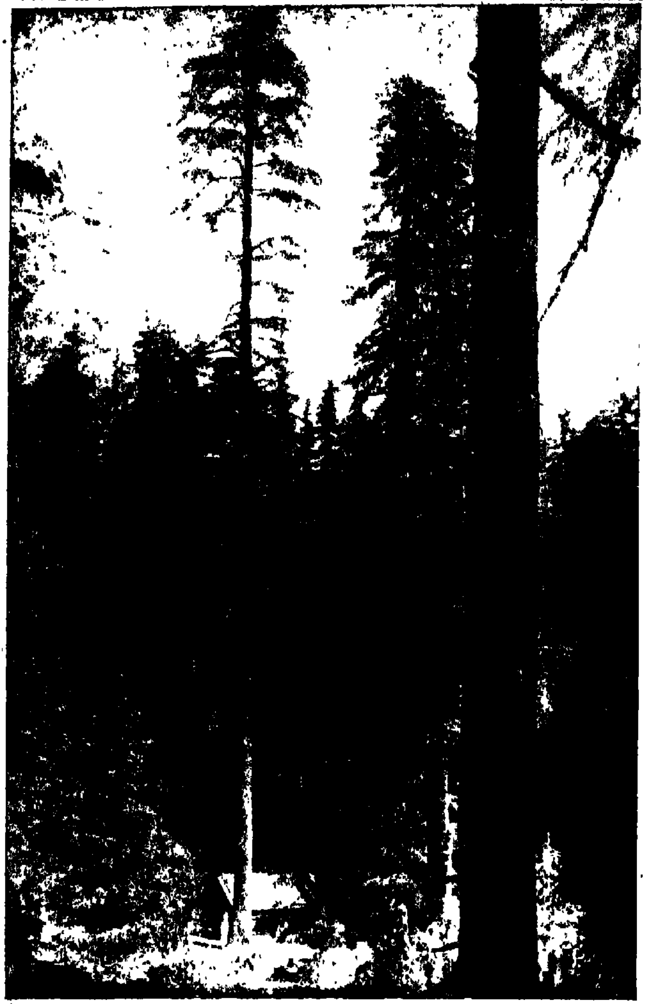
اندرونی منافع

یہ ایک تسلیم شدہ امر ہے کہ جنگل کے ٹھیکے داروں کو ٹھیکے کی رقم کی تگنی اور چوگنی رقمیں جنگل کی پیداواروں کو بازار میں لانے کے پہلے کٹائی چرائی اور ڈھلوائی کی صورت میں خرچ

کرنی پڑتی ہیں مثال کے طور پر ۵ ہزار کے ٹھیکیدار کو میدانوں اور پہاڑیوں کے جنگلوں کی پیداوار دوں کو مناسب طریقہ پر بیچنے کے لئے ۱۵ ہزار سے ۲۰ ہزار روپئے صرف کرتے ہونگے۔ بات یہ ہے کہ محکمۂ جنگلات کھڑے درختوں اور بانسوں ہی کو فروخت کرتا ہے۔ ٹھیکیدار انھیں کاٹتا ہے اور فروخت ہونے والی چیزوں کی صورت میں جیسے شہتیر، کڑی، سلیپر اور تختے بناکر بازار میں بیچتا ہے۔ اسلئے ٹھیکیدار کو خرید کی قیمت کی لگنی اور جوگنی رقم صرف کرنی پڑتی ہے محکمہ جنگلات شال کی لکڑی تقریباً آٹھ آنہ اور دوسری لکڑیاں تقریباً ۴ آنہ فی مکعب فیٹ اور بانس تقریباً ۴ آنہ فی کوڑی کے حساب سے بیچتا ہے۔ اوسطاً بازار میں شال کی لکڑی تقریباً ۱۲ آنہ فی مکعب فیٹ اور بانس تقریباً ۱/۴ روپیہ فی کوڑی کے حساب سے بکتا ہے۔ بہت زیادہ مقابلہ ہونے سے ٹھیکیدار کو لکڑی میں ایک آنہ مکعب فیٹ یا بانس میں بھی ایک آنہ فی کوڑی سے زیادہ فائدہ نہیں ہوتا خرید کی قیمت اور فروخت کی قیمت میں جو فرق ہوتا ہے وہ کٹائی گڑھائی اور ڈھلوائی کا صرفہ ہے۔ اس طرح صرف ضلع گڑھوال کا محکمۂ جنگلات تقریباً ۲ لاکھ کی سالانہ آمدنی کرتا ہے اور ٹھیکیدار اس رقم کی تگنی اور چوگنی رقم یعنی تقریباً ۲۲ ہزار سے ۲۸ ہزار روپئے سالانہ تک کٹائی، گڑھائی اور ڈھلوائی کی صورت میں اس ضلع کے مزدوروں میں صرف کرتے ہیں۔ یہ مزدور لکڑی اور بانس کاٹتے، چیرتے اور ڈھوتے ہیں اور زیادہ تر اضلاع گڑھوال، کمایوں اور بجنور سے آتے ہیں۔ اس ضلع اور اسکے پڑوس کے اضلاع سے سینکڑوں خچر، بھینسے، بیل اور اونٹ لکڑی اور بانس ڈھونے کیلئے لائے جاتے ہیں۔ نیپال کے مزدور بھی جو دوتیل کہلاتے ہیں یہاں ایسی گہری جگہوں میں سے لکڑی نکالنے کیلئے آتے ہیں جہاں یہ جانور کام نہیں کرسکتے۔ ایسے جانور اور آدمی اپنے کنبے کے ساتھ ہر سال شروع جاڑے میں اپنا گھر چھوڑ کر یہاں آتے ہیں اور جنگل بھر میں پھیلکر جھونپڑیاں بناکر رہتے ہیں۔ اسطرح وہ چار چھ ماہ تک روزی کماتے ہیں اسلئے یہ بات صاف ظاہر ہے کہ صرف ضلع گڑھوال کے محفوظ جنگل ہی ہر سال بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر تقریباً ۲۸ لاکھ یا ۲۵ لاکھ روپئے صرف کرکے کئی لاکھ جانوروں اور انسانوں کو روزی دیتے ہیں اسکے علاوہ محفوظ جنگلوں کے دس میل کے حلقے میں رہنے والے گاؤں والوں کو مویشی چرانے عمارت کیلئے پتھر لینے، چھپر بنانے کیلئے گھاس لینے، گھر بنانے اور کھیتی کے آلات ونیز جلانے کے لئے لکڑی لینے کی سہولتیں حاصل ہیں۔ اسکے لئے انھیں یا تو کچھ دینا نہیں پڑتا یا جنگل کے بندوبست میں دی جانے والی رعایت کے مطابق برائے نام رقم دینی پڑتی ہے۔ اگر مذکورہ بالا چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو کئی لاکھ روپیہ ہوگی۔

یہ دیکھکر تعجب ہوگا کہ ۱۱۰۰ مربع میل جنگل کی زمین پہاڑی اور دشوار گذار جگہ میں ہوتے ہوئے بھی محکمہ جنگلات کی نگرانی میں رہنے کی وجہ سے بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر قرب وجوار کے عوام کیلئے ۳۵ لاکھ روپیہ سالانہ دیتی ہے۔ لیکن مذکورہ رقبے کی چوگنی زمین میں جو لینس ڈاؤن اور کالاگڈھ جنگل ڈیویژنوں کے نیچے گنگا اور رام گنگا کے درمیان ایسی جگہ میں ہے جو دشوار گذار نہیں ہے اور جہاں پہلے اچھے جنگل پائے جاتے تھے غیر سرکاری انتظام ہونے کے باعث ایک کروڑ کی جگہ شاید ہی چار لاکھ سالانہ آمدنی ہوتی ہو۔ اس کا سبب یہ ہے کہ انتظام مناسب نہیں ہوتا اس سے یہ بات پوری طرح ثابت ہوتی ہے کہ محفوظ جنگلوں کا بجا طور پر انتظام ہونے سے فائدہ ہوتا رہیگا اور انکی تعداد بھی آئندہ بڑھتی رہے گی۔ لیکن انتظام ٹھیک نہ ہونے سے یا درختوں کو زیادہ تعداد میں گرانے سے لکڑیاں ایندھن اور دیگر جنگلی پیداوار کی کمی ہو جائے گی اور سینکڑوں جانور بھوکے مریں گے۔

اس صوبے کے دس اضلاع میں چودہ اور محفوظ جنگلوں کے ڈویژن ہیں جن سے تقریباً ۴۳ لاکھ کی آمدنی ہوتی ہے جیسا اوپر ضلع گڑھوال کیلئے کہا گیا ہے اسی حساب سے مذکورہ رقم کی تگنی رقم یعنی ۱۲۹ لاکھ روپئے ٹھیکیداروں



پہاڑی بیڑا

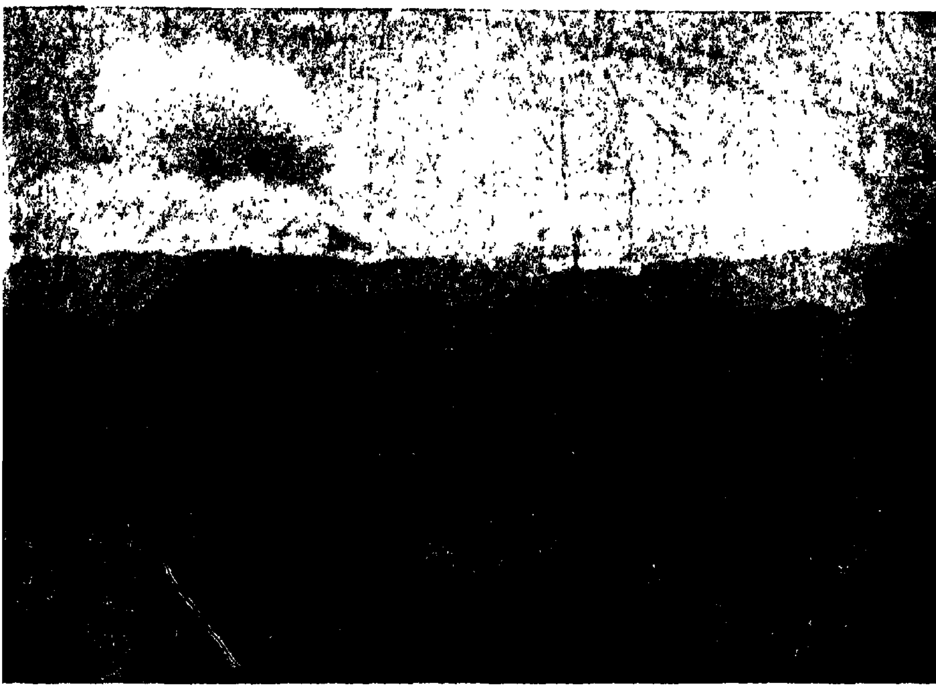
کے ذریعہ کٹائی گرد ھائی اور ڈھلائی کی صورت میں مزدوروں کو ملتے ہیں اس طرح گیارہ اضلاع کے محفوظ جنگلوں کے ذریعہ صرف ٹھیکیداروں اور تاجروں کو ہی تجارت اور صنعتی ترقی کرنے کی سہولیت نہیں حاصل ہوتی بلکہ اس صوبے کے بیشتر مزدوروں کو روزی بھی ملتی ہے۔

جنگلوں کے ذریعہ ہونے والے فائدوں کو بتلانے کے لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سیکڑوں گاؤں والے اپنی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے، ہزاروں جانور چرائی کے لئے اور مختلف قسم کے کھیتی کے آلات اور آبپاشی کے لئے محفوظ جنگلوں پر ہی منحصر رہتی ہے اگر ان سب چیزوں کی قیمت لگائی جائے تو کئی لاکھ روپیہ سالانہ کی رقم نکلے گی۔

جنگل سے ملک کو بھی بالواسطہ اور بلاواسطہ فائدے ہوتے ہیں اور اسی لئے جنگل قومی ملکیت کئے جاتے ہیں۔

جس رفتار سے اس وقت جنگل برباد کئے جا رہے ہیں اگر یہی سلسلہ جاری رہا تو کچھ عرصہ میں یہ گاؤں، مویشی اور کھیتی تباہ ہو جائے گی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ کئی ملک قدرتی جنگلوں کے کاٹے جانے سے اُجڑ گئے اگرچہ یہ کام رفتہ رفتہ ہوتا ہے مگر ہوتا ضرور ہے۔ سائنس دانوں کے ذریعہ کچھ ملکوں کے قدیم آثار دریافت کرنے پر ان کی پرانی عظمت ظاہر ہوتی ہے جو جنگلوں کی کٹائی کے ساتھ تباہ ہوتی گئی اور بالآخر ملک کی آب و ہوا بارش زمین کی زرخیزی اور دیگر اقتصادی ذریعے برباد ہو گئے۔

اس لئے ایسے لوگوں کو متنبہ کرنا چاہئے جو صوبے کی دولت برباد کرنے میں دلچسپی لے رہے ہیں اور بھولے بھالے لوگوں کو موجودہ اختیارات بڑھوانے کے لئے بھڑکا رہے ہیں



پہاڑوں کے جنگل

اور خود کو بہت بڑے مصلح اور بہادر ثابت کرنے کے لئے محفوظ جنگلوں میں بھی کھیتی ہونے پر زور دے رہے ہیں۔ ایسے لوگ جاہل لوگوں کو تعلیم دیکر اور جنگلوں کی حفاظت کرنے اور موجودہ جنگلوں کو وسیع کرانے میں امداد دیکر ملک کی سچی خدمت کر سکتے ہیں۔

جنگلوں کا بندوبست

عوام میں محفوظ جنگلوں کے بندوبست اور اُن میں رہنے والوں کی قانونی حالت، حقوق اور رعایتوں کے بارے میں بہت بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔ ۶۰ یا ۷۰ سال پہلے جب برطانی حکومت نے صوبے کے اِن قدرتی جنگلوں کو برباد ہوتے دیکھا تو اُس نے جنگلوں کی حفاظت کے لئے قانون بنایا اور اُن میں رہنے والے لوگوں کے حقوق کا انڈین فارسیٹ ایکٹ (۱۸۶۷ء کا ۲۶ واں ایکٹ) کی ۲۰-۴ دفعات کے مطابق بندوبست کیا۔ عام طور پر ہر ایک جنگل کے بندوبست کے لئے ایک تجربہ کار سویلین فارسیٹ سٹلمنٹ افیسر کے طور پر تعینات کیا گیا۔ اِس افسر نے محفوظ کئے جانے والے جنگلوں کے قرب و جوار کے دیہاتوں میں اخباروں میں اشتہار چھاپ کر نوٹسیں نکال کر اور منادی کرا کے (ا) مجوزہ جنگلوں کے حدود متعین کئے۔ (ب) ایسے جنگلوں کے محفوظ کئے جانے کے باعث ہونے والے نتیجے بتلائے۔ اور (ج) لوگوں کو تین ماہ کے اندر فارسیٹ سٹلمنٹ افسر کے پاس اپنے حقوق اور معاوضے لکھ کر داخل کرنے کا موقع دیا گیا۔ اس کے بعد فارسیٹ سٹلمنٹ افسر نے موقع پر جا کر سبھی حقوق کی تحقیقات کی، تاریخ مقرر کر کے گواہوں اور کاغذات کی تحقیقات کی اور لوگوں کو ایسے حق دئے جو تحقیقات کرتے وقت ثابت ہو گئے تھے۔ موروثی حق بھی مان لئے گئے اور باقی سبھی باتیں نامنظور کر دی گئیں۔

ایسے جنگلوں کے بڑھنے کا بھی انتظام کر دیا گیا جن میں



زیادہ چرائی سے زمین کا کٹنا

لوگوں کے حقوق مان لئے گئے تھے۔ لیکن ایسے جنگلوں میں جہاں بہت سے لوگوں کے حق ہونے کے باعث جنگلوں کی حفاظت نہیں ہو سکتی تھی یا تو کئی حق داروں کے حق ایک میں ملا دئے گئے یا ایسے جنگل محفوظ نہ ہو کر گاؤں والوں کے لئے چھوڑ دئے گئے۔

فارسیٹ سٹلمنٹ افسر کے آرڈروں سے مطمئن نہ ہونے والے لوگوں کو تین مہینے کے اندر لوکل گورنمنٹ کی طرف سے قائم ہونے والی اپیل عدالت میں، جو عموماً اسی ڈیویژن کے کمشنر کی عدالت ہوتی تھی اور جسے ہائی کورٹ کے اختیارات حاصل تھے، اپیل کرنے کا موقعہ دیا گیا تھا۔ ایسے فیصلوں کی نگرانی کا حق لوکل گورنمنٹ کو حاصل تھا۔ فریقین کو یہ حق تھا کہ ان دونوں عدالتوں میں ان کی طرف سے وکیل پیروی کریں۔

اس طرح ہم دیکھیں گے کہ یہ سرکاری جنگل قانون کے مطابق ہی محفوظ کئے گئے ہیں، اور جنگلوں کا بندوبست کرتے وقت لوگوں کے حقوق کا خیال کرتے ہوئے سبھی ضروری قانونی کارروائیاں کی گئی ہیں۔ ان جنگلوں کے گاؤں اور قصبوں کی ضرورتیں گھٹنے بڑھنے سے مذکورہ حقوق گھٹ بڑھ نہیں سکتے۔ ۱۸۷۶ء کے انڈین فارسیٹ ایکٹ کے مطابق محفوظ سرکاری جنگل میں نہ تو کوئی نیا حق پیدا ہو سکتا ہے اور نہ کوئی بنایا ہی جا سکتا ہے۔

دلچسپی لینے والی جماعتوں اور جھگڑا کرنے والے لوگوں کا کہنا ہے کہ ان پچھلے دنوں کے لوگ پورے عقلمند اور تعلیم یافتہ نہیں تھے۔ لیکن اسی طرح یہ کہنا ٹھیک نہ ہوگا کہ اس وقت کے سٹلمنٹ افسر اور ان کے ملازمین جنھوں نے رہنما کا کام دیا پورے عقلمند اور پڑھے لکھے نہیں تھے۔ اس لئے حقیقتاً گذشتہ بندوبست کی طرف سے مطمئن نہ ہونے کا کوئی سبب نہ ہونا چاہئے۔ روزانہ سارے ملک میں ہائی کورٹوں میں جنگل کے بندوبست سے بڑھ کر مقدمے کے فیصلے ہوا کرتے ہیں۔ ان کے فیصلے آخری فیصلے کی شکل میں تسلیم کئے جاتے ہیں اور مدتوں کے بعد ان کی نگرانی کی درخواست نہیں دی جاتی۔



کھیت کی چڑیل

(از شری ناتھ سنگھ)

(۱)

دن بھر کے کام کے بعد، شام کو تکان مٹانے اور دل بہلانے کے مختلف لوگوں کے مختلف طریقے ہیں۔ مہیش اور اسکے ساتھیوں کا طریقہ بالکل نرالا تھا۔ یہ لوگ کچھ رات گزرنے پر قریب کے گاؤں میں جاتے اور کچھ نہ کچھ چرا کر کھاتے۔ جب تک ان سب کے پیٹ میں کچھ پہنچ نہ جاتا یہ واپس نہ ہوتے۔ چاہے صبح ہی کیوں نہ ہو جائے۔ پھاگن کے دنوں میں یہ مہوے کی چوری کرتے۔ جیٹھ اساڑھ میں، آم کی۔ ساون بھادوں میں کھیرے اور ککڑی کی کنوار کاتک اور اگہن میں جوار باجرہ کی بالیں چراتے اور جاڑے میں چنے مٹر کی پھلیاں۔ مطلب یہ کہ کھیت اور باغوں میں موسم کے لحاظ سے جو چیز بھی انھیں ملتی یہ چراتے اور کھاتے۔

یہ سب ملاحوں کے لڑکے تھے اور ضلع الہ آباد میں جمنا کے کنارے بھیبھور نامی گاؤں میں رہتے تھے۔ دن بھر یہ ناؤ چلاتے یا مچھلی مارتے یا کھیتوں میں کام کرتے یا اور کوئی محنت مزدوری کا کام کرتے۔ لیکن شام کو سب جمع ہوتے اور ساتھ ساتھ چوری کرنے نکلتے۔ مہیش انکا لیڈر تھا۔ آس پاس کے گاؤں میں برابر یہ شکایت سنائی دیتی تھی کہ کل کسی نہ کسی کے یہاں چوری ہو گئی۔ لیکن لاکھ کوشش کرنے پر بھی یہ کوئی نہ جان سکا کہ چور کون ہے؟ اسکی ایک وجہ شاید یہ بھی تھی کہ یہ لوگ ایک کھیت یا باغ میں صرف ایک ہی بار چوری کرنے جاتے تھے اور اپنے کام سے زیادہ کی چیزیں نہیں چراتے تھے۔ اسلئے جس کا نقصان ہوتا تھا وہ اسکو معمولی سمجھ کر کوئی خیال نہیں کرتا تھا۔

بھیبھور سے ملا ہوا جمنا کے اس پار ایک گاؤں مجھیاری ہے اس گاؤں کے لوگ خوب کسرتی اور لٹھیت ہوتے ہیں۔ مہیش اور اسکے ساتھیوں کی ابھی تک مجھیاری کی طرف قدم اٹھانے کی ہمت نہ ہوئی تھی۔ لیکن مجھیاری کے کچھار میں گرمی کے دنوں میں جو تربوز ہوتے ہیں انھیں اپنے گاؤں میں بکنے کے لئے آتے دیکھ کر ان سب کے منہ میں پانی بھر بھر آتا تھا۔ ایک بار ہمت کر کے مہیش اور اس کے ساتھیوں نے تربوز کھانے کی ٹھان ہی لی۔

چاندنی رات تھی اور دس بجے کا وقت تھا۔ ہوا نیم کے پھولوں کی خوشبو سے معطر تھی۔ بیچ بیچ میں کوئل کی کوک رات کے سناٹے کو چیر کر مہیش اور اسکے ساتھیوں کے دلوں کو اور بھی زیادہ ہمت اور جوش سے بھر رہی تھی۔

مہیش کے ایک ساتھی نے کہا۔ آخر ہم سب لڑکے ہی ہیں اور مجھیاری والے بڑے لٹھیت ہوتے ہیں۔ اگر ان کا سامنا ہو گیا تو زندہ لوٹنا مشکل ہے۔

مہیش بولا ہم لوگوں کو تو صرف تربوزوں کے کھیت میں جانا ہے جو گاؤں سے بہت دور ہے اور پھر گاؤں والے لٹھ چلانے میں کتنے ہی تیز ہوں دوڑنے میں تو ہم لوگوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ ایک تربوز بھی ہاتھ لگ گیا تو ہم لوگ بھاگ نکلیں گے اور خطرے سے باہر ہو جانے کے بعد کسی کھیت میں بیٹھ کر اطمینان سے کھائیں گے۔

جھمور اور مجھیاری کے بیچ میں جمنا کی ایک پتلی دھار بہتی ہے جو گرمی سے سوکھ جاتی ہے اور پانی کی جگہ پر رات کو بھی ریت کی سفیدی دیکھ کر پانی کا دھوکا ہوتا ہے۔

جس وقت مہیش اور اس کے ساتھی ریت پر پہنچے اس وقت چاند اپنے پورے عروج پر تھا۔ کھیتوں کے بیچ میں محافظ اپنی اپنی چارپائیوں پر پڑے خراٹے لے رہے تھے اور دور سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اُن کے سونے کا اس لئے اور بھی یقین تھا کہ اگر وہ جاگتے ہوتے تو مہیش اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ لیتے۔ چاندنی چھٹکی ہوئی تھی چھپنے کے لئے کہیں کوئی چھوٹی سی جھاڑی بھی نہیں تھی۔ مہیش کے ساتھیوں کی رائے ہوئی کہ لوٹ چلنا چاہئے۔ اور کہیں مہوہ وغیرہ توڑ کر کھانا چاہئے۔ مگر مہیش نے کہا "نہیں آج تو ہم تربوز ہی کھائیں گے چاہے پکڑے ہی کیوں نہ جائیں۔

ابھی تک یہ لوگ کہیں پکڑے بھی نہیں گئے تھے اس لئے ہمت بڑھی ہوئی تھی اور پانچوں دوستوں کی عمریں ۱۵ اور ۱۸ سال کے درمیان تھیں۔ مہیش سب سے تندرست، پھرتیلا اور ہمت ور تھا اُس کی عمر ۱۶ سال تھی اور وہ سب کے آگے چل رہا تھا۔ تربوز کا پہلا کھیت چھان ڈالا لیکن انھیں ایک بھی تربوز نہ ملا۔ دوسرے کھیت میں ادھر بانسوں کا ایک چھپر کھڑا تھا۔ چھپر کے نیچے تھوڑی آگ تھی جو شاید محافظ نے تمباکو پینے کے لئے جلائی تھی۔ چھپر کے باہر کھلی ہوئی جگہ میں ایک چارپائی پڑی ہوئی تھی اُس پر کوئی نہ تھا سا معلوم ہوتا تھا۔

مہیش نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ دوستو! بڑھے آؤ اس کھیت میں ضرور ہم لوگوں کو اچھے تربوز ملیں گے۔ گرمی کے اندر آگ بھی پڑی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رکھوالا (محافظ) دوبارہ تمباکو پینے کا ارادہ نہیں رکھتا اور رات بھر کے لئے سو گیا ہے۔

مگر مہیش کے ساتھیوں کی آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی۔ وہ سب کھیت کی مینڈ پر کھڑے ہوگئے اور بولے۔ "انجان گاؤں میں ہمیں آگے بڑھنے میں ڈر لگتا ہے۔"

چاندنی رات ہوتے ہوئے بھی کھیتوں پر تربوز کے پتوں کا کچھ ایسا سایہ پڑ رہا تھا کہ کہیں کوئی تربوز نظر نہیں آتا تھا۔ پتوں کے بیچ میں کوئی کالی اور گول سی چیز مہیش کو نظر آئی۔ اُس نے سوچا ضرور یہ کوئی تربوز ہے۔ مہیش دبے پاؤں وہاں تک گیا اور جھک کر اُس کالی چیز کو دیکھنے لگا۔ مہیش کو جھکا ہوا دیکھ کر اُس کے ساتھی سمجھے کہ وہ کسی تربوز کے پاس پہنچ گیا ہے اور اُسے توڑنا ہی چاہتا ہے۔ وہ بھی دبے پاؤں مہیش کے پاس تک پہنچ گئے۔

لیکن یہ کیا؟ جیسے ہی مہیش نے اُس گول چیز میں ہاتھ لگایا تھا کہ ایک نوجوان لڑکی "چور پکڑ لیا" کہتی ہوئی اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ دراصل جس چیز کو مہیش تربوز سمجھ رہا تھا وہ اُس لڑکی کا سر تھا۔ چوروں کو پکڑنے ہی کے لئے وہ پتیوں میں چھپ کر وہاں لیٹی تھی۔ اُس نے اپنے دونوں ہاتھوں سے مہیش کو پکڑ لیا اور بولی "بس اب بھاگنے کی کوشش نہ کرنا!"

مہیش کے ساتھی یہ سین دیکھ کر وہاں سے اِس طرح بھاگے جیسے کھیت میں ذرا سا بھی کھٹکا ہوتے ہی گیدڑ بھاگتے ہیں۔

مہیش چلانے لگا۔ "دوستو! مجھے اکیلا نہ چھوڑو۔ ٹھہرو! ٹھہرو! یہاں کوئی نہیں ہے۔ یہ تو صرف ایک عورت ہے۔ ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔

مگر دوستوں نے مہیش کی ایک نہ سنی اور وہ اکیلا رہ گیا۔ پہلے تو مہیش نے سوچا کہ اس لڑکی سے ہاتھ چھڑا لیں اور وہ بھی اپنے ساتھیوں کے پیچھے بھاگ نکلے۔ مگر زندگی میں یہ پہلا ہی موقع تھا جب ایک لڑکی نے اس طرح اُس کا ہاتھ پکڑا تھا۔ اُس نے سوچا کہ یہ نامردی ہوگی۔ لڑکی سے ہاتھ چھڑا کر بھاگنے کے بجائے اُس نے اُس لڑکی کے ہاتھوں سزا پانا زیادہ پسند کیا اور بولا "اچھا میں تمھارا قیدی ہوں۔ مجھے جو چاہو سزا دو۔"

لڑکی مہیش کو پکڑے ہوئے تربوز کے پتوں کو ہٹاتی ہوئی

کھیت میں سنبھال سنبھال کر قدم رکھتی ہوئی اُس جگہ پہنچی جہاں کھاٹ پر اُس کا دادا سو رہا تھا۔ لڑکی نے ہلا ڈلا کر اُس کو جگایا اور مہیش کا ہاتھ اُس کے ہاتھ میں دیدیا۔ مہیش کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پاتے ہی وہ آدمی اُٹھ بیٹھا اور بولا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم اس گاؤں کے رہنے والے نہیں ہو۔ جسے ذرا بھی عقل ہوگی وہ چمپا ملاّح کے کھیت میں پیر رکھنے کی جرأت نہ کرے گا۔ "تم کہاں کے رہنے والے ہو"؟

مہیش ڈرتے ڈرتے بولا" بابا میرا گھر بھسور میں ہے۔ اور بہت سے لوگ تربوز توڑنے آئے تھے وہ سب بھاگ گئے مَیں اکیلا رہ گیا۔ مَیں چوری نہیں کرتا صرف اُن کے ساتھ چلا آیا تھا"۔

مہیش نے ہاتھ سے اپنے گاؤں کی سمت اِشارہ کیا۔

"اچھا تو تم بھسور میں رہتے ہو۔ ملاّح ہو"؟

"ہاں!"

"تب تو تمھیں میرے کھیت میں اور بھی نہ آنا چاہئے تھا۔ ملاّح کے لڑکے کو چوری کرتے ہوئے یہ میں نے پہلی ہی بار دیکھا ہے کیا تمھارے ماں باپ تمھیں کبھی روکتے نہیں"؟

مہیش نے کہا" دادا آپ بالکل ٹھیک کہتے ہیں میں چوری کرنے کے ارادے سے نہیں آیا تھا۔

بوڑھا بولا" تمھارے ماں باپ زندہ ہیں"؟

"ہاں"۔

"مرگئے! اس لئے تم چور نکلے۔ کیونکہ اگر ماں باپ زندہ ہوتے تو ضرور روک تھام کرتے۔ خیر تمھارے گھر میں اور کوئی ہے؟ بھائی ہیں، بہن ہیں، کھیت کتنے ہیں؟ باغ، مال مویشی کچھ ہیں؟"

مہیش بولا۔ گھر میں سبھی کچھ ہے اور ہمارے ماں باپ بھی زندہ ہیں۔

بوڑھے نے گھوم کر مہیش کی طرف دیکھا اور بولا مجھے افسوس ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔ مگر میں تمہیں چھوڑ نہیں سکتا۔ تمھارے جیسے ہٹے کٹے آدمی پر مجھے ترس نہیں آتا۔ میری طرف دیکھو ۹۰ سال کا ہو گیا ہوں۔ اِتنا بڑا جسم بنانے کے لئے تمھیں کم از کم ۲۰۰ سال چاہئیں۔ مجھ میں ہمت ہے اور مَیں اب بھی کم از کم ایک اچھے تندرست نوجوان کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔ میرا دل ابھی تھکا نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تمھارے پاس کچھ نہیں ہے۔ نہیں تو اِسی وقت چل کر تمھارا چھپر اُتار لاتا۔

مہیش کی سمجھ میں قطعی نہ آیا کہ یہ بوڑھا کیا کہہ رہا ہے اور اُس کی باتوں کے مفہوم غلط کیوں سمجھ رہا ہے۔ مہیش نے اُس لڑکی کی طرف دیکھا جو اب بھی اس کے پاس کھڑی تھی۔ حالانکہ مہیش نے اُس سے کچھ کہا نہیں لیکن اُس کی خواہش یہی تھی کہ لڑکی اُس کے بارے میں کچھ بتلائے۔

لڑکی نے کہا۔ آپ ڈرئیے نہیں صرف ہاں ہاں کہتے جائیے میرے دادا بالکل بہرے ہیں اِنھیں کچھ سُنائی نہیں دیتا۔

بوڑھے نے لڑکی کی طرف دیکھ کر کہا۔ کلاوتی ذرا آگ تو جلا۔ روشنی میں مَیں دیکھوں گا کہ یہ کون آدمی ہے۔

لڑکی نے چھپّر میں سے کچھ پھوس کھینچ کر اُسے آگ پر رکھا اور تھوڑی دیر تک اُس میں پھونک ماری۔ جب آگ جل اُٹھی تو بوڑھا مہیش کو جھونپڑی کے اندر لے گیا اور اُس کے چہرے کو بڑے غور سے دیکھا۔ بوڑھے نے کہا۔ کہو۔ کیا چاہتے ہو۔ تم کو چھوڑ دوں یا سزا دوں؟

مہیش بولا۔ مَیں آپ کا قیدی ہوں۔ آپ جو طے کریں گے مَیں منظور کروں گا۔

بوڑھے نے کہا۔ مَیں جانتا تھا تم یہی کہو گے کہ مجھے چھوڑ دو۔ مگر میں تمھیں چھوڑنے والا نہیں ہوں۔ تم بڑی مشکل سے میرے قبضے میں آئے ہو تمھیں میری ایک بات منظور کرنی ہوگی۔ جب تک تم میری ایک بات منظور نہ کرو گے تب تک میں تم کو چھوڑوں گا نہیں۔ اور اگر نہ مانو گے تو رات جانے سے پہلے میں تمھیں اسی ریت میں گاڑ دوں گا اور دوسرے لوگ صبح تمھارا پتہ بھی نہ پائینگے۔

بات یہ تھی کہ بوڑھا مہیش کو پہچان گیا تھا۔ وہ اس کے ساتھ اپنی نواسی کی شادی کرنی چاہتا تھا۔ مگر مہیش کا باپ کسی طرح راضی نہ ہوتا تھا۔

مہیش نے چمپا کی طرف دیکھا۔ شائد وہ اُس کی کچھ مدد کرے اُسے اپنے ساتھیوں کا خیال آیا۔ اُس نے ایک لمبی سانس لی۔

اُسے یہ بھی خیال آیا کہ وہ یکایک بھاگ کھڑا ہو۔ لیکن پھر سوچا کہ شائد اس میں کامیابی نہ ہو۔ کیونکہ اب وہ کھیت کے بیچ میں کھڑا تھا اور راستے سے ناواقف تھا۔

"اچھی بات ہے۔ تمھیں معقول سزا ملے گی"۔ کہتے ہوئے بوڑھا اُسے چھپر کے باہر کھینچ کر لے آیا اور اپنی چارپائی پر لٹا بٹھا کر بوڑھا خود اُس کے پاس بیٹھ گیا اور اُس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر بولا۔ بولو تم یہ کھیت چاہتے ہو؟ تم تربوز توڑنے آئے تھے اب مَیں تم کو پورا کھیت دینا چاہتا ہوں۔ ہمّت ہے لینے کی؟ بولو!

مہیش نے لڑکی کی طرف دیکھا۔ لڑکی مسکرا دی اور مہیش کو ایسا محسوس ہوا گویا اُس پر کسی نے جادو کر دیا ہو۔ لڑکی نے کہا۔ دادا کسی کی سُنتے نہیں صرف اپنی ہی بکتے ہیں۔ آپ ہاں۔ ہاں کرتے جائیے۔ بس۔

بوڑھا بولا۔ جانتے ہو تربوز کیسے پیدا ہوتا ہے۔ تھالے بنانے پڑتے ہیں۔ اُن میں اچھی کھاد دینی پڑتی ہے۔ جب پودا بڑھکر پھیلتا ہے تو اُس کی اس طرح نگہبانی کرنی پڑتی ہے جیسے آدمی اپنے بچّوں کی کرتا ہے۔ دن کو رات اور رات کو دن کرنا پڑتا ہے۔ تب کہیں تربوز دکھائی دیتے ہیں۔

لڑکی پھر مسکرائی اور اُس کے ساتھ مہیش بھی مسکرایا۔ بوڑھا بولا ذرا میری طرف دیکھو۔ میں ۸۴ سال کا ہو گیا ہوں۔ اس گاؤں میں اس عمر کے گنے چُنے لوگ ہوں گے۔ میں اب بھی اتنی طاقت رکھتا ہوں کہ موت بھی آئے تو اُسکو دو لاتیں مار دوں۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ مجھے لڑکپن ہی سے سخت محنت کرنے کی عادت ہو گئی ہے۔ مَیں محنت سے کبھی نہیں ہارتا۔ میں اپنا کھیت خود جوتتا ہوں۔ پانس ڈالتا ہوں۔ اُس میں اچھے بیج تلاش کر کے بوتا ہوں۔ اگر مَیں ایسا نہ کرتا تو میری بھی تمھاری طرح چوری کرنے کی عادت پڑ جاتی اور تمھاری طرح یا تو چار باتیں سُنتا یا جیل خانے میں سڑ کر مر جاتا۔

مہیش نے بوڑھے سے بحث کرنا فضول سمجھا اور سر ہلا دیا۔

"اب ٹھیک ہے" (لڑکی بولی)۔

مہیش کے اس برتاؤ سے بوڑھا بہت خوش ہوا اور لڑکی سے بولا۔ کلادتی! اس سے پوچھو اگر یہ بھوکا ہو تو اِسے کچھ کھانے کو دیا جائے۔ میرا ایک لڑکا اسی کے برابر ہو کر مرا تھا اس لئے مجھے اِس پر ترس بھی آتا ہے۔

بوڑھے کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ اپنی کمر سے پھٹی ہوئی دھوتی کا کونا کھول کر اُسے آنکھوں کے پاس لے جانے کی کوشش کرنے لگا۔

(۳)

دوسرے روز صبح جب مہیش بھمور نہیں پہنچا تو اُسکے چاروں ساتھیوں کو کچھ فکر ہوئی اور اُنھیں اپنی بُزدلی پر شرم بھی آئی۔ وہ مہیش کا پتہ لگانے کی ترکیب سوچنے لگے۔ مہیش کے گھر میں اس سلسلے میں اُن لوگوں نے کچھ کہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس کے متعلق اُنھوں نے گاؤں میں کسی سے کچھ ذکر کرنے سے پہلے اُنھوں نے خود اُس جگہ جانے کا ارادہ کیا جہاں وہ مہیش کو چھوڑ آئے تھے۔

اُن سبھوں نے مسافروں کا بھیس بنایا۔ ایک نے کاندھے پر لوٹا اور ڈور رکھی، دوسرے نے کپڑے میں مٹّی باندھ کر اُس کی پوٹلی بنائی اور اُسے سر پر رکھی۔ تیسرے نے سوت کے بُنے ہوئے ایک تھیلے میں کچھ کچّے آم رکھے اور چوتھے نے سُرتی اور سپاری کی تھیلی ہاتھ میں لی اور سُرتی ملتا ہوا چلا۔

دھیرے دھیرے یہ لوگ اُسی کھیت پر آئے اور کھیت کے بیچ سے گزرنے لگے۔ کھیت میں سنّاٹا تھا اور نام کو بھی کہیں کوئی نہیں نظر آتا تھا۔ اُن لوگوں نے کہا کہ دن میں تربوزوں کی چوری کرنا رات کی بہ نسبت آسان معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ ڈھونڈھنے سے بھی کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔ مگر اُن سب کا خیال اس وقت تربوزوں کی چوری کی طرف نہیں تھا۔ وہ سب اپنے ساتھی کے لئے پریشان تھے، اُسی کا

پتہ لگا رہے تھے اور اُسی کے لئے اِدھر اُدھر نظر دوڑا رہے تھے۔ رفتہ رفتہ ان کی ہمت بڑھی اور یہ اُس کے کھیت کے چاروں طرف چکر لگانے لگے لیکن اُنھیں کہیں بھی مہیش کے پیروں تک کے نشان نہ ملے۔ اُس چھپر کے نیچے بھی گئے جس میں رات کو محافظ کی آنکھوں کی طرح آگ کی چنگاری چمک رہی تھی۔ وہاں تمباکو کی کچھ جھٹی پڑی تھی اور ایک کونے میں راکھ کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ بہت دیر تک یہ لوگ چھپر کے نیچے کھڑے رہے۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ کوئی اِدھر سے نکلے تو پوچھیں کہ یہ کھیت کس کا ہے تاکہ مہیش کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکے۔

مگر وہاں کوئی نہ ملا۔ تب یہ اور آگے بڑھے۔ کچھ دُور جانے پر آم کے باغ کی آڑ میں اُنھیں ایک پوروا نظر آیا۔ یہ پوروا بھی مجھیاری کے گاؤں ہی سے ملا ہوا ہے اور اس میں بھی زیادہ تر ملاح رہتے ہیں۔ چونکہ یہ سب ملاح ہی کے لڑکے تھے اس لئے اُس پوروا میں جانے سے اُنھیں کوئی ڈر نہیں لگا۔ پہلے ہی گھر کے دروازے پر اُن کو ایک لڑکی کھڑی ہوئی ملی۔ اُس کی صورت شکل کچھ ایسی ہی تھی جیسی اُنھوں نے رات کو تربوز کے کھیت میں دیکھی تھی۔ یہ لوگ بڑی ہمت کر کے اُس کے دروازے تک گئے اور لڑکی سے پوچھنے لگے۔ "سوتے کے پاس جو تربوزوں کا کھیت ہے وہ کس کا ہے؟"

"کیوں، کیا آج رات تربوز توڑنے آؤ گے؟" لڑکی نے مسکرا کر پوچھا۔

"نہیں نہیں ہم ملاح کے لڑکے ہیں۔ ملاح کبھی چوری نہیں کرتے۔ ہمارا ایک ساتھی اُس راستے سے کل مجھیاری جا رہا تھا اُس کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ اُن کا کہنا ہے کہ اُس کھیت میں ایک چڑیل نے اُسے پکڑ لیا ہے۔"

"وہ چڑیل میں ہی ہوں" لڑکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ رمیش کے سب ساتھی بھی ہنس دئے۔

اسی عرصے میں وہ بوڑھا ملاح بھی آ پہنچا اور بولا۔ تم لوگ کون ہو جو میری نا تن کو اس طرح بہکا رہے ہو۔ اب مجھے تمہاری ضرورت نہیں۔ مجھے بہت اچھا لڑکا مل گیا ہے۔ بھاگو یہاں سے۔

مکان کے اندر مہیش دکھلائی دیا اور وہ سب چلائے۔ "مہیش! مہیش!"

اشاروں سے بوڑھا سمجھ گیا کہ وہ سب مہیش کے ساتھی ہیں۔ بوڑھے نے اُن سب سے کہا۔ اچھا تم بھی ملاح ہو کے لڑکے ہو۔ بھبھور میں رہتے ہو۔ خیر! تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ میں نے اپنی نا تن کی شادی طے کر لی ہے اور وہ اسی چور کے ساتھ ہوگی۔

بوڑھے نے مہیش کی پیٹھ پر ایک زور کا گھونسہ مارا۔ دروازے پر کھڑی ہوئی اس کی نواسی مسکرا پڑی اور اُسکے ساتھی بولے۔ "مہیش تمہیں چوری کی اچھی سزا ملی۔"

پھولوں کی طرح ہنس ہنس کے ہمیں شبنم کی طرح رونا ہی پڑا

(از حضرت علامہ شفق رضوی عمادپوری)

دل پر کچھ ایسی چوٹ پڑی آنکھوں سے لہو رونا ہی پڑا
ہم ایسے جاگنے والے تھے تا حشر نہ آتی نیند مگر
جب تک نہ مٹائی دل سے خودی وہ مل نہ سکا ہم پا نہ سکے
کیا جانے فرشتوں نے کیا کیا برسوں لکھ لکھ کے سیاہ کیا

چہرے کا جو بدلا رنگ شفق منہ آنسوؤں سے دھونا ہی پڑا
وہ آ کے سلا گئے قبر میں جب مجبور ہوئے سونا ہی پڑا
جب پا گئے اُس کو نام خدا اپنے کو ہمیں کھونا ہی پڑا
اعمال کے سارے دفتر کو اشکوں سے ہمیں دھونا ہی پڑا

غم بھی ہے خوشی کے ساتھ شفق اک رنگ پہ کب ہے باغ جہاں
پھولوں کی طرح ہنس ہنس کے ہمیں شبنم کی طرح رونا ہی پڑا

(عالمگیر)



سن رسیدہ (بوڑھی) عورتوں میں چرخے کا استعمال

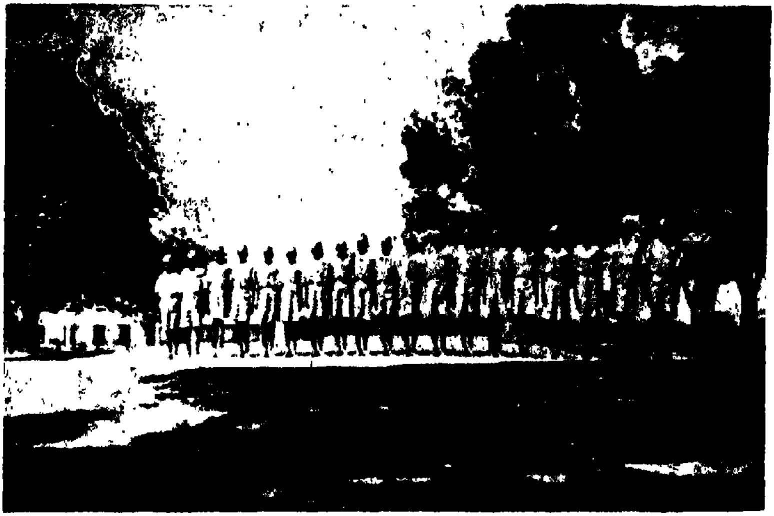
صوبجات متحدہ میں گرام سدھار

(از جناب ایم - ایل - گرگ، ایف - آر - ایچ - ایس)

اس صوبہ کی کانگریسی حکومت گرام سدھار کے کاموں میں بلاشبہ دیگر صوبوں کی رہنمائی کر رہی ہے۔ یہ بات نہیں کہ مذکورہ حکومت نے دیگر حکومتوں کی بہ نسبت گرام سدھار کے کاموں میں صرف روپئے زیادہ خرچ کئے بلکہ اِن روپیوں کے ذریعے اُس نے مسرّت، خوشحالی اور صحت کی دولت بھی بخش دی۔ اِن چیزوں کی اس صوبے کو سخت ضرورت تھی تحریک گرام سدھار کا بھی یہی مقصد تھا۔

جناب ایم - ڈی چترویدی افیسر محکمہ گرام سدھار دیہاتوں میں پھلوں کے درخت لگانے کی اسکیم کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ ہزاروں پھلدار درختوں کے پودے اس غرض سے لگائے اور تقسیم کئے جا چکے ہیں کہ اس صوبے کے ہر ایک شخص کو پھل مل سکیں اور جلانے کے لئے ایندھن بھی مل سکے۔ ایسا ہو جانے سے گوبر کھاد کی صورت میں استعمال کیا جا سکے گا۔

چترویدی صاحب موصوف نے ایک سال کے اندر ہی محکمۂ گرام سدھار میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی۔ آپ نے تعلیم، صحت، سڑک، آبپاشی، ویٹرینری، امداد باہمی اور زراعت وغیرہ محکموں کو برابر کی جگہ دی اور اُنھیں گرام سدھار کے کاموں کی طرف متوجہ کیا تاکہ گاؤں والوں کو زیادہ سے زیادہ فائدہ ہو سکے۔ مختلف محکموں کے تجربے کار اور دلچسپی لینے والے افسر اپنے اپنے محکموں کے کام اس طرح کر رہے ہیں کہ ایک سے دوسرے محکمے کو مدد مل سکے۔ ان سبھی محکموں کا واحد



گرام سدھار والنٹیر۔ گونڈا

مقصد یہ ہے کہ گاؤں والوں کی امداد ہوسکے۔

کھیتی کا سب سے بڑا مسئلہ ہے اُس کی پیداوار بڑھانا۔ بہتیرے کام اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے کئے جا رہے ہیں۔ بیج گودام لوگوں کو اصلاح شدہ بیج دینے کے لئے کھولے گئے ہیں۔ مویشی اِس لئے دئے جا رہے ہیں کہ وہ ہل وغیرہ کھینچنے کے کام میں لائے جاسکیں اور اُن کی مدد سے ڈیری جیسی فائدہ بخش تجارت بھی کی جاسکے۔ کھیتی کے آلات اس لئے دئے جا رہے ہیں کہ اُن سے جوتائی اور گوڑائی اچھی طرح ہوسکے۔ کھاد حاصل کرنے کی بھی سہولیتیں بہم پہنچائی جا رہی ہیں۔ جناب ایس مایا داس جوائنٹ ڈائرکٹر زراعت، یو۔پی پھل اور ترکاری کی کاشت کرنے کے لئے لوگوں کو حوصلہ دلا رہے ہیں۔ آپ نے یہ بات محسوس کی ہے کہ گاؤں والوں کی غذا میں وٹامن اور مائنرل ضرور ہونا چاہئے۔ یہ چیزیں پھلوں اور ترکاریوں میں کافی مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ کھیت میں اُگائی ہوئی ترکاریاں زیادہ ہوتی ہیں اور اُن کا مقابلہ بازار کی ترکاریاں نہیں کرسکتیں۔ کسان ایسی ترکاریاں اُگاکر خود فائدہ اُٹھا سکتا ہے اور اپنے پڑوسیوں نیز متعلقین کو بھی فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ زیادہ مقدار میں ترکاری اُگانے کے متعلق یہ سوال تھا کہ کسانوں کو اِس کے لئے کس طرح تیار کیا جائے۔ اِس راہ میں روپیے اور فروختگی کی مشکلیں تھیں۔ مسٹر مایا داس نے ترکاریوں سے دلچسپی پیدا کرنے کے لئے ایک اسکیم بنائی۔ آپ نے مسرس ایل۔ آر۔ برادرس، سہارنپور کے اشتراک سے ہر موسم میں ترکاریوں کے بیج کے ......، ا پیکٹ صوبہ بھر میں تقسیم کرنے کا انتظام کرلیا۔ آپ کے اس انتظام سے گاؤں کے ہر ایک کسان کو کھانے کے لئے ترکاری اُگانے کی سہولیت حاصل ہو گئی۔

ترکاری اُگانے کے سلسلے میں کی جانے والی اِس تحریک کا خاص مقصد یہ ہے کہ ہر ایک گھر والا اپنی ضرورت کے مطابق اپنے گھر کے پاس ہی تازہ ترکاریاں اُگا سکے۔



گرام سدھار آرگنائزرس ٹریننگ

یہ درست ہے کہ جب لوگ خود ترکاری اُگانے لگتے ہیں تو وہ پہلے کے مقابلے میں ترکاریوں کا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ پھل اور ترکاری زیادہ مقدار میں کھانے سے صحت سدھرتی ہے بیماریاں دور ہوتی ہیں اور زیادہ کام کرنے کی قوت پیدا ہوتی ہے اور اس سے آمدنی بھی بڑھ جاتی ہے اور انسان صحت مند بھی رہتا ہے۔ پھل اور ترکاری اگانے سے ایک بات کا اور فائدہ ہوتا ہے کہ جو زمین پہلے پرتی پڑی رہتی تھی اور بے کار سمجھی جاتی تھی وہ خوبصورت باغ کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ یہ جگہ خواہ کسی فارم میں ہو، کسی گاؤں میں ہو، یا کسی شہر میں ہو۔ ایسی جگہیں بچوں اور بوڑھوں کے لئے دلچسپی اور تعلیم کا مرکز ہو سکتی ہیں۔

محکمہ گرام سدھار کی طرف سے دئے جانے والے بیجوں اور پودوں کا مناسب استعمال کرنے اور انھیں کامیابی کے ساتھ اُگانے کے لئے راقم الحروف کچھ ایسے قاعدے بتا رہا ہے جو ماہ جون کے لئے موزوں ہوں گے۔ اِس سے عام طور سے شہر والوں کو اور خاص طور سے گاؤں والوں کو ترکاری اور پھل اُگانے میں مدد مل سکے گی۔

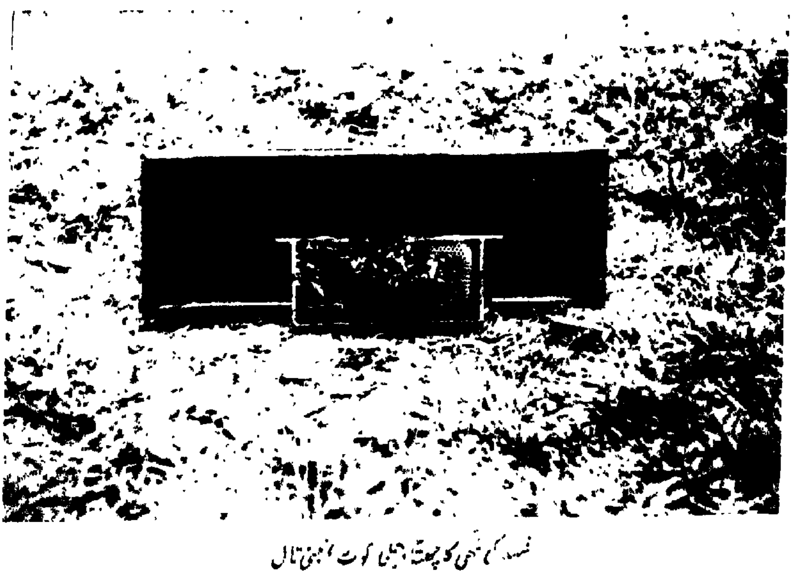
جون، سال کا سب سے گرم مہینہ ہے۔ اِس ماہ میں بہت تیز دھوپ ہوتی ہے اور اِس ماہ کے آخر میں کچھ مانسونی ہوائیں چلتی ہیں۔ گرم ہوائیں قریب قریب مہینے بھر چلا کرتی ہیں۔ ایسی جگہوں میں جہاں گرم ہوا اپنا اثر نہیں ڈالتی، گرمی پڑتی ہی ہے۔ یہ مہینہ کسانوں کے لئے سُستی کا ہو سکتا ہے لیکن باغبانوں کے لئے ایک اہم مہینہ ہے۔ بڑے بڑے شہروں کے نزدیک رہنے والا باغبان گرمی میں محنت دیکھ بھال اور کوشش کرکے گرمی کی ترکاریاں پیدا کرکے بازار میں بیچتا ہے۔ نئے باغبانوں سے ایسی امید نہیں کی جا سکتی۔

باغبانی میں کامیاب ہونے کے لئے گرمی کے موسم میں زمین کو گہرائی تک کھود دینا ضروری ہے۔



میرٹھ کے ایک گاؤں کا بیج گودام

غذا کے اجزا خام صورت میں مٹی میں ملے رہتے ہیں۔ گرمی ان اجزا کو پکا دیتی ہے اور انھیں اس قابل بنا دیتی ہے کہ پودے اُن کی خوراک بنا سکیں۔ گرمی سے کیڑے مکوڑے مر جاتے ہیں۔ اس سے بوئی جانے والی ترکاریوں کی بھی حفاظت ہوتی ہے کیونکہ ان میں اکثر کیڑے مکوڑے لگ جاتے ہیں۔ اُگی ہوئی گھاسوں سے بھی ترکاریوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ انھیں گرانے میں کافی رقم صرف کرنی پڑتی ہے اور یہ چیزیں زمین کی کافی



[illegible]

خوراک کھینچ لیتی ہیں. گرمی انھیں برباد کر دیتی ہے - یہ بہتر ہوگا کہ مٹی میں یا تو زمین کی گہری جوتائی کر دی جائے یا وہ کھود دی جائے - فارم یا دڑ کی کھاد ڈال کر تب تک برابر جوتائی کی جائے جب تک بارش نہ ہو۔

بوئی جانے والی ترکاریوں کو حسب ضرورت کبھی کبھی سینچ دینا چاہئے - اس کے لئے صبح یا شام کا وقت ہی موزوں ہوگا - ضرورت کے مطابق نرائی بھی کرنی چاہئے - سڑے ہوئے پھل توڑ کر انھیں جلا دینا چاہئے - تیار پھل استعمال کرنے کے لئے صبح کے وقت توڑ لینا چاہئے - لوکی اور ایسی ترکاریاں جو زمین پر آگ کر پھیلتی ہیں زیادہ تر برسات کے موسم میں بوئی جانی چاہئیں - آ.ٹی چوک کے پودے کھود کر لگائیے - بیہن تیار کرنے کے لئے اونچی زمین پر کیاریاں تیار کرنی چاہئیں - ان میں کھاد اچھی طرح ملا دینی چاہئے - کیاریاں تین فیٹ چوڑی ہوں اور ان کی لمبائی حسب ضرورت درست کی جائے سیم، لوکی، کھیرا وغیرہ برسات میں بوئی جانے والی ترکاریوں کو مانسون شروع ہوتے ہی بو دینا چاہئے - لیکن سب سے پہلے بوئی جانے والی گوبھی اکرم کلا اور ٹماٹر کی بیہن پہلے سے ہی تیار کی گئی کیاریوں میں لگا دینی چاہئے۔

پھل

برسات شروع ہونے سے پہلے ہی پھلدار درخت لگانے کے لئے ۳ فیٹ گہرے اور اتنے ہی لمبے چوڑے گڑھے کھود لئے جائیں - ان گڑھوں میں اچھی طرح سڑی ہوئی فارم یا دڑ کی کھاد بھر دی جائے. اتنی ہی مقدار میں ریت اور سطح کی مٹی بھر دی جائے - ان گڑھوں کو دھنسنے دیا جائے تاکہ وہ برسات کے موسم میں پھلدار درخت لگانے کے قابل بن سکیں۔ پھل کے درخت لگانے کے لئے اگر گرمی میں زمین اچھی طرح کھود دی جائے اور بارش شروع ہونے پر کھاد ڈال کر جوت لی جائے تو بہت فائدہ ہوگا۔

امرود - پپیتا اور شہتوت کے پودوں کو جو فروری اور مارچ میں لگائے گئے تھے اس مہینے میں کھاد دینا اور سینچ دینا چاہئے۔

رازِ انسانیت

کسی کو دکھ میں دیکھ کر جسے رونا نہیں آتا — شریک محفل ماتم جسے ہونا نہیں آتا
صداقت کیلئے جس شخص کو مرنا نہیں آتا — پرائی آگ میں جس شخص کو جلنا نہیں آتا
جسے شفقت غریبوں اور یتیموں پر نہیں آتی — نہیں جس کے دل کو کوئی درد کی دولت ترپاتی
جسے مظلوم کا دل توڑنے سے ڈر نہیں ہوتا — نہیں انسانیت کا جذبہ جس کے دل کو گرماتا
جو دولت کو جمع کرکے زمیں کا پیٹ بھرتا ہے — خدا کی بہترین مخلوق سے نفرت جو کرتا ہے
تڑپتا دیکھتا ہے درد سے بیمار لوگوں کو — بلکتا دیکھتا ہے بھوک سے نادار لوگوں کو
وہ اس دنیا کے دامن پر سیہ دھبہ ہے عصیاں کا — کھلا دشمن ہے انساں کا بڑا بھائی ہے شیطاں کا

(پرکاش)

پنچایت گھر

از جناب ایم۔ ایس۔ رندھاوا۔ آئی۔ سی۔ ایس۔ سکریٹری
گرام سدھار کمیٹی فیض آباد

آئندہ زمانے میں پنچایت گھروں کی ایک خاص جگہ ہوگی۔ انکے متعلق مسٹر ایم۔ ایس رندھاوا کا ایک مضمون ہم پہلی کی گذشتہ اشاعت میں شایع کرچکے ہیں یہ مضمون اسی کی دوسری قسط ہے اور ویسی ہی دلچسپ ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)



میوزیم

تہذیب اور خوبصورتی کے لحاظ سے ہمارے گاؤں سونے اور اداس نظر آتے ہیں پھر بھی ہم تھوڑے صرفے میں گاؤں کے گھروں کو خوبصورت بنا سکتے ہیں۔

ہمیں ایسے پنچایت گھر بنانے تھے جو صفائی، روشنی اور خوبصورتی کے لحاظ سے نمونے کے گھر ہوسکیں۔ اسلئے پنچایت گھر تصویروں، پوسٹروں اور بہت کم دام میں خریدی ہوئی مٹی کی مورتوں (بسٹ) سے سجا دئے گئے۔ اس طرح سجائے گئے پنچایت گھر سجے ہوئے میوزیم معلوم ہوتے ہیں۔ سکریٹری صاحب دیوار کلب، فیض آباد کی مہربانی سے ہمیں السٹریٹڈ ویکلی آف انڈیا نامی اخبار کے دو سال کے فائل حاصل ہوگئے اس ہفتہ وار اخبار میں عموماً دو رنگ کی تصویریں شایع ہوتی ہیں۔ انھیں سے بیشتر تصاویر دیہاتی دنیا سے متعلق شایع ہوتی ہیں اور انمیں دیہاتی مناظر بھی دکھائے جاتے ہیں اس طرح بغیر ایک پیسہ خرچ کے ہم لوگوں کو ۴۰۰ تصویریں مل گئیں۔ آفتاب پریس کے مالک رائے صاحب شمبھو دیال بھٹناگر نے اپنے پریس میں ان تصویروں کو دفتی میں لگانے کا مفت انتظام کردیا۔ آپ نے تصویروں کے نیچے ہندی اور اردو میں انکے نام بھی لکھا دیئے۔ ان تصویروں کے نام لکھتے وقت ان سے حاصل ہونے والے سبق پر ہی توجہ کی گئی مثلاً ایک کلنڈر میں ایک لڑکی کی تصویر تھی جسکے دانت موتی کی طرح چمک رہے تھے۔ اس تصویر کے نیچے یہ لکھدیا گیا روزانہ صبح مسواک سے اپنے دانت صاف کیا کیجئے" ایک مقامی بڑھئی پانچ آنہ فی تصویر کے حساب سے ان تصویروں میں فریم لگا دئے۔ شری ہرکشن لال منوچا نے جو ایک مشہور مخیر ہیں فریم کے سارے اخراجات اپنی جیب سے ادا کردیئے اس طرح ہمیں دیہاتوں کے لئے ۲۰۰ خوبصورت تصویریں مل گئیں جس سے ہم نے اپنے پنچایت گھر سجا دئے۔ گاؤں والے ان تصویروں کو خوب پسند کرتے ہیں اور انھیں دیکھنے کے لئے گاؤں والوں کا اجتماع ہوا کرتا ہے۔

ہر ایک پنچایت گھر کے بڑے کمرے (ہال) کی پچھلی دیوار میں ایک طاق بنا دیا گیا جو دو فیٹ چوڑا، ۳ فیٹ اونچا، اور دس انچ گہرا ہے اور اندر سے نیلے رنگ سے رنگ دیا گیا ہے۔ موضع پانڈے پکاول کے دیارام نامی ایک کمہار نے جو بنارس ہندو یونیورسٹی سے مٹی کا برتن بنانا سیکھ چکا ہے۔ رویندر ناتھ ٹیگور، گوکھلے، رنجیت سنگھ بودھ اور اشوک جیسی عظیم المرتبت ہستیوں کے مٹی کے



تحسین پور (ضلع فیض آباد) کے پنچایت گھر کا اندرونی منظر۔ پوسٹر، رویندر ناتھ ٹیگور کا مجسمہ اور ریڈیو وغیرہ نظر آرہے ہیں۔

مجسمے تیار کر دیئے۔ اس نے پہلے گیلی مٹی کے مجسمے تیار کئے اور اُن کے سانچے بنا لئے۔ ان سانچوں کے ذریعے مٹی کے مجسمے ڈھالے گئے وہ دھوپ میں سکھائے گئے اور مٹی کے معمولی برتنوں کی طرح آنچ میں پکائی گئی۔ اسکے بعد وہ سفید مٹی سے رنگ دیئے گئے ۲ فیٹ x ۱ فیٹ کے مجسمے بنانے میں دو روپیہ فی مجسمہ صرف ہوا۔ یہ مجسمے بازار میں بکنے والے پیرس کے مجسموں سے کسی طرح خراب نہیں ہیں۔ نیلے طاق میں رکھے جانے والے یہ سفید مجسمے اِتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں کہ انھیں دیکھکر روم کے ویٹکن میوزیم کے مجسموں کی گیلری یاد آجاتی ہے۔ ٹین کے سیاہ ٹکڑوں پر اُردو اور ہندی میں ان عظیم شخصیتوں زندگی سے متعلق مختصر نوٹ لکھے گئے ہیں۔ ان نوٹوں میں انکے اہم کام اور ان سے ملنے والی نصیحتوں کا ذکر ہے۔ یہ ٹین کے تختے طاقوں کے نیچے لٹکا دئے گئے ہیں۔ ان تصاویر کے ذریعے گاؤں والوںکو نہ صرف اپنے بزرگوں کے نیک کاموں کا ہی خیال آتا ہے اور انھیں نصیحت آمیز باتیں ہی نہیں معلوم ہوتیں بلکہ انکے ذریعہ فن کے لحاظ سے پنچایت گھروں کی رونق بھی بڑھتی ہے۔

ہم لوگوں نے پوسٹروں کے ذریعے بھی پنچایت گھر سجائے ان پوسٹروں پر اصلاح شدہ کھیتی اچھی نسل کے مویشی صحت اور زچہ بچہ سے متعلق سوالات تصاویر کے ذریعے سمجھائے گئے اور ساتھ ساتھ بچپن کی شادی مقدمے بازی، نشہ خوری، پیدائش شادی اور موت کے وقت ہونے والے اخراجات زیور پہننا وغیرہ سماجی اور اقتصادی برائیاں دکھلائی گئی تھیں۔ یہ پوسٹر پلائی ووڈ (لکڑی) پر لگا دیئے گئے ان پر فریم بھی لگا دئے گئے اور وہ زمین سے ۵ فیٹ کی بلندی پر ٹانگ دئے گئے برآمدے میں ٹنگے ہوئے پوسٹر بورڈوں کے اوپر جالی لگا دی گئی اور اُن پر مضبوط کیلیں ٹھونک دی گئیں۔ ان پوسٹر بورڈوں کو لوگ آسانی سے دیکھ سکتے ہیں۔ گرام سیوکوں کو ہدایت دی گئی ہے کہ وہ ہر پندرہ روز میں پوسٹروں کو بدلتے رہیں۔ ایسا کرنے سے گاؤں والوں کی دلچسپی قائم رہے گی۔



گاؤں والے پورا بازار (ضلع فیض آباد) کے کانجو۔ پنچایت گھر میں کتابیں پڑھ رہے ہیں اور گرام سیوک کے ذریعہ ملک کی خبریں سن رہے ہیں

دیہاتوں کے کتاب گھر و اخبار گھر

سات پنچایت گھروں میں اخبار گھر اور کتاب گھر کھولے گئے ہیں یہ کتاب گھر اور اخبار گھر ایسے ہی دیہاتوں کے پنچایت گھروں میں کھولے گئے ہیں جہاں کے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد زیادہ ہے۔ ان کتاب گھروں میں محکمہ گرام سدھار کی طرف سے ملے ہوئے اخبار، ماہوار رسالے، کتابیں اور محکمۂ زراعت و محکمہ حفظانِ صحت کی طرف سے شائع ہونے والے پرچے رکھے جاتے ہیں۔ ان سے گاؤں والوں کا بہت فائدہ ہو رہا ہے شہر کے لوگوں نے بھی ان کتاب گھروں کو کتابیں اور اخبار عطا فرمائے ہیں بالغوں کے مدرسوں کے مدرسوں کی نگہداشت میں یہ کتاب گھر چلائے جا رہے ہیں اور انھیں پر انکی ذمہ داری بھی عاید ہے گاؤں کے پڑھے لکھے لوگ آسان ہندوستانی میں لکھی ہوئی باتصویر کتابیں زیادہ پسند کرتے ہیں۔

پورہ بازار، رونہی اور تحسین پور کے پنچایت گھروں کے کتاب گھروں میں شام کے وقت گاؤں والوں کا بہت بڑا مجمع کتابیں اور اخبار پڑھنے کے لئے جمع ہوتا ہے۔ رات ہونے پر گرام سیوک جاہل لوگوں کو اخباروں میں سے چیدہ چیدہ خبریں پڑھکر سناتے ہیں۔ اس وقت گاؤں والے حق اراضی بل کے متعلق خبریں بڑے غور سے سنتے ہیں۔

شبینہ مدارس

رات کے مدرسوں کیلئے پنچایت گھر بہت زیادہ مفید ثابت ہوئے ہیں۔ پہلے یہ مدرسے زمینداروں کے ٹوٹے پھوٹے مکانوں اور گوشالوں میں قائم تھے۔

پنچایت گھروں کے ہال میں بچوں اور بالغوں کی بھیڑ پڑھنے کے لئے جمع ہوتی ہے لوگ حلقہ بناکر بیٹھ جاتے ہیں۔ بیچ میں ایک لالٹین رکھ دیجاتی ہے۔ پڑھنے کیلئے آنیوالے لوگ اکثر خوش نظر آتے ہیں مدرسہ بالغان کے ہر مدرس کو محکمہ گرام سدھار کی طرف سے تین روپیہ ماہوار تنخواہ ملتی ہے اور اُسے ہر ایک مدرسے میں ۲۵ سے ۴۰ بالغوں تک کو پڑھانا پڑتا ہے۔ ضلع فیض آباد میں چھپتر مدرسے محکمۂ گرام سدھار کیطرف سے چلائے جارہے ہیں ان مدرسوں کی روزانہ اوسط حاضری ۲۰۱۰ ہے۔ ان مدرسہ بالغان کے ماتحت ۲ لڑکیوں کے بھی مدرسے ہیں۔

ریڈیو

اس ضلع کے بڑی فورد، رونہی، تحسین پور، کمہا اور



کھروٹی پنچایت گھر (ضلع فیض آباد) کا ایک رات کا منظر

صدہا نامی دیہاتوں کی پنچایت گھروں میں ریڈیو لگائے گئے ہیں۔ یہ فلیس بیٹری سیٹس ہیں جن میں سے ہر ایک کی قیمت ۰۰، ۲ روپیہ ہے۔ حکومت نے بیٹری چارج کرنے کا مسئلہ حل کر لیا ہے۔ اس کام کے لئے ایک ریڈیو انجینیر مقرر کیا گیا ہے جو موٹر سائیکل پر سوار ہوکر ہر ماہ ریڈیو دیکھنے کے لئے آتا ہے خرچ ہوجانے والی بیٹری کی جگہ چارج کی ہوئی بیٹری لگا دیتا ہے اور ریڈیو سیٹ میں پیدا ہونے والی چھوٹی موٹی خرابیاں بھی دور کر دیتا ہے۔ یہ ریڈیو لکھنؤ سے ۸۰ میل قطر میں لگائے گئے ہیں اس سے ریڈیو سے متعلق خرچ میں بھی کمی ہوگئی ہے۔

گاؤں والوں نے ریڈیو بہت پسند کیا ہے۔ ریڈیو کی مقبولیت کے ساتھ ساتھ پنچایت گھروں کی مقبولیت بھی بڑھ گئی ہے ریڈیو کی دیکھ بھال کا کام گرام سیوکوں کو سونپا گیا ہے اور اُنھیں ہدایت دی گئی ہے کہ وہ رات کو ۷½ بجے سے ۹½ بجے تک جبتک ہندوستانی میں خبریں براڈکاسٹ ہوتی ہیں گاؤں والوں کے لئے ریڈیو کا استعمال کریں۔ لکھنؤ ریڈیو اسٹیشن سے براڈکاسٹ ہونے والے پروگرام میں دیہاتیوں کے لئے کوئی چیز نہیں ہوتی اور یہ اُمید کی جاتی ہے کہ گاؤں والوں کے لئے کم از کم ایک گھنٹے کے پروگرام



گاؤں والے روہلی (ضلع فیض آباد) کے قدوائی پنچایت گھر میں ریڈیو سُن رہے ہیں۔



کھروں کی پنچایت ایک جھگڑے کا تصفیہ کر رہی ہے۔

کا انتظام کیا جائیگا۔ کنُبھا کے باشندے تو ریڈیو کے اتنے شائق ہو گئے ہیں کہ جب وہاں کے ریڈیو کو پورہ بازار کے پنچایت گھر میں لگانے کا سوال آیا تو کنُبھا کے سرپنچ نے بڑی عاجزی سے یہ درخواست کی کہ وہاں کا ریڈیو کم از کم ایک ماہ تک کہیں نہ ہٹایا جائے۔

ریڈیو گاؤں والوں کی خشک اور اداس زندگی کو پُرکیف بنانے میں بڑی حد تک کامیاب ہوا ہے اور تہذیب و معلومات کی اشاعت کے لئے ریڈیو سے بڑھکر دوسرا کوئی ذریعہ نہیں ہو سکتا۔

دیہاتی کھیل

یو۔پی کے دیہاتی باشندوں کی صحت بہت خراب ہوگئی ہے لوگوں کی اس گری ہوئی صحت کی اصلاح کے لئے صرف مقوی غذا ہی کی ضرورت نہیں ہے بلکہ دیہاتی کھیلوں اور دیگر کسرتوں کی بھی سخت ضرورت ہے۔ پنجابی دیہاتوں میں اکثر لوگ اکٹھے ہوکر گاؤں کی چراگاہوں میں کبڈی کھیلتے ہوئے ڈنڈ



کنُبھا (ضلع فیض آباد) پنچایت گھر کا اندرونی منظر۔



رام دلارے سنگھ برئی خورد (ضلع فیض آباد) میں بلیس اُٹھا رہے ہیں۔

بیٹھک لگاتے، کشتی لڑتے، اور ایک دوسرے کے جسم میں کڑوے تیل کی مالش کرتے ہیں رسہ کشی، فٹ بال، اور کبڈی کے کھیل اشتراک کا سبق دیتے ہیں کشتی بیٹھک دوڑ وغیرہ کسرتیں نہ صرف نوجوانوں کی صحت کی اصلاح کرتی ہیں بلکہ جسم میں پیدا ہونے والے جوش کو پابند رکھتی ہیں جو کسرت نہ کرنے پر بڑھ جانے سے لڑائی دنگے، چوری وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہو کر ہی رہتی ہے۔ ان سبھی باتوں کا خیال کرکے ہم لوگوں نے پنچایت گھروں کے سامنے اکھاڑے کھول دیئے۔ ہم لوگوں نے وزن اُٹھانے کے آلے خرید لئے اور انھیں اکھاڑوں میں رکھوا لئے۔ یہ کسرتی آلے ۱۶ روپیہ فی آلے کے حساب سے خریدے گئے۔

موضع برئی خورد میں ہم لوگوں کو رام دلارے سنگھ نامی ایک اسکول کا لڑکا ملا جو ایک ہی جھٹکے میں ۲من کا وزن اُٹھا لیتا ہے۔ اسکے علاوہ وہ ایک اچھا اسکاؤٹ اور کشتی باز ہے۔ وہ اپنے گاؤں کی فٹ بال ٹیم کا کیپٹن بھی ہے۔ رونہی نامی دیہات میں مسلمان کسان بھی وزن اُٹھانے میں دلچسپی لے رہے ہیں ان میں پیر بخش نامی ایک کسان کو وزن اُٹھانے میں کافی مہارت ہو گئی ہے۔ پیرونی نامی گاؤں کے لڑکوں کو نیلے جانگئے اور گلابی قمیضیں لغصف دام میں دی گئیں ہیں یہ لڑکے گیت گاتے ہوئے لیزم کی خوب کسرتیں کرتے ہیں۔ موضع پورہ بازار میں کبڈی بہت مقبول ہو گئی ہے اور گاؤں کے بڑے بوڑھے لوگ بھی اس صحت بخش اور دلچسپ کھیل میں حصہ لیتے ہیں۔ ہم لوگ دیہاتوں میں کبڈی رسہ کشی اور والی بال کا ٹورنامنٹ کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اس سے گاؤں والوں میں اپنی صحت کی اصلاح کا شوق ہوگا اور لوگ چرخہ امیسٹن ہل اور کربی کاٹنے کی مشین انعام کی صورت میں لینے کے لئے مقابلے میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔

بیج گودام اور کھیتی کی اصلاح شدہ آلات

ہر ایک بڑے پنچایت گھر میں بیج رکھنے کے لئے ایک کمرہ علٰحدہ کر دیا گیا ہے۔ اِس کمرے میں محکمۂ زراعت کی طرف



پورہ بازار کے سامنے کبڈی میچ ہو رہا ہے

سے بانٹے جانے کے لئے لائے جانے والے بیج اکٹھا کئے گئے ہیں۔ یہ بیج گاؤں والوں کو سوائی کے طریقے پر دیئے جاتے ہیں۔ کسان فصل کاٹ لینے پر گودام سے اُدھار لئے جانے والے بیج ادا کر دیتا ہے۔

کربی کاٹنے کی مشین، مسٹن ہل وغیرہ کھیتی کے اصلاح شدہ آلات کے مظاہرے اور اُنکی فروخت میں بھی پنچایت گھروں کے ذریعہ بہت کچھ مدد ملتی ہے۔ ہم اُمید کرتے ہیں کہ اس قسم کے آلات فروخت کرنے والے فرم اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ کسانوں کے ذریعے کھیتی کے کام میں لائے جانے والے پُرانے طرز کے ہل اور گنڈاسے میسٹن ہل اور کربی کاٹنے کی مشینوں سے زیادہ مفید نہیں ہوسکتے۔ اس سلسلے میں شبہ کرنا بیکار ہے۔ اب صرف یہی سوال ہے کہ ان اصلاح شدہ آلات کے بیچنے والوں اور خریدنے والوں کو پنچایت گھر میں جمع کیا جائے۔

کوآپریٹو اسٹور

اس بات کی بھی تجویز ہو رہی ہے کہ دیہاتوں کے کوآپریٹو اسٹور پنچایت گھر کی عمارت میں جائیں۔ مٹی کا تیل، نمک اور شکر ہی دیہاتی زندگی کی ضروری چیزیں ہیں۔ یہ چیزیں تھوک میں قصبوں سے خرید لی جائیں اور گرام سیوکوں یا سرپنچ کے ذریعہ مناسب داموں فروخت کی جائیں۔ کامیابی ہونے پر حسب ضرورت ایک اور آدمی بھی کوآپریٹو اسٹور کا کام کرنے کے لئے رکھا جاسکتا ہے۔ یہ آدمی سرپنچ اور گرام سیوک کی نگرانی میں کام کرے گا۔

نرسریاں اور باغیچے

کھروتی اور تندولی نامی گاؤں کے پنچایت گھروں کے سامنے کافی زمین ہے اسلئے وہاں پپیتا اور لیموں جیسے فائدہ بخش درخت لگانے کی تجویز ہوئی ہے۔ پپیتے کے درخت میں بہت زیادہ تعداد میں پھل لگتے ہیں جو مقوی اور ہاضم ہوتے ہیں۔ پپیتے کے درخت کا سایہ چھوٹا ہوتا ہے۔ اسی سے اس سے دوسری فصلوں کو نقصان نہیں پہنچتا۔ یہ کھیتوں کی مینڈ کے پاس آسانی سے لگایا جاسکتا ہے۔ پپیتے کے پودے صرف لاگت دام میں ہی نرسریوں کے ذریعے گاؤں والوں کو دئے جائینگے۔

پنچایت گھر کے سامنے پھول لگانے پر بھی زور

دیا جا رہا ہے۔ گیندے اور چمبیلی کے مضبوط پودے اس کے لئے ٹھیک ہوں گے۔ یہ بھی تجویز پیش ہے کہ پھولنے والے درخت لگائے جائیں اس لئے گولڈ مُہر، املتاس، جیکیرینڈا کے درخت ٹھیک ہوں گے۔ جن پر مارچ، اپریل اور مئی میں لال، پیلے اور نیلے پھول چھا جاتے ہیں جب یہ باغ تیار ہو جائیں گے تو پنچایت گھر دیہاتوں میں خوشنما جزیرہ کیطرح خوبصورت نظر آئینگے انھیں دیکھکر دیہات والوں میں اپنے گھر کے قریب کی صفائی کرنے اور اپنے مکانوں کے اگلے حصّوں کو خوبصورت بنانے کا شوق پیدا ہوگا۔

دورہ کرنے والے کارکن

دورہ کرنے والے صفائی کے انسپکٹر، ہیلتھ آفیسر، ٹیکا لگانے والے ویٹرینری اسسٹنٹ، کوآپریٹو انسپکٹر اور سپروائزر زراعت سرپنچ کے حکم سے پنچایت گھر میں ٹک سکتے ہیں۔ اصلاحی محکموں کے ان کارکنوں کو دیہاتوں میں ٹکنے کے لئے مناسب جگہ نہ ملنے سے مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لئے ان میں جلد سے جلد دیہاتوں کا کام ختم کرکے شہر کی طرف بھاگ جانے کی عادت پائی جاتی ہے۔ پنچایت گھر سے انھیں اپنے کام میں مدد ملے گی وہ ٹیکا دینے اور صحت سے متعلق ہدایتیں دینے کے لئے گاؤں والوں کو پنچایت گھر میں بلا سکتے ہیں۔ ان پنچایتوں کے ذریعے کارکنوں کی لیاقت بڑھ جائے گی۔ صرف اتنی ہی بات سے پنچایت گھروں کے فائدے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

دیہات کے جھگڑوں کا تصفیہ

اس وقت دیہاتوں میں جو بات زیادہ ترقی کر رہی ہے۔ وہ ہے مقدمے بازی ہمارے ضلع میں سڑکوں پر چلنے والے بیشتر عوام ضلع کی کچہری کی طرف جاتے نظر آتے ہیں۔ ریلوے اور موٹر لاریاں مقدمہ لڑنے والوں کو زیادہ تعداد میں لاتی ہیں۔ ایسے لوگ دستاویز اور فیصلے کے پلندے باندھ کر چلتے ہیں۔ بہت سے گاؤں والوں کے لئے مقدمہ بازی ہی دل بہلانے کا ذریعہ



والنٹیر ایک گاؤں کے لئے سدھرے ہوئے بیج دلا رہا ہے

ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے ضلع کی عدالت ہی تفریح کا مرکز ہے جہاں وہ جرح میں وکیلوں سے دماغ لڑاتے ہیں۔ دیہاتوں میں وکیلوں کے دلال بھرے پڑے ہیں۔ ایسے لوگ ہمیشہ جھگڑوں بکھیڑوں کا سراغ لگایا کرتے ہیں اور اسی قسم کا جھگڑا شروع ہونے پر وہ گاؤں والوں کو چوسنے کے لئے اُسکے بہت بڑی شکل دیدیتے ہیں۔ تعزیرات ہند کی دفعہ ۳۲۳ کے مطابق چلائے جانے والے مقدمے کو اپیل کی کچہری تک لیجانے میں فریقین میں سے ہر ایک کے سو روپئے سے کم نہیں صرف ہوتے۔

کسانوں کی گاڑھی کمائی کا روپیہ وکیلوں، مختاروں، محرّروں عرائض نویسوں اور کچہری کے چپراسیوں، اہلمدوں اور پیشکاروں کی جیب گرم کرنے میں صرف ہوتا ہے۔

کیا ہی اچھا ہو کہ اس طرح ضائع ہونے والی عقل، روپیہ اور طاقت تعمیری کاموں میں صرف کیجائے۔ ہم صرف پنچایت اور پنچایت گھر ہی سے ایسی امید کر سکتے ہیں۔ پنچایت گھر دیہات والوں کے سامنے نیا نظریہ پیش کریگا اور ان کے خیالات کو وسعت بخشیگا۔ خود غرضی اور تنگ خیالی ہی کے باعث بہت سے مقدمے لڑے جاتے ہیں پنچایت گھر کے کتاب گھر، ریڈیو، پوسٹر اور

تصویریں بڑی حد تک لوگوں کی تنگ خیالی دور کر دینگے۔

پنچایت گھروں کا پہلا مناسب استعمال یہ ہے کہ وہاں گاؤں والے جمع ہو کر اپنے تنازعات کا تصفیہ صلح کر کے یا سرپنچ مقرر کر کے کر لیں۔ اگر ان پنچائتوں کی حکومت کی طرف سے حوصلہ افزائی کی جائے تو بڑی حد تک دیہاتوں میں امن و سکون قائم ہو سکتا ہے۔

گاؤں کی صفائی

اگر پنچایت کو یہ اختیار مل جائے کہ وہ ایسے لوگوں پر جرمانہ کر سکے جو آبادی میں گوبر جمع کر کے گاؤں کو گندہ کر دیتے ہیں تو گاؤں کی صفائی کا مسئلہ بڑی اچھی طرح حل ہو سکتا ہے۔ اس طرح جرمانے کی موصول شدہ رقم سوکھنے والے گڑھے اور نالیاں بنانے و گاؤں کی سڑکیں پختہ کرنے میں صرف کیجا سکتی ہے۔ فی ہل کے حساب سے کچھ ٹیکس لگا کر پنچایت دیہاتوں کے راستوں اور گلیوں کی صفائی کے لئے ایک مہتر ملازم رکھ سکتی ہے۔ پنجاب کی پنچائتوں کو اس قسم کے اختیارات حاصل ہیں۔ راقم الحروف کے گاؤں (ضلع ہوشیار پور) میں ایک پنچایت گزشتہ دس سال سے کامیابی کے ساتھ کام کر رہی ہے۔ مذکورہ گاؤں کی سبھی سڑکیں پختہ ہو گئی ہیں اور پنچایت کی طرف سے ایک بھنگی بھی ملازم ہے ان سب کاموں میں جرمانے کی رقم اور ہلوں پر لگائے ہوئے ٹیکس سے ملی ہوئی رقم خرچ کی گئی گاؤں والے یہ جان لینے پر کہ جرمانے کی رقم گاؤں کی حالت سُدھارنے ہی میں صرف ہوگی جرمانہ دینے میں آنا کانی نہ کریں گے۔

گاؤں کا مہمان خانہ

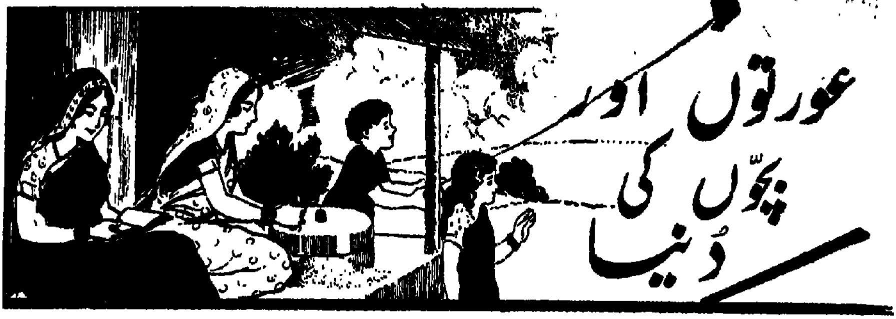
پنچایت گھر گاؤں کے مہمان خانے کی صورت میں استعمال کئے جا سکتے ہیں۔ ہم لوگوں کے پنچایت گھروں میں گاؤں میں آنے والی کئی براتیں ٹھہری تھیں۔ براتیوں کو ہال (بڑا کمرہ) اور برآمدہ استعمال کرنے کی اجازت دیدی گئی تھی۔ بچوں کو ہال میں نہیں رہنے دیا گیا۔ کیونکہ اُن کے رہنے سہنے سے تصویروں کے خراب ہونے کا خوف تھا۔ پنچایت گھر میں ٹھہرنے کے لئے سرپنچ کی اجازت ضروری ہے جو براتیوں کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ پنچایت گھر کا جائز استعمال کریں اور اس میں جگہ جگہ پر تھوک کر یا کمروں کے پاس کھانا پکا کر عمارت کو نقصان نہ پہنچائیں۔ کبھی کبھی اُن سے ٹھہرنے کے کرائے کی صورت میں بہت معمولی رقم بھی لی جاتی تھی جو دوائیں خریدنے میں خرچ کی گئی۔ اتفاقیہ طور پر آکر رہنے والوں کو بھی ایسی حالتیں پنچایت گھر میں آکر رہنے کی اجازت دیدی جاتی ہے جب میزبان کے گھر میں ٹھہرنے کی جگہ نہیں ہوتی۔

مرمت

پبلک عمارتیں لاپرواہی کے باعث برباد ہو جاتی ہیں اسلئے ہم لوگوں نے یہ قاعدہ بنالیا ہے کہ پنچایت گھر کی عمارت کی مرمت ضرور ہونی چاہئے اور برسات گزر جانے پر عوام کے چندے سے اُس کی صفائی بھی ہونی چاہئے۔

خاتمہ

ہم اُمید کرتے ہیں کہ پنچایت گھر مشعل راہ بنکر دیہات والوں کو تہذیب علم اور مسرت کی طرف لے چلیگا۔ پنچایت گھر کی یہ روشنی گاؤں کے کونے کونے میں پھیل کر جہالت اور اندھی تقلید جیسی لعنتوں کی تاریکی کو دور کر دے گی۔ اس سے ہمارے کسان بھائیوں کے دل و دماغ میں نئے خیالات پیدا ہونگے یہ کسان بھائی بے زبان جانور نہیں ہیں جیسے کہ وہ ظاہر کئے جاتے ہیں۔ انکی زندگی میں نیا جوش پیدا ہوتے ہی یہ صدیوں کی کاہلی اور سستی کھو دینگے۔ ہمیں ایک ایسی صوبائی تحریک کی ضرورت ہے جو قریب قریب ہر جگہ پنچایت گھر کھولنے پر زور دے۔ اگر پورے طور پر ہمدردی کے ساتھ رہنمائی کیجائے اور محبت کے ساتھ کام کیا جائے تو گاؤں والے ان سبھی کاموں کی طرف ضرور رجوع ہوں گے۔ گاؤں والوں کو اس وقت پرجوش رہنمائی اور زیادہ سے زیادہ رہنمائی کی ضرورت ہے۔



زمانۂ قدیم میں لڑکی اور اُس کی تعلیم

(از شری متی تارا پانڈے)

ہمیں اپنی ترقی کا اندازہ کرنے کے لئے کبھی کبھی پُرانی تاریخ پر بھی نظر ڈالنی پڑتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ آج ہندوستان اپنی آزادی کے لئے بہت جدوجہد کر رہا ہے اور کانگریس حکومتوں کی اسکیموں سے ہماری اُمیدیں تازہ ہوگئی ہیں لیکن افسوس ہے کہ طبقۂ نسوان کی ترقی کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں کی جا رہی ہے۔

زمانۂ قدیم کی یاد کرکے ہمیں خوشی بھی ہوتی ہے اور افسوس بھی خوشی اس لئے کہ ہماری ماضی کی تاریخ ہماری بہادری عقلمندی وغیرہ کی داستانوں سے لبریز ہے اور افسوس اسلئے کہ آج جب ساری دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے اُس وقت بھی ہم گہری نیند سو رہی ہیں۔

بلاشبہ آج کی طرح رگ وید کے زمانے میں لوگ لڑکی کی بہ نسبت لڑکے کی زیادہ خواہش کرتے تھے۔ لڑکی والدین کی پریشانی کا سبب سمجھی جاتی تھی۔ اُسکے لئے قابل بر تلاش کرنا جس کے ساتھ اُس کی زندگی کا دُکھ سکھ منحصر رہتا ہے بہت مشکل ہوتا تھا۔ ساتھ ہی لڑکی سے بنس کی حفاظت، پتروں کا شرادھ ترپن (مردہ روحوں کو ثواب پہنچانے) کی بھی اُمید نہیں کی جاتی تھی۔ اسلئے لڑکی کی پیدائش کے وقت خاص خوشی نہیں منائی جاتی تھی۔

تسلیم۔ پیدائش کے روز ہی سے اپنے والدین کی پریشانیوں کا سبب ہوتے ہوئے بھی لڑکی اُنکی محبت اور شفقت سے محروم نہیں رہتی تھی۔ ماں لڑکے ہی کی طرح اُسے کھلاتی پلاتی پرورش کرتی اور لڑکے لڑکی کی پرورش میں خاص امتیاز نہیں رکھتی تھی۔ اکثر اپنی تمیز داری، خوش سلیقگی، بھولے پن اور اچھے برتاؤ سے وہ گھر بھر کی لاڈلی ہو جاتی تھی۔ بڑے بھائی اُس سے بہت محبت کرتے تھے اور بہن پر ناز کرتے تھے۔ ماں بھی شائد اُس سے ضرورت سے زیادہ پیار کرتی اور اُس کی پاسداری کرتی۔ شائد اس لئے کہ جلد ہی شادی ہو جانے پر وہ ہمیشہ کے لئے اُس سے بچھڑ جائے گی یا اس لئے کہ لڑکی ہمیشہ ماں کی مددگار ہوتی تھی۔ لڑکا جیسے جیسے بڑا ہوتا جاتا تھا ماں سے دور ہوتا جاتا تھا کیونکہ اُسے ہمیشہ اپنے باپ یا اُستاد کے پاس رہنا پڑتا تھا۔ لیکن لڑکی ہمیشہ ماں کے پاس رہتی تھی، اُس کے گھریلو کاموں میں معاون ہوتی تھی اور اُس کے دُکھ سکھ میں شریک ہوتی تھی۔ اس لئے وہ اپنے والدین کی اور خصوصاً ماں کی لاڈلی کیوں نہ بنتی۔

والدین ہی لڑکی کو کیوں نظر انداز کرتے؟

چنانچہ لڑکی کی تعلیم سے لاپرواہی نہیں برتی جاتی تھی۔ اُنکے وقت کے مطابق تعلیم دی جاتی تھی۔ تعلیم یافتہ طبقہ لڑکی کی تعلیم کے بارے میں اتنا آزاد خیال تھا کہ وہ لڑکوں کے ساتھ ہی لڑکیوں کو اعلیٰ تعلیم دلاتا تھا۔ اس تعلیم ہی کے اثر سے وہ سماج میں اپنے حقوق کو محفوظ رکھ سکیں۔ رگ وید کے عہد میں خاتون رشیوں کا ذکر ہے۔ وہ رچائیں بناتی تھیں یگ کرتی تھیں، وید پڑھتی تھیں۔ مشہور سام ویدوں کی محفل میں اُن کو ممتاز جگہ حاصل تھی۔ راجکماری گھوشا ایک مشہور رشی تھی اسی طرح لوپا مدرا، ممتا، اپالا، سوریا، اندرانی بھی۔ سارپ راگی اور وشووارا بھی رشی تھیں۔ آخری خاتون وشووارا نے اگنی کی دعائیں

صرف رچائیں ہی نہیں بنائیں بلکہ ایک یگ میں ریتوج کا بھی کام کیا تھا۔ یہ حق رگ وید کے ابتدائی زمانے میں حاسد، خودغرض اور تنگ خیال پُروہتوں نے عورتوں سے چھین لیا۔ اپالانے اِندر کے استقبال کے لئے ایک رچا بنائی اور خود سوم دان دیا۔

اندر کی مہربانی سے اُس کا چرم کا مرض دور ہو گیا تھا۔ اِس چرمی مرض کے باعث اُس کے شوہر نے اُسے چھوڑ دیا تھا۔ اُس کے والد کا سَر گنجا ہو گیا تھا اور اُس کے کھیتوں کی پیداوار برباد ہو گئی تھی۔ اپالا کی پُرخلوص اور سچے دل سے مانگی ہوئی دُعا سے ہی اِندر نے اُس کے باپ کا گنجاپن دور کر دیا اور اُس کے کھیتوں میں خوب اناج پیدا ہونے لگا۔

عورتیں کبھی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ لڑائی میں شریک ہوتی تھیں۔ راجہ کھیل، کی رانی، وشپلا، کی لڑائی میں ایک ٹانگ ٹوٹ گئی تھی اور رشیوں کی مہربانی سے ایک لوہے کی ٹانگ لگائی گئی تھی۔ مُدگل رشی کی بیوی مُدگلانا یا اِندرسینا نے اپنی گائے کے چوروں کا پیچھا کرنے میں اپنے شوہر کی مدد کی تھی اور جب اُس کا شوہر گھبرا گیا تو اُس نے رتھ ہانکا اور اپنے پتی کی کمان اور ترکش لیکر اُن سے لوہا لیا' اُن کو ہرایا اور کھوئی ہوئی دولت واپس لی۔

اِن سب مثالوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ رگ وید کے زمانے کے آریوں کی گھریلو اور سماجی زندگی میں عورتیں ایک خاص جگہ رکھتی تھیں اور اُن کو صرف اعلیٰ تعلیم ہی نہیں دیجاتی تھی بلکہ اخلاقی تعلیم بھی اعلیٰ درجے کی تھی۔ مردوں کی طرح اُن کی جسمانی نشو و نما اور جنگی تعلیم کی طرف بھی خاص توجہ کی جاتی تھی۔ کبھی کبھی تو وہ بہادری، علو ہمتی اور عقلمندی میں مردوں سے بھی بازی لے جاتی تھیں۔ رگ وید میں بہادر عورتوں کا بھی ذکر ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُنھیں سپاہی بنانے کے لئے فوجی تعلیم بھی دیجاتی تھی۔

وشوارا نے پتی بھگتی سے اگنی دیو کو بُلایا تھا اور اُس نے ازدواجی زندگی کے باہمی تعلقات کو مذہبی پابندیوں کے اندر دیکھنے کی درخواست کی تھی۔ اِس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُس وقت کی نوجوان عورتوں کو سماج سدھار کی بھی دُھن تھی۔ اور وہ خانگی زندگی کو پاک بنا کر گھر والوں کو سُکھی اور مسرور بنانا چاہتی تھیں۔

اِن سب مثالوں کو پیش کرنے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ہم پیچھے ہی کی طرف دیکھ کر خاموش بیٹھی رہیں خواہ کتنی ہی مشکلیں کیوں نہ ہوں ہمیشہ آگے ہی بڑھتے رہنا چاہیئے۔ طبقۂ نسواں کی بیداری کے لئے تنظیم کی اشد ضرورت ہے۔ جہالت ایک لعنت ہے لیکن سب سے بڑی لعنت تو غلامی ہے۔ مُدّت سے غلامی کی زنجیر میں جکڑی ہوئی ہندوستانی عورت کی شکل آج اتنی بدل گئی ہے کہ پہچاننا بھی مشکل ہے۔ ہماری دعا ہے کہ ہندوستان کی عورتوں کی ترقی پُرانی اور نئی تہذیب کے میل سے ہو کر دنیا کے سامنے تعلیم کی ایک قابلِ تقلید مثال پیش کرے جس سے مُلک کی عورتیں متاثر ہوں۔

رنگ برنگی پتّیاں

(از جناب حسّان - ایڈیٹر پیامِ تعلیم دہلی)

خورشید:- ابّا ابّا آج ماسٹر صاحب نے کہا ہے کہ اگلے پیر کو سب لڑکے کوئی نہ کوئی چیز جمع کر کے لائیں۔

حامد:- بھئی واہ یہ بھی اچھا حکم ہے! آخر کیا چیز؟

خورشید:- یہی ابّا جیسے پَر، تتلیاں، پھول، ڈاک کے ٹکٹ، دیا سلائی کے لیبل، مشہور عمارتوں کی تصویریں۔

حامد:- تمھارے ہیڈ ماسٹر صاحب بہت سمجھدار معلوم ہوتے ہیں۔ ہاں مجھے یاد آیا۔ کسی زمانے میں مجھے بھی ٹکٹ اور پتّیاں جمع کرنے کا شوق تھا۔

خورشید:- سچ مچ ابّا! تو پھر مجھے بھی بتائیے میں کیسے جمع کروں؟

حامد:- بھئی ہمارا تو خیال ہے کہ تم پتّیاں جمع کرو۔ ٹکٹ تو بہت سے لڑکے جمع کر کے لائیں گے۔

خورشید:- (مُنہ بسور کے) پتّیاں جمع کرنا بھی کوئی کام ہے۔

ماسٹر صاحب دیکھ کر ہنس دیں گے اور لڑکے مذاق اڑائیں گے کہ کچھ نہیں ملا تو پتیاں ہی اُٹھا لائے۔

حامد:- نہیں بیٹا۔ اس میں بہت فائدے ہیں۔ پہلا تو یہ ہے کہ پتیوں کی تلاش میں تم خوب گھومو پھرو گے۔ اس سے تمھاری تندرستی اچھی رہیگی، دوسرے درختوں کے بارے میں تمھیں ایسی نئی نئی باتیں معلوم ہو جائیں گی جو تمھارے بڑوں کو بھی معلوم نہ ہوں گی۔ تیسرے تم میں چیزوں کو تلاش کرنے اور اُنھیں سلیقے سے رکھنے کی عادت پیدا ہوگی۔

خورشید:- ہاں ابا! پھر تو میں جمع کروں گا۔

ابا:- اچھا تو ایک کام کرو۔ اپنے ماموں کو ساتھ لے لو اور پاس کے باغ سے پتیاں توڑ لاؤ۔

خورشید:- بہت اچھا ابھی جاتا ہوں۔

حامد:- مگر ایک بات کا خیال رکھنا کوئی پتی سڑی گلی نہ ہو، نہ کٹی ہوئی ہو اور نہ اُس پر مکڑی کا جالا ہو۔

(تھوڑی دیر بعد)

خورشید:- یہ لیجئے ابا۔ اتنی بہت سی پتیاں لے آیا۔

حامد:- شاباش! کن کن درختوں کی ہیں؟

خورشید:- یہ نیم کی ہے، یہ ببول کی ہے، یہ املی کی، یہ امرود کی۔

حامد:- اچھا میں ان سے اچھی پتیاں چھانٹتا ہوں۔ اتنے میں تم الماری سے جاذب کے دو بڑے بڑے تختے لے آؤ۔ بالکل صاف ہوں۔ روشنائی کا داغ نہ ہو۔

خورشید:- یہ لیجئے ابا۔ مگر جاذب کس کام آئے گا؟

حامد:- ابھی بتاتا ہوں۔ اچھا اب ان پتوں کو بالکل الگ الگ جاذب پر پھیلا دو۔

خورشید:- اس طرح؟

حامد:- ہاں اب اس پر جاذب کا دوسرا تختہ رکھ دو۔ رکھ دیا۔ اچھا اب اسے تمھاری امی کے صندوق کے نیچے دبائے دیتے ہیں۔

خورشید:- اس سے کیا ہوگا؟

حامد:- اس سے یہ ہوگا کہ پتیاں خشک ہو جائیں گی۔ بہت دنوں تک محفوظ رہ سکیں گی۔ بات یہ ہے کہ پتیوں میں پانی ہوتا ہے۔ تم نے ابھی پتیاں توڑی ہیں۔ پانی ضرور نکلا ہوگا۔

خورشید:- جی ہاں نکلا تھا۔

حامد:- جس چیز میں پانی ہوتا ہے وہ جلد سڑ جاتی ہے۔ گھی شکر میں پکا ہوا کھانا پانی سے پکے ہوئے کھانے کے مقابلہ میں زیادہ دنوں تک رہ سکتا ہے۔

خورشید:- جی ہاں۔

حامد:- اگر پتیوں کو ہم اس طرح چھوڑ دیں تو دو چار ہی دن میں سڑ جائیں گی۔ دھوپ میں سکھانا ٹھیک نہیں۔ پتیاں مُرجھا جائیں گی اور شکل بدل جائے گی۔ اس لئے سب سے اچھا طریقہ یہی ہے۔ جاذب ان سب کا پانی چوس لے گا اور ان کی شکل نہیں بدلیگی اور یہ بہت دنوں تک اسی حالت میں رہیں گی۔

خورشید:- تو ابا۔ یہ کب تک سوکھ جائیں گی؟

حامد:- بھئی۔ کوئی آٹھ دس روز لگیں گے۔ ہاں بیچ میں ایک دو بار جاذب کے تختوں کو بدل دینا۔ یا پھر ان پتیوں کو ہٹا کر دھوپ میں رکھ دینا اور پھر جب سوکھ جائیں تو پتیاں پھر اسی طرح رکھ کر جاذب کو صندوق تلے دبا دینا۔

(دس روز بعد)

خورشید:- ابا۔ پتیاں تو اب سوکھ گئی ہوں گی؟

حامد:- ہاں یہ دیکھو۔ تمھارے کہنے سے پہلے ہی میں نکال لایا۔ سب سوکھ گئی ہیں۔ مگر ابھی ایک خطرہ ہے۔

خورشید:- وہ کیا؟

حامد:- کہیں انھیں کیڑے مکوڑے نہ کھا جائیں۔

خورشید:- تو پھر؟

حامد:- میں ان کے لئے ایک زہریلا نمک بازار سے لیتا آیا تھا۔ اسے کراسیو سلمنٹ کہتے ہیں۔ اسے پانی میں گھول لو۔ اور اپنے ڈرائنگ کے برش سے پتیوں کے دونوں طرف لگا دو اور پتیوں کو تھوڑی دیر تک دھوپ میں رکھو۔ دو تین بار ایسا کرو گے تو کیڑوں کا خطرہ نہیں رہیگا۔ مگر بھئی ایک کام اور رہ گیا۔

خورشید:- وہ کیا کام ابا؟

حامد: ۔ تم اِن پتیوں کو اِس طرح اپنے ماسٹر صاحب کے پاس لے جاؤگے ؟

خورشید: ۔ جی ہاں۔ ہم انھیں اپنی کتاب میں رکھ کر لے جائینگے۔

حامد: ۔ بھئی واہ۔ یہ بھی تم نے کیا حماقت کی بات کہی۔ اچھا دیکھو الماری میں سب سے اوپر کے تختے پر سُرخ کتاب کے نیچے آٹھ دس موٹے موٹے کاغذ رکھے ہیں۔ سب لے آؤ۔ بیچ والے تختے پر مہین کاغذ رکھا ہے وہ بھی اُٹھاتے لانا ہاں میری شیروانی کی جیب سے چاقو اور اپنا فُٹا بھی لیتے آؤ۔

خورشید: ۔ لیجئے۔ سب لے آیا۔

حامد: ۔ اب اس موٹے کاغذ کے آٹھ اِنچ لمبے اور چھ اِنچ چوڑے تختے کاٹ لو۔ باریک کاغذ کی پتلی پتلی پٹیاں یا چیٹیں کٹیں گی۔ اپنی امّی سے قینچی لے آؤ۔

خورشید: لیجئے۔ پتیاں بھی کٹ گئیں۔ اور موٹے کاغذ کے تختے بھی کاٹ لئے۔

حامد: ۔ اب پتیاں اُٹھا لاؤ۔ ارے ایک چیز کو بھول ہی گئے۔ لیسی پکوانا تھی۔ خیر۔ میری میز سے گوند دانی اُٹھا لاؤ۔ اور ان باریک کاغذ کی چیٹوں کے دونوں طرف صفائی سے گوند لگاؤ۔ اب یہ ببول کی پتی لو۔ اسے موٹے کاغذ کے تختے پر دو چیٹوں کے بیچ میں رکھو۔ چیٹیں موٹے کاغذ پر چپکا دو۔ سب پتیاں الگ الگ کاغذوں پر اسی طرح چپکیں گی۔

خورشید: آہا۔ یہ تو بہت اچھا معلوم ہونے لگا۔

حامد: ۔ ابھی ذرا ٹھہر جاؤ۔ کیا ماسٹر صاحب کے پاس اِسی طرح لے جاؤگے؟ وہ ہر پتی کے بارے میں پوچھیں گے۔ یہ کس درخت سے توڑی تھی۔ اِس درخت کے کیا کیا فائدے ہیں تو کیا جواب دوگے ؟

خورشید: ۔ ابّا آپ ہی بتا دیجئے۔

حامد: ۔ واہ بھئی۔ سب باتیں ہم ہی بتائیں۔ اچھا ببول کی پتی تم نے کس تاریخ کو توڑی تھی ؟

خورشید: ۔ ۱۲ دسمبر کو۔

حامد: ۔ ببول کی پتی کے نیچے یہ تاریخ لکھ دو۔ تم نے توڑتے وقت یہ اندازہ کیا کہ یہ درخت کتنا اونچا ہوتا ہے ؟

خورشید: ۔ جی ہاں۔ کوئی بیس پچیس فٹ اونچا ہوتا ہے۔

حامد: ۔ اِس کا کوئی اور نام بھی ہے ؟

خورشید: ۔ جی ہاں۔ کیکر کہتے ہیں۔

حامد: ۔ اس میں کانٹے تو نہیں ہوتے ؟

خورشید: ۔ ہوتے ہیں۔ کوئی ڈیڑھ ڈیڑھ اِنچ لمبے۔

حامد: ۔ پھول ؟

خورشید: ۔ ایک بار مَیں جنگل گیا تھا۔ بہت سے چھوٹے چھوٹے زرد زرد پھول لگے تھے۔

حامد: ۔ یہ کسی کام بھی آتا ہے ؟

خورشید: ۔ اِس کی نرم شاخ کی مسواک بہت اچھی ہوتی ہے۔

حامد: ۔ اِس سے گوند بھی تو نکلتا ہے۔

خورشید: ۔ جی ہاں اُس میں گھی شکر ملا کر کھاتے ہیں۔

حامد: ۔ اور اس کی چھال کتنی مفید ہے۔ کتنے ہی تو رنگ بنتے ہیں پھر اس میں چمڑہ پکاتے ہیں۔ اس کے پتوں اور پھلیوں سے تمھارے لئے بہت عمدہ روشنائی تیار ہوتی ہے۔ اس کی لکڑی بھی بہت مضبوط ہوتی ہے۔ دیہات میں کسان اِس سے ہل، بیلو اور گاڑیاں بناتے ہیں۔ ایندھن کے کام بھی آتی ہے۔ اس کے کوئلے کی آنچ بہت تیز ہوتی ہے۔

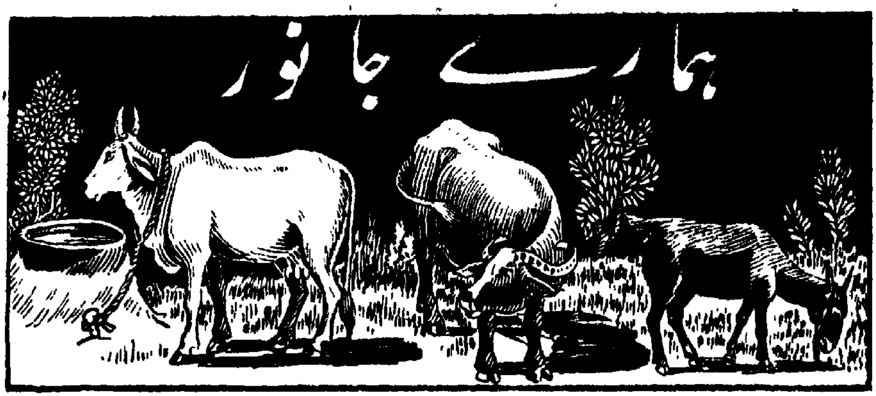
خورشید: ابّا آپ نے تو بہت سی باتیں بتا دیں۔

حامد: ۔ ہاں بیٹے۔ یہ سب باتیں ببول کی پتی کے نیچے لکھ لو۔ دوسری پتیوں کے نیچے بھی اسی طرح سب کچھ لکھا جائیگا۔ مگر اب مجھے فرصت نہیں، تم کتابوں میں دیکھو اور اپنے استاد سے پوچھو۔ ہاں ایک بات اور یاد آگئی۔ میز کی دراز میں سے ذرا سوجا اور موٹا ڈورا نکال لاؤ۔ اِن کاغذ کے تختوں کو سی دیں۔ لو میاں تمھاری کتاب تیار ہوگئی۔ اسے البم کہتے ہیں۔ اب اسکے سروں پر خوبصورت سی ڈرائنگ کر دو تمھارا البم بہت خوبصورت معلوم ہوگا۔

خورشید: ۔ بہت اچھا میں اس پر پتوں ہی کی شکلیں بناؤں گا۔

حامد: ۔ دیکھو کیسی اچھی چیز تیار ہوگئی۔ اگر تم اِس مشغلے میں لگے رہے تو کتنی نئی نئی باتیں معلوم ہونگی اور اپنے آس پاس کی چیزوں سے کتنے واقف ہو جاؤگے۔ اور ہاں بھئی کیا اب بھی تمھارے ماسٹر صاحب اِن پتیوں کو دیکھ کر ہنسیں گے اور لڑکے مذاق اُڑائیں گے ؟

خورشید: ۔ ہرگز نہیں ابّا۔ اب تو ماسٹر صاحب بہت ہی خوش ہونگے اور لڑکوں کی تو کیا مجال ہے جو مذاق اُڑائیں۔



مویشیوں کی پرورش

از مسٹر جے - ایم - لوبو پربھو - آئی - سی - ایس کلکٹر فیروزپور

گائے ہندوؤں کے لئے ایک مقدس جانور ہے - اس تقدس میں ایک راز بھی ہے کسان کے لئے اس سے زیادہ مفید کوئی دوسرا جانور ہے بھی نہیں - بیل - ہل اور گاڑی کھینچتا ہے ۔ گائے دودھ اور گھی دیتی ہے - گائے اور بیل سے گوبر ملتا ہے جو آپکی کھاد اور ایندھن کے کام آتا ہے اور کھالیں بھی ملتی ہیں جن سے آپکے جوتے اور مشکیں بنتی ہیں - یہ اندازہ کیا گیا ہے کہ پیداوار اور طاقت کی صورت میں ہر ایک مویشی سے کسان کو ایک روپیہ فی ہفتہ فائدہ ہوتا ہے - یعنی صوبے میں کسان کو مویشیوں سے ۱۵۰ کروڑ روپئے سالانہ ملتے ہیں ~~پس کیا تعجب اگر گائے کی پوجا کی جاتی ہے~~ - دودھ دے - نسبت

عموماً یہاں کے مویشیوں میں پنجاب میں عمدہ نسل کے پائے جانے والے عام مویشیوں کے مقابلے میں کام کرنے کی آدھی قوت اور دودھ دینے کی ½ طاقت ہوتی ہے - اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ خواہ بہت سے مویشیوں کو رکھ لیں پھر بھی وہ اس تعداد کے ایک قلیل حصے کے برابر مفید ہوں گے اسلئے آپکو وہ نقائص دور کرنے ہیں جو آپکے مویشیوں میں طاقت اور پیداوار کو کم کرتے ہیں ۔

پہلا نقص مویشیوں کو پیدا کرنے میں ہوتا ہے - مقامی مویشیوں میں بہت سے مویشی ان کی عمر سانڈوں سے پیدا کرائے جاتے ہیں جن سے ساتھ میں چرنے والی گائیں جفتی کھاتی ہیں - آپ کمزور بیلوں سے پیدا ہونے والی نسل کو اس وقت تک نہیں روک سکتے جب تک آپکے بیل جلد ہی آختہ نہ کر دیئے جائیں - جیسا پنجاب میں کیا جاتا ہے - چار سال تک انتظار کرنے سے جیسا کہ آپ لوگ کرتے ہیں ایک ناقابل بیل کو عام طور سے ۲۰ بار جفتی کھانے کا موقع ملتا ہے - پہلے یا دوسرے سال میں آختہ کر دینے سے صرف گائے کی ہی بچت نہیں ہوتی بلکہ بیل کی جسمانی ترقی کی بھی اصلاح ہو جاتی ہے آپکی اس غلطی کی یہی وجہ ہے کہ آپ میں کسی کام کو اس وقت تک ٹالنے کی عادت ہے جب تک کہ اسکا کرنا بہت زیادہ ضروری نہ سمجھا جائے آپ کو صرف اتنا ہی کرنا ہے کہ گاؤں کے بیلوں کو اس مقررہ دن اکٹھا کریں جب ڈاکٹر آئے اور تھوڑے ہی وقت میں اس طریقے سے بیلوں کو آختہ کر دے جس میں انھیں بالکل تکلیف نہ ہوگی - کیا ایسے کام کیلئے جو خود آپکے لئے بہت مفید ہے آپ سے درخواست کرنا بہت بڑا مطالبہ ہے ۔



تندرست بیلوں پر ہی کھیتی کا انحصار ہے - کمزور بیل ہل کو کافی گہرائی تک اور گاڑی کو کافی دور تک نہیں کھینچ سکتے -

گاؤں میں رہنے والا پورا بڑھا ہوا سانڈ بھی جفتی کھلانے کے کام کے لئے اچھا نہیں ہوتا - جیسا کہ آپ جانتے ہیں وہ عام طور پر کسی شخص کے ذریعہ مذہبی خیرات کی صورت میں چھوڑا جاتا ہے اور بہت اچھی نسل کا نہیں ہوتا - اور اگر بہترین نسل کا ہو بھی تو وہ آپکے اُن مویشیوں میں سے ہے جو سینکڑوں سال تک قبل از وقت جفتی کھانا اور کم چارہ ملنے وغیرہ کی مصیبت برداشت کرتے آئے ہیں - اس کو کام بھی بہت کرنا پڑتا ہے اور آپکے جانوروں پر وہ اپنی کمزوری اور خرابیوں کی مہر لگا سکتا ہے - آپ کو اُنکی جگہ اصلاح شدہ نسل کا سانڈ رکھنا چاہئے جو ۲۲ روپئے کی معمولی رقم میں ہی مل سکتا ہے - تجربہ یہ ثابت کر چکا ہے کہ ایسے سانڈوں کی نسل آپکے مویشیوں کی طرح مضبوط ہوتی ہے اور اُس میں نسل بڑھانے کی قوت بھی ہوتی ہے - آپ اسکے بچھڑے کو ۳۰ روپئے میں فروخت کر سکتے ہیں جبکہ آپکا دیسی بچھڑا پانچ روپیہ میں بھی نہیں فروخت ہوسکتا - اس نسل کے پورے قد کے مویشی آپکے دیسی مویشیوں سے زیادہ قیمتی ہوتے ہیں - ۲۲ روپئے کی حقیر رقم میں جو اگر گاؤں میں تقسیم کیجائے تو فی آدمی کچھ آنے ہی پڑیں گے - آپ مویشیوں کی ایک قیمتی نسل ضرور حاصل کر رہے ہیں جسے آپ بہت بڑے فائدے کے ساتھ پال رکھ سکتے ہیں یا فروخت کر سکتے ہیں - اگر آپ ایسا سانڈ حاصل کرنے میں دیر کریں تو آپ خود اپنے دشمن ہونیکے علاوہ کچھ نہیں کہے جا سکتے -

نسل کے بعد قریب قریب اُتنی ہی ضروری چیز مویشیوں کی چرائی ہے اسوقت آپ شاید میرٹھ کے علاوہ دوسرے مقامات پر آپ مویشیوں کو بھوکا رکھتے ہیں - گھاس چرنے کے لئے آپ اُنھیں سڑک کے کنارے یا پرتی زمین میں چھوڑ دیتے ہیں - آپ اپنے مویشیوں سے اتنے لاپروا ہیں کہ اگر انکے چرنے کی کسی زمین میں گھاس خوب اُگنے لگتی ہے تو

آپ اُسے فصل بونے کیلئے فوراً جوت ڈالتے ہیں۔ حکومت جنگل اور چراگاہ جات کے متعلق غور کر رہی ہے۔ لیکن اس درمیان میں اگر آپ چراگاہ کی زمین کو بدلتے رہیں اور اُن میں سے کچھ کو کسی مقررہ وقت کے لئے بند کر دیں تو آپ اُس گھاس کو جو اس وقت مل رہی ہے بڑھا سکتے ہیں۔ اسیطرح اگر آپ موجودہ چراگاہ کی زمین کو نہ جوتیں تو اُسکی حفاظت ہو سکتی ہے۔ لیکن مویشیوں کے چارے کا زیادہ حصہ چارے کی فصلوں ہی سے لینا ہوگا۔ اس وقت آپ انھیں پیدا نہیں کرتے کیونکہ آپ اُنھیں بازار میں فروخت نہیں کر سکتے اور اسلئے آپ اُنھیں بیکار سمجھ بیٹھے ہیں۔ آپ یہ محسوس نہیں کرتے کہ ایک گائے آپکے دیئے ہوئے کھانے کو فوراً ہی دودھ کی صورت میں واپس کر دیتی ہے وہ اسکے لئے ایک مشین سی ہے۔ آپ یہ نہیں محسوس کرتے کہ اپنے مویشیوں کو بھوکا رکھکر آپ اُنکی عمر کم کرتے ہیں۔ اسطرح آپکو بار بار مویشی خریدنے میں روپئے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ آپ یہ نہیں سوچتے کہ ایک بھوکا بیل ہل کو کافی گہرائی تک اور گاڑی کو کافی دور تک نہیں کھینچ سکتا۔ آپکی بیوقوفی آپکی لاپرواہی کا باعث ہے۔ آپ ایک ایسے مویشی کو جو محنت کر کے آپ کو روزی دیتا ہے بھوکا رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ اسکے خلاف کوئی آواز نہیں اُٹھا سکتا۔ بندیلکھنڈ میں ۱۰۰ گایوں کیلئے آپ ½ ایکڑ چارا پیدا کرتے ہیں اور باقی صوبے میں ۴ ایکڑ سے کم اوسط میں۔ ۵۰ گایوں کی بہ نسبت ایک آدمی کے کھانے کیلئے آپ زیادہ زمین میں فصلیں بوتے ہیں اور پھر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں کہ آپ گائے کی پوجا کرتے ہیں۔ یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ اپنی چارے کی فصل بڑھائیں۔ یہ نہ سوچئے کہ اِس سے اناج کی فصلیں کم ہو جائینگی۔ تجربات ثابت کرتے ہیں کہ چارے کی فصل کی پیداوار زمین کو اناج کی فصل کیلئے جو اسکے بعد بوئی جاتی ہے اچھا بنا دیتی ہے تاکہ آپ ایک ہی فصل میں اور اُسی زمین میں دو فصلوں کے برابر اناج پیدا کر سکتے ہیں۔ اس اندازے میں کوئی مبالغہ نہیں ہے۔ اگر اپنے کھیتوں میں سلسلے وار چارے کی فصلیں پیدا کرتے رہیں گے تو زمین کی غلّہ پیدا کرنیکی طاقت بڑھ جانے سے اناج کی فصل کی ایسی پیداوار ہوگی جو کسی طرح بھی غلّے کی اُس فصل سے کم نہ ہوگی جو کہ اُس ساری زمین میں ہوتی ہے۔ جب آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوتا تو آپ اپنی گائے کو چارے سے کیوں محروم رکھتے ہیں۔ آپکو یہ محسوس کرنا چاہئے کہ اگر آپ اپنے یہاں اچھی نسل رائج کرنا اور اُنکی خوبیوں کو قائم رکھنا چاہتے ہیں تو انھیں اچھی طرح کھلانا نہایت ضروری ہے۔

مویشیوں کی بیماریوں پر قابو رکھنا بہت ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں حالانکہ آپ کہتے ہیں کہ آپ گائے کی پوجا کرتے ہیں پھر بھی آپ اس کا علاج اسوقت تک نہیں کراتے جب تک آپکو یہ خوف نہ ہو کہ وہ مر جائیگی۔ بیماری طویل ہو جانے پر خواہ وہ جان لیوا نہ ثابت ہو، جسکا آپ نے علاج نہیں کرایا ہے آپکا مویشی آپ پر قرض کے بار کی طرح ہے نہ کہ پونجی کی طرح۔ جب پھیلنے والی بیماریاں پھیلتی ہیں تو آپ مویشیوں کو علیحدہ علیحدہ رکھنے کا پہلا کام بھی نہیں کراتے آپ بیمار مویشیوں کو اپنے ہی اور گاؤں والوں کے مویشیوں کے جو انکے ساتھ چرتے ہیں ملنے دیتے ہیں اور انکے ذریعے پانی اور چراگاہوں میں بھی بیماری کے کیڑوں سے بھر دیتے ہیں۔ آپ تھوڑی سی بھی تکلیف نہیں کرتے اور اُن جانوروں کو جنکی آپ پوجا کرتے ہیں اس طرح مرنے دیتے ہیں۔ آپ خود مویشیوں کے ڈاکٹر سے مدد نہیں لیتے اور جب پٹواری کی دیر سے کی ہوئی رپورٹ سے اس قسم کی مدد ملنے والی ہوتی ہے تو آپ اُس کا خیر مقدم نہیں کرتے اور ٹیکہ لگوانے کے معاملے میں آپ خاص طور سے مخالفت کرتے ہیں۔ کیا آپ خود اپنے دشمن نہیں جبکہ آپ مویشی جیسی قیمتی دولت کو ضائع ہونے دیتے ہیں جو کہ بچائی جا سکتی ہے۔ اگر آپ اپنے دھرم کی پرواہ کرتے ہیں اگر آپ کو دنیاوی فائدے کا خیال ہے تو پہلے جو مویشی بیمار ہو جائے اُسے اوروں سے علیٰحدہ کر دیجئے اور فوراً ہی ڈاکٹری امداد حاصل کرنیکی کوشش کیجئے۔ اس سے کم تدبیر کرنا گناہ ہے۔

آپ ایک عمدہ گائے کی صحیح قیمت نہیں جانتے۔ آپکی گائے اور اصلاح شدہ سانڈ سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ اوسطاً ۳ سیر دودھ آٹھ ماہ تک دے گا یہ کم از کم ۹۰ روپئے کا ہوگا۔ اُسکا بچھڑا کم از کم ۱۰ روپئے کی قیمت کا ہوگا۔ مختلف بچھڑوں کے پیدا ہونے کے درمیانی وقت میں جسے آپ فراخ دلی سے ۱۰ ماہ سمجھ سکتے ہیں آپ ۱۲۰ روپئے کماتے ہیں۔ اِس رقم میں گوبر کی قیمت شامل نہیں ہے



مویشیوں کو بھوکا اور گندا رکھنا انکی عمر کم کرنا ہے اگر انھیں صفائی سے رکھا جائے اور پیٹ بھر کھانا دیا جائے تو کسانوں کی وہ بڑی رقم بچ جائے جو مویشیوں کے مرجانے پر نئے مویشی خریدنے میں ہر سال خرچ کرتے ہیں -

گائے کی اسی وقت کی چرائی آدھے ایکڑ زمین پر اُگے ہوئے چارے پر ہوگی - اس زمین کے لگان کے لئے آپکو زیادہ سے زیادہ ۵ روپے دینے ہوں گے - اسکے علاوہ دو روپئے بیج میں اور ۳ روپیہ باقی اخراجات میں صرف ہوگا - اگر آپ اپنی محنت نکال دیں تو آپکے دس روپئے کی لاگت سے ۱۲۰ روپئے کی آمدنی ہوتی ہے - کیا یہ آپکی اس محنت کا کافی عوض نہیں ہے جو آپ نے اپنی گائے کو اصلاح شدہ نسل کے سانڈ سے گابھن کرانے میں اور اسے کافی چارہ کھلانے میں کی! آپ اتنی آمدنی کیسے چھوڑ سکتے ہیں ؟ آپ دولت پیدا کرنے کے اس ذریعے کو کیسے نظر انداز کر سکتے ہیں جو فصل سے بہت بھرے ہوئے کھیتوں کی آمدنی سے بھی اچھا ہے ؟ میں پھر کہتا ہوں کہ اس بات کی بڑی ضرورت ہے کہ آپ عمدہ نسل کے بیل دوسری جگہ سے لائیں اور اپنے مویشیوں کے لئے کافی چارہ اگائیں - اگر آپ گرام سدھا کے اتنے ہی پروگرام پر عمل کریں تو جو لگان آپ دیتے ہیں اُسے دیتے ہوئے بھی کچھ ہی سالوں میں آپ زیادہ مالدار ہو جائیں گے -

ان لوگوں کیلئے جو گائے نہیں پال سکتے بکری بڑی آمدنی کا ذریعہ ہو سکتی ہے اگر آپکے پاس گاؤں میں اچھی نسل کا گابھن کرنے والا بکرا ہو تو گاؤں والے ایک معمولی ایک ڈیڑھ روپئے کی قیمت والی بکری خرید کر بکری پالنے کا کام شروع کر سکتے ہیں اس بکری کا دودھ چار مہینے تک ایک سیر روزانہ کے اوسط سے ہوگا - جس کا ہر ایک بچہ کم از کم دو روپئے میں فروخت ہوگا - اگر آپ بکریوں کو باندھکر کھلائیں تو دودھ کی مقدار زیادہ ہو جائے گی - جن لوگوں کے بچے ہوں انکو ایسے مویشی رکھنے چاہئیں جنھیں خریدنے اور پالنے میں بہت دام نہیں لگتے - زیادہ غریب لوگوں کے لئے یہ آمدنی کا ذریعہ ہو سکتے ہیں اور امیر آدمیوں کو ان سے دودھ مل سکتا ہے - جو بچوں کی تندرستی کے لئے بہت ضروری ہے -

مرغیوں یا اور پالتو پرندوں کا پالنا بھی آمدنی کا ایک معقول ذریعہ ہو سکتا ہے - لیکن آجکل یہ کام بہت زیادہ غریب لوگوں کے ہاتھ میں چھوڑ دیا گیا ہے - جنکے پاس کامیابی حاصل کرنے کے

سکتے نہ تو دولت ہے نہ عقل۔ دوسرے ملک کے لوگ مرغی پالکر یہاں کے معمولی کسان کی اُس آمدنی کی بہ نسبت کہیں زیادہ آمدنی کر لیتے ہیں جو وہ اپنے کھیت سے پیدا کرتا ہے۔ مرغیوں کی نسل کو اچھا بناکر اور انھیں اچھی غذا دیکر انکے پالنے کا کام بڑھا دینا ضروری ہے۔ اِن دونوں باتوں کے اشتراک سے انکے جسم اور انڈے دینے میں اضافہ ہوگا۔ عمدہ نسل بنانے کا آسان ترین طریقہ یہ ہے کہ سرکاری یا بہت سے نجی فارموں سے پلے ہوئے اچھے مرغے لائے جائیں۔ ان مرغوں سے پیدا ہونے والی نسل طاقتور ہوتی ہے اور کافی انڈے دینے والی ہوتی ہے یہ امر غور طلب ہے کہ ایسی نسل کی مرغیاں عام طور پر سال میں ۵۰ ۲ کے اوسط سے انڈے دیتی ہیں جو گاؤں کی عام مرغیوں کی بہ نسبت دس گنا زیادہ ہوتی ہے۔ یہ فائدہ ظاہر ہے اور یہ کام کرنے کے قابل ہے خواہ اِس میں دوسری جگہ سے لائے ہوئے اور آب وہوا کو موافق بناتے ہوئے مرغوں کے مر جانے کا خوف ہی کیوں نہ ہو۔ بہترین طریقوں پر مرغیوں کے پالنے کا کام جتنا ہمارے دکھی بھائیوں کو اپنی آمدنی بڑھانے میں مدد دے سکتا ہے اتنی کوئی دوسری اکیلی صنعت نہیں دے سکتی۔

آجکل اس بات کی سفارش کیجاتی ہے کہ شہد کی مکھیوں کے پالنے کا کام کسانوں کے لئے ایک مفید تجارت ہے۔ اس تجارت میں کچھ واقفیت اور ہوشیاری کی ضرورت پڑتی ہے جو زیادہ مالدار کسانوں میں ہی پائی جاتی ہے انھیں کیلئے اس آزمائش کی سفارش کیجاتی ہے۔ انکی کامیابی سے گاؤں کے دوسرے لوگ بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں کیونکہ دوسرے لوگ کامیاب ہونے والوں کی تقلید کرینگے۔ اس طرح پھولوں کی وہ پیداوار جو اس وقت برباد ہوتی ہے شہد کی صورت میں گاؤں والوں کو ملنے لگے گی۔

اریںڈ کے پتوں سے جینے والے ریشم کے کیڑوں کے پالنے کا کام پہلے اِس صوبے میں ہوتا تھا اور یہ اس وقت بہار میں بہت پُر منافع تجارت ہے۔ یہ جتنا فائدہ بخش ہے اتنا ہی آسان بھی ہے وہ کیڑے جو کہ انڈوں کی ایک مقدار سے نکالے جا سکتے ہیں جس کی قیمت صرف آٹھ آنہ ہے سال بھر میں ایک من ریشم کے کوئے پیدا کر سکتے ہیں جن کی قیمت ۱۵۰ روپیہ ہوتی ہے۔ ریشم کے کیڑوں کو صرف ۱۴ روز تک کھلانا پڑتا ہے اور اس درمیان میں جو کچھ ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اریںڈ کی پتیاں جمع کیجائیں اور وہ ٹوکری صاف کیجائے جس میں یہ کیڑے رکھے جاتے ہیں۔ حقیقی فائدے کے لئے یہ تکلیف بہت کم ہے۔

کھیتی اپنے ہی پیروں پر کھڑی نہیں رہ سکتی اور پرانے وقتوں میں بھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ آپکی غریبی کا بہت کچھ حصہ اُن بہت سے کاموں کو لاپروائی سے دیکھنے کا باعث ہے جنکا کھیتی سے تعلق ہے۔ اس لاپروائی کے لئے کوئی جائز وجہ نہیں ہو سکتی جبکہ آپ اپنی محنت کے سوا سبھی چیزوں کی طرف سے غریب ہیں۔ اگر یہی محنت عقلمندی سے کام میں لائی جائے تو وہ کھیتی کو ایک فائدہ بخش تجارت بنا سکتی ہے جیسا کہ دوسرے ملکوں میں ہے اور اس ملک میں بھی ہونا چاہئے۔ یہ بات اِس وقت ہی ضروری ہے کہ کم از کم آپکے مویشی آپکی آمدنی کا ذریعہ ہو جائیں۔ ان کو ایسا بنانا آسان ہے۔ انکے لئے کافی چارہ پیدا کیجئے۔ پورے نہ بڑھے ہوئے اور چھوٹے قد کے بیل دوسرے مقامات سے منگوائیے۔ اگر آپ اس ذرا سے کام میں گڑبڑ کرتے ہیں تو آپ خود ہی اپنی غریبی کا سبب ہیں اور خود ہی اپنے دشمن بنے رہتے ہیں۔

سوال جواب

دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے سب سوالوں کا جواب بذریعہ ڈاک بھیجا جائیگا۔ شرط صرف یہ ہے کہ سوال کرنے والے جوابی کارڈ بھیجیں۔ جو سوال عوام کی دلچسپی کے ہونگے انکو اور انکے جواب ہم بیاں بغیر نام او رپتہ وغیرہ کے چھاپینگے لیکن ہر حالت میں سوال کرنے والوں کو اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھنا چاہیئے۔

سطح کی مٹی کا کٹنا

سوال۔ برسات میں کھیت کے اوپر کی مٹی کا بہہ جانا کسطرح رُوکا جاسکتا ہے؟

جواب۔ برسات میں پہاڑی اور ڈھالو زمین کی اوپر کی تہہ بہہ جایا کرتی ہے۔ تہہ کی مٹی ہی بہت اُپجاؤ ہوتی ہے۔ اسلئے اس کا بہکر چلا جانا کھیتی کیلئے بہت نقصان دہ ہے۔ اسے روکنے کے لئے ایسی تدبیریں عمل میں لائی جائیں جس سے زمین پانی کو زیادہ مقدار میں جذب کرے۔ گہری جوتائی کرنے سے زمین خوب پانی جذب کرے گی اور اوپر کی تہہ کے کیمیاوی اجزا پودے کی جڑ تک پہنچکر اُسے فائدہ پہنچائینگے۔ ڈھالو زمین پر اس طرح کھیتی کرنی چاہئے کہ ۹۰ ڈگری کا زاویہ بنجائے۔ اس طرح کھیتی کرنے سے زمین کے اپجاؤ حصے کو برسات کا پانی نہ بہاسکے گا۔ اگر زمین ڈھلواں ہو تو گھاس کی کھیتی کرنی چاہیئے۔ گھاس زمین کی تہ کو محفوظ رکھتی ہے۔ ڈھالو زمین میں جو ہل چلایا جائے وہ ڈھال کے خلاف ہو نہ کہ ڈھال کے موافق۔

کندھے کی سوجن

سوال۔ ہل کھینچنے سے کبھی کبھی ہمارے ایک بیل کا کندھا سُوج اُٹھتا ہے۔ مہربانی فرماکر سوجن دور کرنے کی کوئی تدبیر بتایئے۔

جواب۔ گاڑی یا ہل کھینچنے سے اکثر بیلوں کے کندھے پھول اُٹھتے ہیں اِس سے انھیں بہت تکلیف ہوتی ہے اور اکثر شروع میں احتیاط نہ کی گئی تو کبھی کبھی اُنکے کندھوں سے خون بھی بہنے لگتا ہے اور وہ بیکار ہو جاتے ہیں۔ گھونگھے کے پانی سے سوجی ہوئی جگہ کو مل مل کر دھونے سے سوجن جاتی رہتی ہے۔ مہندی کا پتہ پیسکر گرم کرکے لگانے سے بھی سوجن دور ہو جاتی ہے۔ سب سے سہل ترکیب یہ ہے کہ سوجی ہوئی جگہ پر لوہا گرم کرکے داغ دیا جائے۔ ہلدی اور چونا ایک ساتھ ملاکر گرم کرکے پھولی ہوئی جگہ پر مالش کرنے سے مرض اچھا ہو جاتا ہے السی کا تیل گرم کرکے سوجے ہوئے کندھے پر ملنے سے بھی سوجن دور ہو جاتی ہے۔

گرم کھانا

سوال۔ کیا گرم کھانا ٹھنڈا کھانا کھانے سے اچھا ہوتا ہے

جواب۔ گرم کھانا کھانے سے ٹھنڈا کھانا کھانا زیادہ اچھا ہے کیونکہ گرم کھانے میں رال آسانی سے مل جاتی ہے اور ہضم کرنے میں مدد دیتی ہے۔ ٹھنڈے کھانے میں رال دیر میں ہضم ہوتا ہے۔ گرم کھانا مقوی ہوتا ہے اور پیٹ میں پہنچتے ہی ہضم کرنے والے اعضا سے کام لینے لگتا ہے۔ گرم کھانے پر ٹھنڈے کھانے کی بہ نسبت بہت کم مکھیاں بیٹھتی ہیں۔

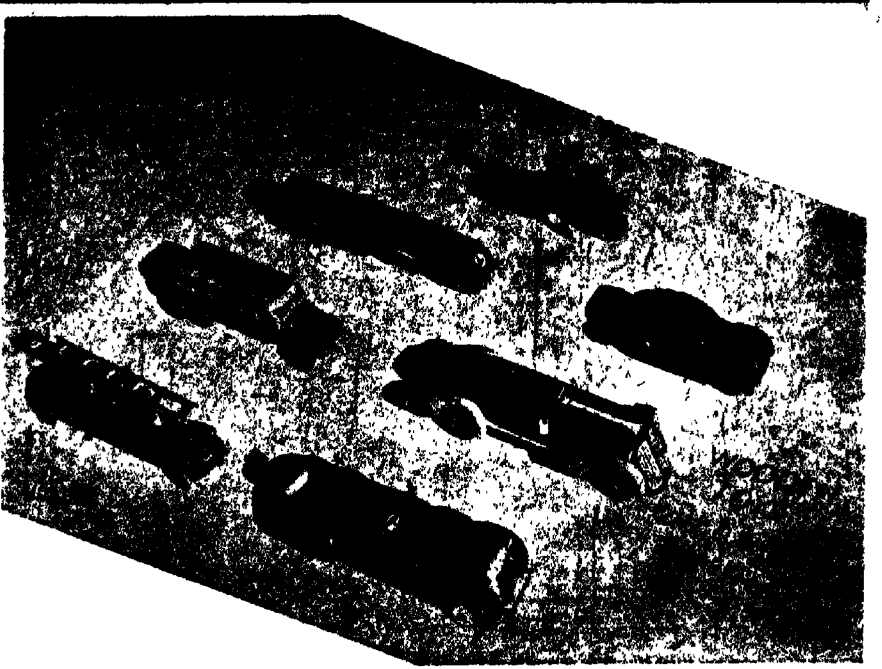
لکڑی کے کھلونے بنانا

(از مسٹر ایس۔بی۔تائیڈو۔بی۔ای۔اے۔ایم۔آئی۔ای۔ ووڈ ٹیکنیکلوجسٹ ٹو گورنمنٹ یو۔پی)

زمانۂ قدیم سے مٹی کے بعد لکڑی ہی اس ملک میں کھلونا بنانے کے لئے اچھی چیز مانی گئی ہے۔ بنارس ہمیشہ اس صوبے میں لکڑی کے کھلونوں کے لئے مشہور رہا ہے۔ یہاں دو قسم کے کھلونے بنائے جاتے ہیں۔ اُن میں سے ایک تو خراد پر تیار ہو کر رنگین چپڑے سے رنگا جاتا ہے۔ اور دوسرا لکڑی کو معمولی اوزاروں سے تراش کر اور گوند ملے ہوئے سستے رنگوں سے رنگ کر تیار کیا جاتا ہے بنارس کے لکڑی کے کھلونے بہت مقبول ہیں اور سستے ہونے کے باعث یہ ہمیشہ اس طرح مقبول رہیں گے اور بکیں گے لیکن اگر بنارسی لکڑی کے کھلونے ولایتی کھلونوں کے طرز پر نہ بنائے جائیں گے تو یہ صنعت دیرپا نہ ثابت ہوگی۔ کیونکہ اس وقت مشینوں کے ذریعے بنے ہوئے خوبصورت ولایتی کھلونوں کی کافی کھپت ہو رہی ہے۔ ان کھلونوں کا آج کل کے بچوں پر کافی اثر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ روز بروز باتصویر کتابوں اور دوائی خانوں سے نئی نئی باتیں سیکھ رہے ہیں۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے کھلونوں کی فروخت اس ملک میں نہ ہو جبکہ ولایتی لکڑی کے کھلونوں کی فروخت یہاں ہوتی ہے بلاشبہ ابتدا میں ایسے کھلونے تیار کرنے میں زیادہ صرف ہو سکتا ہے لیکن یہ دشواری تو ہر ایک صنعت کی ابتدا میں پیدا ہوتی ہے۔

گورنمنٹ سنٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ بریلی میں مشینوں کے ذریعے تیار کئے جانے والے نئے ولایتی کھلونوں کے طرز پر کھلونے بنانے کی آزمائش کی گئی اور یہ بات ثابت ہوئی کہ عمدہ قسم کے لکڑی کے کھلونے تیار کرنے کے لئے تون بہترین لکڑی ہے۔ کھلونے بنانے کی لکڑی سوکھی ہونی چاہیئے ورنہ اس کے سوکھ کر سکڑنے پر رنگ کے اُدھڑ جانے کا ڈر رہتا ہے۔ کھلونے بنانے کے لئے دوسری لکڑیاں بھی کام میں لائی جا سکتی ہیں۔ لیکن یہ لکڑی ایسی ہونی چاہیئے کہ اس پر آری (فریٹ سا) آسانی سے چلائی جا سکے۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ایسی لکڑی بہت پولی نہ ہونی چاہیئے۔ وہ ایسی ہونی چاہیئے کہ اس پر رنگ اچھی طرح چڑھایا جا سکے۔ لکڑیوں کی پیٹیاں جو بہت زیادہ تعداد میں اور مناسب داموں میں ملتی ہیں ان کھلونوں کے بنانے کے کام میں لائی جا سکتی ہیں۔

اس کے لئے جن اوزاروں کی ضرورت پڑتی ہے وہ مہنگے نہیں ملتے۔ اس کے لئے ایک آری (فریٹ۔سا) کی ضرورت پڑتی ہے۔ (آری، فریٹ۔سا، اپنے یہاں بھی تیار کی جا سکتی ہے یا لکڑی پر نقاشی کرنے والے سہارنپور کے ایسے تاجروں سے خریدی جا سکتی ہے جو آری، فریٹ سا، تیار کرتے ہیں) اور بڑھئی گیری کے اوزاروں کا ایک سیٹ ایک چھوٹا اسپرے پینٹنگ پلانٹ (اگر مل سکے) یا رنگنے کے



گورنمنٹ سینٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ، بریلی کے بنے ہوئے لکڑی کے کھلونوں کے کچھ نمونے

کچھ بُرش اور رنگنے کے کچھ پیالے۔

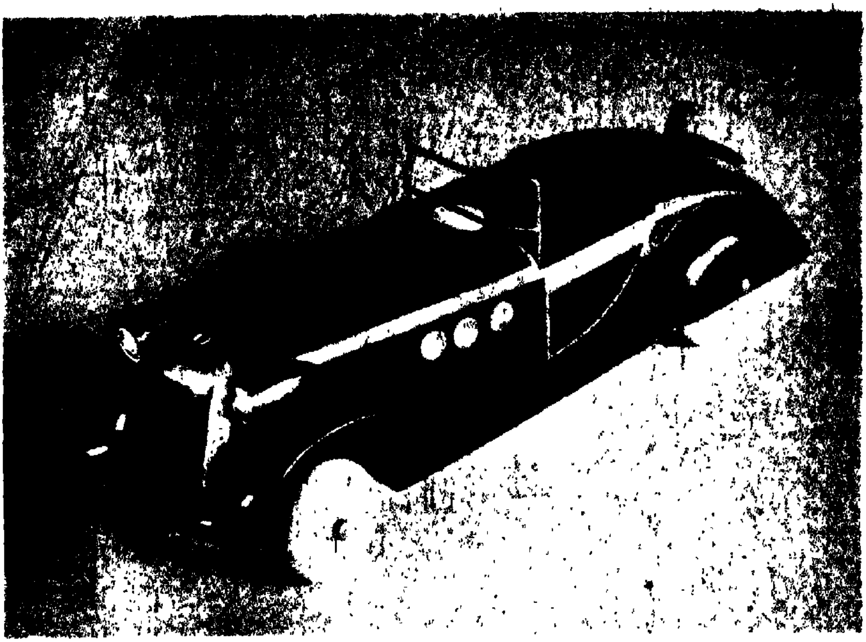
ولایتی کھلونے عموماً "سیلیولوز۔ لیکر" سے رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ مختلف رنگ کے سیلیولوز لیکر۔ اس ملک میں مل سکتے ہیں۔ لیکن انھیں استعمال کرنے کے لئے ایک "اسپرے پینٹنگ پلانٹ" کا ہونا ضروری ہے۔ کچھ قسم کے سیلیولوز لیکر۔ بریلی میں بھی تیار کئے جا رہے ہیں۔ لیکن جب تک یہ آسانیاں فراہم نہ ہوسکیں تب تک کسی بھی رنگ والے سے ایک پونڈ یا نصف پونڈ والے وارنش کے ڈبّے لے لئے جائیں وارنش کی رنگائی بُرش کے ذریعے کیجا سکتی ہے۔

"چلتے پھرتے" کھلونے تیار کرنا بہت آسان ہے۔ کیونکہ ایک چھوٹے سے شکنجے، ہتوڑی، کاٹنے کے لئے ایک چاقو، برما اور ایک ٹین کاٹنے والی قینچی کی مدد سے اس کے حصّے تیار کئے جاسکتے ہیں۔

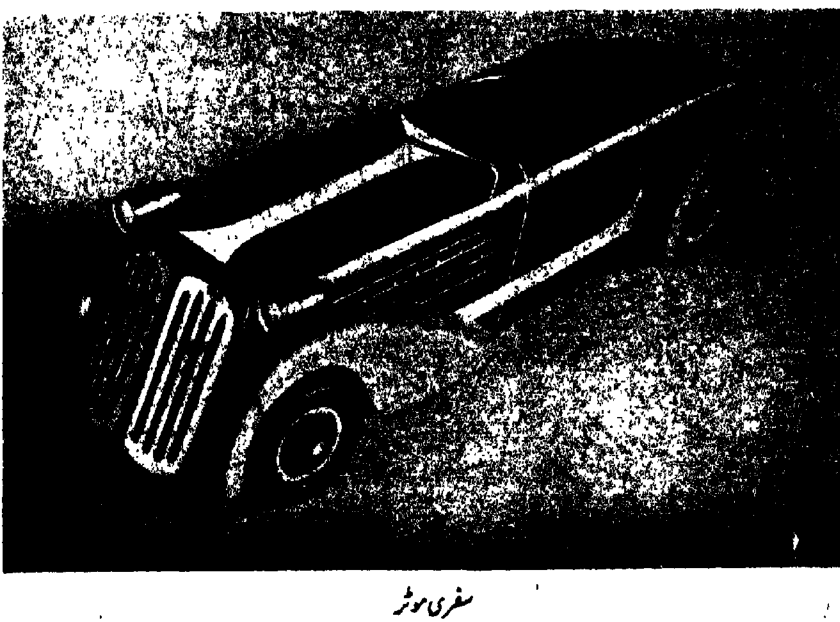
گورنمنٹ سنٹرل ووڈ ورکنگ انسٹی ٹیوٹ بریلی میں ابھی تک اس سلسلے میں آزمائشیں ہو رہی ہیں۔ اور وہاں کے بنے ہوئے لکڑی کے کھلونوں کی تصویروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ کام اچھی طرح شروع کیا جائے تو کہاں تک لکڑی کے کھلونے صاف اور خوبصورت بنائے جاسکتے ہیں۔ لکڑی کا ایک معمولی کھلونا بنانے کا طریقہ سمجھانے کے لئے ایک بطخ کے کھلونے کے پورے سائز کی تصویر دی گئی ہے۔

آپ حسب ذیل طریقے پر معمولی کھلونے بنائیں۔

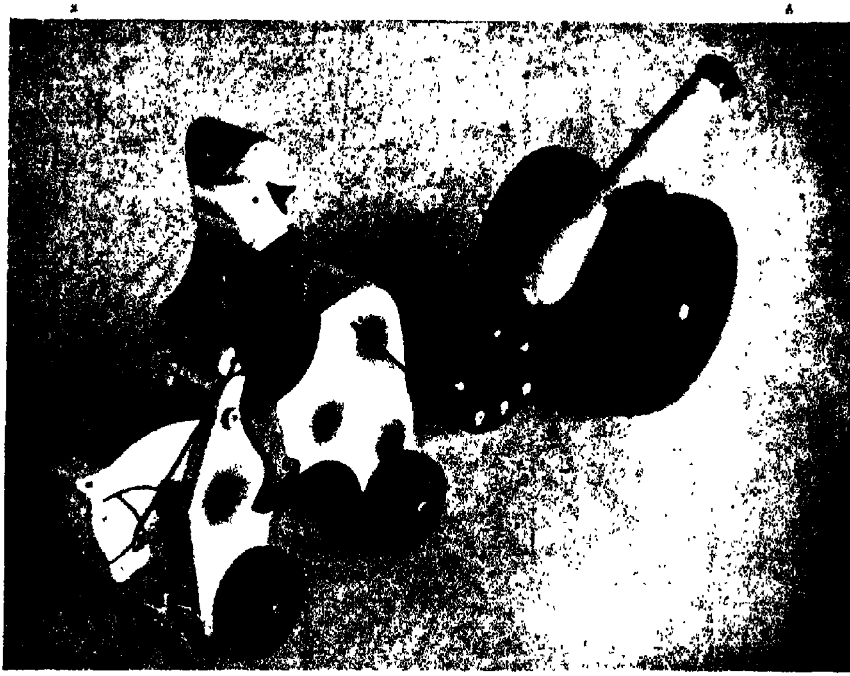
پہلے سامانوں کی فہرست ملاحظہ فرمالیجئے۔ اس سے آپ کو لکڑی کے ٹکڑوں کی ٹھیک ٹھیک لمبائی اور موٹائی معلوم ہو جائے گی اور لوہے کے اُن سامانوں کا بھی پتہ چل جائے گا جو چلتے پھرتے کھلونے تیار کرنے کے



دوڑنے والی موٹر



سفری موٹر



گھوڑے سے کھینچی جانے والی توپ

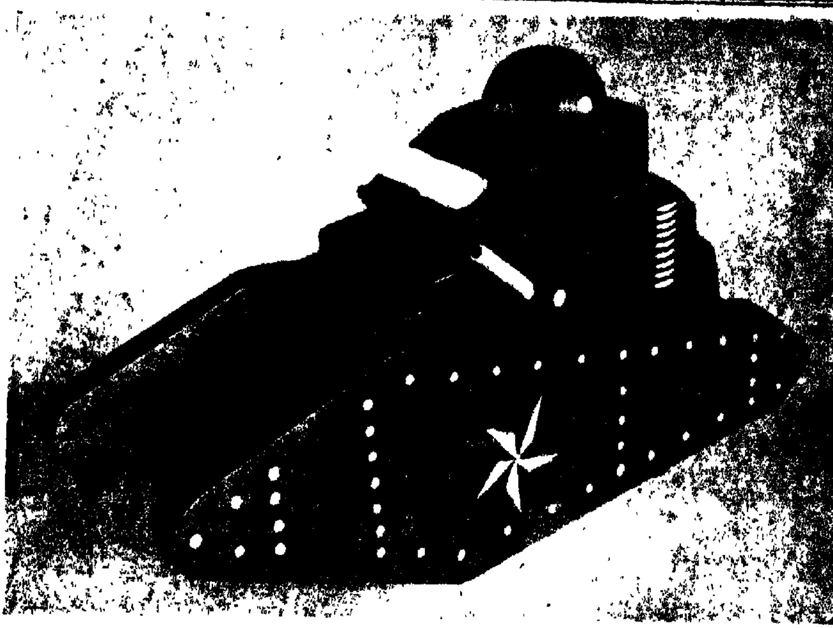
لئے ضروری ہیں۔ اس کام کے لئے ملائم لکڑی کا انتخاب کیجئے لکڑی کی پٹیاں اس کام کے لئے آسانی سے استعمال کی جا سکتی ہیں۔

رسالے سے تصویر نکال لیجئے۔ اور تصویر کو عکسی کاغذ پر اُتار لیجئے اُس میں سے دھڑ اور پھڑپھڑا پروں کا حصہ الگ کر لیجئے اور اُسے پھر پوسٹ کارڈ سے موٹی دفتی پر اُتار لیجئے۔ دفتی پر بنی ہوئی شکل کو اس طرح کاٹ لیجئے کہ ہمیشہ کے لئے ایک سانچہ تیار ہو جائے۔ اب ہوشیاری کے ساتھ اس سانچے کے باہر پنسل گھما کر لکڑی کے اوپر اس کا نمونہ اُتار لیجئے۔ دھڑ $\frac{3}{4}$" اور پر $\frac{1}{2}$" موٹی لکڑی پر تیار کیجئے۔ پٹیوں کا گول ہونا ضروری ہے۔ ورنہ کھلونے آسانی سے دوڑ نہ سکیں گے۔

لوہے کے حصے تیار کرنے اور اُنھیں جوڑنے کی ترکیب تصویر میں صاف صاف سمجھا دی گئی ہے اور تھوڑی سی ہوشیاری اور کوشش سے کامیابی حاصل ہو سکتی ہے۔

لکڑی کے ٹکڑوں کو جوڑنے کے پہلے اُنھیں ریس کاغذ سے صاف کر لینا چاہئے۔ ایک چھوٹی ریتی لکڑی کے نقائص معلوم کرنے اور اُس کے کھردرے کناروں کو ٹھیک کرنے میں مدد دے گی۔

جب آپ کو اسپرے لیکر نہ مل سکے تو سریس میں کھریا مٹی ملا کر یا میتھلیڈ اسپرٹ میں گھول کر



ٹینک

اور چینی مٹی ملا کر رنگائی کریں۔ سوکھنے پر اُسے ہلکے ہاتھوں سے صفر نمبر کے سریس کاغذ سے رگڑ دیں اور جب خوب اچھی طرح رنگ سوکھ جائے تو اپنی مرضی کے مطابق اُسے وارنش سے رنگ دیجئے۔ آپ اِس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ کھلونوں کی رنگائی ہمیشہ قدرتی رنگوں کے مطابق ضروری نہیں ہے۔ اگر بطخ کی رنگائی قدرتی رنگوں کے مطابق کی جائے تو وہ بھوری ہوگی یا سفید ہوگی۔ لیکن آپ یہ تسلیم کریں گے کہ بچے اِس قسم کے رنگ پسند نہ کریں گے۔ بچے بھڑکیلے رنگ پسند کرتے ہیں۔ خصوصاً چمکیلا لال، نیلا، پیلا اور ہرا وغیرہ۔ اگر یہ رنگ دوسرے رنگوں کے ساتھ ٹھیک طور پر لگائے جائیں تو کھلونے اچھے لگیں گے اور اُن کی فروخت بھی بہت بڑھ جائے گی۔

کام کی کتابیں



(اُردو)

کیوں اور کیسے ؟ مرزا عظیم بیگ صاحب چغتائی اردو کے مشہور مزاح نگار ہیں۔ اُردو میں آپ کی بہت سی کتابیں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ مرزا صاحب کبھی کبھی بچوں کے لئے بھی لکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ بچوں کے لئے بھی کئی قصّوں کی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ یہ کتاب بھی آپ نے خاص طور سے بچوں کے لئے لکھی ہے لیکن اس میں آپ نے بچوں کے لئے جن مفید معلومات کا ذخیرہ جمع کیا ہے اُس سے صرف بچے ہی نہیں بلکہ بڑے بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ مثلاً کتنے ہی بڑے بوڑھوں سے اگر یہ سوال کیا جائے کہ آندھی کیسے چلتی ہے تو وہ اس کے سوا کہ ہوا کے بہت تیز چلنے کو آندھی کہتے ہیں اور کوئی تشفی بخش جواب نہ دے سکیں گے لیکن ایک وہ بچہ جس نے اِس کتاب کے ڈھائی صفحات کا اچھی طرح مطالعہ کیا ہو وہ آپ کو بڑی آسانی سے سمجھا دیگا کہ آندھی کیسے چلتی ہے؟ کب چلتی ہے؟ اور کس جگہ کس رفتار سے چلتی ہے۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں نہایت اختصار کے ساتھ اور آسان زبان میں سمجھائی گئی ہیں۔ مثلاً:- ہوا کیسے چلتی ہے؟ تم بولتے ہو یا ہوا بولتی ہے؟ موٹر کیسے چلتی ہے؟ اور سینما کیسے چلتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ ہمارے خیال میں والدین کو اپنے بچوں کو ایسی کتابیں ضرور پڑھانی چاہئیں۔ کتاب کی ضخامت ۱۰۲ صفحات ہے۔ کاغذ اور کتابت و طباعت اچھی ہے اور کتاب مجلد ہے۔ قیمت ایک روپیہ ہے اور نظامی پریس بدایوں سے منگائی جا سکتی ہے۔

ادبِ لطیف۔ (ڈراما نمبر) یہ رسالہ لاہور سے نکلتا ہے اور اِس کا شمار اُردو کے اچھے رسالوں میں ہے۔ اِس نے اپریل، مئی کی مشترکہ اشاعت ڈراما نمبر کے نام سے شائع کی ہے۔ اِس نمبر میں فنِ ڈراما نگاری کے متعلق کئی مضمون ہیں جو کافی محنت سے لکھے گئے ہیں۔ ڈراموں میں قریب قریب سبھی چھوٹے بڑے ڈرامے اچھے ہیں۔ احمد ندیم قاسمی کا منظوم ڈرامہ اردو میں نئی چیز ہے۔ اس نمبر کی ضخامت ۲۲۴ صفحات ہے اور قیمت ۱۲/ ہے۔ سالانہ قیمت ہے/ ہے اور مکتبہ اُردو لاہور سے منگایا جا سکتا ہے۔

(ہندی)

راشٹر لچھمی (پندرہ روزہ) اڈیٹر شری رادھے شیام دو دیدی پبلشر شری ڈھل شرما چتر دیدی۔ سوامی گھاٹ متھرا قیمت سالانہ عہ/۔ یہ پندرہ روزہ اخبار حال ہی سے شائع ہونے لگا ہے۔ اسکا پانچواں نمبر ہمارے پیش نظر ہے۔ اس نمبر میں گائے کے پالنے کے متعلق کئی مفید مضمون ہیں۔ کچھ مضمون سائنٹفک نقطۂ نظر سے لکھے گئے ہیں۔ ان مضامین کے علاوہ پرورش مویشیان کے متعلق اور بھی کئی ضروری باتیں بتائی گئی ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ اِس اخبار کے ذریعے پرورش مویشیان سے متعلق ادب کی ترقی ہوگی جو دیہاتی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ اخبار کی چھپائی صفائی بھی اچھی ہے۔

ہونہار (ماہوار۔ اردو۔ ہندی) یہ ماہوار رسالہ پستک بھنڈار لہریا سرائے سے گذشتہ اپریل سے ہندی اور اردو خطوں میں شائع ہونے لگا ہے۔ دونوں کے مضامین اور زبان ایک ہی ہوتی ہے اور ہندی و اردو دونوں ایڈیشن علیحدہ علیحدہ نکلتے ہیں۔ اس کے اڈیٹر شری رام لوچن شرن بہاری اور جناب انیس الرحمان ہیں جو اس رسالے کو ہر طرح دلچسپ بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہر نمبر میں کئی مضامین تصویردار ہوتے ہیں۔ لکھائی چھپائی اچھی ہے۔ ہم اس کی کامیابی کے خواہاں ہیں۔ قیمت سالانہ ۳/ اور ایک نمبر کی قیمت پانچ آنہ (۵/) ہے۔

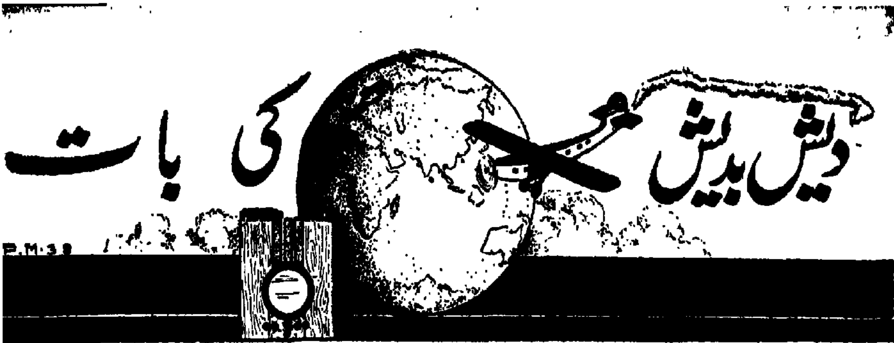


گاؤں کے گیت

از جناب دین بندھو مصر آرگنائزر ایٹونجا

یہاں ہم ہر مہینے کوئی نہ کوئی ایسا گیت چھاپا کریں گے جو کسی نہ کسی ضلع کے دیہاتوں میں رائج ہے یہاں جو گیت چھاپا جا رہا ہے وہ ضلع لکھنؤ میں بہت رائج ہے اور وہیں کی بولی میں لکھا گیا ہے

بھیّا مانو ہمری بات
پاوت جو تم دن دن دکھ ہو　　جانت نا جگ کو نو سکھ ہو
دکھیت سب کا چپکے شکھ ہو　　چلت نہ سودھے کونو رُکھ ہو
لوگ لگائے تم پر گھات
بھیّا مانو ہمری بات
گھر پڑوس کی کرو صفائی　　کوڑا کرکٹ دور رہو بھائی
کنڈن کھاد نہ دیو جلائی　　باہر گڑھن جان بھروائی
اوپر سے ڈارو کھر پات
بھیّا مانو ہمری بات
بیلن کی سیوا تم دیا کھو　　اچھی نسل کے پشو پہچانو
ان پر غصہ کرو نہ ناکھو　　ان سے سب کچھ لے تم چاکھو
ناحق سکھو و ناچ گات
بھیّا مانو ہمری بات
جھگڑا جھنجھٹ دور بھگائی　　ہل مل سب جن رچو اُپائی
پنچایت کے رار مٹائی　　جاؤ نہ کبھو عدالت بھائی
عملہ والے لوٹے کھات
بھیّا مانو ہمری بات
بنا پڑھے نر پشو کہاوے　　دنیا ماں کچھو جان نہ پاوے
بچے لڑکن دیو پڑھائی　　اپنے اوپر کشٹ اٹھائی
بِدیا بنا اندھیری رات
بھیّا مانو ہمری بات
کھیتن کی خوب کرو جُتائی　　اُن ماں پانس دیو پہنچائی
نئے بیج کی کرو بوائی　　بیچن کی سیکھو چترائی
بنین سے راکھو نا نات
بھیّا مانو ہمری بات
چلنی بہیاں گائے دوہائے　　کرم لکھے نا دیکھو بھائے
سستی سگری دور بہائے　　لگو کرم کریے میں دھائے
ست جیہیں دکھ کی سب بات
بھیّا مانو ہمری بات
پنچایت او بیاہ کاج ماں　　مروت کے نیوتا سماج ماں
سوچ سمجھ کر خرچو دام　　پاچھے پرے رام تے کام
سہو مہاجن کی نا لات
بھیّا مانو ہمری بات
کانگریس سرکار بنی ہے　　تمہرے ہت کچھ کرے ٹھنی ہے
تمہو تو اب کرو سہائے　　جیتے بیڑا پار ہے جائے
دین بندھو کی دیا دکھات
بھیّا مانو ہمری بات



دیش بدیش کی بات

از جناب رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر

ان دنوں ہندوستان میں سیاست کی رفتار بہت تیز ہے ریاست راجکوٹ کی بابت مہاتما گاندھی نے جیت کر زبردستی کے حقوق چھوڑ دئے ہیں اصلاحات سے متعلق معاملات اب وہاں چیونٹی کی سی رفتار سے چل رہے ہیں۔ پھر بھی اس معاملے میں مہاتما گاندھی کی غلطی نہیں مانی جا سکتی۔ راجکوٹ ریاست ہے ہی کتنی بڑی جسکی بابت تلخ برتاؤ کیا جائے۔ اگر وہ کچھ بھی اصلاحات نہ کرے گی تو بھی جیسے سب ریاستوں کے معاملے چلیں گے ویسے ہی وہاں بھی طے ہو جائینگے۔ ہندوستان میں ۱۰۹ سلامی والی ریاستیں ہیں۔ جن میں سے ۶ اکیس توپوں کی ہیں (جنہیں قلات بھی شامل ہے خلیج فارس پر ہے) پانچ ۱۹ توپوں کی ۱۳ سترہ توپوں کی ۱۶ پندرہ توپوں کی ۱۶ تیرہ توپوں کی اور باقی ۵۳ میں سے گیارہ اور نو توپوں کی سلامی والی ۲۹ اور ۲۴ ہیں۔ ۹ والے رئیس ہز ہائینس نہیں کہلاتے، باقی سب ہز ہائینس کہلاتے ہیں۔ اور نظام ہز اکزالٹیڈ ہائینس ہیں۔ ان ۱۰۹ رئیسوں کے علاوہ عموماً ۵۰۰ اور چھوٹے چھوٹے رئیس ہیں۔ ان سب کے اختیارات میں بھی بہت کچھ فرق ہے۔ ان دنوں جنوری میں حکومت نے ان کے پاس آخری فرمان بھیجا اور تحریر کیا کہ ۶ ماہ کے اندر یہ لوگ الگ الگ منظوری یا غیر منظوری کا آخری جواب ہاں یا نہیں بھیج دیں ایک بار فیڈریشن میں شامل ہونے سے پھر کبھی وہ باہر نہیں ہو سکتے رئیسوں کو کونسل آف اسٹیٹ میں ۱۰۴ نشستیں ملی ہیں شرط یہ ہے کہ کم از کم اتنے رئیس آجائیں جو ۵۲ نشستیں پا سکیں اور جنکی ریاستوں کی آبادی



پنڈت جواہر لال نہرو آپ ہندوستانی مزدوروں کے مسئلے کی جانچ کیلئے لنکا گئے ہیں۔

کل ریاستوں کی آبادی سے نصف سے کم نہ ہوں۔ رئیسوں کے ملنے کی حکومت کو اتنی امید تھی کہ ۳ روز ولایت میں اس قانون میں ترمیم کا ایک ایسا مسودہ پیش کیا گیا جس کی رو سے رئیسوں کے اختیار اور بھی کم کئے جا سکتے۔ اور وائسرائے کو یہ

اختیار حاصل ہوتا کہ سرکاری صوبائی ریاستیں اگر لڑائی کے وقت فوج وغیرہ کے بڑھانے میں حکومت کو کافی مدد نہ دیں تو صوبائی حکومت معطل کرکے مرکزی حکومت خود وہاں کا مناسب انتظام کرنے لگے۔ اس ترمیم سے کانگریس اور والیان ریاست ناخوش تھے۔ ان دنوں گوالیار، بمبئی وغیرہ میں جلسے کرکے والیان ریاست نے یہ طے کیا ہے کہ ان کا فیڈریشن میں شامل ہونا ان کے لئے مضر ہے۔ والیان ریاست کی چیمبر والی مجلس میں وائسرائے نے گذشتہ مارچ میں یہ مشورہ دیا تھا کہ والیان ریاست کو ریاستوں میں ترقی کرنی پڑے گی۔ کیونکہ ڈھانچہ اب نہیں چل سکتا۔ اس سلسلے میں اپنے اپنے صوبوں میں کئی ریذیڈنٹوں نے چھوٹے چھوٹے والیان ریاست کو یہ مشورہ دیا کہ عدالت وغیرہ کئی محکموں میں انھیں آپس میں ملکر اور کچھ بڑا صوبہ بناکر اُن میں پولیس، ہائیکورٹ، انجینیرنگ وغیرہ کے متحدہ محکموں کے ذریعہ مشترکہ طور پر کام کرنا چاہئے۔ کیونکہ وہ علیحدہ علیحدہ اتنی چھوٹی ہیں کہ اُن میں مالی کمی کے باعث اچھے افسر نہیں مقرر ہو سکتے جس سے معقول انتظام نہیں ہو سکتا۔ ان باتوں سے والیان ریاست میں سے بہت سے کچھ گھبرائے ہوئے معلوم ہوتے ہیں۔ ان کو سارے ملک کی ترقی کا اتنا خیال نہیں ہے جتنا اپنے اپنے حقوق کی حفاظت کا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے ان میں اس وقت طرح طرح کی صلاحیں ہو رہی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان جھگڑوں کی وجہ سے حکومت اب ترمیم نہیں کرے گی لیکن اسے اتنی اُمید ضرور ہے کہ تھوڑی بہت کمی بیشی کرکے والیانِ ریاست کی کافی تعداد کو وہ فیڈریشن میں شامل ہونے کے لئے ضرور راضی کرلے گی۔ مرکزی کونسل کے لیے تو والیان ریاست کے منتخب ممبر جائینگے لیکن اسمبلی میں جب تک ریاستوں کی رعایا کے ذریعے چنے ہوئے ممبران کی طرف سے نہ جائینگے تب تک کسی حالت میں فیڈریشن نامنظور کرے گی۔

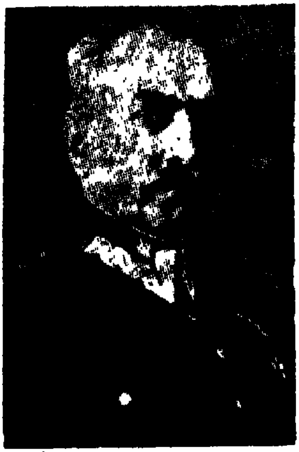
ادھر کانگریس اس فیڈریشن کو ایسا بُرا سمجھتی ہے کہ خواہ جھگڑے میں صوبجاتی حکومتوں کا حق بھی ہاتھ سے چلا جائے تو بھی جہاں تک اسکا بس چلیگا وہ اسے موجودہ شکل میں نہ چلنے دیگی۔ یوروپ میں سال دو سال سے نئے جھگڑوں کا روزانہ اتنا خوف رہتا ہے کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کانگریس ایسے موقعہ پر اکڑ جائے تو حکومت سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنے۔ اور اسکے نہ چاہنے پر بھی ہندوستان کو مکمل آزادی مل جائے۔ کانگریس کی شہ سے ٹراونکور، جے پور، کاشمیر، میسور، تالچر، ڈھینکانل، راجکوٹ وغیرہ کئی چھوٹی بڑی ریاستوں میں رعایا کی طرف سے زبردست تحریک جاری تھی۔ اُدھر سناتنی ہندؤں اور آریہ سماجیوں کی طرف سے حیدر آباد میں کافی شورش ہندو حقوق کی بابت مچی ہوئی ہے۔ حکومت نے ہندوستانیوں کی رائے کے خلاف برطانیہ سے تجارتی معاہدہ زبردستی کر لیا۔ اتنا ہوتے ہوئے بھی مہاتما گاندھی نے ستیاگرہ کو بڑھانا تو دور جو کچھ ہو رہا تھا وہ بھی فی الحال بند کر دیا۔ اس بات سے کانگریس کے بائیں بازو والوں کو مہاتما جی کے دائیں بازو والی کانگریس پارٹی سے سخت اختلاف ہوا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پھر بھی بوس بابو کی مہاتما جی سے صلح ہو ہی جائیگی لیکن ایسا نہ ہوا اور بوس بابو کو کانگریس کی صدارت سے مستعفی ہونا پڑا۔ اور ڈاکٹر راجندر پرشاد کانگریس کے صدر منتخب ہوئے۔ تریپوری میں جو کانگریس ہوئی تھی اس میں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کو یہ حق دیا گیا تھا کہ وہ ایسے قاعدے بنائے جن سے کانگریس میں جو گندگی پیدا ہوئی ہے وہ دور ہو جائے۔ حال ہی میں بمبئی میں ایک میٹنگ کر کے اس کمیٹی نے ایسے قاعدے بنائے جن سے بائیں بازو والوں کے ذریعے جو گڑبڑی پیدا ہو رہی تھی وہ بھی دور ہو جائے۔ پنڈت جواہر لال نہرو ایک ایسے لیڈر ہیں جو بائیں بازو والے ہوتے ہوئے بھی گاندھی جی کا ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں ہیں۔ شاید انھیں کے لحاظ سے دائیں بازو والوں نے ایک آدھ ایسا بڑا قاعدہ نظر انداز بھی کر دیا جسکے نہرو جی بہت خلاف تھے۔ پھر بھی اتنے اور ایسے قاعدے بن چکے ہیں کہ بائیں بازو والے یا تو کانگریس کو چھوڑ دینگے یا ملک میں کانگریس کے خلاف کوئی خاص شورش نہ پیدا کر سکیں گے۔

بائیں بازو میں پورا اتحاد بھی نہیں ہے۔ آج کل اس میں ۳ پارٹیاں نظر آتی ہیں۔ کمیونسٹ، مسٹر بوس کا فارورڈ بلاک اور عام سوشلسٹ

کمیونسٹوں کے اصول سب سے کھرے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ امیروں کی ساری دولت ضبط ہو کر غریبوں میں تقسیم ہو جائے یا کم از کم قانون اس اصول کے بہت قریب چلا جائے۔ بوس پارٹی کا خیال ہے کہ جائداد ضبط تو نہ ہو لیکن کانگریس اپنے قایم شدہ اصولوں سے گھٹ کر کسی سے صلح نہ کرے اور اُن پر سختی کے ساتھ عمل کرے۔ علم سوشلسٹ کانگریس کی مخالفت نہیں کرنا چاہتے۔ اور محبت سے مل رہ کر جتنی ترقی ہو سکے اُسے تیزی کے ساتھ آگے بڑھانا چاہتے ہیں جس سے کانگریس کے اصول تھوڑی سے صلح کے ساتھ بھی سہی لیکن تیزی سے عملی صورت اختیار کر سکیں۔ یہ لوگ مزدوروں اور کسانوں کو ملا کر دائیں بازو والوں کے ساتھ چلکر ترقی کے سلسلے میں زور ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ مذکورہ دونوں جماعتوں کو زیادہ گرم سمجھتے ہیں۔ اُدھر کمیونسٹ سبھاش بابو کی جماعت کو بہت سرد مانتے ہیں اور اسکے ساتھ ایک حد تک ہی صرف کچھ اصولوں پر اشتراک کرنے کو تیار ہیں۔ ان دنوں بمبئی اور دہلی میں جو جلسے ہوئے ان سے مذکورہ بالا باتوں کا علم ہوا ہے۔ ان تینوں جماعتوں کو ملانے کی بمبئی میں کافی کوشش ہوئی۔ ان وجوہ سے بائیں بازو کا زور کچھ زیادہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ وہ بہت گری ہوئی ہے آجکل مسٹر بوس کہنے کو تو مہاتما گاندھی جی کو مانتے ہیں لیکن مسٹر جناح ریجاں کھرے اور امبیدکر وغیرہ انکے سارے مخالفین سے ملکر کانگریس کے خلاف پارٹی بنانا اور زبردست پروپیگنڈے میں مصروف ہیں مسلم لیگ سے بھی ملنے کی کوشش میں ہیں۔ ان لوگوں کے اتنی شورش مچاتے ہوئے بھی مہاتما گاندھی نے ریاستوں میں کانگریسی ستیاگرہ ملتوی کر دیا اور یہ بھی کہا کہ کانگریس کو اپنے مطالبوں میں کچھ کمی بھی کرنی پڑیگی۔ ان باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت کے ساتھ گاندھی جی کا کوئی پوشیدہ معاہدہ ضرور ہو چکا ہے۔ ورنہ اتنے زیادہ دبنے کی نہ تو ضرورت تھی نہ گاندھی جی کا کبھی ایسا رویہ رہا ہے۔

جب کانگریس نے فیڈریشن کے خلاف تیزی سے کہا سنی ہو رہی تھی تو کچھ انگریزوں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کی ترمیم کے بغیر ڈومینین اسٹیٹس کی سی صورت ہندوستان میں ہو سکتی ہے جیسے صوبائی حکومت میں گورنروں کے اختیارات تو ایسے ہیں کہ وہ چاہیں تو وزیروں کو کچھ بھی نہ کرنے دیں۔ لیکن وہ ان اختیارات کو کام میں نہیں لاتے اور وزرا پورے اختیارات کے ساتھ حکومت کر رہے ہیں اسی طرح مرکزی حکومت میں بھی معاملہ چل رہا ہے ایسا ان لوگوں کا قول ہے۔ سنٹرل اسمبلی کے ممبر جو ابھی عوام کے ذریعے براہ راست منتخب نہ ہو کر اُسکے نمائندوں کے ذریعے چنے جاتے ہیں بات ہے وہ اسی قانون کے اندر۔ بدلکر براہ راست عوام سے چناؤ ہو سکتا ہے۔ اسی طرح وائسرائے کو حالانکہ یہ اختیار ضرور ہے کہ وہ وزیر مال ہوتے ہوئے بھی اپنا نجی مشیر نہ بنا کر وزیر مال کو ہی کام کرنے دے اسی طرح والیان ریاست کے محکمے میں پولٹیکل ایجنٹ کو پورا اختیار دیدے وزیر افواج کو فوجی معاملات میں اختیار دیکر صرف جنگی اختیارات سپہ سالار کو دیدے۔ اس طرح اپنے ہاتھ میں صرف صلح او جنگ کا کام لے لے اور باقی پورا حکومت کا بار وزیروں پر چھوڑ دے۔ ایسی حالت میں گویا ڈومنین اسٹیٹس کا اختیار صلح اور جنگ کے علاوہ سب کا سب ہندوستان کے ہاتھ میں آجائے۔ اگر برطانیہ ہندوستان کے ساتھ دوستانہ برتاؤ کرے جو موجودہ دستور میں غیر ممکن نہیں تو ہم لوگوں کو برطانیہ کے دشمنوں سے ملنے کی کیا ضرورت ہے کیونکہ برطانیہ کو چھوڑ دینے سے صرف اپنی طاقت سے ہم آزادی ابھی دس بیس برس تک برقرار بھی تو نہیں رکھ سکتے۔ اسکے لئے جس طاقت کی ضرورت ہے وہ ابھی ہم میں ہے بھی تو نہیں۔ اگر ایمانداری سے فوجی تعلیم جاری رکھی جائے تو ممکن ہے کہ ہندوستان دس بیس سال میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کے قابل ہو سکے۔ ابھی تو ہم تکلیف سے اتنا ڈرتے ہیں کہ اگر برطانیہ کی کسی زبردست دشمن سے جنگ چھڑ جائے تو ہم ہندوستانی حکومت اور گورنمنٹ کی خیر خواہی بگاڑ کر برطانیہ کی فتح کو شبہ میں ڈال دینگے۔ بظاہر معاملات ایسے ہی نظر آتے ہیں لیکن اندرونی حالات خدا کو معلوم ہیں۔ یہ شبہ ضرور پیدا ہوا تھا کہ جب چھوٹا سا تجارتی معاملہ انصاف کے ساتھ نہ طے کیا گیا تو اتنی بڑی بات کا فیصلہ کون کریگا؟ اس پر کچھ دوست یہ جواب دیتے ہیں کہ جب تک معاملہ پورا پورا نہ طے ہو جائے تب تک حکومت اپنا اختیار کیوں کم کرے۔

آجکل جنوبی افریقہ اور لنکا و برما سے ہندوستانیوں کا جھگڑا چھڑا ہوا ہے۔ جنوبی افریقہ تو بہت دنوں سے اپنے یہاں کے ہندوستانیوں کو تکلیف دے رہا ہے اپنی حکومت کی بھی اس کے خلاف کوشش پوری طرح کارگر نہیں ہو رہی ہیں۔ پھر بھی اُمید ہے انجام اچھا ہی ہوگا۔ برہما میں بہت سے ہندوستانی آباد ہیں۔ عام برمی ہمارے مقابلے میں کچھ سست اور ناقابل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اگر وہاں لاکھوں کی تعداد میں ہندوستانی آباد نہ ہوتے تو وہاں کی تجارت اتنی نہ بڑھتی جتنی اس وقت ہے ہندوستان کا مال برما میں تھوڑا ہی جاتا ہے لیکن اُس کا مال یہاں بہت آتا ہے۔ اگر ہندوستان یہ مال خریدنا بند کردے تو برہما سے کچھ کرتے دھرتے نہ بنے۔ اور ہمارا نقصان بہت تھوڑا ہو اگر ہم وہاں کے صرف چاول لینا بند کردیں تو ان کے ہوش درست ہوسکتے ہیں اور اپنے یہاں کا نرخ بڑھ جانے سے یہاں کے کسانوں کو فائدہ بھی پہنچا سکتے ہیں۔ اسلئے برما کا سوال تو کسی طرح حل ہو ہی جائے گا۔ وہاں کی حکومت تو کچھ بولتی ہی نہیں۔ لیکن پبلک ہندوستانیوں کی آبادی بڑھتی ہوئی دیکھکر اپنے دیسی بھائیوں کا نقصان سمجھتی ہے۔ کچھ حد تک یہ بات درست بھی ہوسکتی ہے لیکن ہندوستانیوں کے نکل آنے سے وہاں کی حالت بہت کچھ بگڑ سکتی ہے۔ لنکا میں بھی بہت زیادہ آبادی نہیں ہے اور پوری آبادی کی تہائی تعداد ہی وہاں ہندوستانیوں کی ہے۔ ان کے مقابلے میں لنکا والے محنت مزدوری اچھی نہیں کر پاتے اور خود وہیں کے دولتمند لوگ وہاں والوں کو ملازم رکھنے کے بجائے ہندوستانیوں کو ملازم رکھتے ہیں اس لئے لنکا والوں میں بیکاری بڑھ رہی ہے۔ اگر ہندوستانی وہاں سے چلے آئیں تو وہاں کی کئی تجارتیں برباد ہوجائیں اور ترقی رہ جائے۔ پھر بھی اپنے ملکی بھائیوں کی بیکاری دیکھکر وہاں کے وزیر تاجروں کی بات نہ سنکر فی الحال ۲۰۰۰ ہندوستانیوں کو نکالنا چاہتے ہیں۔ وہ ہم لوگوں کو سرکاری ملازمتوں سے برخاست کرنے کا حکم دے چکے ہیں اور اُن کا لنکا والوں پر زیادہ ٹیکس



جنرل سلے ووز اسکلے ڈووسکی۔ آپ پولینڈ کے موجودہ وزیر اعظم ہیں

لگانا چاہتے ہیں جو ہندوستانیوں کو نوکر رکھتے ہیں۔ ہمارا مال وہ بہت خریدتے ہیں اور ہم ان کا تھوڑا ہی مال خریدتے ہیں۔ پھر بھی سمجھا جاتا ہے کہ ہمارا جیسا سستا مال انھیں دوسری جگہ سے نہ مل سکے گا۔ اور ہم اگر اُن کا ناریل والا کاروبار بند کردیں تو انھیں کافی نقصان ہو اور ہندوستان میں ناریل کا کام بڑھ جانے سے ہمیں نقصان کی جگہ اور فائدہ ہو۔ آج کل بڑے لاٹ صاحب اور کانگریس دونوں اس سوال کو خوبصورتی کے ساتھ طے کرانا چاہتے ہیں۔ تجارت سے متعلق معاملہ لنکا کے وائسرائے کے سامنے پیش ہونے والا ہے اُس میں انھوں نے آبادی کا بھی سوال پیش کیا ہے۔ ابھی تو حکومت لنکا کچھ اکڑی ہوئی نظر آتی ہے لیکن پیچھے سے کچھ دبتی بھی معلوم ہوتی ہے کانگریس نے پنڈت نہرو کو یہ مسئلہ رضامندی کے ساتھ طے کرنے کیلئے لنکا بھیجنے کا فیصلہ کیا ہے۔ آپ ایک بار وہاں پہلے جا چکے ہیں اور آپ کا استقبال شاندار ہوا تھا۔ ان استقبال کرنے والوں میں سے کچھ اس وقت وہاں کے وزیر بھی ہیں اسلئے پنڈت جی کو معاملہ باہم رضامندی سے طے ہوجانیکی پوری اُمید ہے۔ آپ وسط جولائی میں ہی وہاں جانے والے ہیں۔ دیکھئے کیسے نبھتی ہے۔ آپ

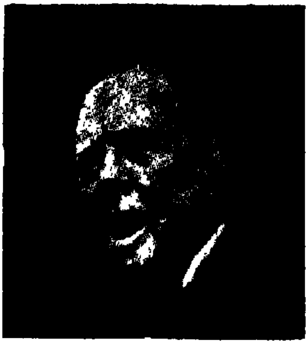
طرفین سے مشورہ کرکے معاملے کا تصفیہ کرنے کی کوشش کرینگے ہماری مرکزی حکومت بھی یہ جھگڑ شاندار کی ہوئی ہے کہ دیکھیں انکے وہاں جانے کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔

آجکل لکھنؤ میں مدح صحابہ اور تبرا کو لیکر سنی اور شیعہ مسلمانوں میں سخت اختلاف ہوگیا ہے جو آل انڈیا شکل اختیار کر رہا ہے۔ اُمید ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کی کوشش سے یہ جھگڑا طے ہو جائیگا۔ چین میں جاپانی طاقت بظاہر کافی ترقی نہیں کر رہی ہے۔ روس نے تو صاف صاف کہہ دیا ہے کہ وہ چین کی مدد کر رہا ہے۔ کچھ دنوں سے اُسکی جاپان سے چھوٹی موٹی لڑائیاں بھی ہو رہی ہیں لیکن یہ جھگڑا ابھی زیادہ نہیں بڑھا ہے چین میں چار چھ ایسے شہر ہیں جہاں برطانیہ فرانس امریکہ اور جاپان کا انتظام ہے اور وہاں سبھی کا مال بلا روک ٹوک آ سکتا ہے جاپان کا ارادہ ہے کہ انھیں جگھوں کے ذریعے یہ طاقتیں چین کی مالی و اسلحاتی امداد کرتی آئی ہیں اور وہ جاپان سے اِ نہیں اسلیئے جاپان ان جگھوں پر اپنا ایسا قبضہ کرلینا چاہتا ہے کہ ایسی کارروائی نہ ہو سکے اس نے ٹینٹسن پر انگریزوں سے جھگڑا شروع کیا اور کئی انگریزوں کی کافی بے عزتی کی۔ ابھی وہ امریکہ سے جھگڑا نہیں بڑھا رہا ہے۔ کیونکہ ان تینوں سے لڑائی کرنے میں وہ اپنی بھلائی نہیں سمجھتا اُدھر جرمنی اور اٹلی اُسے بڑھاوا دے رہے ہیں اور یہ بھی کہتے ہونگے کہ وہ یوروپ میں گڑبڑی مچا دینگے جس سے برطانیہ اور فرانس مشرق بعید میں جاپان کا کچھ بگاڑ نہ سکیں گے پھر بھی سب باتوں کا خیال کرکے وہ ایک ساتھ چین، روس، برطانیہ فرانس اور امریکہ سے لڑنے کی ہمت نہیں کر رہا ہے۔ امریکہ بھی برطانیہ سے ہمدردی تو رکھتا ہے لیکن براہ راست اپنے نقصان کے بغیر صرف برطانیہ کے لئے لڑنے کو تیار نہیں ہے۔ فرانس اور برطانیہ ہر حال میں متحد ہیں۔ پہلے یہ خیال تھا کہ سیام جاپان سے ملا ہوا ہے لیکن وہ آجکل برطانیہ اور فرانس کیطرف بھی جھکتا ہوا نظر آتا ہے۔ ٹینٹسن میں جاپان پہلے تو لڑائی کرنے کا خواہاں تھا لیکن وہ آجکل برطانیہ سے صلح کی گفتگو کر رہا ہے پھر بھی اسکے شرائط صلح کچھ سخت ہیں۔ دیکھنا ہے کہ کیا نتیجہ ہوتا ہے وزیر اعظم چیمبرلین صلح ہوجانے کی اُمید میں ہیں۔ جاپان بھی مخمصے میں ہے اگر وہ ان بندرگاہوں پر قبضہ نہ کرے تو چینی لڑائی سالوں تک چلنے کا ڈر ہے جسکے باعث آخر میں اُسکا ہار جانا ضروری سا ہے۔ اگر لڑے تو سب سے لڑنا بھی آسان نہیں۔ یہ طاقتیں اُسے اتنا بڑا تجارتی دھکا پہنچا سکتی ہیں کہ چینی لڑائی کی وجہ سے اُسکی مالی حالت بگڑ سکتی ہے جس سے لڑائی جاری رکھنا ناممکن ہو جائے گا ادھر یہ طاقتیں اگر چین کی اندرونی امداد بند کردیں تو انکا اور ہندوستانی تجارتی نقصان کچھ کم نہیں ہے۔ بہرحال اب جاپان کی جیت اب کچھ دور نظر آتی ہے۔ برطانیہ سے صلح کی جو باتیں ہو رہی ہیں اسکے نتیجے سے اس سوال پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے۔ اگر جاپان ظاہر طور پر روس سے جنگ شروع کردے تو مغرب میں مطمئن ہو جانے سے روس بمباری کے ذریعے اُسکے بڑے شہروں اور کارخانوں کو بہت بڑا نقصان پہنچا سکتا ہے اور روسی شہر وغیرہ اس طرف ہیں بھی بہت کم۔ اس طرح جاپانی ہوائی جہاز اس کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اگر مغرب میں روس، فرانس اور برطانیہ کی صلح ہو جانے سے اٹلی اور جرمنی کے جنگی حوصلوں میں کمی آجائے گی تو جاپان کے خلاف چینی جنگ میں مذکورہ طاقت کا کافی اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ ایسی حالت میں جاپان سے انکو روس اپنی پوری طاقت سے بے فکر ہو جائے گا۔ جاپان بھی تو برطانیہ سے محبت ظاہر کرتا ہے اور کبھی اکڑنے لگتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ سے تو وہ ابھی نہیں لڑنا چاہتا لیکن صلح کے شرائط طے نہونے سے فرانس اور برطانیہ سے لڑ بھی جائے تو تعجب نہیں۔ نہ لڑنے سے اس کی اتنی بڑی چین کو ہرانے کی کوشش بیکار ہوتی ہے اور اگر امریکہ بھی کود پڑا تو اُس سے کچھ سنبھالے نہ سنبھلے گا۔ اس لئے مشرق بعید کا معاملہ دور خا سا ہے۔

آج کل کناڈا اور ممالک متحدہ امریکہ میں ملک معظم کا خیر مقدم تو بہت شاندار ہوا لیکن اس کا اثر سیاسی تعلقات کے اضافے کی صورت میں کتنا پڑے گا یہ نہیں معلوم۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ خالص سیاسی معاملات ایسے سماجی سوالوں کے

بجائے ملکی معلائی برائی کے خیالات سے فیصل ہوتے ہیں۔
حال ہی میں امریکہ کے پریسیڈنٹ مسٹر روز ویلٹ نے کانگریس سے یہ اختیار طلب کیا کہ جنگ کے دوران میں وہ جس ملک کے ہاتھ چاہیں اسکے ہاتھ اسلحات فروخت کرسکیں۔ یہ تجویز کانگریس نے نامنظور کردی جس سے صدر کے طرفدار بہت ناخوش ہوئے۔ صدر امریکہ کہتے ہیں کہ اس وقت یوروپ میں جنگ چھڑنے کا جو شدید خطرہ ہے وہ یہ اختیار حاصل نہ ہونے سے اور بھی بڑھ سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امریکہ کو اس جنگ میں شامل ہونا پڑے۔

یوروپ کی سیاست آجکل روز بروز نیا رنگ بدلتی ہے کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بس لڑائی چھڑنے والی ہے اور کبھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب محض دھمکی ہی دھمکی ہے الیگزینڈریا کا صوبہ متحدہ دیکھ فرانس نے بھی ترکی سے معاہدہ کرلیا۔ رومانیا کی کوششوں اور برطانیہ و فرانس کا ترکی سے معاہدہ ہوجانے سے بلقانی طاقتیں بھی سبھلنے لگی ہیں جس سے یونان اور یوگوسلاویہ بھی دوست طاقتوں کی طرف رجوع ہورہی ہیں۔ رومانیہ کے ایک وزیر ان خیالات کی اشاعت کے لئے ان دنوں ترکی یوگوسلاویہ، یونان وغیرہ گئے جہاں ان کا اچھا استقبال ہوا۔ اب صرف بلغاریہ سے میل ہونا باقی ہے۔ اس کا ایک صوبہ گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر رومانیہ کو مل گیا تھا اور ایک یونان کو اس کی خواہش ہے کہ اگر یہ دونوں صوبے یا کم از کم رومانیہ والا صوبہ اُسے واپس مل جائے تو وہ بھی دوست طاقتوں میں شامل ہوجائے۔ رومانیہ کچھ واپس کرنا نہیں چاہتا بلغاریہ کا ۸۰ فیصدی کاروبار جرمنی سے ہے ہی اور اسکی بابت کوئی معاہدہ بھی ہونے والا ہے۔ بلغاریہ یہ بھی کہہ رہا ہے کہ بین اقوامی سوال پر وہ یوگوسلاویہ سے متفق ہے۔ اٹلی نے رومانیہ کی یہ حرکتیں دیکھکر اُسے متنبہ کیا ہے کہ ایسا کرنے میں اس کی خیریت نہیں ہے۔ اس پر اس نے صاف صاف جواب دیدیا کہ ملک کا خارجی تعلق اٹلی سے متعلق نہ ہوکر اسی ملک کے ساتھ ہے۔ اس طرح دوست طاقتوں کی کوشش سے ایکسیس طاقتوں کے دوسرے



مسٹر چرچل جو لڑائی چاہتے ہیں

ملکوں پر قبضہ کرنے یا رعب جمانے کی زیادتی میں کمی آگئی ہے۔ جرمنی اس کارروائی کو اپنی حفاظت کہتا ہے۔ حالانکہ دوست طاقتوں کا قول ہے کہ اگر ایکسیس طاقتیں دوسروں کے معاملات میں دست اندازی نہ کریں تو اس سے انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا حقیقت یہ ہے کہ اٹلی اور جرمنی دونوں میں کچھ سالوں سے جنگ کے متعلق زیادہ اخراجات کے باعث پبلک پر ٹیکس اتنا پڑگیا ہے جو صرف زمانۂ جنگ میں پبلک برداشت کرتی تھی۔ عام طور سے نہیں اتنا خرچ کرکے بھی اگر کوئی نتیجہ نہ نکلے تو پبلک ہٹلر اور مسولینی سے ناخوش ہوسکتی ہے۔ پھر آجکل جرمنی میں جنگ سے متعلق کام زیادہ ہونے سے ہیاں میں بیکاری بالکل نہیں ہے لیکن اگر ہٹلر جنگ کا ارادہ بدل دیں تو ان کاموں کے رُک جانے سے بہت سے کارکن بیکار بھی ہوجائینگے اور پبلک میں اضطراب بھی پیدا ہوگا ان وجوہ سے جرمنی کا یکایک جنگ کا ارادہ بدل دینا ذرا مشکل ہے۔ کچھ دنوں سے ڈینزک اور کاریڈر لے لینے پر تلا ہوا ہے۔ ڈینزک آزاد شہر ہے لیکن وہاں قریب قریب کل آبادی جرمن ہونے سے اُسکا نمائندوں کے ذریعے انتظام اندرونی طور پر جرمنی سے ملا ہوا ہے ان دنوں جرمنی کا اُن سے اتنا میل بڑھ چکا ہے کہ درحقیقت وہاں جرمنی ہی کا قبضہ سا ہے صرف کہنے کو وہ آزاد ہے۔ پولینڈ اسے کسی طرح جرمنی سے نہیں

ملنے دینا چاہتا - کاریڈر میں ۹۰ فیصدی ابادی پولوں کی ہے۔ لیکن وہ دونوں طرف سے جرمنی سے گھرا ہے - پولینڈ کی ۱۵۰۰ میلوں کی غیر محفوظ سی سرحد جرمنی سے ملتی ہے اور ۲۰۰ میلوں کی زیکوسلاکیا سے اس طرح جرمنی کی طاقت سے اُسکی حفاظت مشکل ہے۔ اور صرف روس کی مدد سے ہوسکتی ہے اگر کاریڈر بھی نکل جائے تو پولینڈ کا سمندر سے تعلق ہی منقطع ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں اس کا اثر قریب قریب فنا ہو جائیگا - ادھر کاریڈر کے بغیر صوبہ پرشیا بھی اُس سے الگ ہے - اور کاریڈر بہت زمانے سے اس کا رہا بھی تھا - خوف ہے کہ ۲۰ جولائی کے قریب ہرہٹلر ڈینزگ جائیگا اور اس وقت اسکا جرمنی سے ملنے کا اعلان ہو جائیگا - جرمنی اس بات سے انکار کرتا ہے اور اگر دوست طاقتوں کا روس سے معاہدہ ہوگیا تو شاید وہ رُک بھی جائے پولینڈ ڈینزگ کے سوال پر جنگ کے لئے تیار ہے۔

روس سے اور دوست طاقتوں سے معاہدہ کی باتیں تقریباً تین ماہ سے ہو رہی ہیں لیکن دونوں طرف سے مول تول کی بات ایسی بڑھی ہوئی ہے آخری فیصلہ مہینے ڈیڑھ مہینے میں ہوتا ہوا بتلایا جاتے ہوئے بھی دن بدن بڑھتا ہی جاتا ہے - پھر بھی اُمید یہی ہے کہ ہفتہ دو ہفتے میں معاملہ طے ہو جائیگا - کیونکہ فرق بہت کم باقی رہ گیا ہے - ممالک متحدہ امریکہ بھی دوست طاقتوں سے ہمدردی رکھتا ہے - لیکن وہاں کی رعایا جنگ سے دور رہنا چاہتی ہے حالانکہ صدر روز ویلٹ یوروپین جھگڑوں سے دور رہنے میں اپنے ملک کا بھی فائدہ نہیں سمجھتے - یہی معلوم ہوتا ہے کہ جنگ ہونے سے امریکہ کی امداد دوست طاقتوں کو ضرور حاصل ہو جائیگی۔

روس کا خیال ہے کہ ایسٹونیا، لیٹویا اور فن لینڈ نامی جو بالٹک قومیں ہیں ان میں سے کسی دو ایک پر قبضہ کر لینے سے جرمنی روسی بحری بیڑوں کو نقصان پہنچا سکے گا - یہ طاقتیں پہلے روس کے صوبے تھے جس سے ان میں سے کئی کو روس کی سرپرستی میں آنے سے آئندہ اپنی آزادی کا خوف ہے اس سے وہ لڑائیوں سے کنارہ کش رہنا چاہتی ہیں - اور جرمنی سے یہ وعدہ بھی مل چکا ہے پھر بھی روس کا خیال ہے کہ لڑائی سے کنارہ کش رہنے سے بھی ان کی آزادی برقرار نہیں رہ سکتی جس سے اس کا جرمنی کی طاقت بڑھنے سے خیریت نہیں - لہذا ان کے نہ چاہنے پر بھی وہ ان کی حفاظت کرنا ہی چاہتا ہے اب دوست طاقتوں نے بھی بے دلی سے یہ بات مان بھی لی ہے کچھ تھوڑا سا فرق سمجھوتے کے لئے باقی ہے تینوں بالٹک قومیں، پولینڈ، رومانیہ، ٹرکی - یونان، پرتگال اور بلجیم کے امداد کہنے پر اب دونوں فریق تیار ہیں - لیکن روس، ہالینڈ اور سوئٹزرلینڈ کے لئے رستے میں دوست طاقتوں کی مدد کرنا نہیں چاہتا - ہالینڈ غیر جانبداری کے باعث مدد مانگتا بھی نہیں - اتنا فرق بھی جلد مٹ جانے کی اُمید ہے۔

اگر روس سے سمجھوتہ ہو جائے تو اسکے ذریعہ پولینڈ اور رومانیہ کی پوری حفاظت پوری پوری ہوسکتی ہے اور اسکے خوفناک ہوائی جہازوں سے جنگ میں جرمنی کے بڑے بڑے شہروں کا کافی نقصان ہوسکتا ہے - یہ نقصان پولینڈ کے ہوائی جہازوں سے بھی ممکن ہے لیکن ان جہازوں کی لڑائی کے نقصانات پوری کرنے کو اُسکے پاس ایسے کارخانے نہیں ہیں جن کی جرمن جہازوں سے واقعی حفاظت ہوسکے - یہی خوف انگریزی کارخانوں کو بھی ہے - لیکن روس کو نہیں ہے کیونکہ وہ ملک کے اندر ایسی جگہ ہیں جہاں جہازوں کے حملے نہیں ہوسکتے اُدھر روسی ہوائی جہاز جاپان کا بھی بہت نقصان کرسکتے ہیں۔ روسی بری فوج بھی بہت بڑی اور طاقتور ہے ان وجوہ سے جرمنی بھی روس سے دوستی کرنا چاہتا ہے لیکن روس جاپان کا پرانا دشمن ہے اور چین کا دوست ہے اسلئے وہ جاپان کے دوست اکسس طاقتوں سے نہیں ملنا چاہتا - آجکل یوروپ میں ایسی ہی شطرنجی چالیں چل رہی ہیں - مسٹر چرچل کا قول ہے کہ ستمبر تک جنگ شروع ہو کر ہی رہے گی - اس بات کا شبہ جاپان اور جرمنی دونوں سے ہے - لیکن لڑائی کے خلاف بھی کئی وجوہ ہیں دیکھئے کیا ہوتا ہے۔



گھاگھ کی ڈائری

جناب اڈیٹر صاحب

مجھے اجازت دیجئے کہ میں "ہل" کے ذریعے پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا شکریہ ادا کروں۔ آخر ہندوستان میں ایک آدمی تو نکلا جو یہ کہہ سکتا ہے کہ گرام سدھار کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ شکریہ پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا کہ اُنھوں نے ہمت کرکے یہ بات نہ صرف کہی بلکہ ایک نئے ماہوار رسالے "کرم یوگی" میں چھپوا بھی دی۔ مَیں ترپاٹھی جی سے درخواست کرونگا کہ وہ اپنا یہ مضمون چھپوا کر ہر گاؤں اور ہر شہر میں بٹوا دیں۔

× × × ×

مَیں شروع ہی سے یہ کہتا آیا ہوں کہ گاؤں والوں کی حالت سدھارنے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ماں کے پیٹ سے ہی سُدھرے ہوئے پیدا ہوتے ہیں۔ کسان گاؤں میں کتنے خوش حال ہیں، اسکی تفصیل ترپاٹھی جی ہی کے الفاظ میں سُن لیجئے۔ "اتنی تھوڑی سی آمدنی میں ہی کسان کتنے خوش رہتے ہیں۔ میلے ٹھیلے میں گاتے ہوئے جاتے ہیں۔ بات بات میں ہنسی مذاق کرتے ہیں، گھر پر پھاگ، رامائن اور آلھا وغیرہ گایا کرتے ہیں۔ نہ اُنھیں کانٹے چُبھتے ہیں، نہ سانپ ڈستے ہیں۔ نہ وہ گڑھے میں گرتے ہیں" ایسے گاؤں کے آدمیوں کو بیوقوف، ڈرپوک، اور نکمّا کیوں کہا جائے؟

× × × ×

کویور پنڈت رام نریش ترپاٹھی نے کیا مزے کی بات کہی ہے۔ ترپاٹھی جی نے یہ بات ایک ضلع کے گرام سدھار کے جلسے میں کہی تھی اور اُن کا یہ بھی قول ہے کہ اُن کی تقریر نے سب کو سناٹے میں ڈال دیا۔ دھنیہ ہے ترپاٹھی جی کو اور ان کی تقریر کو۔ میرا تو خیال ہے کہ جس ضلع کے گرام سدھار کے جلسے میں ترپاٹھی جی کی یہ تقریر ہوئی، اُس ضلع میں گرام سدھار کا کام رُک گیا ہوگا۔ اور اگر نہیں رُکا تو رُک جانا چاہئے۔ میں ترپاٹھی جی سے درخواست کروں گا کہ وہ صوبے کی اسمبلی کے پھاٹک پر جاکر پھر یہی تقریر فرمائیں۔ میرا خیال ہے کہ اُن کی تقریر سے گورنمنٹ ضرور متاثر ہوگی۔

× × × ×

آج کل جسے دیکھئے وہی گاؤں بُرائی کرتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ گاؤں والے گنوار ہیں، کوئی اُنھیں ڈرپوک بتاتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ یہ صفائی سے واقف نہیں ہیں اور کوئی کہتا ہے کہ یہ اپنے گھر کے سامنے گھور لگایا کرتے ہیں۔ اور یہ سب کہہ کر لوگ اُن کا سدھار کرنے یا یوں کہئے کہ اُن کو تکلیف پہنچانے جاتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ ترپاٹھی جی آگے آئیں اور اُن سدھارکوں کو روکیں۔

× × × ×

یہ آزادی کا زمانہ ہے۔ چاروں طرف آزادی کی پکار مچی ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں سمجھ میں نہیں آتا کہ گاؤں والوں ہی کی آزادی چھیننے کی کیوں کوشش کی جا رہی ہے۔ اُن کی خوشی ہو، جو جی میں آئے گا کریں گے اپنے دروازے پر وہ گھور لگائیں گے، کسی کے باپ کا سا جھا؟ کوئی کیوں اُن کے معاملہ میں پڑے؟ اور پھر ان سدھار کرنے والوں کو اُن سے کہنے کا کچھ حق ہی کیا ہے۔ اُنھوں نے کونسی مذہبی کتابیں پڑھی ہیں۔ ترپاٹھی جی کا کہنا ہے کہ گاؤں کے معاملے میں اُن کو بولنا چاہئے جو پُرانے دھرم شاستروں اور کتابوں کے اچھے عالم ہیں۔ میری بھی یہی تجویز ہے کہ آج کل انگریزی پڑھے لکھے لوگ گاؤں کی اصلاح نہیں کرسکتے۔ گاؤں کی ترقی تو پُرانے زمانے میں

لکھی ہوئی کتابوں کے جاننے والے اچھے پنڈت یا مولوی ہی کر سکتے ہیں۔ اگر واقعی حکومت کا مقصد گاؤں کی اصلاح کرنا ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ بنارس کے پنڈتوں کے پاس جاکر اُن سے مشورہ کرے اور اُن سے پوچھے کہ دیہاتوں میں کیا کرنا چاہیئے۔ ورنہ مجھے تو یہی خوف ہے کہ جن گاؤں والوں کو سانپ نہیں ڈس سکتے، جن کے پیر میں کانٹے نہیں چُبھ سکتے اور جو گڑھوں میں نہیں گرتے اُن کو یہ سدھار کرنے والے ہڑپ جائیں گے اور اپنی ہی طرح بالکل نکما اور بے گھر گھاٹ کا بنادیں گے۔

× × × ×

کیا اچھا ہوتا کہ شری متی رانی پریتم کنور صاحبہ زمینداروں کے جلسے میں تقریر کرنے سے پہلے پنڈت رام نریش ترپاٹھی سے مشورہ کرلیتیں۔ رانی صاحبہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ "اگر صوبے کے زمیندار چرواہوں سے ملتے، اُن کے جذبات سے باخبر رہتے، اُن کی مشکلات اور ضرورتوں کا پتہ لگاتے اور پھر اُنھیں پوری کرنے کی کوشش کرتے تو وہ کبھی ناکامیاب نہ ہوتے"۔ اگر زمیندار چرواہوں سے ملنے جاتا ہے تو وہ زمیندار ہی کیسا جس وقت وہ چرواہے سے ملے گا اُسی وقت اُس کی عزت خاک میں مل جائے گی۔ اور سچ پوچھئے تو زمینداروں کی عزت اور ڈھاک ڈانٹ پھٹکار ہی پر قائم ہے۔

× × × ×

دراصل ہندوستان کی نجات ناخواندوں کی تعداد بڑھانے سے ہی ہوسکتی ہے۔ ضرورت اِس بات کی ہے کہ جہاں بھی اسکول اور کالج ہو وہ سب توڑ دیئے جائیں۔ پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا قول ہے کہ ناخواندہ ہوتے ہوئے بھی ہندوستانی کسان اتنے اچھے انتظام کرنے والے ہیں کہ آپ کو کہیں تلاش کرنے سے بھی نہیں ملیں گے۔ بتلایئے کہ جس مُلک میں بلا پڑھے لکھے ہی لوگ دُنیا کے لئے نمونہ بن سکتے ہیں وہاں تعلیم پر کچھ بھی صرف کرنے کی کیا ضرورت۔

× × × ×

کبھی کبھی کانگریس والے بھی سمجھداری کی بات کہہ جاتے ہیں۔ شری سبھاش چندر بوس نے کہا ہے کہ شراب بندی ممکن نہیں ہے۔ یہی تو میں بھی کہتا ہوں۔ پچھلے دنوں جب یہ بمبئی میں تھے تو اُنھوں نے کہا تھا کہ اگر بمبئی کی حکومت شراب بند کرے گی تو وہ ڈگمگا کر گر پڑیگی میرا بھی خیال ہے کہ شرابیوں کے سامنے کبھی کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔ بمبئی ایک بڑا شہر ہے چنانچہ وہاں شراب بند کرنے والوں کو سبھاش بابو کی بات ماننی چاہیئے۔ شراب بندی کی بات کہنے کے باعث ہی شرابیوں نے منسٹروں کو انڈوں سے مارا تھا۔ منسٹروں کا قول ہے کہ اُنھیں اُن انڈوں نے اِتنا پریشان نہیں کیا جتنا سبھاش بابو کی بات نے۔ بمبئی کے وزیروں نے اگر سرتیج بہادر سپرو کی تقریر سُنی ہوتی یا پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا مضمون پڑھا ہوتا تو شاید وہ اُسی وقت استعفیٰ دیدیتے اور شراب بندی وگرام سدھار کا نام تک نہ لیتے مجھے افسوس ہے کہ ہمارے صوبے کے وزیر کچھ اتنے سنگ دل ہیں کہ اُن پر عقلمندوں کی بات کا کوئی اثر ہی نہیں ہوتا۔

× × × ×

شری مہابیر تیاگی کو شکایت ہے کہ سبھاش بوس شراب بندی کے خلاف آواز کیوں اُٹھاتے ہیں یا مسٹر جناح سے ملاقات کیوں کرتے ہیں؟ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تیاگی جی کو شرابیوں سے کیوں اتنی دشمنی ہے کہ جو بھی اُن کی حمایت کرتا ہے اُس کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ تیاگی کے معنے تو ہیں تیاگ کرنا۔ اگر پنڈت مہابیر تیاگی بیچارے شرابیوں کے خلاف اپنی اس پالیسی کا تیاگ نہیں کرتے تو وہ تیاگی کیسے؟ میں اُن سے درخواست کروں گا کہ وہ مصلح بننے سے پہلے مہربانی کرکے پنڈت رام نریش ترپاٹھی کا وہ مضمون پڑھ لیں۔

× × × ×

ترویندرم کی ایک خاتون شری متی مادھری دیوی ولایت میں گرام سدھار کی تعلیم حاصل کرنے گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ڈنمارک اور ویڈن میں رہ کر اُنھوں نے گرام سدھار کی اچھی تعلیم حاصل کرلی ہے اور ستمبر میں جب وہ ترویندرم لوٹیں گی تو یہاں گرام سدھار کا کام شروع کردیںگی۔ مجھے نہیں معلوم کہ پنڈت رام نریش ترپاٹھی جب یہ خبر سنیں گے تو کیا کہیں گے۔

آپ کا۔ گھاگھ

ہمارے صوبے میں گرام سدھار

مئی سنہ ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

ماہ مئی میں کسانوں کو کچھ فرصت ملی۔ اس صوبے کے بیشتر حصے میں ربیع فصل کے کٹائی اور مڑائی ہو جانے سے کچھ دنوں تک دیہاتوں میں سناٹا چھایا تھا۔ لیکن اس کے بعد سماجی تقریبوں کے شروع ہونے کا وقت آگیا۔ دعوت، شادی وغیرہ تقریبوں میں کسانوں کا زیادہ وقت صرف ہونے لگا۔ اس وقت میدانوں میں زیادہ گرمی پڑ رہی تھی۔ پھر بھی ان چھوٹی بڑی سماجی تقریبوں کا تانتا بندھا رہا۔ گرام سدھار کے کارکنوں کے لئے پرچار کے لحاظ یہ بہترین موقعہ تھا۔ اس وقت گاؤں والوں کو تعلیم دینے کے لئے یہی موضوع موزوں تھا کہ وہ ان تقریبوں میں ہونے والی فضول خرچی روکے اور سماجی برائیاں دور کردے۔ بالغوں کو خواندہ بنانے کے لئے رات کے مدرسے کھولنے کا بھی بہترین موقعہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ماہ بالغوں کے لئے کھولے جانے والے درجوں کی تعداد ۱۹ سو سے زیادہ تھی گزشتہ کئی مہینے کی تعداد سے اس ماہ کی تعداد زیادہ تھی۔

تنظیم

اس ماہ تقریباً ۲۰۰ زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کی گئیں اور ۱۲۸ زندگی سدھار سوسائٹیوں کی رجسٹری کی گئی۔ اس کے علاوہ گاؤں کی سوسائٹیوں کے ۱۳ زندگی سدھار یونین قائم کئے گئے۔ ۱۲ فروختگی کی سوسائٹیاں، ۱۰ فراہمی کی سوسائٹیاں اور ۱۶ متفرق کاموں کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں۔ ۴ قرض دینے والی امداد باہمی سوسائٹیوں کی کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے مطابق رجسٹری کی گئی۔

بہت سی ضلع کی انتظامی کمیٹیوں نے گرام سدھار مرکزوں کو گھٹانے بڑھانے کی اسکیمیں پیش کی ہیں۔ انھوں نے صدر دفتر میں اپنی اسکیمیں پیش کر دی ہیں جہاں ان پر غور کیا جا رہا ہے۔ ان اسکیموں کے لئے سرکاری منظوری حاصل کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

زراعت

کسانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ کھیت کا کوڑا کرکٹ جمع کرکے ملی ہوئی کھاد تیار کریں۔ اس کے لئے تقریباً ۵ ہزار نئے گڑھے کھودے گئے۔ پیشاب جمع کرنے کی کیاریاں صاف کی گئیں اور ان میں کی جمع شدہ کھاد گڑھوں میں بھر دی گئی۔ کافی کوشش کرکے اس بات پر زور دیا گیا کہ کسان پرانے طریقے پر اپنے کھیتوں میں کھاد چھینٹنا بند کر دیں۔ اس سلسلے میں اطمینان بخش کامیابی نہیں حاصل ہوئی۔ صرف اِنے گِنے ہوشیار کسانوں کو چھوڑ کر باقی سبھی کسانوں نے گرام سدھار کارکنوں کی بات کی طرف کچھ بھی توجہ نہ کی۔ کسانوں کو یہ سمجھانا کوئی عیب نہیں تھا کہ مئی میں کھیتوں میں کھاد بکھیر دینے سے مئی کی تیز دھوپ کے باعث کھاد کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ اوسط طور پر کسان اس سلسلے میں یہی عذر پیش کرتا ہے کہ وہ فرصت کے کھیتوں میں کھاد ڈالنے کا کام نہ کرے گا تو اس کام کے لئے اسے بارش شروع ہونے پر مشکل سے وقت مل سکے گا۔ کھاد ڈالے ہوئے کھیتوں کو جوت کر سینچ دینا کسان کے لئے ایک خرچ کا کام ہے۔ اس لئے اس مسئلے کو حل کرنے میں زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔

۱۲۱ کنوؤں کی مرمت کی گئی اور ۱۹۱ نئے کنوؤں کی تعمیر کا کام ختم ہوا۔ ۱۶۳ بندھیوں کے بنانے کا کام بھی ختم ہوا۔ یہ بندھیاں زیادہ تر جھانسی کمشنری میں بنائی گئیں۔

تقریباً ۵۰۰ اصلاح شدہ آلات جاری کئے گئے اور دودھیل نسل پیدا کرنے کے لئے ۳۴ اچھی نسل کے سانڈ دیہاتوں میں چھوڑے گئے۔ اس کے علاوہ اصلاح شدہ نسل کے ۶۰۰ مویشی گاؤں والوں نے خریدے ۔ ۵۰۰ سے زیادہ چھوٹے بیل آختہ کئے گئے محکمۂ ویٹرنری کے کارکنوں کی صلاح سے گرام سیوکوں کے ذریعے ۶۲۵ بیمار مویشیوں کا علاج ہوا۔ گرمی میں تیار ہونے والی مل ہوئی کھاد کی ۲۰۰ سے زیادہ نمائشیں ہوئیں اور کمایوں کمشنری میں ایک بڑی نرسری کھولی گئی۔ تقریباً ۶۰۰ پھلدار درخت فصل میں لگائے گئے اور ۱۱۵ بیگھہ زمین میں باغیچے لگائے گئے۔

صحت عامہ

صرف ضلع بلیا کو چھوڑ کر جہاں سے کچھ شکایتیں موصول ہوئی ہیں باقی سبھی گرام سدھار حلقوں میں لوگوں کی صحت اچھی تھی۔ ۲۶۷ دواؤں کے بکس پھر سے بھرے گئے۔ دواؤں کے بکسوں کی امداد سے تقریباً ۵۴ ہزار موسمی بیماریوں کے مریضوں کا گرام سیوکوں کے ذریعے علاج ہوا۔ ایسے رقبوں میں جہاں پھیلنے والی بیماریوں کا خوف تھا ۳ ہزار سے زیادہ ٹیکے لگائے گئے۔

تقریباً ۱۵ سو گاؤں خوب صاف کئے گئے۔ ۱۹۶۱ سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے اور ۴۶۷ پانی پینے کے کنوؤں کے گرد چھاتی تک کی اونچی دیوار بنائی گئی۔ ۲۹۴ عام غسلخانے بنائے گئے۔ ۲۳۵ گز کی لمبائی میں نالیاں بنائی گئیں۔ تقریباً ۴ ہزار روشن دان اور کھڑکیاں پرانے مکانوں میں لگانے کے لئے دی گئیں۔ ۱۶۷ سو رباڑے آبادی سے دور کئے گئے۔ اور تقریباً ۱۴ ہزار گھور صاف کئے گئے۔ تقریباً ایک سو پیشاب خانے اور پاخانے بنائے گئے۔ تقریباً ۵۰۰ گڑھے پاٹے گئے۔ ۲۰۰ سے زیادہ دیہاتی دائیوں اور ایک ہزار فرسٹ ایڈ سیکھنے والوں کو تعلیم دی گئی۔ اِس ماہ ۲۳ زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔

اشاعت اور تعلیم

۷۸۴۳ جلسے ہوئے۔ گاؤں کی بنی ہوئی اور دیہاتی صنعتوں و زراعت سے متعلق چیزوں کی ۵ نمائشیں ہوئیں۔ ۸۲ ڈرامے کھیلے گئے اور ۱۲۵ بھجن منڈلیاں قائم کی گئیں۔ اِن سب باتوں کے علاوہ اِس محکمے کی موٹر لاریاں ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جا کر گرام سدھار مرکزوں میں دستکاری اور زراعت سے متعلق نمائشیں کرتی تھیں، میجک لالٹین کے کھیل دکھلاتی تھیں اور گراموفون ریکارڈ سناتی تھیں۔ ان موٹر لاریوں کے ساتھ جانے والے کارکن کھیتی، گھریلو دستکاری اور صحت وغیرہ مختلف موضوع پر تقریریں کرتے تھے۔

اِس ماہ گاؤں میں ۸۵ نئے کتاب گھر اور ۱۱۵ کلب گھر کھولے گئے۔ ۱۱۷ سیوادل قائم کئے گئے اور ۸۰۰ سے زیادہ گرام سیوکوں (رہکاؤ ٹوں) کو ٹریننگ دی گئی۔ ۱۹ ریڈیو سیٹ لکھنؤ کمشنری میں لگائے گئے اور ایک ریڈیو سیٹ روزانہ لکھنؤ میں لگایا گیا۔

لکھنؤ کے آل انڈیا براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کے اشتراک سے دیہاتوں میں براڈ کاسٹنگ کرنے کی اسکیم کی آزمائش کرنے کے لئے صدر دفتر میں انتظام کیا جا رہا ہے۔ اس اسکیم کے سلسلے میں لکھنؤ اور اُس کے اطراف کے ضلعوں میں، جو لکھنؤ براڈ کاسٹنگ اسٹیشن کے ۵۰ میل کے فاصلے میں ہیں کئی ریڈیو ریسیور لگائے جا رہے ہیں۔ یہ تجویز کی گئی ہے کہ افیسر صاحب گرام سدھار کی حسب ہدایت روزانہ آدھ گھنٹے تک گاؤں والوں کی دلچسپی کے موضوعوں پر براڈ کاسٹنگ ہو۔ یہ اُمید کیجاتی ہے کہ یہ اسکیم دیہاتی زندگی میں ایک بالکل نئی دلچسپی پیدا کر دیگی۔

متفرق کام

اس ماہ ۵۳ نئے پنچایت گھر بن کر تیار ہو گئے اور نمونے کے ۵۰ نئے گھر تیار ہوئے۔ ۶۰۰ سے زیادہ لوگوں کو دستکاریاں سکھائی گئیں اور ۲۰۰ سے زیادہ دستکاری کے آلات جاری کئے گئے۔ مختلف اضلاع میں کھولے جانے والے ٹیوشنل کلاسوں کو گرانٹ دی گئی اور بہت سے نوجوان ان کلاسوں میں کسی نہ کسی دستکاری کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ زیادہ تعداد میں چھوٹے چھوٹے صنعت گھر کھولنے کی تجویز زیر غور ہے تاکہ گھریلو صنعتیں منظم شکل میں جاری ہو سکیں۔ اس ماہ محکمہ گرام سدھار کے ذریعے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل آگے ملاحظہ فرمایئے۔

صوبہ متحدہ کی مختلف کمشنریوں میں مئی ۱۹۳۹ء میں گرام سدھار کے کئے جانے والے کاموں کی تفصیل

۱۔ آرگنائزیشن	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سوسائٹیاں۔											
(ا) جتنی قائم ہوئیں	۸	۰	۳۰	۵۲	۳۸	۰	۷	۰	۵۷	۰	۱۹۲
(ب) جتنی رجسٹرڈ ہوئیں	۱	۶	۰	۴	۱۳	۰	۰	۰	۱۶	۸	۱۲۸
زندگی سدھار یونین	۰	۰	۱۱	۱۹	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۳۱
فروختگی کی سوسائٹیاں	۱	۰	۷	۱	۳	۰	۰	۰	۰	۰	۱۲
فراہمی کی سوسائٹیاں	۳	۰	۰	۰	۶	۰	۰	۰	۰	۱	۱۰
قرض سوسائٹیاں رجسٹرڈ	۰	۰	۰	۰	۴	۰	۰	۰	۰	۰	۴
متفرق قائم ہونے والی سوسائٹیاں	۰	۰	۵	۱	۰	۰	۰	۰	۱۰	۰	۱۶
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے	۴۳۷	۱۶۰	۵۲۵	۱،۰۷۱	۴۹۸	۳۰۰	۶۹۳	۶۶	۴۸۶	۵۲۷	۴،۷۷۳
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے کھودے گئے۔	۴۰	۵۰	۱۶۴	۲۹۸	۲۸۲	۸۳	۱۲۳	۲۰	۱۰۵	۳۲۹	۱،۴۹۴
آبپاشی کے بورنگ مرمت شدہ کنوئیں	۳۳	۱۱	۳	۲۶	۱۵	۱۱	۲	۰	۰	۲۰	۱۲۱
〃 〃 کھودے ہوئے کنوئیں	۱۰	۱۰	۵۸	۷	۱۰	۳۱	۱۲	۰	۵۱	۲	۱۹۱
بنے ہوئے تالاب یا باندھ	۱۰	۱۰	۰	۴	۱۶	۵	۱۱۶	۰	۰	۲	۱۶۳
نئے جاری کئے جانے والے آلات	۳۵	۱۲	۳۰۰	۳۲	۱۰	۴	۲	۰	۳۳	۵۲	۴۸۱
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ جو دئے گئے۔	۱۶	۳	۸	۰	۱	۳	۳	۰	۱	۰	۴۲
اچھی نسل کے مویشی جو دئے گئے۔	۸	۱۶۰	۳۴	۹۷	۹۴	۱۰	۹۷	۰	۴	۹۱	۶۰۵
بیل آختہ کئے گئے	۴۷	۱۷۳	۶۴	۳۸	۲۳۱	۱۳	۴۲	۰	۴	۲۲۵	۸۳۷
بیمار مویشیوں کا علاج ہوا	۵۲۱	۱،۷۳۶	۲۷۶	۱،۹۷۳	۳۰۲	۸	۷۰۲	۱	۱۱۵	۱،۰۷۱	۶،۷۲۵
مظاہرے ہوئے	۴۳	۰	۴	۰	۰	۳۹	۰	۰	۱۳۰	۵	۲۲۱
نرسریاں کھلیں	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۱
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۰	۳۸۱	۱۴	۵	۰	۱۸	۰	۶۹	۲	۱۱۰	۵۹۹
پھلوں کی کاشت ہوئی بگھوں میں	۰	۰	۰	۰	۷۲	۰	۰	۰	۴۳	۰	۱۱۵

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الآباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
ایندھن کے درخت لگائے گئے (ایکڑوں میں)	۱۲	۸	۲۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۴۱
اصلاح شدہ ایکھ جو دی گئی (منوں میں)	۴۱	۱۰۰	۱۲۹	۳۹۷	۰	۱۵۴	۰	۰	۱,۳۴۵	۵۱۰	۲,۶۹۰
۳۔ صحت عامّہ											
سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے	۵۴	۱۶۸	۹۸	۳۴۸	۲۵۲	۸۶	۳۰۸	۳	۱۸۴	۴۶۱	۱,۹۶۱
روشن دان بنے	۳۱۷	۵۴۴	۳۸۷	۳۸۸	۶۷۵	۱۹۳	۴۸۵	۳	۱۳۸	۸۱۵	۳,۹۱۵
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۰	۵۰	۹۰	۱۸۱	۶۶	۷۵	۱۲	۱۵۷	۲۵	۹۸	۷۶۴
عام غسلخانے یا گھیرے	۲۲	۳۰	۳۰	۵	۵۴	۲۱	۱۵	۰	۳۵	۸۰	۲۹۴
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۲۸۵	۱۳۸	۳۲۹	۲۰۲۳	۱۱۹	۲۳۵	۳۳	۰	۲۲	۴۲	۳,۲۲۵
سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے	۲۲	۴۵	۲	۳	۴۹	۱	۱۴	۰	۱۵	۱۶	۱۶۷
گھور صاف کئے گئے	۹۲۹	۲,۱۵۶	۲,۰۵۰	۱,۹۲۸	۱,۵۸۰	۵۳۵	۸۸۸	۴۷۴	۱۲۹۱	۱۹۲۰	۱۳,۷۷۱
پاخانے بنائے گئے	۴	۰	۲	۰	۲۴	۰	۲	۶۳	۱	۲	۹۸
پیشاب خانے بنائے گئے	۰	۴۴	۳	۱۳	۴	۰	۵	۱۸	۳	۹	۹۹
کھنڈر ہموار کئے گئے	۳۰	۶۰	۱	۱۵	۱۲۳	۲۳	۱۳۹	۰	۲۰	۱۰۰	۵۲۱
گڑھے پاٹے گئے	۳۶	۶۳	۴۲	۱۴۶	۹۵	۷۷	۱۰۰	۰	۲۳	۵۳	۶۳۵
راستے صاف کئے گئے	۶۱	۱۳۸	۴۹	۱۹۱	۲۵۱	۱۴۶	۳۴۰	۹	۳۴	۲۰۴	۱,۴۲۳
گاؤں صاف ہوئے	۸۱	۳۱	۲۳۵	۲۰۵	۴۱۴	۹۹	۱۱۱	۱۰۲	۷۹	۱۹۱	۱,۵۴۸
دوا کے بکس رکھے گئے	۴	۸	۷۷	۱۶	۸	۵	۳	۵۱	۲۵	۱۰	۲۶۷
ٹیکے لگے۔	۱۷۲۰	۳۸	۱۹۵	۵۷۴	۱۰۱۳	۷۲۹	۰	۱۵۰	۶۹۱	۱۰۱۴	۳,۷۵۰
مریضوں کا علاج ہوا	۷,۲۵۲	۸,۶۵۹	۳,۵۲۲	۸۱۵	۴۰۱۸	۲,۳۲۶	۳,۵۲۹	۲,۸۲۹	۹,۵۵۴	۳,۵۱۶	۵۲,۴۲۰
دائیوں کو تعلیم دی گئی	۹	۹۳	۲۷	۲۶	۳۲	۲۵	۹	۲۴	۳۶	۲۶	۳۲۲
فرسٹ ایڈ کی تعلیم دی گئی	۱۰	۱۲	۸۲	۶۲	۸۱	۲۷۳	۵۲	۲۴۰	۵۵	۱۶۱	۱,۰۲۸
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	۱	۵	۰	۱	۷	۰	۷	۰	۰	۲	۲۳

۴۔ اشاعت اور تعلیم	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الٰہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
جلسے ہوئے	۲۱۶	۳۲۹	۵۱۶	۳۰۹	۵۷۵	۱۵۰	۳۳۸	۲۰۷	۲۹۶	۲۷۰	۳،۲۰۶
نمائشیں ہوئیں	۳	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۰	۵
ڈرامے ہوئے	۱۱	۱	۷	۱۰	۲۴	۲	۲	۱۵	۲	۸	۸۲
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں	۴	۱۵	۱۱	۴	۷۶	۳	۰	۰	۱	۱۱	۱۲۵
کتاب گھر قائم ہوئے	۴	۱۶	۶	۱۰	۶	۳	۰	۴	۸	۲۷	۸۵
کلب کھولے گئے	۴	۱۷	۱۶	۱۳	۵	۴	۰	۴	۵۲	۰	۱۱۴
(ا) مدرسے بالغوں کے لئے	۱۶۰	۲۰۴	۱۹۹	۱۳۲	۳۷۴	۱۱۸	۸۱	۸۰	۲۵۴	۳۲۶	۱،۹۱۷
(ب) مدرسے لڑکیوں کے لئے	۳۰	۲۲	۱۷	۲۲	۳۹	۲۷	۳	۲	۳۵	۳۸	۲۳۷
سیوادل بنے	۱۹	۱۴	۷	۴	۴۴	۱	۰	۷	۲	۱۹	۱۱۷
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو ٹریننگ دی گئی	۲۲	۱۷۵	۲۶	۳۵	۹۲	۱۲	۷۲	۱۹۳	۴۴	۱۷۱	۸۵۲
ریڈیو سیٹ لگائے گئے	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰	۰	۱۹	۰	۲۰
کھیل اور ٹورنامنٹ ہوئے	۰	۰	۲	۰	۳۱	۰	۰	۰	۰	۰	۳۳
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	۸	۰	۰	۴	۳	۰	۲	۰	۴	۱۴	۳۵
نمونہ گھر بنائے گئے	۲۰	۰	۲	۴	۱۸	۰	۴	۰	۱	۱	۵۰
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۷۳	۱۰۵	۱۷۵	۵۸	۷۶	۲	۶۹	۴۱	۹	۴۸	۶۵۴
دستکاری کے آلات جاری کئے گئے	۵	۶	۰	۱۷	۱۱	۲	۰	۷	۶	۱۵۳	۲۰۷

دیہاتی بھائیوں کے لئے

آل انڈیا ریڈیو پروگرام لکھنؤ سے

وقت ۱۵ - ۷ بجے سے ۴۵ - ۷ بجے تک (رات کو)

۱- اگست ۱۹۳۹ء - آرتی - دیہاتی عورتیں اور دستکاری بیگم اعزاز رسول ایم - ایل - سی کی ہندوستانی میں تقریر - سرود پر دھن - بازار - نرخ - خبریں اور موسم - چلو سکھیاں جمنا جل بھر لئیں - دادرا

۲- اگست ۱۹۳۹ء پرارتھنا - شری جگنا تھ پرشاد - دیہاتی کسرت گھر - ٹھاکر شری ناتھو سنگھ، شری رام ادھار اور کچھ دیگر لوگوں کی دیہاتی کسرت گھر کی ضرورت پر بات چیت - بازار نرخ - خبریں اور موسم - جھولا - موسمی گانے - میں ساون کی بدلی سجنی چلو چلیں اُس پار -

۳- اگست ۱۹۳۹ء شہنائی - لوٹ کے چچا گھر کو آئے (ریل کا سفر) شری سکوبی کی ہندوستانی میں ایک تقریر - بھجن - شری پڑھیس کی اودھی زبان میں نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی گانے، کجری - شری جگنا تھ پرشاد - گیت شری ناصر حسین -

۴- اگست ۳۹ء - دیہاتی عورتوں کے لئے ایک تقریر کماری پشپ وتی نارائن کی ہندوستانی میں ایک تقریر - بازار نرخ، خبریں اور موسم جناب سلام مچھلی شہری - دیہاتی زندگی سے متعلق اپنی ۲ نظمیں پڑھیں گے -

۵- اگست ۳۹ء بھوت پر فتح محترمہ عصمت چغتائی کا دیہاتی زبان میں ایک ڈراما - جس میں دیہاتی وہم پرستی دکھائی گئی ہے بازار نرخ - خبریں اور موسم -

۶- اگست ۳۹ء شہنائی - مویشیوں کی بیماریاں (منہ کھر کی بیماری) سردار اُدے سنگھ سپرنٹنڈنٹ محکمہ سول ویٹرنری کی ہندوستانی میں تقریر - ربا - بازار - نرخ - خبریں اور موسم ترتیبِ راگ گھسیارن - شری پڑھیس کی اودھی زبان میں نظم خوانی -

۷- اگست ۳۹ء نروبی - شری جگنا تھ پرشاد - گرام سدھار لیڈر - کبیر - جناب صباح الدین عمر کی ہندوستانی میں تقریر بازار نرخ - خبریں اور موسم - گیت جناب نصیر حسین خاں - باجا -

۸- اگست ۳۹ء - رام ادھار مکھیا اور گاؤں والوں کی باتیں دیہاتی زبان میں بات چیت (شری پڑھیس) بازار نرخ - خبریں - اور موسم - سیتا ہرن ہندوستانی میں ڈرامہ -

۹- اگست ۳۹ء دیہاتی لڑکی کا گیت - گاؤں کے گھر - ڈاکٹر کالی پرشاد میڈیکل افیسر آف ہیلتھ کی ہندوستانی میں تقریر - ہمار رالی - شری پڑھیس کی بھگتی سے متعلق نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - کجری - شری جگنا تھ پرشاد - دیہاتی گانا جناب نصیر حسین -

۱۰- اگست ۳۹ء - شہنائی - دیہاتی نظم کی اہمیت - شری ار - ایس - پنڈت ایم - ایل - اے کی ہندوستانی میں ایک تقریر ترتیب راگ بازار نرخ، خبریں اور موسم بھجن - دیہاتی نغمہ -

۱۱- اگست ۳۹ء - نعت - دلیش بدیش کی باتیں - رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشرکی ہندوستانی میں تقریر - ستار بازار نرخ - خبریں اور موسم - گیت - جناب ناصر حسین - دیہاتی گیت -

۱۲- اگست ۳۹ء بھجن - ہریجن سدھار - شری سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر (ہندی) - ماچا - کی ہندوستانی میں تقریر - بازار نرخ، خبریں اور موسم - بانسری پر دُھن - دیہاتی نغمہ -

۱۳- اگست ۳۹ء بھگتی کے گانے - شری نرسنگھ بہادر اور ان کے ساتھیوں کا ڈھول پر گانا - تلسی داس - شری پڑھیس کی نظم خوانی - بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی گیت - شری غریب داس اور اُن کے ساتھی -

۱۴- اگست ۳۹ء ساون بازار نرخ، خبریں اور موسم - دیہاتی جیون - مسٹر سلام مچھلی شہری کا ہندوستانی میں ڈرامہ -

۱۵- اگست ۳۹ء شادی کے گانے - شری نرسنگھ بہادر اور انکے ساتھی - آلہا - شری جگنا تھ پرشاد - بازار نرخ خبریں اور موسم دیہاتی گانے - بھگوان دیئی اور دیگر لوگ -

۱۶- اگست ۳۹ء - بھجن - اپنی آنکھوں کی حفاظت کیجئے - ڈاکٹر ایم - پی مہرا کی ہندوستانی میں تقریر - کجری - شری جگنا تھ - سینت میت - جھگڑا - دکشت کی ایک کہانی جس میں چھوٹی چھوٹی باتوں پر ہونے والے جھگڑے بکھیڑے دکھلائے

گھٹے ہیں۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۱۷۔ اگست ۱۹۳۹ء۔ دیہاتی گیت سیوا بن میوا۔ جناب چودھری سطوت علی کی ہندوستان میں تقریر۔ ایک مزے کی بات پہلا حصہ کاٹنے کے ساتھ صفائی کے متعلق بات چیت۔ دیہاتی نظم شری منی دھر شکل۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۱۸۔ اگست ۱۹۳۹ء قوالی۔ صوبائی حکومت کے کچھ کام۔ شری سیتلا سہائے کی اودھی زبان میں ایک تقریر۔ نرد ہی شری جگناتھ۔ ہمار رام۔ شری پڑھیس کی ایک نظم بازار نرخ خبریں اور موسم۔

۱۹۔ اگست ۱۹۳۹ء ساوک کسان کی تپسیا۔ پنڈت سانتی سروپ کی ہندوستانی میں ایک تقریر ناگ پنچمی کے مشہور تہوار کا ذکر بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۰۔ اگست ۱۹۳۹ء۔ نعت۔ مقدمہ بازی۔ جناب چودھری محمد علی کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ گھنگھور گھٹا۔ اودھی بولی۔ پنڈت رام بلاس شرما کا کالی گھٹاؤں کا ذکر۔ بازار نرخ خبریں اور موسم۔

۲۱۔ اگست ۱۹۳۹ء گیت۔ شری جگناتھ۔ ایک چلم تمباکو شری ناتھ سنگھ کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ ہنڈولہ تلسی داس کی سوانح حیات۔ ہندوستانی میں ایک تقریر۔ تبکھی۔ سال پر ایک بات چیت۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۲۔ اگست ۱۹۳۹ء بھجن۔ تبکھی۔ سینچائی پر ایک بات چیت ساگ میں چپاگ۔ ترکاری کی کھیتی پر شری لکشمی ندھ کلہرے کی ایک خاص تقریر اب آگے کا سنو حوال۔ شری منی دھر شکل۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۴۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت۔ تبکھی۔ تمباکو کی بوائی پر ایک تقریر۔ لچاری شری جگناتھ۔ کارے بدریا۔ اودھی بولی میں شری پڑھیس کی ایک نظم۔ بازار نرخ خبریں اور موسم بھجن

۲۵۔ اگست ۱۹۳۹ء قوالی۔ آدرش گاؤں شری سیتلا سہائے کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ گھر۔ شری دیہاتی دکشٹ کی ایک کہانی۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ سانپ کاٹنے پر وہم پرستی کی وجہ سے لوگوں نے دوا نہیں کی اور وہ آدمی مر گیا۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۶۔ اگست ۱۹۳۹ء بھجن تبکھی۔ اچھے تعلقات رکھنے کے موضوع پر ایک بات چیت۔ کجری۔ شری جگناتھ۔ دیہاتی گیت۔ اب آگے کا سنو حوال شری منی دھر شکل۔ بازار نرخ اور خبریں اور موسم۔

۲۷۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت۔ پنچایت۔ آنریبل شری متی وجے لکشمی پنڈت وزیر لوکل سلف گورنمنٹ کی ہندوستانی میں ایک تقریر سمدھی جی۔ شری گنگا پرشاد مشر کی ایک کہانی جس میں یہ بتلایا گیا ہے کہ کچھ بری رسموں کی وجہ سے گاؤں والوں کی خوشی میں کس طرح کمی پڑ جاتی ہے۔ بازار نرخ خبریں اور موسم۔

۲۸۔ اگست ۱۹۳۹ء پرارتھنا۔ شری جگناتھ گاؤں والوں کا دل بہلاؤ شری گوپی ناتھ سریواستو کی ہندوستانی میں تقریر بیتا بنباس گانا۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۲۹۔ اگست ۱۹۳۹ء رکھشا بندھن۔ دیہاتی گیت۔ رکھشا بندھن پر ایک بات چیت۔ رکھشا بندھن۔ شری رام بلاس شرما کا ہندوستانی میں ڈراما۔ جس میں یہ دکھلایا گیا ہے کہ کس طرح ایک نشہ باز جس نے نشہ خوری میں اپنی بہت سی دولت لٹا دی تھی رکھشا بندھن کے دن نشہ چھوڑ دینے کا عہد کرتا ہے۔

۳۰۔ اگست ۱۹۳۹ء نعت۔ ملیریا۔ ڈاکٹر اے۔ سی بنرجی کی ہندوستانی میں ایک تقریر۔ دیہاتی نظم۔ شری منی دھر شکل پردیسی گیت۔ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔

۳۱۔ اگست ۱۹۳۹ء دیہاتی گیت تبکھی۔ چکبندی پر ایک بات چیت ساون۔ شری جگناتھ۔ بجول۔ اب آگے کا سنو حوال۔ شری دیہاتی دکشٹ بازار نرخ، خبریں اور موسم۔



آل انڈیا ریڈیو

پہلی جولائی سے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے ہر روز شام کو سات بجے سے پونے آٹھ بجے تک گاؤں کے رہنے والے بھائیوں کے لئے تقریریں وغیرہ کی جا رہی ہیں۔ اس پروگرام کا افتتاح وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے کی تھی۔ اُس وقت آپنے جو تقریر براڈکاسٹ کی تھی اُسے ہم نیچے چھاپ رہے ہیں۔

آنریبل ڈاکٹر کاٹجو کی افتتاحی تقریر

آج کے پروگرام میں حصہ لیتے ہوئے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے۔ اس پروگرام کا افتتاح کرنا میں اپنے لئے اچھے موقع کی بات سمجھتا ہوں۔ یہ پروگرام آل انڈیا ریڈیو اور صوبائی حکومت کے اشتراک سے شروع کیا جا رہا ہے۔ تاکہ دیہاتی بھائی بھی ریڈیو سے فائدہ اٹھائیں۔ گرام سدھار کا اس صوبے میں خاص مقصد یہ رہا ہے کہ گاؤں والوں میں سماجی زندگی کی ترقی ہو۔ یقیناً ہمارا نصب العین دیہات کی مالی ترقی کرنا ہے لیکن اُس سے بھی زیادہ ہم دیہاتوں میں میل ملاپ کے خیالات بیدار کرنا چاہتے ہیں۔ اسی ارادہ سے ہم نے گاؤں میں پنچایت گھر بنانے پر زیادہ زور دیا ہے۔ یہ پنچایت گھر گاؤں کے ایک قسم کی اسمبلی ہال سمجھے جائیں گے۔ جن میں سماجی، تمدنی، زراعتی، مالی اور سبھی باتوں پر غور ہوگا جس میں گاؤں والوں کی دلچسپی ہوگی۔ اس طرح ہر دیہاتی یہ سمجھے گا کہ وہ دیہاتی سماج کا ایک جزو ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پنچایت گھر گاؤں والوں کے لئے آپس میں ملنے کی ایک جگہ ہو۔ جس میں وہ دن بھر کے کام کے بعد اکٹھا ہوں، اپنا دل بہلائیں اپنے گاؤں اپنے صوبے اور دنیا کے مسئلوں پر آپس میں تبادلہ خیال کریں۔ مجھے یقین ہے کہ ایسے پنچایت گھر میں ایک ریڈیو سیٹ بڑی اہم چیز ثابت ہوگا۔ دیہاتیوں کی زندگی عموماً بے کیف ہوتی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے لئے ہم تفریح لگانا اور ساتھ ہی دلچسپ طریقے سے کچھ تعلیم کا بھی انتظام کریں۔ یہ چیزیں انھیں ریڈیو سیٹ پر آسان سے ملیں گی اور وہ اسے اپنی زندگی میں بے حد خوشی، واقفیت اور نور سمجھیں گے۔ چار روز پہلے ضلع الموڑہ میں مجھے ایک گاؤں میں پنچایت گھر کا سنگ بنیاد رکھنے کا موقع ملا تھا مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی تھی کہ اس پاس کے چند گاؤں والوں نے اس پنچایت گھر کے بنانے کا ارادہ کیا تھا اور انھیں باہر سے کوئی مدد نہیں ملی تھی۔ مردوں کی بہت بڑی تعداد نے اس پنچایت گھر کے لئے مفت میں ایک گھنٹہ کام کرنا منظور کیا تھا اور اس کے خرچ کے لئے ہر گاؤں میں اپنی حیثیت کے مطابق جو کچھ ہو سکا دینا طے کیا تھا۔ جلسے میں ایک بوڑھے کسان نے صدر کی حیثیت سے کہا تھا کہ سرکار اس پنچایت گھر کے لئے ایک ریڈیو سیٹ دیکر ان کی مدد کرے ان کی اس درخواست کو میں نے فوراً منظور کر لیا اور میں نے دل ہی دل میں غور کیا کہ الموڑہ کے پہاڑی حصے میں بھی ریڈیو کو لوگ اس طرح چاہنے لگے ہیں میں اس روز کا انتظار کر رہا ہوں جب اس صوبے میں پنچایت گھروں کا ایک جال بچھ جائیگا اور شام کو بوڑھے جوان مرد، عورت اور بچے پنچایت گھر میں جمع ہو کر یہ انتظار کریں گے کہ آج یہ ریڈیو کیا خبر سناتا ہے۔ کیا تعلیم

دیتا ہے اور کس طرح ان کا دل بہلاتا ہے۔ ریڈیو معاشرتی ترقی کے لئے ایک بہترین آلہ ہے مجھے امید ہے اور یقین ہے کہ جہاں تک اس صوبے کا تعلق ہے گاؤں والوں کو ریڈیو سے وہ سبھی چیزیں ملیں گی جو ان کو تازگی بخشیں گی ان کو جوش دلائیں گی انھیں ہمت ور بنائیں گی اور ان میں تعلیم کی اشاعت کریں گی ہندوستان لاکھوں دیہاتوں میں بسا ہوا ہے اور مجھے یقین ہے کہ وہ دن ضرور آئیگا جب گاؤں والوں کے لئے صرف یہی آدھ گھنٹے کا پروگرام نہ رہے گا بلکہ دنکام ان کی ضرورت کے مطابق سارے پروگرام کو اس طرح بنائیں گے کہ وہ گاؤں والوں کو تعلیم یافتہ بنائے گا اور ان کا دل بہلائے گا۔ آخر میں آل انڈیا ریڈیو کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے لکھنؤ کے اپنے روزانہ پروگرام میں آدھ گھنٹہ روز کسانوں کے لئے بھی شامل کر دیا ہے۔

گورنر کا پیغام

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے کسانوں کے پروگرام کے موقع پر گورنر یوپی سر ہیری ہیگ نے جو پیغام دیا تھا وہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں:-

دیہاتی براڈکاسٹنگ کو اگر وسیع بنایا جاسکے تو اس سے گرام سدھار آندولن کی تعلیم اور گاؤں والوں کے سکھ اور دولت کی ترقی میں بہت مدد ملے گی۔ اگر ہر ایک گاؤں میں امید خواہش اور اچھی صحت، اچھی زراعت اور اچھے رہن سہن کے لئے اچھے ذریعے پیدا کر دیئے جائیں اور تمام کو ہر چوپال میں اسکی تعلیم دیجائے تو یہ بتانا مشکل نہیں کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا میں ایسے دیہاتی پروگرام کی کامیابی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ اس کے سننے والوں کی تعداد سینکڑوں سے ہزاروں اور ہزاروں سے لاکھوں تک جائے گی۔

آنریبل وزیر اعظم کا پیغام

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ آل انڈیا ریڈیو اور محکمہ گرام سدھار کی کوشش سے اس صوبے کے دیہاتوں میں ریڈیو کا پرچار ہونے جا رہا ہے۔ ریڈیو موجودہ دنیا کے عجوبوں میں سے ایک ہے۔ دیہاتوں میں علم مسرت اور تعلیم پھیلانے کے لئے یہ زبردست آلہ ہے ہمیں گاؤں میں رہنے والے بھائیوں کے لئے جو کچھ بھی کر سکتے ہیں کرنا چاہئے۔ مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر ہم اداس اور منحوس بنے ہوئے دیہاتوں میں ہوا کے ذریعے امید اور مسرتوں کا پیغام پہنچا سکیں مجھے امید ہے کہ گاؤں والے لکھنؤ سے جو دلچسپ اور نصیحت آمیز باتیں کہی جائیں گی انھیں شوق سے سنیں گے۔ میں اس دن کا انتظار کر رہا ہوں جب اس صوبے کے بیشتر دیہاتوں میں ریڈیو سیٹ لگنا ممکن ہوسکے گا اور حکومت خوشی سے ان دیہاتوں میں ریڈیو لگانے کے مسئلے پر غور کرے گی جہاں گاؤں والے اس کے لئے سچا اشتیاق ظاہر کریں گے میں خود بھی ریڈیو کے ذریعے گاؤں والوں سے بات چیت کرنے کی امید کرتا ہوں اسلئے اس وقت میں ایک چھوٹے سے پیغام پر ہی قناعت کرتا ہوں آخر میں آل انڈیا ریڈیو کا لکھنؤ کے پروگرام میں خاص طور سے یہ پروگرام شامل کرنے کے لئے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

آنریبل رفیع احمد قدوائی وزیر مال کا پیغام

اس صوبے کی بیشتر پبلک دیہاتوں میں رہتی ہے پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے ان میں نئی زندگی پیدا کرنے کے لئے ریڈیو براڈکاسٹ بہترین ذریعہ ہو سکتا ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ پروگرام طے کرتے وقت ان کی ضروریات کا لحاظ رکھا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ گاؤں کے کسانوں اور کاریگروں کی ضروریات کی سبھی باتیں اس طرح براڈکاسٹ کی جائیں گی کہ وہ زیادہ قابل بنکر صوبے کی زندگی میں حصہ لے سکیں گے۔

شری متی سروجنی نائیڈو کا پیغام

دیہاتی پروگرام کے لئے آپکی تجویز کو خوشی کے ساتھ آشیرواد

دیہاتوں ۔ ریڈیو کا اس سے بہتر استعمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ وہ دیہاتوں کے لاکھوں بسنے والوں میں امید اور علم پیدا کریں۔ ریڈیو وقت آنے پر ... کا استاد اور مدرسہ دونوں ہو سکتا ہے۔ اور باہر کی بڑی دنیا سے ان کو منسلک کر سکتا ہے۔ براہ کرم اپنے صوبے کے کسانوں کے پاس اس ہستی کی محبت اور استقبال کا پیغام پہنچایئے جو ان کو انسانی ترقی کا ایک مکمل اور زندہ عضو سمجھتا ہے۔

نواب محمد اسمٰعیل کا پیغام

مجھے یہ جان کر بڑی خوشی ہے کہ گرام سدھار کا کام ریڈیو کے ذریعے ہوتے جا رہا ہے۔ اس اسکیم کی ہر طرف سے مدد ہونی چاہئے اور اس کے لئے حکومت کو مبارکباد ملنی چاہئے۔ میری رائے میں براڈ کاسٹنگ قوم کو جگانے کا ایک ذریعہ ہے اور میں اسکی بہر صورت کامیابی چاہتا ہوں۔

شاعر اور مضمون لکھنے والوں سے

جناب عبد الغنی عباسی پبلسٹی آفیسر محکمہ گرام سدھار لکھتے ہیں:۔

لکھنؤ کے آل انڈیا ریڈیو سے ہر روز شام کو ۶ ½ بجے سے ۷ ½ بجے تک گاؤں والوں کا پروگرام سنایا جاتا ہے۔ اس پروگرام میں دیہاتی گانے ڈرامے اور بات چیت وغیرہ رہتی ہیں۔ اس صوبہ کے شاعروں اور مضمون نگاروں سے استدعا کیجاتی ہے کہ اگر انکے پاس گاؤں والوں کی ترقی و بہبودی اور دلچسپی کی کوئی چیز ہو تو نیچے لکھے پتہ پر ہمارے پاس بھیج دیں۔ گانے نظمیں اور بات چیت اودھ کے آس پاس کے ضلعوں میں بولی جانے والی دیہاتی زبان میں ہونی چاہئیں۔ مضمون گاؤں والوں کی دلچسپی ترقی و بہبودی کا ہونا چاہئے۔ گانے اور نظمیں پانچ منٹ سے زیادہ کی نہ ہوں۔ بات چیت دس منٹ کی۔ ڈرامے بیس منٹ تک ہو سکتے ہیں۔ جن مضمونوں کو ہم منظور کریں گے ان کے لئے مناسب معاوضہ دیا جائے گا۔

آرگنائزرس کانفرنس

گذشتہ ۱۶ر جولائی کو مسوالسی، اناؤ میں آچاریہ نریندر دیو کی صدارت میں آرگنائزرس کانفرنس بڑی کامیابی سے ختم ہوئی۔ اس موقع پر جناب منوہر داس چترویدی افسر گرام سدھار اور بابو گوپی ناتھ شریواستو پارلیمنٹری سکریٹری اور دیگر حضرات شریک تھے۔

گرام سیوک سنگھ کے جنرل سکریٹری پنڈت سرجو پرشاد ترویدی نے ہمارے پاس جو مختصر روداد بھیجی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آچاریہ نریندر جی نے کرسی صدارت سے جو تقریر کی وہ بہت اہم تھی۔ انھوں نے گرام سیوکوں کو یہ بتلایا کہ وہ دیگر سرکاری ملازموں کی طرح نہیں ہیں۔ وہ دراصل اس محکمے سے تعلق رکھتے ہیں جسکا مقصد لوگوں کی خدمت کرنا ہے اور اسی لئے آچاریہ جی نے اس بات پر زور دیا کہ گرام سیوکوں کے ایسوسی ایشن کی شکل بھی دوسری قسم کی ہونی چاہئے۔ آچاریہ جی نے یہ بھی کہا ہے کہ حکومت کو گرام سیوکوں کے ایسوسی ایشن منظور کر لینے چاہئیں۔

گرام سیوکوں نے کچھ شکایتیں پیش کی تھیں۔ اُن کا ذکر کرتے ہوئے آچاریہ جی نے کہا ہے کہ آپ کو اپنی شکایتیں کرنے اور اپنے مطالبات پیش کرنے کا پورا حق ہے۔ آپکو موجودہ اسکیم پر بھی غور کرنا چاہئے اور تجویزیں مجموعی طور سے پیش کرنی چاہئیں کیونکہ یہ کام ابھی نیا ہے اور اس میں ابھی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔ آپکے اوپر جو سخت قاعدے نافذ کئے گئے ہیں انکو بدلوانے کا کام ہم لوگوں پر چھوڑ دیجئے جو کہ کانگریس پارٹی میں ہیں ہم انھیں بدلوانے کی کوشش کرینگے۔

شری بابو گوپی ناتھ سری واستو نے بھی اپنی تقریر میں گرام سیوکوں کی تجویزوں کی تائید کی۔ شری منوہر داس چترویدی نے کچھ تجویزوں کے متعلق حکومت کی پالیسی واضح کی اور گرام سیوکوں کی ضمانت کے متعلق ایک اسکیم پیش کی جو ضروری ترمیم کے ساتھ منظور ہوئی۔ گرام سیوکوں کی دوسری کانفرنس متھرا میں صوبائی کانفرنس کے ساتھ ہونا طے ہوا۔



اپنے خرچ سے ٹریننگ پائے ہوئے گرام سیوک

شری منوہر داس چترویدی نے گرام سدھار کے ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹوں کے پاس اُن کامیاب امیدواروں کی فہرست بھیجی ہے جنھوں نے تیسرے جتھے کے ساتھ اپنے خرچ سے ٹریننگ حاصل کی ہے۔ آئندہ گرام سیوکوں کے لئے جب جگہیں خالی ہوں گی تو اُن کا انتخاب انھیں میں سے کیا جائے گا۔ شری چترویدی جی نے یہ بھی ہدایت دی ہے کہ تقرری کے وقت گرام سیوکوں کی تعلیم وغیرہ کا بھی خیال رکھا جائے۔

میرٹھ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱۔ رشید احمد	ہائی اسکول	معرفت:۔ مولوی فضل احمد محلہ کھڈکان۔ مظفر نگر
۱۔ سورج مل ورما	"	گاؤں بچھور، پوسٹ چھپرولی ضلع میرٹھ
۱۔ ہیرا لال گرگ	انٹر	موضع ستوارہ، پوسٹ جرولی ضلع بلند شہر

آگرہ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱۔ تیراری لال	ہائی اسکول	پوسٹ ہولی پورہ ضلع آگرہ
۱۔ پنّو لال دوبے	انٹر فیل	موضع میوا بارہ پوسٹ بردل ضلع مین پوری

روہیلکھنڈ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱۔ اندر دیو	ورناکیولر فائنل	موضع بھگوان پور، پوسٹ اتنگا، چاندپور ضلع بریلی
۱۔ کرشن کانت	ہائی اسکول	پتیاری سرائے۔ شہر بدایوں

الہ آباد کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱۔ کرشنا بابو	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	ترواگنج۔ ضلع فرخ آباد
۲۔ شری نواس پاٹھک	" " "	پوسٹ کھماپور " "
۱۔ سریندر کانت	ہائی اسکول	محلہ ثابت گنج اٹاوہ
۱۔ پریم نارائن دیکشت	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	پوسٹ پالے پور ضلع کانپور
۲۔ گوپے کرشن	" " وشارد	موضع سلیم پور پوسٹ مہراج پور کانپور

نام	قابلیت	پتہ
۴ - منولال	ورناکیولر فائنل وشارد اور رتھا	پاٹھک پور - کانپور
۱- شیوشنکر نال	" " اور خاص قابلیت ہندی	موضع اموره، پوسٹ ملوان ضلع فتح پور
۲ - رگھوبیر سہلے	ہائی اسکول فیل	موضع سکل پور، پوسٹ حسین گنج ضلع فتح پور
۳- جابیر پرشاد دیکشت	تعلیم درجہ آٹھ تک	موضع د پوسٹ ہنسوہ - ضلع فتح پور
۴ - غلام ربّانی	ورناکیولر فائنل اور ٹریننگ کورس کا دوسرا سال پاس	موضع پوره ادھاری پوسٹ ہتگاؤں ضلع فتح پور
۱ - ریاض الدین صدیقی	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت حاجی عبدالرشید محلہ اٹالہ الہ آباد

جھانسی کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- کے ۔ پی ۔ ورما	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت :- دھیان سنگھ ورما اسسٹنٹ ماسٹر میونسپل بورڈ کونچ ضلع جالون
۱ - جے ۔ اے صدیقی	ہائی اسکول	پرانی پولیس لائنس باندہ

بنارس کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - شیو ساگر مشر	ورناکیولر فائنل	موضع مرہا پوسٹ سارناتھ ضلع بنارس
۲ - بھگوتی پرشاد سنگھ	" " اور بنارس یونیورسٹی کا ایڈمیشن امتحان	معرفت :- بابو رگھوناتھ سنگھ نمبردار ۔ موضع و پوسٹ کھیتی ضلع بنارس
۱ - شیل پتی شکل	دسویں درجہ تک پڑھا ہوا	موضع کٹھنئی پوسٹ پہیرا ضلع مرزا پور
۲ - مٹھائی لال کھٹیک	ورناکیولر فائنل	موضع و پوسٹ چیلہ " "
۳ - شاہ محمد خاں	ہائی اسکول	محلہ واصلی گنج شیر خاں لین " "
۱ - وحید الحسن	ورناکیولر فائنل	موضع بھادی پوسٹ شاہ گنج ضلع جونپور
۲ - عبد الصمد	" " اور ہائی اسکول فیل	محلہ کوتوالی ۔ مچھلی شہر جونپور
۳ - سوریش کمار	ہائی اسکول	معرفت :- شری دیوی پرشاد مختار محلہ میاں پور جونپور
۱ - کیدار ناتھ		موضع و پوسٹ سیرپور ضلع غازی پور
۲ - شیو پوجن سنگھ	ورناکیولر فائنل	موضع اوشہن پوسٹ قاسم آباد ضلع غازی پور
۳ - ونش نرائن پانڈے	" "	موضع تاجپور پوسٹ رمانیا "
۱ - سورج دیو سنگھ	" "	موضع سنگھ پور پوسٹ بھیپھو ضلع بلیا
۲ - شیو بچن کنور	ہائی اسکول، ورناکیولر فائنل، پرتھما اور خاص قابلیت ہندی	موضع و پوسٹ ملیار " "

گورکھپور کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - چندر بلی لال	ہائی اسکول	معرفت مسودن لال کلکٹری گورکھپور
۲ - سادھو سرن	ورناکیولر فائنل خاص قابلیت اور وشارد	موضع پھلوریا پانڈے پوسٹ برہج بازار ضلع گورکھپور

نام	قابلیت	پتہ
۴ - رام سکل پرساد رائے	ہائی اسکول	موضع ہرّیا۔ پوسٹ دیوریا ضلع گورکھپور
۱ - پریم نارائن	"	معرفت:۔ رائے صاحب بابو گنپت سہائے ایڈوکیٹ پکّا بازار بستی
۲ - رام سُجھ (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع گورا۔ پوسٹ بانسی۔ ضلع بستی
۱ - رام نریش رام	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	موضع سرائے بند۔ پوسٹ عالمہ بازار ضلع اعظم گڑھ
۲ - رام ادھار پاٹھک	ہائی اسکول، ورناکیولر فائنل اور خاص قابلیت	موضع پانکولی پوسٹ صدر " "
۳ - سسیو رام (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع بہوڑا پوسٹ سرائے میر " "
۴ - کامتا سنگھ	ہائی اسکول	موضع رام نگر پوسٹ پوائی " "
۵ - مرزا علاالدین بیگ	"	موضع بریہار پوسٹ لال گنج " "
۶ - شمشیر بہادر سنگھ	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	موضع بھیلم پور چھکورا پوسٹ کیلسار "
۷ رام بکش پرشاد (ہریجن)	ورناکیولر فائنل	موضع بھین پور پوسٹ سگری " "

کمایوں کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - مں لال تھارو	ورناکیولر فائنل	موضع ندنا پوسٹ کھتما ضلع نینی تال
۲ - رامدت بھنڈاری	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع دُہنیا پوسٹ کوٹابا دوا یہ ہلدوانی ضلع نینی تال
۳ - گرودت پنت	انٹر فیل	معرفت:۔ ڈاکٹر ایچ۔ پی۔ پنت۔ ایل۔ ایم۔ پی پوسٹ کاشی پور ضلع نینی تال
۴ - جے رام تھارو	ورناکیولر فائنل اور پٹواریان	موضع نگاؤں ٹھگو پوسٹ کھاتما ضلع نینی تال
۱ - دیبے وکٹر سنگھ	ہائی اسکول	ایم۔ ای مشن پوسٹ پتھوراگڑھ ضلع الموڑہ
۲ - تارادت پانڈے	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع گنج رتورا پوسٹ بریجنا " "
۳ - ہری شنکر ادتھی	" " ایس۔ ایل۔ سی	" پت گاؤں " اسکوٹ " "

لکھنؤ کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱ - جی۔ پی۔ پانڈے	ہائی اسکول	معرفت:۔ پنڈت جگنی لال پانڈے موتیا بیجناتھ بلڈنگ لکھنؤ
۲ - رام پرتاپ شکل	ورناکیولر فائنل اور وشارد	" بابو رام پرشاد وکیل ۸۵ رکیوا گنج لکھنؤ
۳ - آر۔ پی۔ سنگھ شری واستو	انگریزی کے درجہ آٹھ تک پڑھا ہوا	" بابو چندر بھال سنگھ راجہ رام ٹولہ کاکوری ضلع لکھنؤ
۴ - جی۔ پی۔ چترویدی	" " چھ " "	موضع بہارنگر نگریا پوسٹ گوسائیں گنج لکھنؤ
۵ - شیر بہادر سنگھ	ہائی اسکول اور ورناکیولر فائنل	معرفت:۔ بابو مول راج شری واستو۔ سیوا سرن باروو خانہ لکھنؤ
۶ - مشتاق علی	ورناکیولر فائنل	رسولپور نگرامن پوسٹ گوسائیں گنج لکھنؤ
۱ - رام پرشاد شکل	" "	پوسٹ سکندرپور ضلع اناؤ
۲ - گرو پرشاد	انگریزی کے درجہ ۹ تک پڑھا ہوا	موراواں "

نام	قابلیت	پتہ
۳- نارائن سنگھ	ہائی اسکول	معرفت بابو شمشیر بہادر وکیل اُناؤ سٹی
۴- جگ پرشاد	,, ,,	,, پنڈت رام ادھار مصر موضع کنچن پور پوسٹ سراواں ضلع اُناؤ
۵- رام بھروسے	ورناکیولر فائنل	پوسٹ بنگار مئو ضلع اُناؤ
۱- سکھدیو سنگھ	,, ,,	موضع نینو پور۔ پوسٹ راہی ضلع رائے بریلی
۲- ہری ہرت سنگھ	ہائی اسکول	موضع منجارن پوسٹ بیلاکھارا ,, ,,
۱- ضمیر احمد	,,	معرفت:- حاجی محمد امیر پوسٹ لہرپور ضلع سیتاپور
۲- للّو رام گپت	ہائی اسکول، کرشی وشارد اور ورناکیولر فائنل	,, شری کھنجن لال پوسٹ تھولی ,, ,,
۱- برج موہن لال مصر	ہائی اسکول	موضع منڈا بجر پوسٹ نیم گاؤں ضلع کھیری

فیض آباد کمشنری

نام	قابلیت	پتہ
۱- رام سمجھ شُکل	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع پرتاب پور پوسٹ دولھو پور ضلع فیض آباد
۲- سیّد جان رضوی	ہائی اسکول	محلہ رتھ حویلی فیض آباد
۳- دلاور عبّاس	ورناکیولر فائنل	بڑاگاؤں ,, ,,
۴- وِشیشٹھ منی دوبے	بی۔ اے	موضع بھیاون پور، پوسٹ بنیتی پور ضلع فیض آباد
۵- تیج بہادر سنگھ	ورناکیولر فائنل	موضع سمر سنگھ پور پوسٹ رواس پور ,, ,,
۶- بدری پرشاد شری واستو	,, ,, اور ہائی اسکول	موضع حسین پور گرانٹ پوسٹ مبارکپور ,, ,,
۱- کوشل بہاری ,, ,,	انٹر تک پڑھے ہوئے	موضع چندی محلہ پوسٹ کٹرہ بازار ضلع گونڈا
۲- ریوتی رمن شُکل	ہائی اسکول	موضع ڈیپری گڑھی تارب گنج ,, ,,
۳- جگدمبکا پرشاد رائے زادہ	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع برسنیا پوسٹ مانک پور ,, ,,
۱- عبدالقادر	انٹر	معرفت:- مولوی نصرت اللہ اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر بی۔این ڈبلو۔آر بہرائچ
۱- مرزا سعید احمد بیگ	ورناکیولر فائنل	موضع و پوسٹ متھین ضلع سلطان پور
۱- سوامی داس پانڈے	ورناکیولر فائنل اور ہائی اسکول	موضع کٹرگیپور پوسٹ صاحب گنج ضلع پرتاب گڑھ
۲- پرتھوی پال سنگھ	,, ,, ,,	موضع بھوپیا مئو پوسٹ پرتاب گڑھ سٹی ضلع پرتاب گڑھ
۳- محمد ایوب خاں	,, ,, اور پٹواریان سروے	موضع بہلول پور، پوسٹ صاحب گنج ,, ,,
۱- دیوی پرشاد دویدی	,, ,, اور ہائی اسکول	موضع مہولا پوسٹ رام سنیہی گھاٹ ضلع بارہ بنکی۔

درجہ اوّل کے گرام سیوک

شری منوہر داس چترویدی رورل ڈیولپمنٹ آفیسر نے ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشن کے سکریٹری، ڈیویژنل سپرنٹنڈنٹوں، ضلع آفیسروں کے پاس اوّل درجہ کے گرام سیوکوں کی فہرست بھیجی ہے۔ یہ گرام سیوک ۲۵ روپیہ ماہوار تنخواہ پائینگے اور یکم جون ۱۹۳۹ء سے انھیں ۵ روپیہ مقررہ، فرخرچ بھی ملیگا۔ یہ انتخاب پچھلے نتیجہ کی بنا پر کیا گیا ہے ہر ایک مرکز سے قابلیت کے لحاظ سے پہلے چار گرام سیوک درجہ اوّل کیلئے چنے گئے ہیں پوری فہرست حسب ذیل ہے۔

۱۔ مرکز ۔ میرٹھ

نام	ضلع
۱۔ رام چرن	میرٹھ
۲۔ پدم دت تیواری	نینی تال
۳۔ پورن چند پانڈے	"
۴۔ چیت سنگھ تیاگی	میرٹھ
۵۔ کرتار سنگھ	سہارنپور

۲۔ مرکز گورکھپور۔

نام	ضلع
۱۔ کلیشور مصر	بلیا
۲۔ عبدالستار خاں	اعظم گڈھ
۳۔ کپل دیو پانڈے	بلیا
۴۔ قاضی واجب احمد صدیقی	غازیپور

۳۔ مرکز اٹاوہ

نام	ضلع
۱۔ ارجن سنگھ	اٹاوہ
۲۔ امبکا پرشاد	"
۳۔ شیوچرن لال	بجنور
۴۔ رام جی ولبھ	ایٹہ

۴۔ مرکز فیض آباد

نام	ضلع
۱۔ سوامی ناتھ پاٹھک	فیض آباد
۲۔ رائے بہادر مصر	"
۳۔ رام کمار چترویدی	ہردوئی
۴۔ اوم پرکاش سکسینہ	"

۵۔ مرکز کلیانپور۔

نام	ضلع
۱۔ پرتاپ نرائن دلیلہ	مین پوری
۲۔ رام سیوک راوت	جھانسی
۳۔ ناہر سنگھ	بندیلہ
۴۔ بشمبھر دیال شرما	مین پوری

۶۔ مرکز نینی

نام	ضلع
۱۔ اننت بہادر سنگھ	سلطانپور۔
۲۔ منگل دت شرما	آگرہ
۳۔ منوہر لال	.
۴۔ انعام الحق ہاشمی	پرتاپ گڈھ

ناکامیاب گرام سیوک

مندرجہ ذیل گرام سیوک جوکہ اپنے ضلعوں سے ٹریننگ کیلئے بھیجے گئے تھے آخری امتحان میں جو تیسرے بیچ کے ساتھ مئی ۱۹۳۹ء میں ہوا تھا پاس نہیں ہوسکے۔ اسلئے وہ ملازمت کے لئے ناقابل قرار دئے گئے ہیں اور یکم جولائی ۱۹۳۹ء سے انھیں چھٹی مل جائیگی۔ افیسر صاحب گرام گرام سدھار شری ایم۔ ڈی چترویدی کی حسب ہدایت انکی کمشنروں کے دیویژنل سپرنٹنڈنٹ کام چھوڑنے کے لئے انھیں باقاعدہ آرڈر دینگے۔ باقی سبھی گرام سیوک قابل قرار دئے گئے ہیں اور وقت پر ان کے پاس سارٹیفکٹ پہنچ جائیگا۔

نام	ضلع
۱۔ سردار احمد خاں	بلندشہر
۲۔ مرزا غفور بیگ	سہارنپور۔
۳۔ شری رام دھیانی	گڑھوال
۴۔ دولت رام	الموڑہ
۵۔ دلارے لال جھا	ایٹہ
۶۔ نظام الدین صدیقی	بہرائچ
۷۔ پرساد لال	"
۸۔ رگھونندن سنگھ	گونڈہ
۹۔ گیا سنگھ	شاہجہانپور
۱۰۔ سلامت اللہ خاں	"
۱۱۔ گنگا بخش سنگھ	بارہ بنکی
۱۲۔ بشمبھر ناتھ شرما	سیتاپور

نام	ضلع
۱۳- ترمبنی پرشاد نگم	لکھنو
۱۴- منّو لال	ہردوئی
۱۵- اودھ بہاری نائک (تحریری امتحان میں غیر حاضر)	جھانسی
۱۶- ہرگووند دکشت	〃
۱۷- مختار احمد	〃
۱۸- رام لال شرما (اینسٹر کے بعد سے غیر حاضر)	باندہ
۱۹- نعیم الدین خاں	علیگڈھ
۲۰- جگناتھ پرشاد	کانپور
۲۱- حکیم سنگھ (تحریری امتحان میں غیر حاضر)	〃
۲۲- بجکاری لال مصر	اناو
۲۳- چندر شیکھر	〃
۲۴- سیتلا پرشاد	الہ آباد
۲۵- اولاد احمد	〃
۲۶- شیو پرشاد ناگر	کھیری

گرام سیوک جو امتحان میں فیل ہونے پر یا تو ہٹا دئے گئے یا خود انھوں نے استعفیٰ دیدیا۔

نام	ضلع	
۱- رگھوناتھ پرشاد	مرزاپور	استعفیٰ دیدیا۔
۲- رام اوتار تیواری	فیض آباد	ہٹا دیئے گئے
۳- درپ دتھ دویدی	〃	〃
۴- کرپا شنکر لال	گونڈا	〃
۵- چندر دیو	شاہجہانپور	〃
۶- شری رام شاستری	ہردوئی	〃

گرام سیوک جنھیں دوسرے بیچ کے ساتھ ٹریننگ ملی تھی لیکن جنھیں تیسرے بیچ کے ساتھ امتحان میں بیٹھنے کی اجازت دی گئی تھی۔

نام	ضلع
۱- عبدالعالم آزاد	بلندشہر
۲- موہن لال	کانپور۔

گرام سدھار انسپکٹروں کا تقرر

محکمہ گرام سدھار کی طرف سے ۸ اور گرام سدھار انسپکٹر تعینات کئے گئے ہیں۔ انکا تقرر ابھی چھ ماہ کے لئے ہوا ہے۔ انہیں سے ہر ایک کو ہر ماہ ۵۰ روپیہ تنخواہ اور ۲۰ روپیہ مقررہ سفر خرچ ملیگا۔ ہم ذیل میں اُن انسپکٹروں کی فہرست اور ان ضلعوں کے نام شائع کر رہے ہیں جن میں اُن کا تقرر ہوا ہے۔

نام	ضلع
۱- مسٹر قمر حسین خاں بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل محلہ سرائے خاں جونپور	جھانسی
۲- سروپ سنگھ یادو معرفت کنور تارا سنگھ یادو لیکچرار انگلش بی۔ آر۔ انٹر کالج آگرہ	بہرائچ
۳- مسٹر شیخ حسن عسکری۔ معرفت حکیم سید محمد قاسم صاحب دائرہ شاہ اجمل الہ آباد	حمیرپور
۴- مسٹر عبدالرشید خاں معرفت مسٹر ایم۔ ایس۔ خاں ڈویژنل ٹرنیزٹ انسپکٹر ای۔ آئی۔ آر۔ فیض آباد	بنارس
۵- محمد اظہر صدیقی۔ جونپوری محلہ قطبن شہید ببیلیا تولہ بنارس سٹی۔	اعظم گڈھ
۶- مسٹر رفیع الحسن رضوی۔ پوسٹ آفس مہاون ضلع متھرا	کھیری
۷- مسٹر حمید رحسن صدیقی۔ اکسٹر نائب تحصیلدار۔ تحصیل سردھنا۔ متھرا۔	ایٹہ
۸- مسٹر عبدالرحمٰن خاں روہیلا۔ بی۔ ایس۔ سی۔ ایل ایل۔ بی۔ جامع مسجد کے قریب۔ خورجہ سٹی ضلع بلندشہر۔	جالون

مُعافی نامہ

بغیر دیکھے۔ بغیر پڑھے۔ یونہی اتنا عرصہ فضول اور
اشتہاری کہہ کر آپ کی کتاب کا مذاق اُڑاتا رہا۔
اسکے لئے میں بیحد شرمسار ہوں میرا خیال تھا کہ
ہدایت نامہ خاوند میں کوک شاستری فضولیات
اور فحش تصویروں کے سوا کیا ہوگا۔ لیکن اس کا
مطالعہ کرکے میں اس قدر مستفید ہوا کہ کچھ بیان
نہیں کرسکتا۔ خدارا مجھے معاف کردیجئے میں نہایت
شرمسار ہوں میں نے چاند پر تھوکا۔

شیخ ...... علی ...... محلہ .. .. امرتسر

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہئے (۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہوسکیں گی۔ (۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ اسلئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہوگئیں تو اُنکا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔ (۴) کتابیں منگاکر اُن کو بہ بدانکاری واپس کردینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہئے۔ (۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدیجائے (۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کرلینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔ (۷) صرفہ روانگی (پیکنگ ومحصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا (۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کی جائیں

منیجر صاحب بکڈپو' انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

رُوح انیس مرحوم

فردوسی ہند میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں' سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سید مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے (صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکرگزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۰ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میر انیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اشخاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۰ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصہ اور بھی زیادہ ضروری ہے شروع میں میرا۔ مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلی کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۳۶۸ صفحات تقطیع کلاں قیمت تین روپئے۔

جذبات بسمل

منشی سکھ دیو پرشاد صاحب سنہا بسمل (الہ آبادی) کا مجموعہ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو' فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلّہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کیوجہ سے اُن کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ ایسی نفاست وخوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شایع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ۔

پیام رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر۔ بی اے "مع تقریب"

از آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم - اے ایل ایل - ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ و "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی - اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور -

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لایق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں - اور امید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی جس کے وہ مستحق ہیں"- (میاں بشیر احمد بی - اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور -)

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں - اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے - پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"

(آنریبل سر شاہ محمد سلیمان صاحب ایم - اے ایل ایل ڈی - چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد -)

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب - چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہئے - قیمت صرف تین روپیہ -

صبح وطن و مضامین چک بست

صبح وطن - یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چک بست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے - اور کبھی کوئی گزشتہ پامال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے - کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں - قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے - برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو و نما پانے کا موقع ملے گا اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آیندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں -

(سر تیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست - پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے - انکی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے - اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں -

صبح وطن - مجلد - قیمت دو روپئے -

مضامین چکبست - حجم ۳۵۰ صفحات قیمت صرف عہ

یادگار نسیم

یعنی منشی دیا شنکر نسیم کی مشہور و معروف مثنوی گلزار نسیم کا انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی و تبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی - آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم - اے - ایل ایل - ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں :-

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شایع کی ہے مشہور و معروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شایع کیا ہے - غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں . . . . . حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے . . . . . اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو ہنگا

منیجر کلا پو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

شایان شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد، قیمت دو روپئے

کلام الملوک

یعنی شہزادگان دہلی کے کلام کا مجموعہ ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبان اردو کا مرکز تھا ۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور زور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے ۔ شہزادگان دہلی کا کلام بھی اس لحاظ سے قابل قدر ہے ۔ محاورات و اصطلاحات، روانی صحت وزن، سلسلہ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوش بیان، نشست الفاظ، اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح تکلف اور ابتذال نام کو نہیں ۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے قیمت دس آنہ

معراج سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرہ ناخدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ ہیں حسب ذیل مراثی ہیں:۔

۱۔ ہے زیور عروس فصاحت سخن مرا ۔ ۱۱۹ بند

۲۔ خلق میں خلقت آدم کا سبب کون ہوا ۔ ۱۴۰ بند

۳۔ صبح عاشورہ محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈمی صوبجات متحدہ قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے ۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے ۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ ۔

کہانی کیسے لکھنا چاہیئے ؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے، آر اے ایس)

کہانی کیسے لکھنا چاہیئے ؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے مختصر فسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں ۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے ۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں، اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہیئے ۔ قیمت آٹھ آنہ ۔

بہترین ناول و افسانے

فردوس خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاح اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا خوف خدا، شجاعت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے ۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائے ۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے ۔ ۲۷۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ ۔

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے ۔ "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے محرک ہوئے تھے ۔ حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حب قومی وجوادت روحانی سے معمور ہیں ۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری اسونے پر سہاگا ہے واقعی قابل مطالعہ ناول ہے ۔ ۳۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ ۔

ڈال کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی) کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات میں بعض اُردو جرائد میں شایع ہوکر خلعت قبولیت حاصل کرچکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہوگئے ہیں کہ انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ)

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول "تائیس" کو پڑھنے کے بعد اس کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔ "سادھو اور بیسوا" میں اُسی خیال کی پیروی اور اسی تصور کے تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔ قیمت بارہ آنے۔

"اَنور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی ایڈوکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز شاہکار۔ اور .... زبان اُردو کا بہترین ناول..... ۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت عمدہ جلد بجد نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش اور خوبصورت ......   قیمت عہ/

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کرنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے! اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔ ملک کا مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے باعث نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفہ چین
(۳) تحفۂ مصر و حبش (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا (۸) تحفۂ فلسطین
(۹) تحفۂ امریکہ (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویریں ہیں اور سرورق نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی ایم۔ اے مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ

قیمت صرف عہ/

خدمتِ خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الٰہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر پورا اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب وغریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے۔ حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مؤلف کو انعام بھی عطا فرمایا تھا۔ قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ کہ اردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں۔ تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الٰہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی بہنوں کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۳۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔
قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے، بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر میرٹھی کی قابل قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۲۶۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں۔ چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت دو روپئے

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلباء کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰ر

ہل کے قواعد

۱۔ ہل ہر ماہ میں ہندی اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲۔ محصول ڈاک سمیت اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۶ آنہ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برما کے لئے ۵ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔

۳۔ جن صاحب کو کسی ماہ میں ' ہل ' نہ ملے اُنھیں پہلے اپنے ڈاکخانہ میں دریافت کرنا چاہئے۔ پتہ نہ لگنے پر ڈاکخانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴۔ خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے۔ ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵۔ مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کیلئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر ' ہل ' انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے۔

۶۔ ' ہل ' میں صرف دیہاتیوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ ' ہل ' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷۔ کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اُسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸۔ نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹۔ جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے بلاک کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کرینگے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائے گا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۴۵	روپیہ ماہوار
" " تیسرا صفحہ	۴۵	" "
" " چوتھا صفحہ	۶۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ ..	۳۵	" "
" " " " " کا ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے دوسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " " ایک کالم ..	۱۸	" "
سرورق کے تیسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ ..	۳۵	" "
" " " " ایک کالم	۱۸	" "
رنگین تصویر کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " ایک کالم ..	۱۸	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا دو کالم کی اُجرت	۳۰	روپیہ ماہوار
½ " یا ۱ کالم " "	۱۶	" "
¼ " یا ½ کالم " "	۹	" "
⅛ " یا ¼ کالم " "	۵	" "

۱۔ ' ہل ' میں مخرب اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے لہٰذا گندے اور عریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲۔ ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو ' ہل ' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳۔ اُجرت اشتہارات جو اُوپر درج کی گئی ہے مکمل (Final) ہے۔ اسکے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

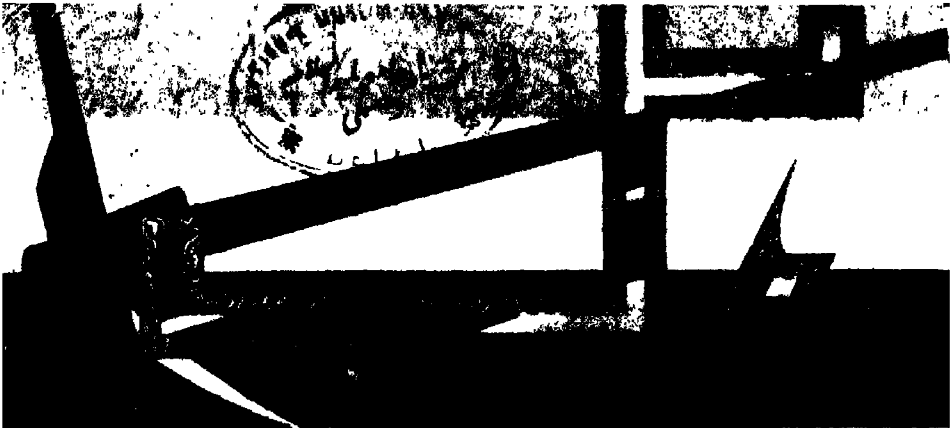
۴۔ جتنے وقت کیلئے کنٹریکٹ کیا جائیگا اُسوقت تک اشتہار چھپانا ہوگا۔ اشتہار نہ چھپانے پر اُسکی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

خط کتابت کا پتہ۔

منیجر ' ہل ' شعبہ اشتہار
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد



دھان کا کھیت





ستمبر سنة ١٩٣٩ع

ہل

جلد ۱ نمبر ۱۰ — باتصویر ماہوار رسالہ — ستمبر سنہ ۱۹۳۶ء

فہرست مضامین

ہل

یو۔ پی گورنمنٹ کے محکمہ گاؤں سدھار کا خاص رسالہ

ستمبر ۱۹۳۹ء   باتصویر ماہوار رسالہ   نمبر ۱۰

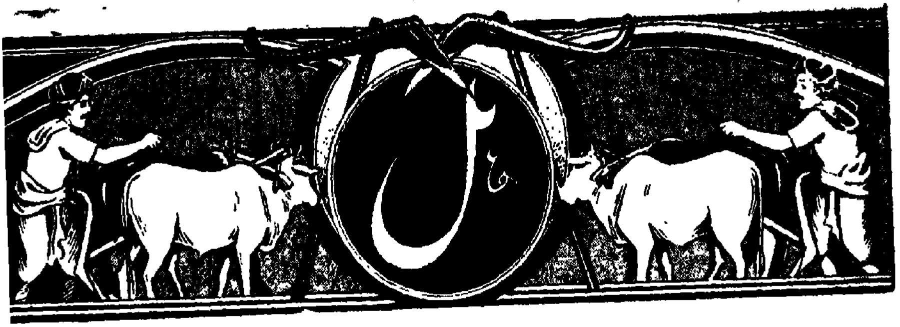
بورڈ آف ایڈیٹرس

پبلشر
انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد
۱۹۳۹ء

سالانہ قیمت ۱؍۸   ایک پرچہ ۲؍



[माता । चित्रकर्त्री—कुमारी अमृत शेरगिल]



باتصویر ماہوار رسالہ

ستمبر ۱۹۳۹ء نمبر ۱۰ جلد ۱

ہمارا "ہل"

(از جناب منوہر داس چترویدی آئی - ایف - ایس گرام سدھار آفیسر)





ناظرین کو معلوم ہو کہ 'ہل' ابھی حال ہی کا بچّہ ہے 'ہل' کا پہلا نمبر دسمبر ۱۹۳۸ء میں نکلا تھا - اس آٹھ مہینے میں جو ہلچل ہمارے 'ہل' نے مچا دی ہے وہ کسی سے چھپی نہیں ہے - مگر ہم یہاں یہ کہنا ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر مشہور لکھنے والوں اور محکمۂ سرکاری کی پوری ہمدردی اور انڈین پریس کی امداد میسر نہ ہوتی تو آج 'ہل' کو یہ دن نصیب نہ ہوتا -

۲ - ہمارے صوبے کی حکومت نے سب سے پہلا رسالہ "مفید المزارعین" اُردو میں نکالا تھا - اس رسالے کو کسانوں کی خدمت کرتے ہوئے ۵۵ سال ہو گئے - 'کسان اوپکارک' اُسی کا ہندی ترجمہ ہے - یہ بھی قریب ۲۵ سال سے گاؤں گاؤں اصلاح زراعت کا پیغام پہنچاتا ہے - اُدھر امداد باہمی کی اشاعت کے کوئی چار پانچ سال سے 'دیہات' نکل رہا ہے - اب جب 'ہل' چلا تو یہ سوال پیدا ہوا کہ اگر ہر محکمہ اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنائے گا تو نہ مسجد ہی بن سکے گی نہ کسانوں تک اذان ہی پہنچے گی - آخر ہمارے 'ہل' ہی نے اس مسئلے کو حل کر دیا - اب

اکتوبر سے سب سرکاری رسالوں کو ملاکر ایک ہی رسالہ نکالا جائیگا - اور وہ رسالہ 'ہل' ہوگا - اب ہل میں ۹۶ نہیں بلکہ ۱۰۴ صفحات رہا کریں گے -

۳- یوں تو 'ہل' کا سالانہ چندہ چار روپیہ آٹھ آنہ ہے - مگر اس کی چھپائی، کاغذ و تصویریں اور مضمون دیکھتے ہوئے کوئی ایسا زیادہ چندہ نہیں ہے - پھر ہم مخرب اخلاق اشتہاروں سے 'ہل' کو ناپاک کرکے روپیہ کمانے کی اجازت نہیں دیتے -

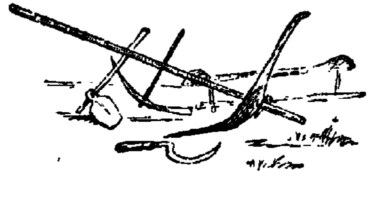
۴- ہمارے صوبے کی حکومت نے کسانوں کو 'ہل' خریدنے کے لئے خاص سہولیت دی ہے - کسانوں اور ہمارے گاؤں کے بھائیوں کو اکتوبر سے 'ہل' دو روپیہ سالانہ قیمت میں ملا کرے گا - اس میں سے ۲ ۶ آنے تو محصول ڈاک کے ہو جاتے ہیں اب ایک کاپی ۲ آنے میں پڑتی ہے - 'ہل' کو اتنا سستا بیچنے میں جو گھاٹا ہوگا وہ صوبے کی حکومت پورا کرے گی - مگر یہ سہولیت ہر خاص و عام کے لئے نہیں ہے - صرف مندرجہ ذیل لوگوں کو 'ہل' ۲ روپئے میں سال بھر مل سکے گا:-

(۱) محکمہ گرام سدھار، کوآپریٹو اور زراعت کے ملازم -
(۲) سرکاری امداد پانے والے مدرسے -
(۳) ہر کسان جو کھیتی کرتا ہو -
(۴) زمیندار، جو ایک ہزار روپیہ سال یا اس سے کم مالگذاری دیتے ہوں -
(۵) بڑے زمیندار جو اپنے گاؤں میں مفت بانٹنے کے لئے ۵ یا زیادہ کاپی خریدیں -
(۶) امداد باہمی یا گرام سدھار سوسائٹیاں -
(۷) وہ لوگ جنکی آمدنی سو روپیہ ماہوار سے کم ہو -
(۸) "کسان اپکارک" "مفید المزارعین" اور "دیہات" کے خریدار -

۵- ہم نے 'ہل' کی ۱۰ ہزار کاپیوں کا انتظام کیا ہے - 'ہل' کی یوں ہی بہت مانگ ہے - لیکن دام گھٹ جانے کی وجہ سے ہم کو یہ خوف ہے کہ کہیں مانگ قابو سے باہر نہ ہو جائے - اس لئے وہی لوگ 'ہل' کو دو روپیہ میں لے سکیں گے جو ستمبر اور اکتوبر میں خریدار ہو جائیں -

۶- 'ہل' کی اس اشاعت میں ۵ خریداروں کے لئے درخواست کے فارم ہیں - فارم اگر صحیح اور صاف صاف روشنائی سے بھرا نہیں ہوگا، تو بیکار مانا جائیگا - ہر فارم میں دو روپئے کے منی آرڈر کی رسید کا نمبر تاریخ اور ڈاکخانے کا نام ہونا چاہئے - درخواست کے فارم پر تصدیقی دستخط اس لئے ضروری ہیں کہ سرکار یہ چاہتی ہے کہ 'ہل' دو روپئے میں صرف انھیں لوگوں کو ملے جنکا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے - ہر خاص عام کو نہیں -

۷- 'ہل' کے بارے میں خط و کتابت "مینیجر 'ہل' انڈین پریس الہ آباد" سے ہونی چاہئے -



صوبجات متحدہ میں تحریک امداد باہمی

ہے جو رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی
رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز یو۔ پی نے حال ہی میں لکھنؤ ریڈیو
اسٹیشن سے براڈکاسٹ فرمائی تھی اس میں آپ نے اس صوبے
میں تحریک امداد باہمی کی ترقی اور اس کے آئندہ پروگرام
پر بڑی خوبصورتی سے روشنی ڈالی ہے۔

از جناب رائے بہادر پنڈت رادھے لال چترویدی، رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز۔ یو۔ پی۔

ولایت کے مشہور عالم جان برائٹ کا قول ہے کہ گاؤں ہی میں ہر ایک ملک کی قوم رہتی ہے۔

مہاتما گاندھی نے بھی دیہاتوں کو ہندوستان کا اَن داتا (رزاق) اور ملک کی روح بتایا ہے۔

ہمارے کسان ملک کی دولت کے تین چوتھائی حصے سے زیادہ پیدا کرتے ہیں۔ کسان ہی ہمارے ملک کی جان ہیں نہ کہ دو چار ارب پتی، سو دو سو کروڑ پتی یا لاکھ دو لاکھ کروڑ پتی۔ دوسرے ملکوں کے مقابلے میں یہاں کے کسان کہیں زیادہ محنت کرتے ہیں پھر بھی نہ پیٹ بھر روٹی ملتی ہے نہ تن ڈھکنے کو کپڑے۔

کاشتکاروں کی حالت سدھارنے کے لئے سرکار نے وقتاً فوقتاً کئی قانون بنائے ہیں۔ سستے سود پر تقاوی بانٹنے کا انتظام کیا جس سے کاشتکار بیل خرید سکیں، کنوئیں بنوا سکیں اور قحط پڑنے پر پیٹ بھر سکیں۔ نہریں جاری کیں، اصلاحی قانون جاری کیا اور کاشتکاروں کو موروثی حق دیئے گئے۔ ان سب کے بعد بھی کاشتکاروں کی حالت میں سچا انقلاب نہ ہوا مرض میں کچھ افاقہ ضرور ہوا لیکن نہ کاشتکار صحتیاب ہوا نہ اسکے آثار ہی نظر آئے۔ آخرکار، سرکار نے امداد باہمی سوسائٹیوں کا ہی سہارا لیا جنھوں نے یوروپ کے ملکوں کی کایا پلٹ دی ہے۔ اسکے پہلے کہ میں یہ بتانے کی کوشش کروں کہ اس صوبے میں امداد باہمی جماعتیں کس طرح کام کر رہی ہیں یہ ظاہر کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ جماعت ہے کیا؟

امداد باہمی کے معنی ملکر کام کرنے کے ہیں اور امداد باہمی جماعت یا کوآپریٹو سوسائٹیز سے مراد اُس جماعت سے ہے جس میں لوگ ایک دوسرے کی بھلائی کے لئے شامل ہو کر ایمانداری کے ساتھ کام کرتے ہیں اس کا ایک خاندان سے موازنہ کرنا نامناسب نہ ہوگا۔ جس طرح خاندان کے لوگ گھر کے ایک بزرگ کی سرپرستی میں مل جل کر کام کرتے ہیں اسی طرح امداد باہمی جماعت میں بھی سب لوگ ایک دوسرے کے فائدے کے لئے پنچایت کی نگرانی میں کام کرتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ امداد باہمی جماعت ایک خاندان کی بڑی شکل ہے۔ جس میں کئی خاندانوں کے کارکن شامل ہوتے ہیں۔

ہم ابھی بتلا چکے ہیں کہ امداد باہمی نے یوروپ کے ملکوں میں بڑی ترقی کی ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں باوجود اسکے کہ یہ تحریک تقریباً ۳۵ سال سے جاری ہے۔ سوسائٹیوں کی تعداد ایک لاکھ سے کچھ ہی زائد ہے اور ان میں صرف ۴۵ لاکھ آدمی شامل ہوئے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہر ایک دیہاتوں کے بیچ میں ایک سوسائٹی ہے اور اُس میں گاؤں کا صرف گیارھواں حصہ شامل ہو سکا ہے۔ ہمارے صوبے میں تو صرف دس گاؤں کے بیچ ایک کمیٹی قائم ہو سکی ہے۔ ممبروں کا اوسط فی سوسائٹی ۳۰ ہے۔ گاؤں کی آبادی کے لحاظ سے اب تک صرف بیسواں حصہ ہی ان کمیٹیوں میں شامل ہو سکا ہے۔ دوسرے ملکوں کی نسبت یہاں بہت کم کامیابی ہوئی اس کے خاص وجوہ یہ ہیں:۔

(۱) کسانوں کی جہالت (۲) پڑھے لکھوں کی لاپروائی۔

(۳) کارکنوں یعنی عملے کی کمی اور

(۴) عملے میں خدمت وطن کی طرف سے لاپروائی۔
ہمارے صوبے میں کچھ دقتیں اور نقص ۔ عملے کی کمی کے ساتھ ساتھ کمیٹیاں بکھری ہوئی تھیں جس سے نگرانی میں دقت ہوتی تھی۔ بہت سے کسانوں کو موروثی حق حاصل نہ تھا جس سے نہ صرف ساکھ ہی پر اثر پڑا بلکہ بیدخلی کے خوف سے کسان اپنی زمین میں ترقی کرنے سے مجبور رہے ۔صوبے کی آبادی ور قبے کا خیال کرتے ہوئے سرکار کی امداد کافی نہ تھی ۔ایسی حالت میں کام بھی چھوٹے پیمانے پر ہو سکا۔

سوسائٹیوں کے موجودہ کام کا ذکر کرنے سے پہلے انکی پچھلی ۳۵ سال کی تاریخ کا یہاں مختصر ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ یوں تو چند سوسائٹیاں ۱۹۰۴ء کے قبل بھی بن چکی تھیں لیکن ۱۹۰۴ء میں کوآپریٹو سوسائٹیز ایکٹ کے پاس سوسائٹیاں باقاعدہ قائم ہونے لگیں کسان مہاجنی قرض کے سخت سودسے دب رہے تھے۔ دستاویزی سود کی بنا پر اُس زمانے میں ڈگری حاصل کرنا بہت آسان تھا اور معدودے چند چیزیں ہی قرقی سے بری تھیں۔ کاشتکاروں کو سستے سود پر قرض لینے کی سخت ضرورت تھی ۔ اس لئے سب سے پہلے قرض ہی کی سوسائٹیاں زیادہ قائم کی گئیں ۔

۱۹۱۲ء تک کئی دیہاتوں کو ملاکر بڑی بڑی قرضہ کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں جنھیں بنی سوسائٹیاں کہتے تھے ۔ ان سوسائٹیوں کے ممبروں کو ایک دوسرے کی ساکھ و حیثیت سے پوری واقفیت نہیں ہوئی ۔نتیجہ یہ ہوا کہ زیادہ تر یہ سوسائٹیاں ٹوٹ گئیں ۔

۱۹۱۲ء سے ۱۹۲۴ء تک جہاں بھی اور جتنی جلد ہو سکا زیادہ سے زیادہ تعداد میں قرض کی سوسائٹیاں قائم کی گئیں ۔ جلدی میں ٹھیک جانچ نہ ہو سکی ۔ممبروں کو بغیر امداد باہمی اصول سمجھائے ہوئے جو سوسائٹیاں قائم ہوئیں وہ برائے نام امداد باہمی تھیں ۔ لوگوں نے سمجھا کہ حکومت نے تقاوی بانٹنے کا ایک نیا ڈھنگ کا طریقہ ایجاد کیا ہے ۔ بدقسمتی سے اس بات کی کوشش نہیں کی گئی کہ ممبروں کی آمدنی بڑھائی جائے اور رسمی اخراجات کم کئے جائیں ۔

۱۹۱۳ء اور ۱۹۲۰ء کے درمیان بہت سی خامیاں ظاہر ہوئیں سوسائٹیاں ٹوٹنے لگیں اور تحریک کی حالت ڈانوا ڈول سی دکھائی دی ۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۵ء تک کچھ احتیاط کے ساتھ کام ضرور ہوا لیکن اس سے تحریک کو کچھ زیادہ نفع نہ ہوا۔ اسلئے ۱۹۲۵ء میں حکومت نے ایک کمیٹی مقرر کی جس نے محکمے کی کچھ خرابیوں کو دور کرنیکی کچھ تدبیریں بتائیں ۔ نگرانی کی کمی اور خرابیوں کو درست کرنے کے لئے نیا اسٹاف رکھا گیا اور اس کی ٹریننگ کا معقول انتظام کیا گیا ۔نگرانی کا کام بینکوں کے ہاتھ سے نکال کر صوبائی کوآپریٹو یونین کے سپرد کر دیا گیا جس سے کام میں بڑی آسانی ہو گئی ۔ ۱۹۲۵ء سے ۱۹۳۰ء تک نئی سوسائٹیوں کی رجسٹری قریب قریب ملتوی کر دی گئی اور موجودہ سوسائٹیوں کی اصلاح میں ساری طاقت صرف کی گئی ۔

اب یہ بات محسوس ہونے لگی کہ چاہے سوسائٹیوں کی تعداد زیادہ نہ ہو لیکن جو سوسائٹیاں قائم کی جائیں انھیں امداد باہمی کے اصولوں پر پوری طرح عمل ہو ۔ یہ بھی یقین ہو گیا کہ کوری قرضہ والی سوسائٹیوں ہی سے کام نہ چلے گا ۔ اور ان کے ساتھ ساتھ گرام سُدھار کا کام بھی ہاتھ میں لینا ہوگا ۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بنارس، بلندشہر، پرتاب گڑھ اور دوسرے ضلعوں میں گرام سُدھار کے کام کی نیو ڈالی گئی ۔

۱۹۳۰ء سے لیکر ۱۹۳۴ء تک غلہ کا نرخ گر گیا تھا اس دوران میں نئی سوسائٹیاں بڑی ہوشیاری سے قائم ہوئیں ۔ غلہ سستا ہو جانے سے وصولیابی میں دقت ہونے لگی ۔ زیادہ توجہ وصولیابی کی طرف کرنی پڑی ۔

سنہ ۱۹۳۴ء سے نیا کام بڑھ رہا ہے۔ گھی کی فروخت کھیتوں کی چکبندی زمین کی ضمانت پر قرض دینے اور آبپاشی کے لئے سوسائٹیاں قائم ہوئیں پچھلے ڈیڑھ سال میں تو محکمے کو نہ صرف حکومت سے کافی امداد ہی ملی بلکہ آنریبل وزیر گرام شری مارکنڈے کی ہمدردی و ذاتی دلچسپی سے تحریک میں ایک نئی جان سی آگئی ہے اور دوسرے محکموں سے تعاون بھی حاصل ہونے لگا ہے۔

یہ ہے ہماری تحریک کی مختصر تاریخ۔ چونکہ اب بھی ... میں ۸۰ سوسائٹیاں اب بھی قرضہ کی ہیں اسلئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس بات کا بھی ذکر کر دیا جائے کہ باوجود تحریک کے نقائص ہونے کے قرضہ والی سوسائٹیوں میں نقص ہونے کے ان سوسائٹیوں نے کس حد تک کاشتکاروں کو فائدہ پہنچایا ہے۔ اوسطاً ۸۰ لاکھ روپیہ یہ سوسائٹیاں قرضہ تقسیم کرتی ہیں۔ مہاجنوں اور سوسائٹیوں کی شرح سود اگر ۲ فیصدی بھی مان لی جائے تو ۱½ لاکھ کی بچت، کسانوں کو ہر سال ہوتی اور اس طرح ان ۳۰ سالوں میں کاشتکاروں کو ایک کروڑ روپے سے زیادہ بچت ہوئی۔ اسکے علاوہ تقریباً ۲۵½ لاکھ ممبروں نے دھیرے دھیرے اپنے حصوں میں جمع کر لیا ہے۔ نیز تقریباً ۴۱ لاکھ روپیہ سوسائٹیوں کی بچت کی پونجی میں جمع ہو گیا ہے تقریباً ... سوسائٹیاں تو اب اپنے ہی سرمائے سے کام کرتی ہیں اور ان کی تعداد سال بہ سال بڑھتی جا رہی ہے۔

اب ہم بتائیں گے کہ کسانوں کی بہبودی کیلئے ہم نے کون سا کام کا ڈھنگ اختیار کیا ہے اور آئندہ کا کیا پروگرام ہے؟

تجربہ یہ بتاتا ہے کہ جب تک کسانوں کی آمدنی کے ذریعے نہ بڑھائے جائیں اور ان کی پیداوار کی فروختگی کا معقول انتظام نہ کیا جائیگا تب تک قرضے والی سوسائٹیوں سے پورا فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ ساتھ ہی ہم کو کسانوں کی زندگی سدھارنے کے لئے پورے جوش اور لگن کے ساتھ کام کرنا ہوگا جس سے نہ تو وہ بیماریوں کے شکار بن سکیں نہ کورانہ تقلیدوں کے۔ ہمارے کسان ایک سپتال کے مریض کے سے ہیں محض ایک مرض کا علاج کرنے سے وہ تندرست نہیں ہو سکتے۔ اگر ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنا ہے تو چھوٹی بڑی سب بیماریوں کا علاج ایک ساتھ کرنا ہوگا۔

اسی نمونہ کو سامنے رکھ کر کثیر المقاصد امداد باہمی جماعتیں قائم کی جا رہی ہیں۔ اس پروگرام کے مطابق پہلے زندگی سدھار، زراعت سدھار سوسائٹیاں قائم کی جائینگی اور اس کے بعد قرضہ و مارکیٹنگ کا محکمہ ہاتھ میں لیا جائیگا۔ محکمہ گرام سدھار بڑی تیزی سے زندگی سدھار جماعتیں قائم کر رہا ہے اور اس طرح محکمہ امداد باہمی کے لئے سفر مینا کا کام کر رہی ہیں۔

زندگی سدھار سوسائٹیوں کا کام گاؤں کی زندگی کی اصلاح کرنا ہے۔ گاؤں کی صفائی چھوٹی موٹی بیماریوں کا علاج بالغوں کی تعلیم گھریلو صنعت و حرفت کی ترقی چھوٹے موٹے جھگڑوں کا تصفیہ اور تقریبات میں اخراجات کی کمی کرانا ان کا اہم فرض ہے۔

زراعت سدھار سوسائٹی کا منشار صاف ہے۔ اس کی غرض کھیتی کے ایسے طریقوں کی اشاعت کرنا ہے جس سے پیداوار بڑھ سکے۔ اسی غرض سے مشترک کھیتی اور چکبندی کی طرف زور دیا جا رہا ہے۔ چک بندی کا کام پچھمی ضلعوں میں ہو رہا ہے ان کی سوسائٹیوں کی تعداد ۸۱۱ ہے۔ انھوں نے ۱۱۰۰ کھیتوں کی چکبندی کرا کے صرف ۱۰۰ کھیت کر دیئے ہیں۔ حکومت نے چکبندی اور مشترک کھیتی کے لئے ۸۸۰۰۰ کی رقم ابھی حال ہی میں منظور کی ہے۔ چک بندی بڑھانے کی غرض سے حکومت نے ایک بل بھی اسمبلی میں پیش کیا ہے حال میں قرض کے قانون کی رو سے مہاجنوں نے جگہ بہ جگہ قرض سے ہاتھ روک لیا ہے۔ محکمے کی پالیسی یہ ہے کہ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے قرض دینے والی سوسائٹیاں قائم

کی جائیں اور جہاں تک ممکن ہو مہاجنوں کو بھی شامل کر لیا جائے۔ اس سے سب کو فائدہ ہوگا مہاجنوں کو تو فائدہ یہ ہے کہ مشترکہ ذمہ داری کی وجہ سے اوّل تو اُن کا روپیہ محفوظ رہیگا دوئم روپیہ بانٹنے میں ان کا ہاتھ رہے گا۔ سوسائٹی کا فائدہ یہ ہے کہ اسے سستے سود پر گاؤں ہی میں روپیہ مل سکے گا۔

جرمنی میں میں نے یہ دیکھا ہے کہ گاؤں کی سوسائٹیاں اپنے ممبروں کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے مقامی امانتوں کے ذریعے روپیہ اکٹھا کر لیتی ہیں۔ اس سے اُن کے پاس کچھ فالتو رقم بچ جاتی ہے جسے وہ سنٹرل بینک بھیجدیتی ہیں ہر ایک گاؤں میں کچھ ایسے آدمی ضرور ہوتے ہیں جو کم سے کم کچھ زمانے کے لئے اپنا روپیہ سوسائٹی کو قرض دیکیں چنانچہ یہاں بھی سوسائٹیوں میں یہ زور دیا جا رہا ہے کہ وہ ممبروں کو ایسی ترغیب دے کر وہ اپنا فالتو روپیہ سوسائٹی میں جمع کریں۔ اس بات کا خیال نہ کیا جائے کہ رقم کیا ہے اور کتنے دنوں کے لئے ہے۔ زمین کی ضمانت پر قرض دینے والی سوسائٹیوں کی تعداد کل پانچ ہے۔ ان کو زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ سال کے لئے امانتیں ملتی ہیں لیکن قرض لمبی میعاد یعنی ۱۵ سے ۲۰ سال کے لئے دینے پڑتے ہیں۔ قرضہ لمبی میعاد کے لئے اس لئے دیا جاتا ہے تاکہ ممبر اپنی زمین کی پیداوار سے تھوڑا تھوڑا کر کے قرض ادا کر سکیں۔ صوبائی بینک کے قائم ہو جانے سے لمبی میعاد کے ڈیوبنچر جاری ہو سکیں گے۔ چونکہ حکومت ان پر شامہ سود کی ادائیگی کی ذمہ داری یعنی گارنٹی دیگی اس لئے ان کے فروخت ہونے میں کوئی دقت نہ ہونی چاہئے۔

کاشتکاروں کو اپنا مال فروخت کرنے میں کیا دقتیں ہوتی ہیں اور اُن کے ساتھ کیا چالیں چلی جاتی ہیں یہ کسی سے چھپا نہیں ہے۔ کچھ سالوں سے محکمے نے گنے کی فروخت کے لئے سوسائٹیاں قائم کرنا شروع کی ہیں۔ اتنا کہنا ہی کافی ہوگا کہ یہ کام کسانوں کو اتنا پسند آیا کہ اب بڑی تیزی سے سوسائٹیاں قائم ہو رہی ہیں۔ فیکٹریاں تقریباً ۱۲ من گنا پیرتی ہیں۔ اس کا ایک تہائی حصہ سوسائٹیوں کے ذریعے پچھلے سال خرید لیا گیا تھا۔

گھی کی فروخت کا بھی یہی قصہ ہے۔ اس وقت ۲۷۷ سوسائٹیاں کام کر رہی ہیں جن کے ممبروں کی تعداد تقریباً ۴ ہزار ہے۔ پچھلے سال انھیں ۲۰ ہزار روپئے کا منافع ہوا اور انھوں نے تقریباً ۲۵ ہزار روپیہ اپنے ممبروں کو بطور بونس کے تقسیم کیا۔ یہ سوسائٹیاں جہاں کام کرتی ہیں وہاں گھی کے تاجر اب کنٹرول کراتے وقت بازار نرخ و کنٹرول کے نرخ میں پہلے کی بہ نسبت بہت کم فرق رکھتے ہیں۔

امسال گیہوں، چنا و تلہن کی فروختگی کا انتظام ۱۰۰ سوسائٹیوں کے ذریعے کیا جا رہا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ سنٹرل و ڈسٹرکٹ جیلوں کو غلہ دینے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔

شہر والوں کو خالص گھی ملنے میں کتنی دشواری ہوتی ہے یہ کسی سے چھپا نہیں ہے۔ محکمہ نے حال میں دودھ فروخت کرنے والی سوسائٹیاں قائم کی ہیں جس سے دودھ بیچنے والوں کو اچھے دام اور دودھ خریدنے والوں کو اچھا خالص دودھ مل جاتا ہے۔ لکھنؤ کوآپریٹو ملک یونین نے اس سلسلے میں اچھی کامیابی حاصل کی ہے۔

فضول خرچی روکنا عورتوں ہی کا کام ہے۔ بغیر ان کے اشتراک کے کسی اصلاحی کام میں کامیابی نہیں حاصل ہو سکتی۔ عورتوں کے زندگی سدھار و بچت کی سوسائٹیوں کی نگرانی کے لئے علیحدہ اسٹاف مقرر ہے۔ لیکن جب تک اعلیٰ گھرانوں کی معمر خاتونیں ان کی دیکھ بھال کے لئے وقت نہ دینگی تب تک ان میں پوری جان نہ آئے گی۔

کسانوں کے ساتھ حکومت کو کتنی ہمدردی ہے یہ سب پر ظاہر ہے۔ سرکار کو ہر وقت یہ فکر رہتی ہے کہ کسان بھائی جلد از جلد اپنے پیروں پر کھڑے ہو جائیں اُن کی اصلاح اور ان کی زندگی کو خوشحال بنانے کے لئے نئے قانون بن رہے ہیں جہالت سے جنگ کرنے کا بھی یہی مقصد ہے۔ سرکار کی رائے

ہے کہ امداد باہمی سوسائٹیاں کسانوں کی بھلائی کے لئے خاص طور سے موزوں ہیں اور جہاں تک ممکن ہو سکا ہے سوسائٹیوں کے فائدہ کا اِن قانونوں میں لحاظ رکھا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حکومت نے اس تحریک کو خصوصیت کے ساتھ اپنایا ہے۔ صوبائی کوآپریٹو بینک کو قائم کرنے کے لئے بجٹ میں ۵۰ ہزار کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس بینک کے قائم ہوتے ہی سوسائٹیاں اور بینک غلے اور جنسوں کی فروخت کا بڑی آسانی سے کر سکیں گے۔ بڑی مدت کے لئے قرضہ بھی سوسائٹیوں کو مل سکیگا۔ کسانوں نے اگر ہوشیاری اور ہمت سے کام لیا تو ان کی دُکھ بھری زندگی کا خاتمہ اب دور نہیں ہے۔ لیکن صرف سرکاری مدد سے کام نہ چلے گا ہمیں پبلک کی ہمدردی اور محب وطن نوجوانوں کی حب الوطنی چاہیئے بغیر انکی امداد کے یہ امداد باہمی تحریک نہ کسی ملک میں کامیاب ہوئی ہے نہ ہوگی۔ ہم اُن سے کار ثواب میں ہاتھ بٹانے کیلئے دلی درخواست کرتے ہیں۔

بھولے بھالے گیت

(از مسٹر سلام مچھلی شہری)

مَیں تو کھیتوں میں رہتا ہوں آندھی پانی۔ لو، سہتا ہوں
دُکھ کے آنسو میں بہتا ہوں لیکن ہمت سے کہتا ہوں

محنت ہی نروان ـــــ پیارے!
محنت ہی نروان!!

کھیتوں میں پودے لہرائیں آگے۔ پیچھے۔ دائیں۔ بائیں
پھلواری میں چڑیاں گائیں یا پروا کے جھونکے آئیں

قدرت کے ہیں دان ـــــ پیارے!
قدرت کے ہیں دان!!

ندّی ہے۔ اونچا پربت ہے کتنا سندر یہ بھارت ہے!
یہ سب میری ہی برکت ہے میرے دم سے اک جنّت ہے

پیارا ہندوستان ـــــ پیارے!
پیارا ہندوستان!!

یاں کے گل بوٹوں کے نظارے واں کے آکاش پہ سندر تارے
کتنے دلکش۔ کتنے پیارے میری محنت ہی کے سہارے

دھرتی سکھ استھان ـــــ پیارے!
دھرتی سکھ استھان!!

آنسو سے کھیتوں کو بھریں گے دھوپ کی شدّت سے نہ ڈریں گے
ماتا کے چرنوں پہ مریں گے بھارت کی سیوا ہی کریں گے

جبدم تک ہے جان ـــــ پیارے!
جبدم تک ہے جان!!



پنچایت گھر کے سامنے پروڑھ، سکول کا ایک منظر گرام سُدھار گاؤں، راما پور (ضلع مرزا پور)

مکمل گاؤں راما پور

(از جناب سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک انفارمیشن)

راما پور

موضع راما پور ضلع مرزا پور کے حلقہ کچھوا میں ہے۔ یہ بچھوار سے کچھوا روڈ جانے والی سڑک کے پورب کی طرف ۳ فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور کچھوا بازار سے دو میل اتر کی طرف ہے۔

گاؤں کا رقبہ کل ۸۶۸ بیگھہ ہے جس میں سے ۱۹۹ بیگھہ میں زیادہ تر کرمیوں کی آبادی ہے۔ گاؤں کے سبھی لوگ کاشتکار ہیں جن میں سے زیادہ تر شکمی کاشتکار ہیں۔ شکمی لگان کا اوسط در ۷، فی بیگھہ ہے اور گاؤں کی کل آبادی ۶۰۰ ہے۔

گاؤں کی تنظیم

گاؤں میں ایک گرام سدھار پنچایت ہے جس میں ۷ ممبر ہیں۔ پنچایت کے ماتحت پانچ چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں ہیں۔ زرعی کمیٹی، تعلیمی کمیٹی، صفائی کمیٹی، کسرت کمیٹی اور موسیقی کمیٹی۔ ہر ایک کمیٹی میں ۳ ممبر ہیں۔ پنچایت کی بیٹھک مہینے میں دو بار ہوتی ہے۔ یعنی ہر ایکادشی کو۔ اور اس روز یوم گرام سدھار بھی منایا جاتا ہے۔



گرام شدھار گاؤں راما پور (ضلع مرزا پور) کی عورتیں - سر پنچ ہے

اس چھوٹے سے مضمون میں ہم ایک ایسے گاؤں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جہاں سدھار - گاؤں راماپور (ضلع مرزاپور)
اسے قابل تقلید بنا دیا ہے مقصد یہ ہے کہ دوسرے گاؤں کے رہنے والے بنائی کی گئی ہے - اس سال ۵۵ بیگھ کھیت اسی ہل سے
مبارک کام میں لگے ہوئے ہیں - راماپور والوں نے طریق کار کو کچھ سکیر لیا ہے گاؤں میں اس قسم کے چار ہل ہیں جو برابر باری باری
کاکوئی ایسا گاؤں نہیں جو راماپور جیسا نہ بن سکتا ہو - جو سے ایک دوسرے کے استعمال میں آتے رہتے ہیں - گوڑنے
گاؤں کو مکمل بنانیکا حوصلہ راماپور والوں کے لئے گاؤں میں تین ہینڈ ہو اور ایک ایکھ گوڑنے کی مشین

ہرایکادشی کا پروگرام

اُس دن گاؤں والے بیلوں سے کوئی کام نہیں لیتے - اور خانگی کام بھی بند کرکے چھٹی مناتے ہیں۔ لوگ سہاد ہی صبح اپنے گاؤں گھر، جسم اور کپڑے کی صفائی کرتے ہیں ۱۲ بجے کے بعد ۲ بجے تک پنچایت کی بیٹھک ہوتی ہے منگاکر کے بعد ۲ گھنٹے تک دیہاتی گانے اور رامائن ہوتی ہے پھر ۴ یا ۵ بجے کھیل کے میدان میں کبڈی اور کبھی کا و نقد بال و رسہ کشی وغیرہ کھیل ہوتا ہے - پنچایت کی بیٹھکیں کے ضرورت پڑنے پر ایک دو بار اور ہوجایا کرتی ہے۔ میں

ہے - اس سے بھی لوگوں نے خوب کام لیا ہے۔ کھیتوں کا کوڑا کرکٹ صاف کرنے میں بھی اس سے بہت مدد ملی ہے۔ گاؤں میں اب دیسی کولہو کے بجائے اب کمار کولہو دیگر بازار کے دیہیا کولہوؤں سے پرائی ہوتی ہے - کمار کولھو سب سے اچھا ثابت ہوا ہے - اس میں زیادہ پیرائی ہوتی ہے اور کھوئی میں رس نہیں جاتا۔ گاؤں میں جدید قسم کی پربھاکر بھٹی گذشتہ سال سے استعمال کیجا رہی ہے - اس سے ایندھن کم لگتا ہے اور گڑ بہت صاف ہوتا ہے۔

گاؤں میں اصلاح شدہ گیہوں جیسے پوسا نمبر ۴ و ۵۲ دونوں قسموں کے بیج بوئے گئے تھے لیکن گیہوں نمبر ۴ کی پیداوار بہ نسبت ۵۲



پنچایت گھر کے سامنے پردھان، سکول کا ایک نصل - گرام سدھار گاؤں راماپور (ضلع مرزاپور)

مکمل گاؤں

(از جناب سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک ...)

راماپور

موضع راماپور ضلع مرزاپور کے حلقہ کچھوا میں ہے۔ یہ چیوارہ سے کچھوا روڈ جانے والی سڑک کے پورب کی طرف ۲ فرلانگ کے فاصلے پر ہے اور کچھوا بازار سے دو میل اتر کی طرف ہے۔

گاؤں کا رقبہ کل ۲۸۰ بیگھہ ہے جس میں سے ۱۹۹ بیگھہ میں زیادہ تر کرمیوں کی آبادی ہے۔ گاؤں کے سبھی لوگ کاشتکار ہیں جن میں سے زیادہ تر شکمی کاشتکار ہیں۔ شکمی لگان کا اوسط شرح ۲ فی بیگھہ ہے اور گاؤں کی کل آبادی ۶۰۰ ہے۔

ان کا رجسٹر میں اندراج ہے۔

زراعت

گاؤں کے سبھی لوگ محنتی اور ہاتھ سے کام کرنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے ملکر اپنے سبھی کھیتوں میں اونچی مینڈ باندھی ہے۔ جس سے یہ فائدہ ہے کہ ایک کھیت کا پانی دوسرے کھیت میں نہ جانے پائے اور نہ ایک کی کھاد دوسرے میں جاتی ہے۔ گاؤں میں گذشتہ خریف کی فصل میں اٹھارہ ... نمبر ہا میں ہری سنئی اور ۵ کھیتوں میں چینا بادام لائن میں ... ۲ کھیتوں میں جونپور مکا لائن میں اور دھان کمنبلہ موسیقی والا ۷ ۲ کھیتوں میں اور ۴۵ کھیتوں میں جلہور دھان جیٹھک ... اسی سال تجربہ کیا گیا ہے۔ جس کی پیداوار دوسرے اور ... کے مقابلے میں بہت اچھی ہوئی ہے۔ زرعی نمائش ... ہوئی ہے اُس میں دونوں تینوں قسموں کے دھانوں



کھاد کے گڑھے اور کمپوسٹ کے لئے اکٹھی کی ہوئی چیزیں - گرام سدھار - گاؤں راماپور (ضلع مرزاپور)

کی نمائش کی گئی - سنئی کی ہری کھاد لوگ اس سال سے استعمال کر رہے ہیں - اس کھاد کے فوائد سے لوگ اچھی طرح واقف ہوگئے ہیں - ہری کھاد کے علاوہ گاؤں والے پیشاب، گوبر اور سوکھی پتی وغیرہ کی کھاد بھی اچھی طرح تیار کرکے استعمال کرتے ہیں - اس سال برسات میں ۸۰ کمپوسٹ کی کھاد کے ڈھیر لگائے گئے تھے جو سڑا کر گیہوں اور جَو کے کھیتوں میں ڈالے گئے ہیں - گاؤں میں گوبر کی کھاد سڑانے کے لئے چھوٹے بڑے سب ملاکر ۴۰ گڑھے بنائے گئے ہیں گاؤں میں کیمیاوی کھاد کا بھی استعمال دو سال سے لوگ کر رہے ہیں - گذشتہ سال ۵۰ روپیہ کی کھاد امونیم سلفیٹ کوآپریٹو سوسائٹی سے منگاکر تقسیم کی گئی تھی اور اس سال ۱۳ من کھاد امونیم سلفیٹ کچھوا بیج گودام سے ادھار لیکر تقسیم کرائی گئی اور ۵ من کھاد نقد خرید کر استعمال کی گئی - یہ کھاد دھان ایکھ اور گیہوں کے لئے بہترین ثابت ہوئی لوہیا ہل سے بھی اس گاؤں میں

کافی جوتائی کی گئی ہے - اس سال ۵۵ بیگھہ کھیت اسی ہل سے جوتا گیا ہے گاؤں میں اس قسم کے چار ہل ہیں جو برابر باری باری سے ایک دوسرے کے استعمال میں آتے رہتے ہیں - گوڑنے کے لئے گاؤں میں تین ہینڈ ہو اور ایک ایکھ گوڑنے کی مشین ہے - اس سے بھی لوگوں نے خوب کام لیا ہے - کھیتوں کا کوڑا کرکٹ صاف کرنے میں بھی اس سے بہت مدد ملی ہے - گاؤں میں اب دیسی کولھو کے بجائے اب کمار کولھو و دیگر بازار کے لوہیا کولھوؤں سے پرائی ہوتی ہے - کمار کولھو سب سے اچھا ثابت ہوا ہے - اس میں زیادہ پیرائی ہوتی ہے اور کھوئی میں رس نہیں جاتا - گاؤں میں جدید قسم کی پربھاکر بھٹی گذشتہ سال سے استعمال کیجا رہی ہے - اس سے ایندھن کم لگتا ہے اور گڑ بہت صاف ہوتا ہے -

گاؤں میں اصلاح شدہ گیہوں جیسے پوسا نمبر ۴ و ۵۲ دونوں قسموں کے بیج بوئے گئے تھے لیکن گیہوں نمبر ۵۲ کی پیداوار بہ نسبت ۵۲

کے اچھی ہوئی۔ اس لئے اس سال سب کھیتوں میں پوسا نمبر ۴ بویا گیا۔ گیہوں کا کل رقبہ اس سال ۳۵ ایکڑ ہے۔ اس سال ۳۰ من گیہوں ۱۰ من جو ۱۰ من چنا نمبر ۲۵ سوائی پر کھیوا گودام پر دیا گیا ہے اور ... من گیہوں جو بیج کمیٹی میں جمع تھا وہ بدلا گیا ہے۔

ایکھ کی کھیتی بھی ترقی شدہ گنے کی ہے۔ یہاں پر گنا کوئمبٹور نمبر ۳۱۲ – ۳۱ – ۳ – ۲۱۲ بویا گیا ہے۔ سب سے اچھے ۳۱۲ نمبر کا گنا ثابت ہوا۔

برسانی کمپوسٹ کھاد کے علاوہ سوکھی پتی کی کھاد بھی آجکل بنائی جا رہی ہے۔ مویشیوں کی نرنی کے بغل میں پوال پتی وغیرہ کا بچھونا بچھا دیا گیا ہے۔ جب یہ پیشاب سے بھیگ جائے گا تو گڑھے میں ڈال کر سڑایا جائے گا اسی طرح جب پورا گڑھا بھر جائے گا تو اسے دسویں پندرھویں روز پھاوڑے سے الٹ پلٹ کر مٹی سے ڈھانک کر اس کو ۲ مہینے تک جوں کا توں چھوڑ دینگے۔ پھر یہ کھاد سڑنے کے بعد کھیت میں ڈال دی جائے گی۔ ایسی کھاد ابھی حال ہی میں بنانی شروع کی گئی ہے۔ پتیاں وغیرہ سب جمع ہیں بونے کے بعد اس کا کام شروع کر دیا جائے گا۔

گاؤں میں سینچائی اُتر پورب کی طرف تالاب سے ہوتی ہے اور دکھن پچھم کی طرف کنوئیں سے ہوتی ہے۔ زیادہ بارش سے تالاب کا اثر گاؤں پر پڑتا تھا اور گاؤں پانی سے بھر جاتا تھا۔ اس کے بچاؤ کے لئے گاؤں والوں نے ملکر اُتر کی طرف ایک بہت بڑا باندھ باندھا ہے اور پورب کی طرف ایک لمبا نالا کھودا ہے۔ تاکہ زیادہ بارش سے پانی اسی نالے کے ذریعے باہر چلا جائے۔ ان سب کاموں میں قطعی سرکاری مدد نہیں لی۔

ترکاریوں کی کھیتی اس گاؤں میں قریب پانچ بیگھہ ہوتی ہے۔ اس میں مرچ بیگن، آلو، ساگ، بھنڈی، لوکی، کدو وغیرہ بویا جاتا ہے۔ یہ سب ترکاریاں بازار کے روز بیچی جاتی ہیں۔

گاؤں میں باغوں کی تعداد کم ہے ۲ امرود۔ ایک بیر اور تین لیموں کے باغیچے ہیں۔ کچھ پودے علیحدہ علیحدہ گرام سدھار کی طرف سے بھی گاؤں میں لگائے گئے ہیں۔

گاؤں میں بیج کمیٹی بھی ہے۔ جس کے ۴۴ ممبر ہیں اور کل ۴۲ من غلہ جمع کیا گیا ہے جو ربیع کی فصل پر سوائی پر بانٹ دیا گیا۔

گاؤں والوں نے بیج رکھنے اور پنچایت کرنے کے لئے ایک پنچایت گھر بھی بنوایا ہے۔ اس میں حکومت نے کاڑی کواڑ دروازے، سرپت بادہ وغیرہ کے لئے ۶۵ روپئے کی مدد ملی ہے۔ باقی سب کام گاؤں والوں نے کیا ہے۔ یعنی دیوار اٹھائی، چھاجن کی اور کھپریل کے کھپرے پاٹتے اور بچھائے۔ اس میں دو کمرے ہیں۔ ایک میں پنچایت ہوتی ہے اور ایک میں غلہ رکھا جاتا ہے۔

تنظیم

گاؤں میں ایک مشترکہ سوسائٹی ۲۰ سال سے قائم ہے یہ سوسائٹی ۱۹۱۶ء میں قائم ہوئی تھی۔ اس وقت اس میں صرف ۱۲ ممبر ہی شامل تھے اور اس وقت اس سوسائٹی سے ۴۹ ممبران فائدہ اٹھا رہے ہیں ممبروں کی تعداد ہی سے پتہ چلتا ہے کہ اب سوسائٹی کا کاروباری سرمایہ کئی گنا زیادہ ہو گیا ہے کئی دشواریوں کے باعث سوسائٹی کی حالت یکایک ۱۹۳۲ء میں خراب ہو گئی تھی۔ لیکن گذشتہ پانچ سال سے سوسائٹی کی حالت سُدھر گئی ہے اور اس نے اپنے ممبروں کی حالت بھی سنبھال لی ہے۔

اس وقت سوسائٹی کا کاروباری سرمایہ ۳۰۱۸ روپیہ ہے اور نجی سرمایہ ۷۳۵ روپیہ ہے۔ ممبران نے ۵۱۲ روپیہ حصے میں جمع کئے ہیں۔ اس سال سوسائٹی کو ۱۵ روپئے ۲ آنے ۹ پائی کا فائدہ ہوا ہے ممبران کے ذمہ ۱۹۸ روپیہ قرض ہے اور ضلع بینک کا سوسائٹی پر ۱۳۸۴ روپیہ قرض ہے گاؤں میں بچت کا سرمایہ ۱۴۵ روپیہ ہے اور گرام سُدھار فنڈ میں ۷۶ روپیہ جمع ہے۔ مہاجن گاؤں والوں سے ۲، ۳ روپیہ ماہوار تک سود لیتے تھے لیکن یہ سوسائٹی صرف ایک روپیہ ماہوار سود لے رہی ہے۔

سوسائٹی نے گاؤں کے مدرسہ بالغان کو سب سامان دیا ہے اور گاؤں میں بنوائے جانے والے راستے کے بننے میں بھی حتی المکان امداد کی ہے۔ سوسائٹی نے گاؤں والوں کو پھلواریوں کا بھی شوق دلایا ہے جس سے ہمارا گاؤں چاروں طرف پھولا ہوا نظر آتا ہے۔ محکمہ گرام سدھار اور محکمہ زراعت سے سوسائٹی کو کافی مدد ملی ہے اور سوسائٹی بھی ان سب کی خدمت کرتی ہے اور سچ تو یہ ہے کہ سوسائٹی نے مہاجنوں سے گاؤں والوں کی جان بچا کر ان کی بہت بڑی خدمت کی ہے۔ ۳/۴ سال سے محکمہ کی نگرانی بھی کافی ہوئی ہے جس سے ہماری حالت سدھرتی جا رہی ہے۔ ہاتھ کا روزگار جاری ہونے سے اور کھیتی کی پیداوار بڑھ جانے سے گاؤں والوں کی حالت سدھر سکتی تھی۔ لیکن یہاں پر شکمی زمین کا لگان کم ہونے کے باعث سب کا آمد و خرچ برابر ہو جاتا ہے اور ہم لوگوں کو مختلف قسم کی تکالیف سہنی پڑتی ہے۔

گاؤں میں صنعت و حرفت ابھی اچھی طرح جاری نہیں ہوئی کیونکہ سرمایہ نہ ہونے کے باعث ہمیں ہاتھ ملکر بیٹھنا پڑتا ہے۔ ہاتھ کا روزگار جسے ہم اپنی خوشی سے چلانا چاہتے ہیں وہ بھی سرمایہ کی کمی کے باعث پوری طرح جاری نہ ہو سکا اگر حکومت ہمیں ۱۰۰ روپیہ دے دے تو ہم سبھی ممبران اس کام کو بڑے شوق سے چلائیں گے۔ سوسائٹی کی مالی حالت بھی اچھی نہیں ہے اسلئے ہم لوگوں کو یہ امداد طلب کرنی پڑی۔

صحت وصفائی

گاؤں کی صفائی کمیٹی گاؤں کی گلیوں و راستوں کی صفائی کا ہمیشہ خیال رکھتی ہے اگر کوئی ان کو ناجائز طریقے سے گندہ کرتا ہے تو سوسائٹی کی پنچایت میں اس پر ایک آنہ یا آدھ آنہ جرمانہ کیا جاتا ہے۔ لوگ اپنے گھر کے کوڑے گھور کے گڑھوں میں ڈالتے ہیں۔ گاؤں کے اندر تین گڑھے ہیں جو کبھی کبھی صاف کئے جاتے ہیں اور مویشیوں کو ہلاکر مچھروں کو مارنے کی کوشش کی جاتی ہے گاؤں میں کوڑاکرکٹ



گاؤں کی نمائش میں چیزیں گرام سدھار کا گاؤں مرزاپور ضلع مرزاپور

رکھنے کے لئے ہم گڑھے بنوائے گئے ہیں۔ مویشیوں کا انتظام گاؤں کے باہر کیا گیا ہے لیکن جگہ کی قلت کے باعث ان کا مستقل انتظام نہ ہو سکا۔ گاؤں کی گلیوں میں کھرنجا بچھوایا گیا ہے جس کے لئے اینٹیں گرام سدھار کو آپریٹو سوسائٹی فنڈ سے ملی ہے مزدوری گاؤں والوں نے دی ہے۔ گاؤں کے سبھی پانی پینے کے کنوئیں نصف سرکاری مدد اور نصف مالک کنوئیں سے لیکر بنوا دیئے گئے ہیں۔ کنوئیں ہر سال صاف کئے جاتے ہیں۔ اور برسات میں لال دوا ڈالی جاتی ہے۔ گاؤں میں جتنے گندے ہیں سب گرا کر ان میں پھولوں و ترکاریوں کے پودے لگا دئے گئے ہیں۔ مکانوں میں روشندان اور کھڑکیوں کا کافی انتظام ہے گاؤں بھر میں ۳۰ کھڑکیاں اور ۷۰ جھروکے ہیں۔ چیچک کا ٹیکہ سبھی لڑکوں کو لگوا دیا گیا ہے۔ گاؤں میں پارسال پلیگ کا بھی ٹیکہ

لگوایا گیا تھا۔ جو گاؤں والوں نے خوشی سے لگوایا۔ گاؤں میں دواؤں کا ایک بکس ہے جس سے گاؤں والوں کو کافی فائدہ ہوا ہے۔ تقریباً ۰۰۵ مریضوں نے اس سے شفا پائی لیکن اب سب دوائیں ختم ہو گئی ہیں۔

گاؤں میں ۷ مددگار دیہات اور ۲ نار کاٹنے والی دائیاں ہیں مددگار دیہات موقعہ بموقعہ گاؤں والوں کی مدد کیا کرتے ہیں۔ دائیوں کو ایک بکس بھی دیا گیا ہے۔

تعلیم

گاؤں کے لڑکے پرائمری اسکول میں پڑھتے ہیں اور نوجوان کے لئے رات کے مدرسہ کھولا گیا ہے اس میں ۳۰ نوجوان تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ جو لڑکے اسکول نہیں جاتے وہ رات میں اسی مدرسے میں پڑھتے ہیں۔ نوجوانوں کو دیہاتی گانا، بھجن وغیرہ بھی سکھایا جاتا ہے۔ اور نئی نئی باتیں پمفلیٹ سے پڑھکر بتائی جاتی ہیں۔

اشاعت

گاؤں میں ایک راماٸن وبھجن منڈلی ہے جو ہمیشہ گرام سدھار کے جلسے میں پہلا انعام پاتی ہے راماٸن منڈلی کی بیٹھک ہفتہ میں دو تین بار ہوا کرتی ہے۔ گاؤں میں دو اکھاڑے ہیں۔ جن میں کشتی ہوتی ہے اور جوڑ، گدا، نال اٹھائی جاتی ہے اور کسرت ہوتی ہے۔ گاؤں میں کبھی کبھی رسہ کشی بھی ہو جاتی ہے۔ اور اتوار کے میدان میں ہر دوسرے تیسرے روز کبڈی بھی ہوتی ہے گاؤں میں عورتوں کی بھی کبھی کبھی میٹنگ ہوتی ہے جس میں اُن کو صفائی و سدھار کی باتیں بتائی جاتی ہیں ابتک ایسی پانچ میٹنگیں ہوئی ہیں ان میں کو آپریٹو سوسائٹی کے سپروائزر اور آرگنائزر بھی شامل تھے۔

دستکاری

گاؤں میں کھیتی کے علاوہ لوگ گائے بھینس بھی پالتے ہیں جن کا گھی دودھ کچھوا بازار میں بیچا جاتا ہے۔ گاؤں والوں نے حال ہی میں ٹاٹ ستلی، رسی اور نواڑی کی صنعت شروع کی ہے۔ ان کے لئے گرام سدھار سے ٹاٹ بننے اور ستلی کاتنے کے سامان بھی دئے گئے ہیں۔ یہ چیزیں بھی کچھوا بازار میں بیچی جاتی ہیں۔

گذشتہ سال یہ گاؤں گرام سدھار کے کاموں میں بنارس کمشنری میں اوّل آیا ہے اور ہم لوگوں نے اس سال ہیگ شیلڈ بھی حاصل کیا ہے۔

خدا کہاں ہے؟

(از مسٹر سلام مچھلی شہری)

یہ پرارتھنا اور دعائیں چھوڑ دو۔
مندر یا مسجد میں دروازوں کو بند کرکے اِس تاریکی میں تم کس کی پوجا کر رہے ہو؟
اپنی آنکھیں کھولو۔ خدا تمھارے پاس ہے!

(۲)

جہاں غریب کسان اپنے ہل چلا رہے ہیں۔
جہاں بھوکے مزدور محنت سے کام کر رہے ہیں۔
—— ساون کی پھواروں اور سورج کی تیز کرنوں میں گرد سے اٹی ہوئی پوشاک پہنے، خدا بھی انھیں کے ساتھ ہے۔ انھیں کے ساتھ کام کر رہا ہے۔

(۳)

نجات —؟ نجات کہیں نہیں ہے!
میرے مہربان خدا نے خود نہایت خوشی سے اپنی مخلوق (Creation) کا ذمّہ لیا ہے۔ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ رہنے کے لئے مجبور ہے۔
اپنے اس گہرے دھیان سے باز آؤ۔
یہ پوجا کے چراغ اور پھول پھینکدو
کیا نقصان ہے اگر تمھارے کپڑے میلے اور داغدار ہو جائیں —
اپنے خدا سے ملو اور اس وقت جبکہ تمھارے ماتھے سے پسینے بہ رہے ہوں کھیتوں کے کنارے اپنے خدا کو دیکھو —— خدا وہیں ہے!!!
(ٹیگور)

بمبیا کبوتر خانے

(از جناب مارکنڈے باجپیئی ایم۔اے ؛ ایل۔ ایل۔بی)

کسی زمانے میں لکھنؤ کبوتر بازی کے لئے مشہور تھا اُن دنوں بہت سی بازیاں تھیں۔ پتنگ بازی تھی، مرغ بازی تھی شطرنج بازی تھی۔ گنجفہ بازی تھی۔ شوق بازی تھی، عشق بازی تھی، کہاں تک بازیاں گناؤں؟ اب تو کوئی بازی بچی نہیں۔ پتنگ بازی جاپان پہنچ گئی۔ وہاں آج بھی بڑی لمبی چوڑی رنگ برنگی پتنگیں روز آسمان پر چڑھائی کے لئے پہنچ جاتی ہیں اور اُن میں شام کو چھوٹی چھوٹی قندیلیں بھی باندھ دی جاتی ہیں کہ اندھیرے میں پینچ لڑ سکیں۔ خوب داؤں لگائے جاتے ہیں اور پینچ ہوتے ہیں۔ شوق بازی پیرس پہنچ گئی۔ وہاں کی عورتوں کی باریک کپڑوں کی پوشاکیں دیکھ کر لکھنوی نوابوں کے جاڑے کے چکن کے کرتے اور اچکنیں یاد آتی ہیں۔ عورتوں کی روز بدلنے والی چھوٹی چھوٹی ٹوپیاں دیکھ کر لکھنوی نوابوں کی دوپلی ٹوپیاں یاد آ جاتی ہیں اُن کے روز نئے رنگے بالوں کے پٹے دیکھ کر نوابوں کے حنا میں بسے ہوئے کالے کالے بال یاد آجاتے ہیں امریکہ نے عشق بازی پر چھاپا مارا۔ وہاں کا رات رات کا پھر عورتوں مردوں کا چیک چیک کر ناچنا اور اندھیرے میں موٹروں میں بیٹھ کر گھومنا مشہور ہے۔ مرغ بازی اب جزیرہ بالی میں جا بسی ہے۔ وہاں سارا کام عورتیں کرتی ہیں اور مرد مرغ لڑایا کرتے ہیں۔ ہنسنے کی بات نہیں ہے۔ مرغ لڑانا کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے۔ مرغوں کی شناخت کرنا سیکھنا، اُن کو لڑکوں سے زیادہ لاڈ سے پالنا اور پھر عورتوں سے چُرا چھپا کر بچی ہوئی ساری پونجی اُن کی ایک ہی لڑائی پر صرف کر دینا یہ ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ شطرنج اب دیہاتوں میں کھیلی جاتی ہے اور گنجیفے کے تاش اپنی زندگی میں پہلی اور آخری بار میں نے اپنے گاؤں والے گھر میں ہی دیکھے تھے۔ غرضکہ لکھنؤ غریب اُجڑ گیا۔ وہاں تو اب منسٹر بازی ہی رہ گئی ہے اور وہ بھی باہر والوں کے ہاتھ میں ہے۔ اب تو ایک منسٹر بھی لکھنؤ کا نہیں ہے۔ یہاں تک تو اندھیر مچا ہے۔ ایک لکھنؤ والے (لکھنوے نہیں) کی حیثیت سے اب سب بازیوں سے مُنہ موڑ کر پُرانے دن یاد کرکے ہی صبر کرنا پڑتا ہے۔ کہاں وہ رنگین زمانہ جب قیصر باغ کی عطر اور گلاب میں بسی ہوئی نہر میں نواب واجد علی شاہ تیرا کرتے تھے اور کہاں آج کا زمانہ کہ لوگ اُسی نہر کے بچے ہوئے حصّے میں تعلقہ داروں کو ڈبو دینا چاہتے ہیں۔

انھیں باتوں سے گھبرا کر سوچا کہ کہیں باہر گھوم آؤں گھومتے گھامتے بمبئی پہنچا۔ اگتپوری ہی سے بجلی کا انجن ریل گاڑی میں لگ گیا تھا اور گاڑی کو بڑی ہی تیزی سے کھینچے ہوئے لئے جا رہا تھا۔ اُتار چڑھاؤ سبھی اِس انجن کے لئے ایک سے معلوم ہوتے تھے۔ شہر کے قریب پہنچ کر دیکھا کہ لوگ چاروں طرف اس طرح بھاگے دوڑے چلے جا رہے ہیں کہ جیسے اُن کا مرنا جینا اُسی وقت طے ہوا جا رہا ہو۔ اپنے ساتھ بیٹھے ہوئے ایک صاحب سے میں نے پوچھا کہ یہاں کوئی فساد ہو گیا ہے یا ہونے والا ہے کیا؟ انھوں نے بہت چکرا کر کہا "نہیں تو" معلوم ہوا کہ بمبئی میں لوگ چلتے ہی اِس رفتار سے ہیں۔ ہر طرف اُونچے اونچے مکان تھے۔ ملیں دھنواں اُگل رہی تھیں۔ صاف ہوا کا کہیں نام تک نہ تھا۔ گرمی کا یہ حال تھا کہ پنکھا گاڑی میں برابر چل رہا تھا اور پسینہ بھی برابر بدن سے نکل رہا تھا۔ جی گھبرا گیا۔ دم گھٹنے لگا۔ کہاں دیہاتوں کی صاف ہوا اور کہاں بمبئی کا یہ حبس بھرا۔ اس سے تو میرا لکھنؤ ہی بھلا۔

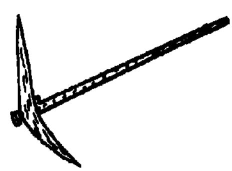
تھوڑی دیر میں گاڑی رینگتی ہوئی ایک بہت بڑے اسٹیشن میں داخل ہوئی۔ معلوم ہوا کہ یہی وکٹوریہ ٹرمنس عرف بوری بندر ہے اور یہیں پر ریل کا راستہ ختم ہوتا ہے۔ بوری بندر اس اسٹیشن کا نام کیونکر ہو گیا یہ مجھے نہیں معلوم۔ میں نے اِدھر اُدھر بہت بندر تلاش کئے لیکن مجھے کہیں نظر نہ آئے۔ پھر خیال آیا کہ شاید بندر سے مُراد ہو بندرگاہ لیکن وہاں جہازوں کے بجائے ریل گاڑیاں تھیں، سمندر کے بجائے پکی زمین تھی اور بوریوں کے مسافر اُتر رہے تھے۔ خیر! شہروں میں ناموں کا کیا حساب ہے؟ کلکتے میں ایک محلہ 'اُلٹا ڈانگا' ہے۔ ایک سڑک رائفل (بندوق) اسٹریٹ ہے۔ اندور کا ایک بازار 'جونا توپخانہ' کہلاتا ہے اور لکھنؤ میں ایک محلہ 'بیرونی خندق' کہا جاتا ہے۔ الہ آباد میں ایک سڑک (تھارن ہل روڈ) کانٹوں والی پہاڑی ہے دوسری صفر (زیرو) روڈ ہے۔ شہروں میں تو ایسے تماشے ہوتے ہی رہتے ہیں۔ اسباب باندھ کر لدے پھندے ایک ہوٹل میں پہنچے اور وہاں ڈیرا ڈالا۔ ہوا کی بہت کمی تھی۔ اونچی اونچی عمارتیں ہر طرف ہوا روکے کھڑی تھیں۔ پٹرول اور ڈامر کی بدبو اوپر تک پہنچتی تھی۔ ہر مکان کے ہر کمرے میں سیل گھسی ہوئی تھی۔ لوہے کی ہر ایک چیز کو زنگ لگتے دیر نہ ہوتی تھی۔ ایک دوست نے مذاق میں کہا کہ یہاں کی سیلن آدمی کو زنگ لگا دیتی ہے۔ تم اپنا ٹرنک اور تالا لئے پھرتے ہو۔

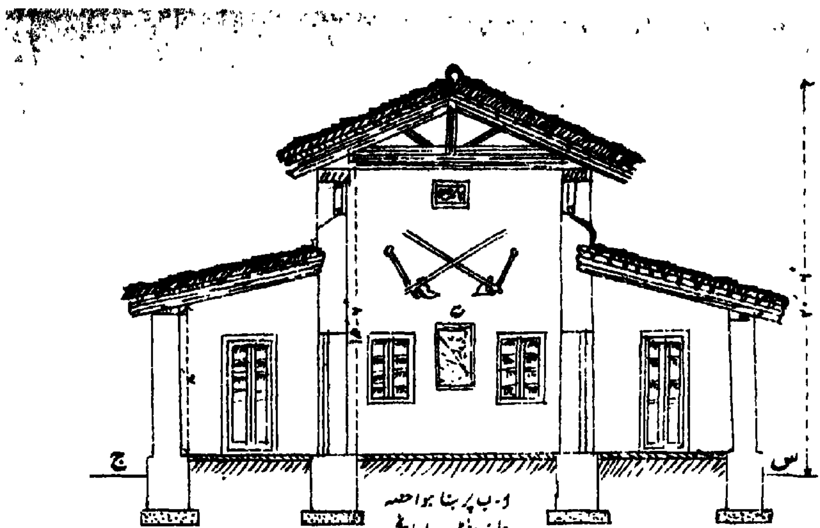
وہاں کی ایک بات دیکھ کر مجھے پُرانا لکھنؤ یاد آگیا۔ وہاں کے کبوتر خانے خوب ہیں اور اُن کی تعریف یہ ہے کہ اُن میں رہتے ہیں کبوتر نما انسان یا انسان نما کبوتر۔ جو چاہے کہہ لیجئے۔ سَو سَو دو دو سو ایسے کبوتر ایک کابک میں رہتے ہیں۔ اور ایک ایک کبوتر کا کنبہ ایک ایک دربے میں رہتا ہے۔ کبھی کبھی تو جگہ کی اتنی کمی ہوتی ہے کہ ایک سے زیادہ کنبے بھی ایک ہی دربے میں بند ہوتے ہیں۔ صبح ہوئی اور غٹر غوں، غٹر غوں شروع ہوا۔ بڑا شور ہوتا ہے۔ چونچوں میں داتونیں۔ دیسی اور ولایتی دونوں قسم کی۔ دربائے کھوپڑیاں باہر جھانکتی ہیں۔ ہر طرف خوب کھانسنے کھنکھارنے کی آواز سُنائی دیتی ہے۔ تقریباً گھنٹے دو گھنٹے سڑک پر بھنگی کی جھاڑو کی صفائی اور اوپر سے گلے کی صفائی بس یہی سُنائی دیتا ہے۔ درمیان میں کبھی کبھی دھڑ دھڑاتی ہوئی بس یا گھڑگھڑاتی ہوئی ٹرام نکل جائے تو اور بات ہے۔ ہاں یہ ٹرام اور بس کیا بلا ہیں یہ بھی بتاتا ہوں۔ یہ چلتے پھرتے کبوتر خانے ہیں۔ ٹرام بجلی سے چلتی ہے اور 'بس' موٹر سے۔ جب بمبیا کبوتر اپنے کابکوں سے نکل کر دفتری کابکوں کو جاتے ہیں تو اِن میں چلتے پھرتے کبوتر خانوں میں جاتے ہیں۔ ایک ایک بنچ پر دو کے بیٹھنے کی جگہ ہوتی ہے اور باہر سے دیکھیں تو ایک ایک کھڑکی پر ایک ایک کھوپڑی نظر آتی ہے۔ اصلی کبوتر کہیں آتے جاتے ہیں تو اپنے پروں کو ہوا میں پھڑ پھڑاتے ہوئے جاتے ہیں۔ یہ انسان نما کبوتر نہ تو گھر کے کابکوں میں ہوا پاتے ہیں اور نہ دفتری کابکوں میں۔ آنے جانے تک کے لئے تو انھوں نے چلتے پھرتے کابک رکھ چھوڑے ہیں۔ مردانے کبوتر تو صبح ساڑھے آٹھ نو بجے ہی سے دفتروں کے لئے اُڑ جاتے ہیں اور دِن چھپنے (اندھیرا ہونے) پر لوٹتے ہیں۔ اکثر واپسی میں رات کے دس گیارہ تک بج جاتے ہیں۔ زنانے کبوتر دوپہر میں بازاروں کے لئے اُڑ جاتے ہیں اور شام کو ۴ بجے چائے کے چارے کے وقت ہی لوٹ کر آتے ہیں۔ اور پھر مردانے کبوتروں کی راہ دیکھتے ہیں بڑی ہی عجیب زندگی ہے جہاں مردانے اور زنانے دونوں ہی قسم کے کبوتر کام پر جاتے ہیں۔ وہاں چارہ بھی بازار سے ہی لانا پڑتا ہے۔ گھر کا رکھا ہوا یا بنا ہوا چارہ تو صرف اتوار کو نصیب ہوتا ہے۔ جو جوڑے خوش قسمت

ہیں اُنھیں ہفتے میں ۲ چار دن شام کو سمندر کے کنارے سانتھ اُڑنے کا موقعہ مل جاتا ہے۔ لیکن سب کو یہ بھی نہیں نصیب ہوتا۔ میں تو یہ سب دیکھ کر سوچنے لگا کہ ایسی زندگی ہونے سے نہ ہونی اچھی۔

اوّل تو شہر میں دھنوئیں کے مارے آفت۔ ریل کا دھنواں الگ، جہازوں کا دھنواں الگ اور ملوں کا دھنواں الگ، اور ریلیں بھی یکّوں تانگوں کی طرح افراط۔ دو دو ریلوے کمپنیاں اور دونوں کی ریلیں ہر پندرہ منٹ میں دوڑنے والی جی۔ آئی۔ پی لائن بوری بندر سے کلیان اور تھانہ تک اور بی۔ بی۔ سی۔ آئی لائن قلابہ سے بوری والی اور اندھیری تک۔ جی۔ آئی۔ پی ریلوے کی گاڑیاں اب بھی ویسی ہی دوڑتی ہیں۔ بی۔ بی۔ سی آئی کا قلابہ کا اسٹیشن اب ٹوٹ گیا ہے اور گاڑیاں چرچ گیٹ اسٹیشن تک ہی جاتی ہیں۔ لیکن یہ گاڑیاں اب بجلی کے زور سے چلتی ہیں اور دھنواں نہیں اُڑاتیں چلتی ہیں اب بھی وہ ہر دس یا پندرہ منٹ کے وقفے کے بعد اور چالیس پینتالیس میل تک کبوتروں کو اپنے کبوتر خانوں میں لے جاتی ہیں لیکن بغیر دھنواں اُڑائے۔ جہازوں اور ملوں کا دھنواں اب بھی باقی رہ گیا۔ دھنوئیں اور سڑکوں کی بدبو سانس لینا دشوار بنا دیتی ہے۔ کبوتر خانے جتنے اونچے ہیں اُتنے ہی مہنگے ہیں۔ نیچے والے کابک تو کچھ سستے بھی مل جاتے ہیں۔ مگر اوپر والے نہیں مل سکتے۔ اور صاف ہوا چاہیئے تو خاص بمبئی سے جتنا بھی دور ہو سکے رہو اور بجلی کی ریل گاڑیوں پر صبح سے دفتری کبوتر خانوں کو بھاگو۔ یعنی رات کو ہوا کھاؤ۔ اور بند کمروں میں آخر کتنی ہوا آتی ہوگی بمبئی والوں کو تو ذرا میں سردی معلوم ہونے لگتی ہے ٹھنڈے سنیما گھر میں گئے اور نکلتے ہی لگے ناک سے دونلی بندوقیں سے گولیاں چلانے۔ اتنی سردی تو گرمی پڑتی ہے کہ چوبیس گھنٹے بجلی کا پنکھا چلاؤ اور چوبیس گھنٹے پسینہ بہے۔ اور وہاں والے پہنیں گے اکثر گرم کپڑے کہ جسم میں سیل سے کہیں زنگ نہ لگ جائے۔ اور ستم ملاحظہ ہو کہ ہم لکھنؤ والے نزاکت کے لئے اب بھی مفت میں بدنام ہیں۔

میں تو بمبئی میں گھبرا گیا۔ ایک روز شام کو چرچ گیٹ اسٹیشن کی طرف ہو جانے کے ارادے سے گیا تو راہ میں وہ زبردست بھیڑ ملی کہ میرا دم گھٹنے لگا۔ ریل میں بھی بھیڑ کی وجہ سے سانس لینی مشکل ہوگئی۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ دفتروں سے کبوتر اُڑے ہیں اور شام کے وقت روز یہی حال رہتا ہے۔ میری جان تو فالتو تھی نہیں کہ ہوا کے بغیر اپنی جان کھوتا۔ ہوٹل لوٹتے ہی میں نے بستر باندھا۔ منیجر مجھے سمجھاتا رہا کہ ابھی یہ نہیں دیکھا وہ نہیں دیکھا۔ لیکن میں نے کہا کہ میں نے سب دیکھ لیا ہے اور اب میرا دم گھٹ رہا ہے۔ ریل پر بیٹھا اور یہ طے کیا کہ پہلے کسی گاؤں جاؤں اور وہاں صاف ہوا کھاؤں گا پھر گھر واپس جاؤں گا۔ انسان سے کبوتر بننا مجھے منظور نہیں۔





و ۔ ب پر بنا ہوا حصہ
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ

پنچایت گھر

(گذشتہ سے پیوستہ)

از جناب ایم ۔ ایس رندھاوا ۔ آئی ۔ سی ۔ ایس

پنچایت گھروں کے متعلق ہم مسٹر ایم ۔ ایس رندھاوا کا اہم مضمون ہل کی گذشتہ ۲ اشاعتوں میں شائع کر چکے ہیں۔ یہاں ان کے بنانے کے متعلق خاص باتیں ملاحظہ فرمایئے

ضمیمہ ۱

پنچایت گھروں کے قواعد

حلقے کے گرام سیوک یا مقامی سرپنچ پنچایت گھر کی مرمت اسکی حفاظت اور اس میں رکھے جانے والے فرنیچر وغیرہ چیزوں کے لئے ذمہ دار ہوں گے ۔

(۱) فہرست

گرام سیوک مندرجہ ذیل فہرستیں تختی پر لکھکر پنچایت گھر کی دیواروں پر ٹانگ دینگے۔

(۱) فرنیچروں کی فہرست

(۲) تصویروں، پوسٹر بورڈوں اور مجسّموں کی فہرست

(۳) کھیل کے سامانوں کی فہرست

(۴) خیرات دینے والوں کی فہرست ۔ ایک لکڑی کے تختے پر ۵ روپیہ یا اس سے زیادہ دینے والے لوگوں کے نام لکھ دیئے جائیں، اور آئندہ بھی اسی قسم کی امداد دینے والوں کے نام لکھے جاتے رہیں ۔ اس سے لوگ خیرات دینے کے لئے متاثر ہونگے۔

سپروائزروں کا یہ فرض ہوگا کہ وہ پنچایت گھروں کا معائنہ کرتے وقت اِن فہرستوں کی بھی جانچ کریں۔

(۲) رجسٹر

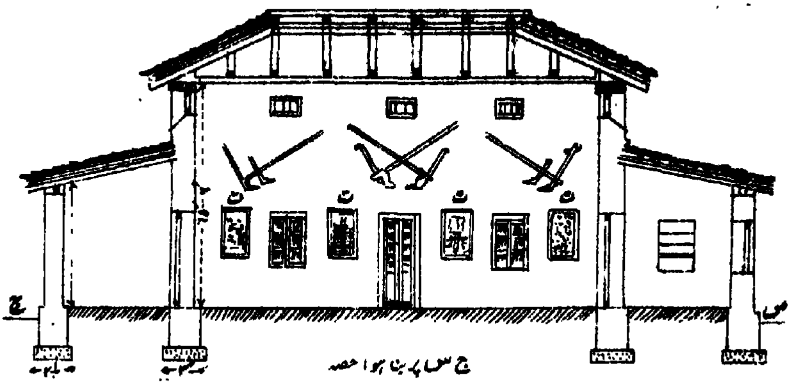
گرام سیوک حسب ذیل رجسٹر تیار کرینگے۔

(۱) کتاب گھر کی کتابوں کا رجسٹر۔

(۲) اخباروں، رسالوں، کتابوں اور موقع بہ موقع شائع ہونے والی سرکاری کتابوں کا رجسٹر۔

(۳) مریضوں کا رجسٹر۔ جس میں روزانہ دوا لینے والے مریضوں کے نام، پتہ، عمر، مرض کے نام اور مجوزہ دواؤں کے نام لکھے جائینگے۔

(۴) اسٹاک بک، جس میں فرنیچر کی پوری فہرست، تصویر، پوسٹر مجسّمے اور آلات زراعت درج ہوں گے۔



ج ش پر بنا ہوا حصہ
پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ

(۵) آنے والوں کے رجسٹر جس میں آنے والے لوگوں کے نام تفصیل، آنے کی تاریخ جانے کی تاریخ آنیکی وجہ وغیرہ باتیں درج کیجائینگی۔

(۶) خیرات دینےوالوں کے رجسٹر

(۷) پروسیڈنگ بکس اسمیں پنچایت کی بیٹھکوں کی پوری کیفیت درج کیجائیگی۔

(۳) پنچایت گھر میں رُکنے کے قاعدے

(۱) گاؤں میں آئی ہوئی بارات سرپنچ کی اجازت سے پنچایت گھر میں ٹک سکتی ہے۔ سرپنچ اس بات کو دیکھیں کہ براتی پنچایت گھر میں نہ غسل کرسکیں نہ کھانا پکا سکیں اور نہ جگہ جگہ تھوک سکیں۔ سرپنچ اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ براتی تصویر اور پوسٹر نہ خراب کریں۔ پنچایت گھر کے اندر کھانا کھانے اور دیسی شراب پینے کی بھی ممانعت رہیگی۔

(۲) زراعت امداد باہمی، ڈسٹرکٹ بورڈ، تعلیم، صحت عامہ وغیرہ اصلاحی محکموں کے ملازمین سرپنچ کی اجازت سے پنچایت گھر میں قیام کرسکتے ہیں۔ ایسے لوگ عمارت کا جائز استعمال کرینگے اور اگر کچھ نقصان ہوا تو اسکے ذمہ دار ہونگے۔

۴- کتاب گھر

(۱) کتاب دینے لینے کا کام بالغوں کے مدرسے کے مدرسوں کو سونپا جائیگا۔

(ب) وہ کتاب گھر کھولنے اور بند کرنیکے لئے ایک وقت معین کریگا۔

(ج) ایسے ہی لوگ کتابیں گھر لیجا سکینگے جنھوں نے ایک روپیہ جمع کیا ہے۔

(د) کتابیں ایک ہفتے کے اندر واپس کر دینی ہونگی۔

(ہ) پڑھنے والوں کو ایک روپئے سے کم قیمت کی کتابیں ہی گھر لیجانے کیلئے دیجا سکیں گی۔

(و) گھر پر پڑھنے کیلئے اخبار اور رسالے کسی بھی حالت میں نہ دیئے جاسکیں گے۔

(ز) ماہوار رسالوں کی فائیل رکھی جائیگی اور چھ ماہ کے پرچوں کی جلد بھی بندھوا لیجائیگی۔

(ح) کتاب لیجانے والے اسکی حفاظت کے ہرصورت ذمہ دار ہونگے۔

۵- ریڈیو

گرام سیوکوں پر ریڈیو کی نگہداشت کی بھی پوری ذمہ داری ہوگی۔ انکا فرض ہوگا کہ وہ راتکو ۸ بجے سے سوا نو بجے تک گاؤں والوں کیلئے ریڈیو سے کام لیں۔ بیٹری ڈیسچارج ہونے پر اُسے پھر سے چارج کرانے کیلئے فیض آباد بھیجدیں اور ریڈیو دوسرے پنچایت گھر میں بھیجدیں۔

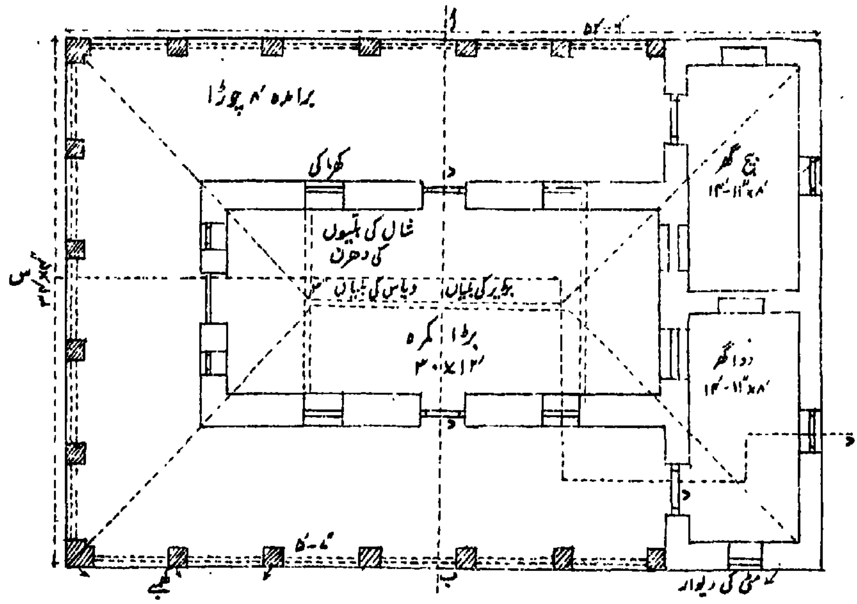
۶- بیٹھکیں

ایک مہینے میں پنچایت کم سے کم ایک بیٹھک ضرور ہونی چاہیئے۔ سرپنچ ایک پروسیڈنگ بک رکھیگا جسے معائنہ کرنیوالے سبھی افسران دیکھ سکیں۔

۷- مرمت

اکتوبر میں عمارت کی مرمت ہونی چاہیئے۔ اس کام کیلئے گرام سیوک اور سرپنچ حلقے والوں سے چندہ کریں گے۔ آنیوالوں سے خیرات لینے

پنچایت گھر کا نقشہ بڑے گاؤں کے لئے



پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ

کے لئے ایک بکس رکھ دینا چاہئے اور اسی طرح موصول رقم ایک رجسٹر میں درج ہونی چاہیئے۔

ضمیمہ ۲

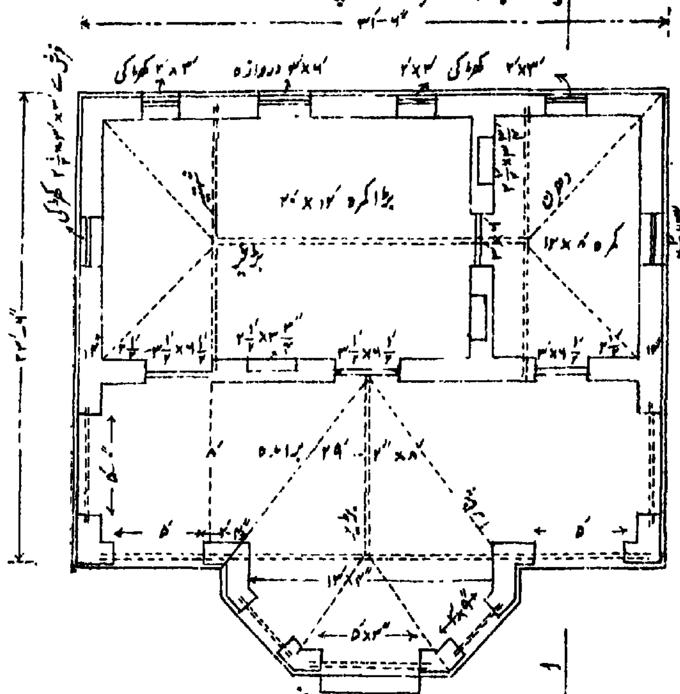
پنچایت گھر کے دواخانوں کو دی جانے والی دواؤں کی فہرست:-

نام دوا	تعداد	وزن	قیمت
سنگرہنی کی دوا	۱ ڈبہ	۴ اونس	۲؍۰
پیچش کی دوا	۱ "	۴ "	۲؍
کف کی گولیاں	۱ "	۴ "	۲؍
پھوڑے کا مرہم	۱ "	۴ "	۳؍
داد کا مرہم	۱ "	۴ "	۲؍
کھجلی کا مرہم	۱ "	۴ "	۱؍

نام دوا	تعداد	وزن	قیمت
الیوٹنیل آئیل کا مکسچر	۱ بوتل	۲ پنٹ	۱۲؍
دانت کی دوا	۱ شیشی	۱ اونس	۵؍
کان کی دوا	۱ "	۱ "	۱؍
میگنیشیا سلفیٹ	۱ ڈبہ	۴ "	۱؍
ٹنکچر آیوڈین	۱ بوتل	۲ پنٹ	۳؍
آنکھ کی دوا	۱ "	۲ "	۳؍
پوٹاشیم پرمیگنیٹ	۱ ڈبہ	۴ اونس	۳؍
میزان			۱؍۶

نوٹ۔ دواؤں کے منگانے کے پتے یہ ہیں۔
(۱) سرکار اینڈ کمپنی کیمسٹس، لکھنؤ
(۲) ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ، "

پنچایت گھر کا نقشہ چھوٹے گاؤں کے لئے



پیمانہ ۸ فٹ = ۱ انچ

(۳) ریڈیکل ہال، فیض آباد

(۴) سکریٹری گرام سدھار کمیٹی فیض آباد

۲ - عام بیماریوں کی وجہ اور علاج بتلانے والے تصویر چارٹ منگانے کے پتے یہ ہیں:-

(۱) ڈائریکٹر، پبلک انفارمیشن، لکھنؤ

(۲) افیسر محکمہ گرام سدھار یوپی ،،

(۳) سکریٹری گرام سدھار کمیٹی فیض آباد

ضمیمہ ۳

ہر ایک پنچایت گھر کو دیئے جانے والے فرنیچر، پوسٹر بورڈ وغیرہ کی فہرست۔

نام	تعداد	سائز	ایک عدد کی قیمت
میز	۱	۳'×۲'×۲'	۸-۰-۰
کرسیاں	۲	۱۴"×۱۸"	۲-۱۲-۰
بنچیں	۲	۱۸'×۱'×۹"	۲-۹-۰
پوسٹر بورڈ	۵	۲'×۳'	۱-۱۲-۰
نوٹس بورڈ	۱	۴½'×۳'	۵-۰-۰
رنگین سائین بورڈ	۱	۴'×۳'	۵-۰-۰
تصویر کے فریم	۷	۱۲'×۱۰'	۰-۰-۰
میزان			۲۵-۳-۰

نوٹ - میز اور بنچیں آم کی لکڑی کی اور کرسیاں شیشم کی بنیں ہیں۔

ضمیمہ ۴

ہر ایک پنچایت گھر کو دیئے جانے والے رجسٹروں کی فہرست۔

۱- فرنیچروں کا رجسٹر

تحصیل

حلقہ

آرگنائزر کا نام

گاؤں کا نام

میز
بنچیں
کُرسیاں
دیوار کی تصویریں
پوسٹر بورڈ
جالی لگے ہوئے پوسٹر بورڈ
نوٹس بورڈ

۲۔ کتاب گھر کی کتابوں کا رجسٹر
۳۔ ماہوار رسالوں کا رجسٹر
۴۔ مریضوں کا رجسٹر
۵۔ آنے والوں کا رجسٹر
۶۔ خیرات دینے والوں کا رجسٹر
۷۔ بالغوں کے مدرسوں کا رجسٹر

ضمیمہ ۵

اُن رجسٹروں کی فہرست جو گرام سدھار کے ضلعے کے دفتر میں رکھے جائیں گے۔

۱۔ دواؤں کے بکس کا رجسٹر جو ضلعے کے دیہاتوں میں تقسیم کئے گئے۔

تحصیل
آرگنائزر کا نام
گاؤں کا نام
دواؤں کا بکس دینے کی تاریخ
بکسوں کو پھر سے بھرنے کی تاریخ
دوا ختم ہونے کی تاریخ
اُن مریضوں کی ماہانہ تعداد جن کا علاج ہوا۔

۲۔ پنچایت گھروں کا رجسٹر

تحصیل
حلقہ کا نام
آرگنائزر کا نام
پنچایت گھروں کی تعداد
گاؤں
پنچایت گھر کا نام
تاریخ جبکہ عمارت بننا شروع ہوئی
تاریخ جبکہ عمارت تیار ہوگئی
گرام سدھار فنڈ سے ملنے والی پیشگی امداد
(۱) نقد روپئے
(۲) دروازے
(۳) روشن دان
(۴) ٹین کی چادریں
گاؤں سے ملنے والی امداد
(۱) نقد روپئے
(۲) پانچ روپئے دینے والوں کے نام
(۳) پانچ روپئے سے کم امداد دینے والوں کے نام

۳۔ کنوؤں کے رجسٹر

تحصیل
آرگنائزر کا نام
حلقہ
گاؤں
کنوئیں کے مالک کا نام
گرام سدھار کے فنڈ سے ملنے والی امداد
کنواں بن جانے کی تاریخ
گرام سدھار انسپکٹر کے معائنے کی تاریخ اور کیفیت۔

ہمارے عیسائی بھائی

(از پنڈت وینکٹیش نرائن تیواری)

(۱)

صوبجات متحدہ میں اقلیت کے مسئلہ کا ایک دلچسپ پہلو ہمارے عیسائی بھائیوں کا سوال ہے۔ اِس صوبے کی کُل آبادی ۴ کروڑ ۸۴ لاکھ ہے۔ ان میں:-

۱- مسلمان	۷۲ لاکھ
۲- عیسائی	۲ " ۵ ہزار
۳- سکھ	۴۷ "
۴- پارسی	۱ "

ایسی حالت میں صوبجات متحدہ کے لئے اقلیت کے سوال کا تعلق صرف مسلمانوں اور عیسائیوں ہی سے ہے جہاں تک عیسائیوں کا تعلق ہے وہاں تک زبان اور رسم الخط کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ان کے متعلق جن باتوں پر غور کرنا ہے اُن کا تعلق یا تو ملازمتوں سے ہے یا مقامی بورڈوں میں نمائندگی سے۔ مذہبی آزادی اور شہری حقوق کی حفاظت کا سوال بھی ہمارے عیسائی بھائی اُٹھاتے ہیں۔ چنانچہ عیسائیوں کے مسئلے کی تین شکلیں ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں اُن کو کتنا حصّہ دیا جائے؟ میونسپل بورڈ، ڈسٹرکٹ بورڈ یا دیہاتی پنچائیوں میں اُنھیں علٰحدہ نمائندگی دی جائے یا نہ دیجائے اور اگر دی جائے تو کتنی؟ انھیں تین سوالوں پر ہمیں اس مضمون میں غور کرنا ہے۔

عیسائیوں کے مسئلے کی تہ میں صرف مذہبی اختلاف ہی نہیں ہے۔ اِس میں مذہبی فرق کے ساتھ قومی فرق بھی شامل ہے۔ کیونکہ ہمارے عیسائی تین مختلف قوموں کے ہیں۔ اِس صوبے میں کُل ۲ لاکھ ۵ ہزار عیسائی ہیں۔ جن میں سے ۱ لاکھ ۸۰ ہزار دیسی یا ہندوستانی عیسائی ہیں باقی ۲۵ ہزار عیسائیوں میں ۲۸ ہزار غیر ملکی ہیں یعنی وہ جو ہندوستان کے باہر سے آکر ہندوستان میں بس گئے ہیں اور اُن کے بال بچّے باقی ۱۱ ہزار اینگلو انڈین ہیں



اقلیت کے سوال پر تیواری جی نے ادھر کئی اہم مضامین لکھے ہیں۔ یہ اُنھیں میں سے ایک ہے۔ اسے ہم تیواری جی کی اجازت سے سرسوتی سے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ اس کے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمارے صوبے میں عیسائیوں کی کیا حالت ہے اور اُن کا سوال کیا ہے؟

جو جیسا کہ نام ہی سے ظاہر ہے نصف ہندوستانی اور نصف غیر ہندوستانی ہیں۔ اِن تینوں ہی قوموں[1] کے عیسائیوں کے مفاد علیحدہ علیحدہ ہیں اور تینوں کے مسئلوں کی شکل بھی جدا جدا ہیں۔ اُن مشکلوں پر غور کرنے سے پہلے آیئے اُنکی بیرونی تقسیم کی تصویر اپنے دل پر نقش کرلیں۔

عیسائی (۲ لاکھ اور ۵ ہزار)

غیر ملکی ۲۴،۰۰۰ — اینگلو انڈین ۱۱،۰۰۰ — دیسی ۱،۸۰،۰۰۰

دیسی: دیہاتی ۱،۳۵،۰۰۰ — شہری ۴۵،۰۰۰

دیسی عیسائیوں کی تعداد دیگر قوموں کے عیسائیوں کی تعداد سے چوگنی ہے۔ یعنی ہر ۵ عیسائیوں میں سے ۴ عیسائی ہندوستانی ہیں۔ شہروں یا قصبوں میں رہنے والے عیسائیوں میں ۴۵،۰۰۰ ہندوستانی، ۲۴،۰۰۰ غیر ملکی اور ۱۱،۰۰۰ اینگلو انڈین ہیں۔ دیہاتوں میں عیسائیوں کی تعداد ۱،۳۵،۰۰۰ ہے جن میں سے قریب قریب سبھی دیسی ہیں۔ اینگلو انڈین خاص کر صوبے کے ۴ شہروں میں آباد ہیں۔ الہ آباد میں ان کی تعداد ۲،۱۰۰۔ لکھنؤ میں ۱،۵۰۰۔ آگرے میں ۱،۳۰۰ اور جھانسی میں ۱،۰۰۰ ہیں یعنی صوبے کے ۱۱،۰۰۰ عیسائیوں میں تقریباً ۶،۰۰۰ انھیں چار شہروں میں رہتے ہیں۔ یعنی ۵۵ فی صدی۔ اسی طرح صوبے کے خاص خاص شہروں میں یعنی مردم شماری کی رپورٹ میں جن شہروں کو "سٹی" کا خطاب دیا گیا اُن میں ۲۴،۰۰۰ غیر ملکی عیسائیوں میں سے ۱۸،۰۰۰ سے کچھ زیادہ یعنی ۷۵ فی صدی آباد ہیں۔ تینوں قوموں کے عیسائیوں میں عورت و مرد مندرجہ ذیل تعداد ہے:-

قوم	مرد	عورت
۱- غیر ملکی عیسائی	۱۷،۵۵۸	۵،۹۴۲
۲- اینگلو انڈین	۵،۸۶۸	۵،۴۰۴
۳- دیسی عیسائی	۹۱،۰۰۹	۸۳،۳۷۱

غیر ملکی مردوں میں جہاں ۳ مرد ہیں وہاں ایک عورت۔ اس کا سبب یہ ہے کہ بہت سے غیر ملکی عیسائی فوج میں ملازم ہیں۔ سارے صوبے کے عورت مرد کے متعلق تناسب کے لحاظ سے اینگلو انڈین اور دیسی عیسائیوں کے مرد اور عورتوں کی تعداد میں کوئی خاص فرق نہیں ہے۔ صوبجات متحدہ میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق ہر سو مردوں کے مقابلے میں ۹۰ عورتیں تھیں۔ اس لحاظ سے اینگلو انڈین اور دیسی عیسائیوں میں عورتوں کی تعداد بہت کافی ہے۔

دیسی عیسائیوں کی تقسیم

دیسی عیسائیوں کی آبادی ۱۸۸۱ء میں ۴۸ ہزار تھی جو پچاس سال میں بڑھ کر ۱۹۳۱ء میں ۲ لاکھ ۵ ہزار ہوگئی پچھلی ۶ مردم شماریوں میں ان کی تعداد حسب ذیل ہے۔

سالم اعداد

۱۸۸۱ء میں		۴۸ ہزار
۱۸۹۱ء ،،		۵۸ ،،
۱۹۰۱ء ،،	۱ لاکھ	۲ ،،
۱۹۱۱ء ،،	۱ ،،	۶۸ ،،
۱۹۲۱ء ،،	۲ ،،	۱ ،،
۱۹۳۱ء ،،	۲ ،،	۵ ،،

مندرجہ بالا اعداد دیکھنے سے دو باتیں واضح ہوتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ ۱۸۸۱ء سے لیکر ۱۹۰۱ء تک یعنی ۲۰ سال کی مدت میں عیسائیوں کی تعداد دوگنی ہوگئی۔ یا ۵۸ ہزار سے بڑھکر ۱ لاکھ ۲ ہزار تک پہنچ گئی اور ۱۹۰۱ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان میں بھی انکی تعداد میں اتنا ہی اضافہ ہوا جتنا ۱۸۸۱ء اور ۱۹۰۱ء میں ہوئی تھی ۱۸۹۱ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان خاص اضافہ ہوا یعنی ۱۸۹۱ء کے ۵۸ ہزار عیسائی ۱۹۱۱ء میں ایک لاکھ ۶۸ ہزار ہو گئے۔ یعنی اس ۲۰ سال کے عرصے میں عیسائیوں کی تعداد ۲۰۸ فی صدی کے حساب سے بڑھی۔ لیکن ۱۹۱۱ء اور ۱۹۳۱ء کے درمیان فی صدی آبادی

[1] لفظ قوم کی بڑی بربادی ہے۔ جتنے مُنہ اُتنے معنے۔ میں کسی مُلک کے باشندوں کی جماعت کے معنے میں اس خاص لفظ کا استعمال کرنا چاہتا ہوں۔

کی رفتار ۲۰ سے گھٹ کر صرف ۱۵ رہ گئی۔ ان اعداد کے معنی واضح کرنے کے لئے ہم ناظرین کی توجہ اس طرف منعطف کرانا چاہتے ہیں کہ جہاں ۱۸۹۱ء سے ۱۹۱۱ء میں عیسائیوں کی تعداد میں ایک لاکھ ۲۰ ہزار کا اضافہ ہوا وہاں ۱۹۱۱ء سے ۱۹۳۱ء میں صرف ۲۷ ہزار کا اضافہ ہوا ان ۲۰ سال میں اضافہ کی رفتار اُن ۲۰ سالوں کے مقابلے میں ایک چوتھائی سے کچھ کم رہ گئی۔ اس کمی کا سبب کیا ہے؟ اضافہ یا تو تبدیل مذہب یا پیدائش کی زیادتی سے ہوتا ہے۔ پیدائشی اضافہ اُسی وقت ممکن ہے جب کسی خاص قوم یا خاص فرقہ میں مرنے والوں کی تعداد پیدا ہونے والوں کی تعداد سے مقابلے میں کم ہو۔ لیکن صوبے کے دیگر فرقوں کے مقابلے میں عیسائیوں میں نہ تو بچے ہی زیادہ پیدا ہوئے نہ مرنے والوں ہی کی تعداد بہت کم رہی۔ ایسی حالت میں تعداد میں اُسی وقت اضافہ ممکن ہے جب دوسرے فرقے کے لوگ عیسائی ہو جائیں۔ اب ایسا ہونا بھی کم ہو چلا ہے۔ کمی کا خاص سبب ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے کمشنر کی رائے میں ہندوؤں کی شدھی کی تحریک تھی۔ مثلاً ضلع میرٹھ کو لیجئے وہاں کے عیسائی ۱۹۲۱ء میں ۲۷ ہزار سے گھٹ کر ۱۹۳۱ء میں ۱۴ ہزار رہ گئے۔ کیونکہ جن چماروں اور بھنگیوں نے اپنے کو ۱۹۲۱ء میں عیسائیوں میں شمار کرایا تھا اُن میں سے بہتوں نے ۱۹۳۱ء میں اپنے کو آریہ سماجی لکھوایا۔ ضلع ایٹہ میں اسی سبب سے ۱۹۲۱ء کے مقابلے میں ۱۹۳۱ء میں عیسائیوں کی تعداد تقریباً ۳ ہزار کم ہو گئی۔ اسی طرح پیلی بھیت میں بھی کمی ہوئی۔ ۱۹۴۱ء کی مردم شماری کے وقت اس صوبے کے عیسائیوں کی کیا حالت ہو گی اس سلسلے میں ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اس صوبے کے عیسائیوں کی ۳ مختلف قومیں ہیں:۔

(۱) یوروپین (۲) اینگلو انڈین (۳) دیسی عیسائی۔

۱۹۳۱ء میں اس صوبے میں ۲۴ ہزار یوروپین عیسائی تھے، ۱۱ ہزار اینگلو انڈین اور ایک لاکھ ۷۰ ہزار دیسی عیسائی۔ یوروپین عیسائیوں کی تعداد ۱۹۱۱ء میں ۳۴ ہزار سے گھٹ کر ۱۹۳۱ء میں ۲۴ ہزار رہ گئی۔ ان میں سے بیشتر شہروں میں رہتے ہیں۔ صوبے کے ۲۲ بڑے شہروں میں یوروپین عیسائیوں کی آبادی ۱۸ ہزار اور اینگلو انڈینوں کی آبادی تقریباً ۸ ہزار ۱۹۳۱ء میں تھی۔

آیئے اب صوبے میں دیسی عیسائیوں کی تقسیم پر ایک نظر ڈالیں۔ جیسا اوپر لکھا جا چکا ہے اس صوبے میں ایک لاکھ ۷۰ ہزار دیسی عیسائی ہیں۔ ان میں سے ۴۵ ہزار شہر اور قصبوں میں آباد ہیں اور ایک لاکھ ۲۵ ہزار دیہاتوں میں آباد ہیں۔ مندرجہ ذیل فہرست میں عیسائیوں کی ضلع وار تقسیم ناظرین ملاحظہ فرمائیں:۔

شہروں اور قصبوں میں رہنے والے عیسائیوں کی تعداد سالم اعداد میں۔

نام ضلع	دیسی عیسائی	یوروپین اور اینگلو انڈین عیسائی	میزان
۱۔ مرادآباد	۴,۷۰۰	۵۰۰	۵,۲۰۰
۲۔ لکھنؤ	۳,۷۰۰	۵۰۰	۴,۲۰۰
۳۔ میرٹھ	۳,۶۰۰	۳,۳۰۰	۶,۹۰۰
۴۔ علیگڑھ	۲,۹۰۰	۱۰۰	۳,۰۰۰
۵۔ الہ آباد	۴,۵۰۰	۴,۰۰۰	۸,۵۰۰
۶۔ کانپور	۲,۴۰۰	۲,۶۰۰	۵,۰۰۰
۷۔ بریلی	۲,۴۰۰	۱,۵۰۰	۳,۹۰۰
۸۔ آگرہ	۲,۳۰۰	۳,۹۰۰	۶,۲۰۰
۹۔ بلندشہر	۱,۹۰۰	۴۰	۱,۹۴۰
۱۰۔ بدایوں	۱,۹۰۰	۲۶۰	۱,۹۲۶
۱۱۔ دہرہ دون	۱,۶۰۰	۲,۵۰۰	۴,۱۰۰
۱۲۔ جھانسی	۱,۶۰۰	۲,۷۰۰	۴,۳۰۰
۱۳۔ سہارنپور	۱,۵۰۰	۸۰۰	۲,۳۰۰
۱۴۔ ایٹہ	۱,۵۰۰	۲۶۰	۱,۷۶۰
۱۵۔ مظفرنگر	۱,۵۰۰	۱۲۰	۱,۶۲۰
۱۶۔ متھرا	۱,۳۰۰	۶۰۰	۱,۹۰۰
۱۷۔ بجنور	۱,۳۰۰	۳۱	۱,۳۳۱
۱۸۔ پیلی بھیت	۱,۰۰۰	۱۱	۱,۰۱۱
۱۹۔ فرخ آباد	۱,۰۰۰	۱۷۷	۱,۱۷۷

دیہات میں رہنے والے عیسائی قریب قریب سبھی دیسی ہیں صرف ۸ ضلع ایسے ہیں جن کی دیہاتوں میں رہنے والے دیسی عیسائیوں کی آبادی ۵,۰۰۰ سے زیادہ ہے۔

نمبر	نام ضلع	دیہاتوں کی آبادی (سالم اعداد)
۱۔	مرادآباد	۱۸,۰۰۰

نمبر	نام ضلع	دیہاتوں کی آبادی (سالم تعداد)
۲-	علیگڈھ	۱۵،۰۰۰
۳-	بدایوں	۱۴،۰۰۰
۴-	بلند شہر	۱۲،۰۰۰
۵-	میرٹھ	۱۰،۰۰۰
۶-	بریلی	۱۰،۰۰۰
۷-	مظفرنگر	۹،۰۰۰
۸-	ایٹہ	۸،۰۰۰

۴ ضلعوں میں ایسے عیسائیوں کی آبادی ۳ اور ۴ ہزار کے درمیان ہے۔

۱- متھرا ۲- مین پوری
۳- فرخ آباد ۴- آگرہ

مندرجہ ذیل ۶ ضلعوں میں دیہاتی عیسائیوں کی تعداد ۱،۰۰۰ سے زیادہ ہے۔

۱- الموڑہ ۲- بلیا
۳- گورکھپور ۴- بنارس
۵- بجنور ۶- سہارنپور

صوبے کے باقی ۳۰ ضلعوں کے دیہاتوں میں ان کی تعداد فی ضلع ایک ہزار سے کم ہے۔

اوپر کی فہرستوں کی خاص اہمیت ہے۔ خاص اہمیت کئی وجوہ سے ہے۔ دیہاتی پنچائیتوں، ضلع بورڈوں اور میونسپل بورڈوں میں عیسائیوں کا اور خصوصاً دیسی عیسائیوں کی کس تناسب سے نمائندگی ہو؟ کیا دیہاتی پنچائتوں میں ان کو نمائندگی دی جائے؟ اور اگر دی جائے تو ان کا انتخاب جداگانہ ہو یا مشترکہ؟ اگر مشترکہ ہو تو نمائندوں کی تعداد قانوناً محفوظ کر دی جائے؟ اینگلو انڈینوں اور یوروپینوں کو علیحدہ نمائندگی دی جائے یا نہیں؟ یہ سب سوال اہم ہیں۔ ان پر غور کرنے کے لئے مذکورہ بالا اعداد سے ناظرین کو بہت مدد ملے گی۔ مثلاً دیہاتی پنچائتوں کو لیجئے۔ صوبے میں ایک لاکھ چھ ہزار گاؤں، شہر یا قصبے ہیں۔ جن میں سے سارے صوبے میں ۴۵۰ شہر یا قصبے مانے جاتے ہیں۔ اس حساب سے ریاستوں کو یو۔پی میں تقریباً ایک لاکھ پانچ ہزار گاؤں ہوں گے اور ان دیہاتی رقبوں میں بسنے والے دیسی عیسائیوں کی تعداد ۱،۲۵،۰۰۰ ہے جن میں سے بالغوں کی تعداد تقریباً ۶۰ ہزار ہو گی یعنی فی گاؤں میں ایک سے کم اور نصف سے کچھ زیادہ دیسی عیسائی کا اوسط پڑتا ہے۔ اس ایک سے کم عیسائی کے خاص حقوق کی حفاظت کے لئے دیہاتی پنچائتوں میں نمائندگی خاص دینی چاہئے یا نہیں؟

اس صوبے میں صرف ۹ شہر ایسے ہیں جن میں دیسی عیسائیوں کی آبادی ۱،۰۰۰ سے زیادہ ہے۔ ان شہروں کے نام اور ان کے دیسی عیسائی باشندوں کی تعداد ناظرین کو مل جائے گی۔ سب سے زیادہ تعداد شہر مرادآباد میں ہے جہاں ۴،۰۰۰ دیسی عیسائی رہتے ہیں۔ متھرا اور بجنور میں سب سے کم عیسائی ہیں۔ یعنی ہر ضلع میں ۱،۳۰۰ ہیں۔ اوپر ناظرین کو اُن ضلعوں کے نام ملیں گے جن میں ۱۰،۰۰۰ سے زیادہ دیسی عیسائی رہتے ہیں۔ یہاں صرف یہ کہدینا کافی ہوگا کہ صرف ۸ ضلعوں کے دیہاتوں میں ۵،۰۰۰ سے لے کر ۱۰،۰۰۰ تک کی تعداد میں دیسی عیسائی ملیں گے۔ چار ضلعوں میں دیسی عیسائیوں کی تعداد فی ضلع ۳ ہزار سے ۴ ہزار تک ہے ۳،۰۰۰ سے کم اور ایک ہزار سے زیادہ دیسی عیسائیوں کی آبادی جن ضلعوں میں ہے اُن کی تعداد صرف ۶ ہے۔ صوبے میں صرف ۱۸ ضلعے ایسے ہیں جن کے دیہاتوں میں ۱،۰۰۰ سے زیادہ دیسی عیسائی آپ کو ملیں گے اور محض ۸ ضلعوں میں اُن کی آبادی ۵ ہزار سے زیادہ ہے۔

تعلیم

اس صوبے میں پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ اگر ہم سب مذہبوں کو ملالیں تو ۱۹۳۱ء میں ۵ سال اور ۵ سال سے زیادہ عمر والے ہزار آدمیوں میں صرف ۵۵ آدمی خواندہ تھے جن میں سے ایسے مردوں میں ۹۴ اور ایسی عورتوں میں ۱۱ فی ہزار پڑھ لکھ سکتی تھیں۔ سب قوموں کے عیسائیوں میں خواندگی صوبے کے تناسب سے پنچ گئی تھی۔ ۱۹۳۱ء میں ۵ سال یا اس سے زیادہ عمر والے خواندہ عیسائی ۲۸۹ فی ہزار، ۳۲۷ فی ہزار مرد اور ۲۴۱ فی ہزار عورتیں تھیں۔ عورتوں کی خواندگی خصوصیت کے ساتھ دلکش ہے۔ صوبے میں جہاں ہزار میں صرف ۱۱ عورتیں خواندہ تھیں وہاں عیسائیوں میں خواندہ عورتوں کی تعداد ۲۴۱ تھی یعنی صوبے

کے اوسط سے ۱۲ گنی زیادہ عیسائی عورتوں میں خواندگی تھی۔ دیسی اور یوروپین عیسائیوں میں صوبے کے اوسط کے مقابلے میں کتنی زیادہ خواندگی پھیلی ہوئی ہے اِس کا پتہ ہمیں مندرجہ ذیل فہرست سے لگے گا:۔

۱۹۳۱ء میں

	افراد میں	مردوں میں	عورتوں میں
۱۔ صوبے کی سب قوموں اور فرقوں کا اوسط	۴۷	۹۱	۹
۲۔ دیسی عیسائی	۱۵۲	۱۵۶	۱۴۸
۳۔ دیگر عیسائی	۷۰۱	۷۵۶	۵۸۷
۴۔ سب عیسائی	۲۴۵	۲۸۲	۲۰۲

اگر ہم ۱۹۳۱ء کی آبادی میں صرف اِنھیں افراد کو لیں جن کی اُس وقت ۱۵ سے ۲۰ سال تک کی عمر تھی تو مختلف فرقوں کے ہر ہزار میں خواندوں کی تعداد مندرجہ ذیل تھی۔

سب عمروں کے ہر ہزار میں خواندوں کی تعداد

	فرد	مرد	عورت
۱۔ صوبے کا اوسط	۷۲	۱۲۰	۱۸
۲۔ ہندوستانی	۹۷	۱۱۴	۱۳
۳۔ مسلمان	۷۷	۱۲۴	۲۶
۴۔ سکھ	۱۵۴	۲۳۲	۴۹
۵۔ دیسی عیسائی	۲۳۷	۲۴۴	۲۲۹
۶۔ دیگر عیسائی	۶۷۶	۸۱۵	۹۲۷

اوپر کے اعداد کو ذرا غور سے دیکھئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے مقابلے میں دیسی عیسائی تگنی سے زیادہ تعداد میں خواندہ ہیں۔ کم از کم تعلیم کے لحاظ سے دیسی عیسائیوں کو کوئی بھی پچھڑا ہوا یا پست کوئی بھی نہ کہے گا جس فرقے کے لوگ تعلیم میں اِتنی زیادہ ترقی کر چکے ہوں وہ اگر چاہیں تو صوبے کی عوامی اور اقتصادی زندگی میں آسانی سے رہنمائی کر سکتے ہیں۔ اُنھوں نے ایسا کیوں نہیں کیا اسکے تاریخی اسباب ہیں اُنکی تشریح ہم آگے چل کر کرینگے۔ یہاں پر تو اِس ممکن کے ناممکن ہو جانے کے راز کی طرف ہم اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

گھریلو دوائیں

فیل پاؤں

فیل پاؤں کے لئے ڈھاک کی کونپلوں پر کڑوا تیل اور نمک چھڑک کر گرم کر کے پٹی سے کس کر ہر وقت بندھا رکھنا چاہئے۔

خارش

خارش کے لئے مدار کا ایک چھٹانک دودھ ایک پاؤ کڑوے تیل میں جلا کر لگایا جائے تو دو دن میں فائدہ ہوتا ہے۔ اس مرض میں کنیل کے پتوں کو پانی میں اُبال کر اُس سے غسل کرنا چاہئے۔

آنکھ

آنکھ دُکھنے پر نیم کی پتّی کا رس لگائیے یا نیم کی پتّی، پھٹکری، ہلدی، پوستہ کا دانہ کی پوٹلی بنا کر آنکھ پر پھیرے۔

گٹھیا

گٹھیا کے لئے دھتورہ کا پتہ گرم کر کے باندھ دیا جائے یا مہندی کی پتّی اور دیسی صابن گنگنا کر لیپ کرے اور سونٹھ و رینڈی کا گودا اور سونف دلال شکر پیس کر تین ماشہ صبح پھانک لیا جائے۔

محکمہ امداد باہمی یو۔پی کی تجویز

اچھوتوں کی اصلاح

از شری بے۔پی۔ مشرا ایم۔اے

یہ سبھی جانتے ہیں کہ ہمارے اچھوت بھائیوں کی حالت بڑی ہی دردناک ہے۔ برسوں سے وہ سماجی ظلموں کے شکار رہتے ہیں اور انھیں جانوروں سے بھی گرا ہوا سمجھا گیا ہے۔ جب انھیں چھونا ہی بُرا سمجھا جاتا ہے تو بھلا اُن سے ہمدردی کیسے ہو سکتی ہے اور کس طرح انکی امداد و ترقی ہو سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان اچھوتوں کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جا رہی ہے انکی آمدنی اتنی کافی نہیں کہ بغیر قرض کے انکا گزارہ ہو سکے اور قرض دینے والے زیادہ تر کابلی ہوتے ہیں جو پانچ کے ۶ اور ۱۰ کے ۱۲ ایک ہی مہینے میں وصول کرتے ہیں۔ آمدنی کم ہوتے ہوئے بھی انھیں شراب یا دارو کا استعمال بہت زیادہ ہے اور برادری یا پنچایت دینے کے وقت تو یہ اُجڑ ہی جاتے ہیں۔ ان میں جو بار وزگار ہیں اُنھیں ٹیکنیکل مشورہ دینے والا کوئی نہیں ہے اور نہ اُنکے پاس اتنا پیسہ ہی ہے کہ وہ ترقی کے ذرائع استعمال کر سکیں۔ ان کی بستیاں و جھونپڑیاں شہر کے باہر عموماً نچلی زمین میں بنی ہوتی ہیں جس کی وجہ سے گندگی بہت رہتی ہے۔ جھونپڑیاں اتنی چھوٹی ہوتی ہیں کہ ان میں پورے کنبے کا رہنا بھی مشکل ہو جاتا ہے اور روشندان و دھواں نکلنے کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے ان میں نہ تو ہوا ہی آسکتی ہے نہ کافی دھوپ۔

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ تقریباً ۱۰ سال سے حکومت و پبلک کی توجہ اچھوتوں کی ترقی کی جانب زیادہ منعطف ہوئی ہے۔ چھوت اچھوت کا خیال مٹانے اور انھیں سماجی زندگی میں ہمسر سمجھنے کے لئے کافی پروپیگنڈہ ہو رہا ہے۔ عام کنوؤں میں پانی بھرنے و مندروں میں داخلے کی ممانعت دھیرے دھیرے اُٹھ رہی ہے۔ اُن کی بستیوں کے لئے اچھی زمین بھی دیجا رہی ہے اور کہیں کہیں ان کے لئے صاف ستھرے گھر بھی بنوائے جارہے ہیں۔ ان کے لڑکوں کو عام اسکولوں میں بغیر کسی فیس و بیشی کے داخل بھی کیا جا رہا ہے اور ان کو وظیفہ دیکر پڑھنے کے لئے حوصلہ افزائی کیجا رہی ہے۔

محکمہ امداد باہمی کی کوشش

ہمارے صوبے میں محکمہ امداد باہمی نے بھی کچھ عرصے سے امداد باہمی سوسائٹیوں کے ذریعے اچھوتوں کی حالت سُدھارنے کی کوشش کی ہے۔ محکمے کے ملازموں کو وقتاً فوقتاً ہدایتیں دی گئی ہیں کہ وہ اچھوتوں کے درمیان لین دین و زندگی سدھار سوسائٹیاں کھولیں۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت کچھ سوسائٹیاں اچھوتوں کے بیچ کام کر رہی ہیں لیکن پیسے و کام کرنے والوں کی کمی کی وجہ سے یہ کام بڑے پیمانے پر نہ ہو سکا۔

ایک نئی اسکیم

خوشی کی بات ہے کہ اب محکمہ امداد باہمی نے صوبجاتی حکومت کی منظور شدہ تجویز کے مطابق کام کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ اسکیم کا مقصد یہ ہے کہ اچھوتوں کے درمیان زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم کیجائیں، اُنھیں کم سود پر قرض ملے اور کاروبار رہن سہن میں ترقی ہو۔ اسکیم کا مقصد یہ نہیں کہ تنظیم امداد باہمی ان کی ذات و قوت کے پہلو پر کی جائے۔ یہ ان کی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لئے ایک کاجماعت ہوئی جسکی ابتدا شہروں میں کیجائیگی۔

زندگی سُدھار سوسائٹیاں

ہمارے لئے دشواری یہ ہے کہ اچھوتوں کے درمیان سُدھار سوسائٹیاں قائم کرنے کے لئے ہمیں انھیں میں سے کم کارکن ملے ہیں۔ اِس کا سبب یہ ہے کہ اچھوت ان ...

غریب ہوتے ہیں اور دوسری ذات والے امیدواروں کی طرح اپنے خرچ سے ٹریننگ نہیں حاصل کرسکتے۔ اس لئے انکی ہمت افزائی کرنے کیلئے محکمہ امداد باہمی نے ۱۱ مہینے کیلئے بیس روپے کے دس وظیفے دینے کا فیصلہ کیا ہے تاکہ ٹریننگ کے بعد صوبائی کوآپریٹو یونین ان کو کام میں لگا دے۔

سستے سود پر قرض

اچھوتوں کو سستے سود پر قرض دینے کے لئے کچھ سوسائٹیاں قائم کیجارہی ہیں لیکن مشکل یہ ہے کہ ان میں لین دین کا کام اتنا زیادہ اور اتنی چھوٹی رقموں میں ہوتا ہے کہ اسکے باعث انتظامی اخراجات بڑھتے رہتے ہیں۔ اب محکمے نے سوسائٹیوں کی تعداد بڑھانے کا تہیہ کر لیا ہے اور ۵۰۰ روپیہ صرف ایسی سوسائٹیوں کی امداد کے لئے رکھ دیا ہے جو خود ہی انتظامی خرچ کو پورا نہ کرسکیں۔

یہ بھی ضروری ہے کہ اچھوتوں کے کاروبار و دستکاری کی ترقی کے لئے امداد باہمی سوسائٹیاں قائم کیجائیں انھیں ٹیکنیکل مشورہ دیا جائے نئے نئے ترقی کے ذریعے استعمال کرائے جائیں اس کام کے لئے چھ ٹرینڈ سپروائزروں کی ضرورت ہے۔ ان کی تنخواہ ۵۰ روپیہ ماہوار ہوگی جو چنے ہوئے شہروں میں رکھے جائینگے ان کا کام زندگی شدھار سوسائٹیاں قائم کرنا و کاروباری تنظیم امداد باہمی کے لئے پرچار کرنا ہوگا۔

رہن سہن میں ترقی

اچھوتوں کے رہن سہن کی حالت بہت گری ہوئی ہے اور اسکا سبب انکی غریبی ہے اسلئے سرکار نے محکمہ امداد باہمی کو ۱۰۰۰ روپئے اس لئے دیئے ہیں کہ ایسے ممبروں کی جو اپنے گھروں کو درست و قاعدے سے بنانے کے لئے راضی ہوں امداد کیجائے امداد کرنے کا طریقہ یہ ہوگا کہ جو ممبر سوسائٹی کی ہدایت کے مطابق اپنے گھر میں روشندان اور کھڑکیاں لگوائے گا یا سوکپٹ کا انتظام کرے گا اور ایسا کرنے میں اس کا جتنا خرچ ہوگا اسکا کچھ حصہ اس فنڈ میں سے اُسے ملے گا۔

اچھوتوں کی اصلاح کی یہ اسکیم اب عملی صورت اختیار کر رہی ہے محکمہ کے ملازموں کی اسکی اطلاع دیدی گئی ہے مختلف حلقوں کے اسسٹنٹ رجسٹرار کو کام کے لئے ضروری روپیہ بھی دیدیا گیا ہے اور اُمید ہے کہ تھوڑے ہی عرصے میں کام میں کافی ترقی نظر آئیگی اچھوتوں کو چاہئے کہ وہ اپنی اصلاح کرنے کیلئے تیار ہو جائیں۔ اور محکمہ امداد باہمی کے کارکنوں سے تعاون کریں۔

ماں کی پُکار

جناب محمد شفیع الدین صاحب نیّر

ہندو بھی مجھے پیارے، مسلم بھی مجھے پیارے
میرے لئے دونوں ہیں آنکھوں کے مری تارے
اس دیس کے باسی ہیں اس خاک سے پیدا ہیں
آپس کے یہ جھگڑے پھر کیوں ان میں ہویدا ہیں
ہے حق سے دُعا میری، مسرور رہیں دونوں
دُکھ درد سے دنیا کے یہ دُور رہیں دونوں
کچھ شک نہیں دونوں ہیں ٹکڑے یہ مرے دل کے
حاصل ہو سکوں مجھ کو دونوں جو رہیں مل کے
اک ایک کا دشمن ہو، ان کو یہ نہیں زیبا
بھائی سے لڑے بھائی یہ بھی تمہیں زیبا
ہندو بھی پھلے پھولے مسلم بھی پھلے پھولے
ہاں ماں کی مگر خدمت یہ بھولے نہ وہ بھولے
مندر میں بجیں گھنٹے، مسجد میں اذانیں ہوں
مذہب کے لئے لڑ کر برباد نہ جانیں ہوں
دونوں کو یہیں مرنا، دونوں کو یہیں جینا
کیوں جنگ ہو پھر ان میں کیوں دل میں رہے کینا
ہر نام بھی جاری ہو، تسلیم رہے قائم
اور وید کی قرآں کی تعلیم رہے قائم
کوشش نہ کرے مسلم ہندو کو گرانے کی
کوشش نہ کرے ہندو مسلم کو ستانے کی
زنّار گلے میں ہو، تسبیح بھی ہاتھوں میں
ہو رام زباں پر، رحمان کبھی باتوں میں
ناشاد نہ ہو کوئی، ہاں شاد رہیں دونوں
آزاد رہیں دونوں، آزاد رہیں دونوں

آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ سے کی گئی ایک تقریر

سیگاؤں میں مہاتما گاندھی کے عمل

(از شری تاتھ سنگھ)

پیارے کسان بھائیو! آئیے میں آپ سے ایک سوال پوچھوں - اِس وقت ہندوستان میں سب سے زیادہ غریب اور دُکھی آدمی کون ہے؟ شائد یہ سن کر آپ میں سے ہر ایک یہ جواب دے بیٹھے گا کہ "ہم" اس میں شک نہیں کہ دیہات کی حالت اُس تالاب کی مچھلیوں کی طرح ہو رہی ہے جس میں بہت تھوڑا پانی رہ جاتا ہے اور دُکھ تو ہر ایک کی چھاتی پر اس طرح دکھا ہے جیسے آم کے پیڑ پر پیپل اُگ آیا ہو - لیکن گاؤں میں رہنے والے ان غریب اور دُکھیوں میں ایک آدمی سب سے زیادہ غریب اور دُکھی ہے وہ کون ہے؟ سوچئے! اُسکو ڈھونڈھ نکالنا مشکل نہیں ہے -

شائد آپ کو اُسکی خبر نہ ہو - اِتنے بڑے مُلک میں جہاں چاروں طرف ہائے ہائے مچی ہو کوئی کسی کی خبر رکھ بھی کیونکر کرسکتا ہے - لیکن دیکھنے والوں نے اُس آدمی کو دیکھا ہے اور سمجھنے والوں نے اُس کی غریبی اور دُکھ کو سمجھا ہے وہ آدمی ہے مہاتما گاندھی - جی ہاں وہی مہاتما گاندھی جس کے درشن کو لاکھوں کی بھیڑ لگتی ہے - جس کے پیروں کی خاک کو لاکھوں انسان فخر سے سر پر رکھتے ہیں اور جس کے لئے لاکھوں آدمی



ہر گھڑی جان دینے کو تیار رہتے ہیں ذرا سوچئے تو کہ اُس عظیم ہستی کا یہ کتنا بڑا مذاق ہے - یہ تو وہی ہوا جیسے سمندر میں پڑے ہوئے اور لہروں سے لڑتے ہوئے آدمی کو کنارے پر سے کھڑے ہو کر دیکھنا اور واہ واہ کرنا - یہ ٹھیک ہے کہ اس واہ واہی سے بھی لڑنے والے کو کچھ مدد ملتی ہے لیکن جس کو ہم اِتنا پیار کریں، جس کی ہم اِتنی عزّت کریں کیا اُس کے ساتھ اِتنی ہی ہمدردی کافی ہے؟

سیگاؤں میں شائد وہ اس لئے بسے کہ گاؤں والوں کا دل بڑا نرم ہوتا ہے - شائد پسیج جائے اور وہ اُن کی غریبی دور کرنے کی فکر کریں اور اُن کا دُکھ بھی کم ہو - لیکن واہ رے سیگاؤں! چار سال سے زیادہ کا عرصہ ہو گیا مگر ابھی تک پسیجا نہیں - آئیے دوستو! میں اپنے قصے کے سہارے آپ کو سیگاؤں لیچلوں اور دکھلاؤں کہ گاندھی جی وہاں کیا کر رہے ہیں - اور سیگاؤں والے اُن کی کیا مدد کر رہے ہیں - یا اگر وہ خود آپ کے گاؤں میں آ کر رہتے تو آپ اُن کی کیا مدد کرتے -

سیگاؤں شہر واردھا سے ۵ چھ میل کے

قافلے پر ہے۔ اب تو کام چلاؤ ایک کچی سڑک بھی بن گئی ہے جس پر سے بیل گاڑیاں آجا سکتی ہیں۔ لیکن شروع میں لوگ پیدل ہی آتے جاتے تھے۔ گاندھی جی تو اب بھی پیدل ہی آتے جاتے ہیں۔ حالانکہ سیٹھ جمنا لال بزاز سے اُن کی دوستی ہے اور سیٹھ جی اپنی بیل گاڑی اُنھیں منگنی دے سکتے ہیں لیکن ذرا سوچیئے کہ جس کو گاؤں میں رہنا ہو وہ دوسروں سے مانگ مانگ کر کب تک اپنا کام چلا سکتا ہے۔ اور پھر مانگنے سے کوئی ہمیشہ دے بھی تو نہیں سکتا۔ ممکن ہے کہ گاندھی جی سوت کات کر، چٹائیاں بنا کر، لکڑی کی کچھ بے ڈھنگی چیزیں تیار کر کے چار پیسے پیدا کریں اور اپنے لئے ایک بیل گاڑی بنوالیں اور اُس میں آئیں جائیں لیکن اِس وقت تو اُنھیں اپنے پیروں ہی کا بھروسہ ہے۔

واردھا سے گاندھی جی سے ملنے وہی لوگ سیگاؤں جا سکتے ہیں جو پیدل چل سکتے ہیں اور دھول دکیچڑ کے مشتاق ہیں۔ جو ایسے نہیں ہیں اُن کی بڑی دُرگت ہوتی ہے۔ ایک بار کا قصہ سنئے۔ ایک جرمن خاتون گاندھی جی سے ملنے پہونچیں۔ سات سمندر پار کر کے آئی تھیں۔ سیٹھ جمنالال نے اُن کا من رکھنا مناسب سمجھا اور اُنھیں لیکر گئے۔ برسات کے دن تھے سیگاؤں پہنچتے پہنچتے کیچڑ میں سن گئے۔ گاندھی جی کو اُن کی حالت دیکھ کر بڑا افسوس ہوا۔ لیکن وہ تو ایسے ہیں کہ بڑے سے بڑے دُکھ کو ہنسی مذاق میں اُڑا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُنھوں نے سیٹھ جی سے کہا۔ "اچھا ہے! اس طرح آپ کو بار بار آنا پڑا تو جسم بہت کچھ ہلکا ہو جائے گا۔" اس پر سیٹھ جی نے کہا۔ "آپ کے یہاں آنے کا یہی تو پرشاد ملے گا۔" اور اُن جرمن خاتون (میم صاحبہ) سے گاندھی جی نے پوچھا۔ "آپ ہندوستان میں کتنے دنوں سے ہیں؟" میم صاحبہ نے جواب دیا۔ "کوئی چار پانچ سال سے۔" تب گاندھی جی مسکرا کر بولے "تب تو آپ کو دھول اور کیچڑ کی اچھی عادت پڑ گئی ہوگی۔" اس طرح سب آپس میں مل کر خوب ہنسے اور اُن کا دل تازہ ہوا۔ گاندھی جی ہنسی مذاق کو زندگی کے لئے ایک ضروری



شریمتی کستوری بائی گاندھی تکلی کات رہی ہیں۔

خوراک سمجھتے ہیں۔ اور یہ ایک ایسی خوراک ہے جس کے لئے کچھ خرچ نہیں کرنا پڑتا۔

اگر آپ سیگاؤں جائیں تو مہاتما گاندھی آپ کو صبح شام کھیتوں میں گھومتے ہوئے ویسے ہی دکھلائی دیں گے جیسے دوسرے کسان دکھائی دیتے ہیں۔ مان لیجئے آپ سیگاؤں پہنچ گئے اور صبح ۶ یا ساڑھے چھ کا وقت ہے۔ گاندھی جی آپ کو اپنی جھونپڑی کے باہر ہی مل جائیں گے۔ گھٹنوں سے اوپر تک کے تین چار ہاتھ کا لنگوٹ پہنے ہیں۔ پیروں میں ایک چپل ہے جو شائد اُنھوں نے خود یا اُن کے کسی دوست نے بنائی ہے۔ ہاتھ میں بانس کا ایک ڈنڈا ہے جسے شائد کوئی لنگڑا چور بھی اپنے سہارے کے لئے چرانا پسند نہیں کرے گا۔ باقی سارا جسم ننگا ہے۔ جاڑا، گرمی اور برسات وہ اسی طرح کاٹتے ہیں۔ غریب سے غریب آدمی کو بھی آپ اس سے زیادہ کپڑے پہنے ہوئے دیکھیں گے اور ڈنڈا تو اُس کے ہاتھ میں اتنا مضبوط دیکھیں گے کہ مارے تو کسی دوست کی کھوپڑی کھل جائے اور کسی بیل کی سینگ ٹوٹ جائے اب آپ ہی اندازہ لگائیے کہ گاندھی جی کتنے غریب ہیں۔ یہ



سیٹھ جمنا لال بزاز

مانتے ہیں کہ اُن کو لاکھوں کا چندہ ملتا ہے اور دیس کے کاموں میں وہ پانی کی طرح روپیہ بہا دیتے ہیں لیکن اُس روپئے میں سے وہ اپنے اوپر تو ایک پائی بھی نہیں خرچ کر سکتے۔ آج اگر خرچ کر دیں تو ہمیں آپ کل تماشا دیکھنے کو ملے کہ بجائے پاکھنڈی کہنے لگیں۔ اپنا کام تو انھیں اپنی کمائی ہی سے چلانا پڑے گا اور اُن کی کمائی اُتنی ہی ہے جتنی گاؤں کے ایک معمولی مزدور کی ہو سکتی ہے۔ گاندھی جی نے اپنے آپ کو اس غریبی کے سمندر میں اس لئے پھینک دیا ہے کہ اُنھوں نے کروڑوں ہندوستانی بھائیوں کو اِس میں ڈوبتے دیکھا ہے۔ بھائیوں کا دُکھ اُن سے دیکھا نہ گیا اور اسی لئے وہ کود پڑے۔ خود وہ تیر کر کنارے پر لگ سکتے ہیں لیکن اپنے ساتھ وہ کروڑوں کسانوں کو بھی بیچ سمندر سے کنارے پر لانا چاہتے ہیں اور اسی لئے وہ جہاں تہاں تیرتے ہوئے نظر آ رہے ہیں۔ وہ چلّا کر کہتے ہیں "دیکھو! اس طرح تیرو۔ وہ کنارا ہے۔ اِدھر آؤ"۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ مصیبت میں پڑے ہوئے کسانوں نے اُن کی طرف مُنہ پھیرا ہے۔ اُنھیں یقین ہونے لگا ہے کہ گاندھی جی کا کہنا بالکل ٹھیک ہے یہ بہت کامیابی ہے جو گاندھی جی کو سیگاؤں میں بس کر حاصل ہوئی ہے۔

گاندھی جی کا یہ کہنا ہے کہ ہندوستان کے کسانوں کی حالت تبھی سدھر سکتی ہے جب وہ اپنی ضرورت کی ساری چیزیں خود اپنے ہاتھ سے بنائیں۔ کھانے کے بعد دوسری سب سے زیادہ ضرورت کی چیز کپڑا ہے اِس لئے وہ اپنا کپڑا اپنے ہاتھ سے بُننے پر سب سے زیادہ زور دیتے ہیں۔ آپ اُنھیں خالی کبھی نہ پائیں گے۔ جب اُن کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا تو وہ چرخہ چلاتے ہیں اور اُس میں سے مہین سوت نکالتے رہتے ہیں۔ دنیا بھر کے لوگوں سے اُنھیں خط کتابت کرنی پڑتی ہے لیکن وہ اپنا کاغذ خود بناتے ہیں اور نرکل کے قلم سے لکھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ فاؤنٹین پن خریدنے کے لئے اُن کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ اُن کا گیہوں اُن کے گھر کی چکّی میں پستا ہے۔ اُن کا دھان اُن کے گھر میں کُٹتا ہے۔ اُن کا تیل اُن کے گھر کے کولھو میں پیرا جاتا ہے اور اُن کا گڑ خود اُن کے گھر میں تیار ہوتا ہے۔ اُن کی کمر میں جو گھڑی لٹکتی رہتی ہے اُسے چھوڑ کر اُن کی ضرورت کی شاید ہی کوئی ایسی چیز ہو جسے اُنھوں نے خود نہ بنایا ہو یا کسی دوست نے اپنے ہاتھ سے بنا کر اُنھیں نہ دی ہو۔

پُرانے زمانے میں ہندوستان کے کسانوں کی یہی حالت تھی۔ اس لئے وہ سُکھی اور خوش حال تھے۔ لیکن آج کی حکومت اور بدیسی تجارت نے دیہاتوں کو تباہ کر دیا۔ لوگ گاؤں چھوڑ چھوڑ کر شہروں میں آباد ہونے لگے اور گاؤں ویران ہونے لگے۔ لیکن سبھی لوگ گاؤں سے بھاگ کر جان بچا نہیں سکتے۔ اُن کے زندہ رہنے کی کوئی صورت نکلنی چاہئے۔ اُن کی طرف گاندھی جی کا دھیان گیا ہے۔ اِسی لئے اُنھوں نے اِس غریبی کی زندگی کو اپنایا ہے۔ وہ ہندوستان میں پھر پُرانا زمانہ لانا چاہتے ہیں اور اسی لئے خود اپنے اوپر تجربہ کر رہے ہیں۔ پُرانی ہاتھ کی سبھی صنعتیں اور دستکاریاں لوگ بھول گئے ہیں۔ اُن سب صنعتوں کو وہ پھر سے زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ کام بہت بڑا ہے۔ ایک دو دن کا نہیں لیکن گاندھی جی میں ضبط بھی غضب کا ہے۔

اب سیگاؤں میں گاندھی جی کے دُکھ کی بھی ایک کہانی سُن لیجئے۔ گاؤں کا نائی اُن کی حجامت نہیں بناتا۔ گاؤں کے

پٹیل کاشی بھائی سے کبھی کبھی کہتے ہیں کہ کاشی بھائی کیا مجھے بال بڑھانے پڑیں گے؟ کاشی بھائی مسکرا کر رہ جاتے ہیں۔ وہ نائی کی مصیبت جانتے ہیں۔ نائی اکیلے گاندھی جی کے بال بنانے کو تیار ہے۔ لیکن گاندھی جی اکیلے ہی تو نہیں ہیں۔ اُن کے ساتھ کئی ہریجن بھی رہتے ہیں۔ ہریجن وہ اُن کو کہتے ہیں جن سے اونچی ذات کے ہندو نفرت کرتے ہیں۔ نائی گاندھی جی کی حجامت بنانے کو تو تیار ہے لیکن ہریجن کی داڑھی میں ہاتھ لگا کر نرک میں نہیں جانا چاہتا۔ نرک کا ڈر تھوڑی دیر کے لئے چھوڑ بھی دے تو برادری تو جان کھا جائے گی اور اِدھر گاندھی جی کا یہ حال کہ وہ اُسی نائی سے بال بنوانا چاہتے ہیں جو اُن کے ہریجن ساتھیوں سے بھاگے نہیں۔ ایسا نائی سیگاؤں میں پیدا نہیں ہوا۔ نتیجہ یہ ہے کہ بوڑھے باپو کو اپنی حجامت خود بنانی پڑتی ہے۔ اِتنا ہی نہیں وہ گاؤں کے کنوئیں پر پانی لینے کے لئے نہیں چڑھنے پاتے کیونکہ ہریجنوں کو ساتھ لئے بغیر وہ کنوئیں پر چڑھ نہیں سکتے اور ہریجن کنوئیں پر جائیں تو ڈنڈے کھائیں۔ یہ کنواں جمنالال بزاز کا ہے۔ اُنھوں نے اعلان کر دیا ہے کہ کنواں سب کے لئے ہے۔ لیکن اُن کی کون سنتا ہے۔ اِتنا ہی نہیں گاؤں کے مندر میں گاندھی جی درشن بھی نہیں کرنے جانے پاتے۔ اُنھیں اکیلے اجازت مل سکتی ہے لیکن اُن کے ہریجن ساتھی! اُنھیں باہر چھوڑ کر وہ مندر میں کیسے گھس جائیں؟ ساتھی کے ساتھ، دوست کے ساتھ، جسے گھر کا آدمی سمجھے گا اُس کے ساتھ ایسا برتاؤ کون کرے گا؟ یہ مصیبتیں ہیں جن کا



سیگاؤں میں مہاتما گاندھی کا گؤشالہ۔ یہ تصویر اُس وقت کی ہے جب سیگاؤں اسنے پر لارڈ لوتھین اُسے دیکھنے گئے تھے۔

مقابلہ گاندھی جی کو سیگاؤں میں کرنا پڑتا ہے۔ گاؤں والے اُن سے ملاقات کرنے آتے ہیں۔ بیمار ہوتے ہیں تو اُن سے دوا لے جاتے ہیں۔ اُن کے ہاتھ سوت بیچتے ہیں اور اُن سے روئی خریدتے ہیں۔ قسط پر یا مفت اُن سے چرخالے جاتے ہیں، چرخا ٹوٹ جاتا ہے یا بگڑ جاتا ہے تو اُن سے مرمت کراتے ہیں۔ اُنھیں دیوتا کی طرح مانتے ہیں لیکن اُن کی بات پر دھیان نہیں دیتے۔ چونکہ وہ ہریجنوں کو چھوڑ نہیں سکتے اس لئے اُس گاؤں میں وہ بھی ہریجن سمجھے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی وہ بہت دُکھی ہو کر گاؤں کے پٹیل سے کہتے ہیں: "کاشی بھائی! اس گاؤں میں سب سے بڑا ہریجن میں ہوں، مجھے اُبارو تو سارا گاؤں اُبر جائے۔ مگر کاشی بھائی ابھی ٹس سے مس نہیں ہوئے۔ پچھلے سال سے وہ گڑگڑا رہے ہیں مگر ابھی اُن کی درخواست منظور نہیں کی گئی۔ مگر واہ رے گاندھی جی کا ضبط۔ ابھی اُن کی ہمت ویسی ہی بنی ہے جیسی کہ پہلے

تھی۔اُن کی امید میں رتّی بھر فرق نہیں ہوا۔اُن کی کوششیں جاری ہیں۔

وہ کاٹھ کے تختے پر بیٹھتے ہیں۔زمین پر چٹائی بچھا کر آسن لیتے ہیں۔جوار کی روٹی کبھی نمک اور مٹھے کے ساتھ اور کبھی گڑ کے ساتھ کھاتے ہیں۔کبھی کبھی اُبلی بھاجی بھی پاتے ہیں۔وہ لوہے کے برتن میں کھاتے ہیں اور ایک لکڑی کا چمچہ استعمال کرتے ہیں جسے شائد خود اُنھوں نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے۔جیٹھ کی دوپہر یا جاڑے کی ٹھنڈی رات ہو کستوری بائی اپنے اور اُن کے لئے خود پانی بھر کر لاتی ہیں۔کھپریل کے نیچے ساون کی سڑی گرمی میں میرا بائی نیم کی پتی کی چٹنی پیستی ہیں۔یہ سب لوگ یہ مصیبتیں اس لئے جھیل رہے ہیں کہ ہمارے گاؤں کے بھائی اپنا راستہ دیکھ لیں۔وہ یہ سمجھ جائیں کہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے سے کام نہ چلے گا۔اپنے پیروں پر اُٹھ کر کھڑا ہونا ہی ہوگا۔

آج دنیا کی آنکھیں اس طرف لگی ہیں کہ سیگاؤں کے مندر میں گاندھی کس روز درشن کرنے جاتے ہیں اور سیگاؤں کا نائی کس دن اُن کی حجامت بناتا ہے۔کیونکہ جس دن یہ ہوگا اُسی دن چھوت اچھوت کا کالا پردہ اُٹھ جائے گا اور ہندوستان میں ایک نئی صبح ہوگی۔پیارے کسان بھائیو! ہم تم سبھی گاندھی جی کی عزت کرتے ہیں۔لیکن گاندھی کو سکھی بنانے کی صرف ایک ہی ترکیب ہے۔وہ یہ کہ ہم تم سب اپنے اپنے گاؤں میں اُن کاموں کو شروع کر دیں جو سیگاؤں میں گاندھی جی ہمارے لئے کرتے ہیں۔گاؤں میں ہی عملی ہندوستان بسا ہے۔گاؤں کی ترقی ہی ملک کی ترقی ہے۔گاؤں کی اصلاح کا گاندھی جی نے ایک خواب دیکھا ہے۔اُس خواب کو وہ سیگاؤں میں سچّا کرنا چاہتے ہیں۔آئیے ہم سب دعا کریں انہیں کوشش بھی کریں کہ اُن کا یہ خواب سچّا ہو۔

سوکھی کھیتی کی اہمیت

گنّے کی کھیتی کے متعلق صوبہ بمبئی کے پانڈے گاؤں شوگر کین ریسرچ اسٹیشن میں جو تجربے ہوئے ہیں ان سے معلوم ہوا ہے کہ سوکھی کھیتی سے گنّے کی کونپلیں بہت جلد پھوٹ نکلتی ہیں۔کسان کو تو بس یہی چاہئے کہ گنّے کی کونپلیں پھوٹ نکلیں لیکن اُسے پیداوار بڑھانے کے لئے عموماً سائنٹفک طریقے نہیں آتے۔تجربہ کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ کونپلیں نکلنے کے لئے ۵۰ ڈگری سے کم حرارت مضر ہے اور یہ بھی ایک بڑی غلطی ہے کہ گنّے کے گنڈوں کو زمین میں بہت گہرا گاڑ دیا جائے۔بمبئی دکھن کا سب سے زیادہ رائج طریقہ یہ ہے کہ پہلے زمین کو سینچتے ہیں اور پھر اُس میں پیر سے گنڈوں کو دبا دیتے ہیں اسکے بعد ہر چوتھے پانچویں روز تھوڑی تھوڑی سینچائی کر دی جاتی ہے۔لیکن دیکھا گیا ہے کہ بس زمین میں ابھی حال ہی میں بوائی ہونے لگی ہے اُسے چھوڑ کر باقی میں یہ سینچائی بھی غیر ضروری ہے۔اسے بند کر دینے پر کونپلیں پھوٹنے کی رفتار ۸۰ فی صدی تیز ہو جاتی ہے۔

لیکن سوکھی کھیتی سے بہترین نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔طریقہ یہ ہے کہ ہل کے ذریعہ کی گئی لکیر میں قاعدے سے گنڈوں کو گاڑ کر اوپر سے تھوڑی سوکھی مٹّی ڈال دیتے ہیں۔اس کے بعد کھیت میں تین چار بار پانی پہونچایا جاتا ہے جس سے مٹّی بیٹھ جاتی ہے۔پھر بعد میں سینچائی ہوتی رہتی ہے۔اس طریقہ سے بہت اچھا نتیجہ برآمد ہوتا ہے۔گنّے کی کونپلوں پر جو سوکھی پتّیاں رہتی ہیں اُن سے پودا اُگنے میں دیر لگتی ہے۔اس سے چھٹکارا پانے کے ۲ ہی طریقے ہیں کہ یا تو اُن گنڈوں کو پھینک دیا جائے جنکی کونپلوں پر سوکھی پتّیاں ہیں یا پھر "سیلفیٹ آف امونیا" کا استعمال کیا جائے سائنٹفک تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ بونے سے پہلے گنڈوں کو سادے پانی یا چونے کے پانی میں بھگو لینے سے فائدہ ہوتا ہے۔لیکن جہاں سینچائی کا طریقہ رائج ہے وہاں گنڈوں کو اس طرح بھگونے سے کوئی فائدہ نہیں۔

کھاد

از جناب - پی - پی - چند ، ڈپٹی کین ڈیویلپمنٹ آفیسر میرٹھ

کھاد کھیتی کی جان ہے ۔ جیسا کہ کھائے پئے انسان کا زندہ رہنا دشوار ہے اسی طرح بلا کھاد کے کھیتی کرنا مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے ۔ ہمارے صوبہ میں کاشتکاروں کی بہت زیادہ تعداد مفلسی کی وجہ سے اپنے کھیتوں میں کافی کھاد نہیں ڈال سکتی ۔ جسکی وجہ سے صوبہ کی مختلف فصلوں کی پیداوار کا فی ایکڑ اوسط بہت گرا ہوا ہے ۔ ترقی دادہ نیشکر کی کاشت نے زمینوں کی رہی سہی زرخیزی کو اور زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ زائل کرنا شروع کر دیا ہے اگر کھاد مہیا کرنے کے مسئلے کو جلد از جلد حل نہ کیا گیا تو کچھ عرصہ کے بعد زمینوں میں فصل پیدا کرنے کی طاقت نہ رہیگی اور ترقی دادہ نیشکر جس سے کہ کاشتکار آجکل فائدہ اُٹھا رہے ہیں اور جس کا رقبہ اس صوبہ میں 14,62,288 ایکڑ ہے (یعنی بمقابلہ دیسی گنا کے ۱۰ گُنا ہے) دیسی گنے سے بھی کم پیداوار دینے لگے گا گنے کی کاشت کا کُل رقبہ صرف ہمارے صوبہ ہی میں بمقابلہ ہندوستان کے 51.6 فیصدی ہے ایسی حالت میں اور اس کو مد نظر رکھتے ہوئے کہ ۶۷ فیصدی باشندوں کا گزارہ صرف کھیتی ہی پر منحصر ہے ۔ ملک کی اقتصادی ترقی کو بہت زبردست دھکا لگے گا ۔ پس جب کھیتی ہمارے لئے اتنا اہم پیشہ ٹھیرا تو ہم پر لازم ہے کہ اس کی جان کی پوری چوکسی کریں اور ہر ممکن کوشش ایسی ہو جس سے کہ یہ ہی نہیں کہ وہ جان زندہ رہے بلکہ لگاتار اور مکمل طور پر نشوونما پاتی رہے ۔ کھاد حاصل کرنے کی مفصلہ ذیل تدبیریں بیان کی جاتی ہیں ۔

گڈھے کی کھاد

گڈھے میں کھاد تیار کرنے کا طریقہ سب سے اچھا ہے

بغیر اچھی کھاد کے اچھی کھیتی کی امید نہیں ہے ۔
اچھی کھاد کے حاصل کرنے میں بہت خرچ یا
محنت کی بھی ضرورت نہیں ہے ۔
مضمون پڑھئے ۔

اگر اس کو مکمل طور پر عمل میں لایا جاوے تو بہ نسبت پرانے طریقوں کے اب اس طرح پر ۳ گنا کھاد انھیں پرانے اجزا سے مہیا ہو سکتا ہے ۔ گڈھے حسب ضرورت لمبے چوڑے و گہرے بنائے جاویں ۔ ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ یہ قاعدہ اور ہموار ہوں تاکہ ان میں کھاد پورے طور پر تیار ہو سکے اور کوئی جز ضائع نہ ہونے پائے گڈھے میں پڑنے سے کھاد کے مفید جز سب یکجا رہتے ہیں اور بہہ کر کھو نہیں پاتے ۔ ان کھاد کے گڈھوں میں حسب ذیل اشیاء ہونی چاہئیں ۔

(۱) 3/4 مویشیوں کا گوبر (گوبر کا ¼ حصہ جلانے وغیرہ کے کام آسکتا ہے ۔ اگر اور کسی طرح کا ایندھن دستیاب نہ ہو سکے) گھاس - پوئس - پتی - کوڑا - کرکٹ وغیرہ ۔

(۲) مویشیوں کا پیشاب آلودہ مٹی ۔

(۳) راکھ - چولہے - بھٹی - کولھو کی ۔

(۱) مویشیوں کے گوبر کے بارے میں زیادہ کہنا ضروری نہیں ہے ۔ یہ تو جانوروں کی خوراک سے ہی بنتا ہے ۔ اور خوراک جانوروں کو طاقتور بنانے اور ان کی بہتری کے لئے دیجاتی ہے ۔ پس اسی اصول پر یہ خوراک سے بنا ہوا گوبر کھیتی کے لئے بیش قیمت ہے ۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ اسکو ٹھیک طور پر عمل میں لایا جاوے ۔ شام کے وقت جانوروں کے نیچے گھاس پتی وغیرہ کا بستر لگا دینا چاہئے ۔ موسم سرما میں خصوصاً یہ بہت موزوں ہوگا ۔ موسم گرما میں مویشیوں کے نیچے مٹی کا ہی اچھا گدگدا بستر لگا دیا جائے ۔ اس سے یہ ہی نہیں کہ مویشیوں کو آرام ملیگا بلکہ آس پاس صفائی رہیگی اور گندگی نہ ہونے کے کارن مچھر اور دیگر نقصان دہ کیڑے نشوونما نہ پا سکیں گے ۔ صبح کے وقت اس سب گوبر گھاس مٹی وغیرہ کو اکھٹا کرکے گڈھے میں جمع کر دینا چاہئے ۔ اس میں

مویشیوں کا گوبر بھی شامل ہوگا۔ ساتھ ہی اسکے اور کوڑا کرکٹ پتی وغیرہ جو صفائی کے بعد مہیا ہوتا ہے۔ اکٹھا کرکے گڈھے میں کرجمع کر دیویں۔ کھاد کے گڈھے کو دو حصّوں میں تقسیم کر دیا جاوے۔ اور یہ سب اجزا صرف ایک ہی حصّے میں جمع کرتے رہیں۔

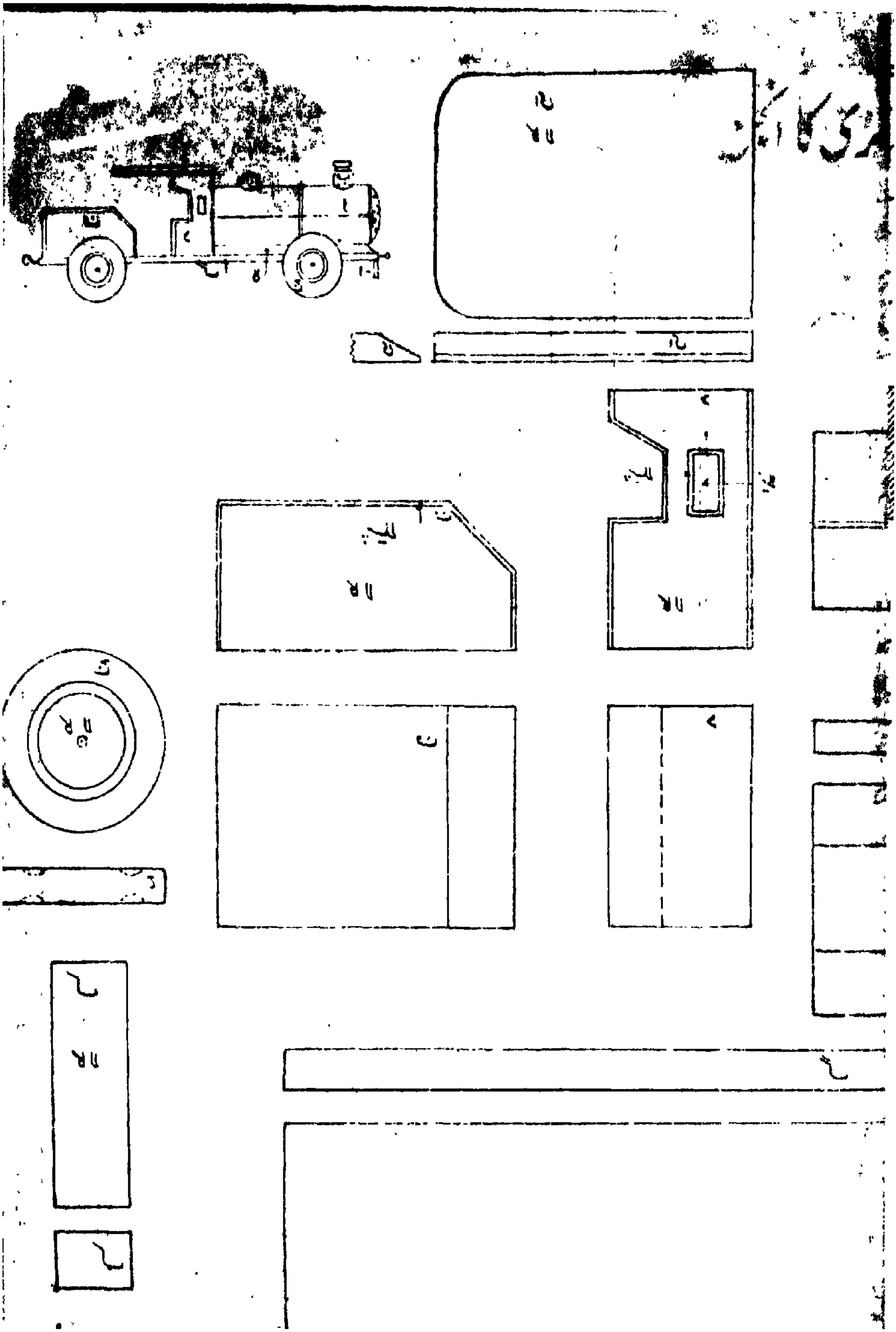
(۲) بدقسمتی سے ہمارے کاشتکار بھائیوں کا دھیان اس طرف بہت کم ہے۔ مویشیوں کے پیشاب کی مٹی میں بہ نسبت گوبر کے قریبا دوگنی نائٹروجن ہوتی ہے قریب آٹھ گاڑی پیشاب جذب شدہ مٹی فی ایکڑ بمقابلہ ۱۵-۲۰ گاڑی فی ایکڑ گوبر کے کھاد کے۔ معمولی فصل پیدا کرنے کو کافی ہوگی اس کا مہیا کرنا بھی بہت سہل ہے جیسا کہ اوپر بتلایا گیا ہے ہلکی مٹی کا بستر جو جانوروں کے نیچے بچھایا جاوے گا۔ اس پیشاب کو جذب کرے گا۔ علاوہ اس کے اگر مویشیوں کے نیچے کی زمین ہلکی ہلکی کھرنچ لی جاوے تو وہ بھی کھاد کا کام دیگی مویشیوں کے تھان کے پیچھے ایک نالی بنا دینی چاہیئے اور اس کا ٹھیک سے ڈھال بنا کر ایک چوبچے میں بہا دینا چاہیئے۔ جو کچھ بھی زائد پیشاب باہر بہیگا وہ سب اس چوبچے میں اکٹھا ہو جاوے گا۔ صبح کے وقت جب اور دیگر گوبر۔ گھاس۔ پھونس۔ مٹی وغیرہ ہٹا کر گڈھے میں اکٹھی کیجاوے گی۔ تو اسکے اوپر یہ پیشاب چھڑک دیا جاوے۔ اسی طرح سے روز بروز کھاد کی تہ لگتی جاوے گی اور ہر تہ کے اوپر یہ مویشیوں کا پیشاب بچھا دیا جاوے گا۔ پیشاب آلودہ مٹی اور یہ پیشاب بہت بہترین کھاد مانے گئے ہیں۔ اور جو گوبر کاشتکاران نے اپنے جلانے کے کام میں لے لیا ہے۔ یہ باقی ماندہ گوبر کے ساتھ ملکر اُس کمی کو پورا کرے گی۔ یوں تو گھوڑے کے کھاد میں پودوں کے خاص ضروری اجزا موجود تو ہیں لیکن ان کی فیصدی کم ہے جس سے کہ پودے کو کافی طور سے بالیدگی میں امداد نہیں پہنچتی۔ اب یہ دونوں ملکر وہ فیصدی پوری کر دینگے۔

(۳) راکھ میں پودوں کی تمام معدنی اشیاء موجود رہتی ہیں۔ علاوہ اس کے اُس میں اور بھی خوبیاں ہیں۔ راکھ (چولھے بھٹی یا کوھوکی) ڈالنے سے کھیت میں پودوں کی غذا کی جس قدر مقدار موجود رہتی ہے وہ سب ایک صورت میں آجاتی ہے جس سے کہ پودے اس کو کام میں لاسکتے ہیں۔ راکھ سے کھیت بھربھرے ہوجاتے ہیں۔ یہ کیڑے مارتی ہے اور پودے خوب بڑھنے لگتے ہیں۔ راکھ کھیت میں جب بھی ڈالدی جائے مفید ہوگی۔ راکھ اگر کھاد کے گڈھے میں ڈالی جائے تو وہ اسکو جلد سڑنے میں مدد دے گی اور اس میں امونیا کو اُڑنے سے روکے گی پس راکھ کا استعمال بالکل سستا اور بیش قیمت ہے۔

یہ سب مندرجہ بالا اشیاء کھاد کے گڈھے میں پڑنی چاہئیں۔ پرانے طریقے کے بموجب تو کئی ایک گڈھے ہوتے تھے اور ان سب چیزوں کو ایک گڈھے سے دوسرے میں ردّو بدل کرنا پڑتا تھا۔ ان گڈھوں کو کمپوسٹ پٹس کہتے ہیں۔ بڑے بڑے فارموں پر اب بھی انھیں کمپوسٹ پٹس کا قاعدہ رائج ہے مگر ان کا تیار کرنا اور پھر باقاعدہ عمل میں لانا دشوار طلب ہے جس سے کہ ہر ایک کاشتکار بھائی کے امکان میں نہیں ہے اس کی ایک سہل ترکیب کر دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ بجائے کئی گڈھوں کے صرف ایک ہی گڈھا بنایا جاوے اسی کے نصف حصّے میں سب کوڑا کرکٹ گھاس۔ پھونس وغیرہ اکٹھا کر دی جاویں اوپر سے روزبروز پیشاب کی مٹی۔ پیشاب اور راکھ وغیرہ پڑتی رہے۔ شروع برسات تک اس نصف حصّے کو بھر دیا جاوے۔ برسات ہونے پر اس پر جب خوب پانی پڑ جائے۔ تو اس کو نیچے اوپر ہلا ملا دیا جاوے ایسا کرنے سے پانی۔ ہوا اور روشنی کا گذر سارے کھاد میں ہو جاویگا۔

جس سے اسکا سڑنا باترتیب شروع ہو جاویگا جب وہ کچھ ایام برسات کے بعد اس طرح پر حل ہو جاوے تو اُس کو وہاں سے ہٹا کر دوسرے نصف حصّہ میں جمع کر دیا جاوے وہاں پر پھر اور زیادہ پانی پڑنے سے وہ گلے سڑیگا۔ قریب ایک ماہ کے بعد پھر اُس کو ہلا کھلا کر پہلے ہی نصف حصّے

ڑی کا انجن



اننّاس کی کھیتی*

(از شری پت گمبھیر دت پانڈے، ساہتیہ رتن)

اننّاس زیادہ تر بنگال اور آسام میں ہوتا ہے۔ اس مضمون کے فاضل مضمون نگار نے تجربہ کر کے دیکھا ہے کہ یو۔پی وغیرہ اور دیگر جگہوں میں بھی اس کی کھیتی ہو سکتی ہے۔ جو لوگ اس کی کھیتی کرنا چاہیں ان کے لئے یہ مضمون کار آمد ہوگا۔

آج کسانوں کی حالت کو سدھارنے کے لئے چاروں طرف سے آوازیں آ رہی ہیں اور خاص کر ہمارے صوبے کی سرکار ملک کی ریڑھ ان کسانوں کی حالت کو سدھارنے کے لئے کمر کس کر تیار ہے۔ ایسی حالت میں ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم کھیتی کی حالت کو سدھارنے کی کوشش کریں۔ ہمارے کسان صدیوں سے ایک ہی طرح کی کھیتی کرتے آرہے ہیں۔ وہ اپنے کھیتوں میں وہی بوتے ہیں جو اُن کے باپ دادا یا پردادا بوتے تھے۔ کس چیز کی کھیتی کرنے سے ہمارا کھانا بھی ملے گا اور ساتھ ہی کچھ پیسے بھی ہاتھ میں رہیں گے ہمیں اس کی بھی فکر ہونی چاہئے۔ ہم یہ دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ جو کسان دس بیگھے ربیع اور خریف کی فصلیں بوتے ہیں اُن کی تمام ضرورتیں پوری نہیں ہوتیں بہ نسبت اُس کوری کے جو دو بیگھے کا مالک ہے اسکی وجہ بتلانے کی ضرورت نہیں۔

آپ لوگوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں اور اسٹیشنوں پر میوے کی دوکانوں پر چھینکوں پر لٹکتے ہوئے اننّاس کے پھلوں کو دیکھا ہوگا۔ لیکن کیا کبھی آپ نے یہ بھی سوچا ہے کہ یہ پھل کہاں سے آتا ہے اس کی کھیتی کہاں پر ہوتی ہے اور اس سے کسانوں کو کتنا فائدہ ہے؟ اس مضمون میں ہم آپ لوگوں کی جانکاری کے لئے کچھ باتیں لکھیں گے۔

اننّاس کا پودا کیتکی یا رام بانس کی قسم کا ہوتا ہے۔ اسکی اونچائی زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ فیٹ ہوتی ہے پودے کے بیچ سے (گوف سے) ایک ڈنٹھل نکلتا ہے اور اُس پر پھل لگا رہتا ہے۔ پھل کے اوپر بھینٹی پر گچھا نکل آتا ہے۔ جیسا کہ آپ لوگوں نے دکانوں پر دیکھا ہوگا اور جب تک یہ پھل کے اوپر سے توڑ نہیں دیا جاتا تب تک پھل خراب نہیں ہوتا۔

اننّاس کئی طرح کے ہوتے ہیں لیکن خاص کر تین طرح کے ہوتے ہیں۔ دیسی۔ سنگاپوری اور چینی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے ملک میں پہلے اس کی کھیتی نہیں ہوتی تھی جیسا کہ اس کے پرتگالی نام سے ظاہر ہے۔ جو کچھ بھی ہو اس کی کھیتی ہندوستان کے بہت حصّوں میں ہو رہی ہے اور خاص کر بنگال کی نم جگہوں میں۔

دیسی اور سنگاپوری اننّاس کا پھل چھوٹا لیکن میٹھا ہوتا ہے۔ اس کی پتیوں میں کانٹے ہوتے ہیں جیسا کہ ہمارے صوبے میں کیتکی میں ہوتے ہیں۔ چینیا بڑا لیکن اتنا میٹھا نہیں ہوتا جتنا کہ دیسی یا سنگاپوری۔ لیکن اس میں رس زیادہ ہوتا ہے۔ اس کی ایک خاص خوبی یہ ہے کہ اس میں کانٹے نہیں ہوتے۔ دیسی اور سنگاپوری کا پتہ کچھ لال ہوتا ہے چینیا بالکل ہرا ہوتا ہے۔

اس کی کھیتی کے لئے نمی کی ضرورت ہے لیکن نمی کی کمی سینچائی سے دور ہو سکتی ہے۔ ہمارے صوبے کے کسان آلو کی کھیتی میں جتنی محنت کرتے ہیں اس سے بہت کم کی اس میں ضرورت ہے۔ سال بھر میں دو بار گوڑنے اور گرمی کے دنوں میں ہفتے میں ایک بار سینچائی کی ضرورت ہے۔ جانوروں سے دیکھ بھال کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ کانٹا ہونے کی وجہ سے جانور نقصان نہیں پہنچا سکتے ہاں آدمیوں سے بچانے کی واقعی ضرورت ہے۔

ایک ایکڑ میں موجودہ زمانے میں زیادہ سے زیادہ آلو ایک سو روپئے کا ہو سکتا

---

* اننّاس (بنگلہ) - پائن ایپل (انگریزی)۔

ہے اور دوسری فصلیں پچاس کی مان لیجئے ۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ محنت کرکے کسان ایک ایکڑ میں ایک سو پچاس روپئے پیدا کرسکتے ہیں گو کہ یہ رقمیں بہت زیادہ ہیں ۔ اب آئیے ہم آپ کو اناناس کی کھیتی کا فائدہ دکھلا دیں ۔

جس طرح ہمارے صوبے کے کسان اُروئی (گھنیاں) کی کھیتی کرتے ہیں اسی طرح اناناس کی کھیتی بھی ہوتی ہے۔

اب اگر ہم ایک گز لمبی چوڑی جگہ میں ایک پودا لگائیں تو ایک ایکڑ میں ۴۸۴۰ پودھے گاڑے جاسکیں گے آپ جانتے ہیں کہ بڑے بڑے شہروں میں اناناس کا ایک پھل آٹھ آنے یا دس آنے میں ملتا ہے ۔ ہم دیہات میں اس کی کم سے کم قیمت دو آنے رکھیں تو ۴۸۴۰ پودھوں کے پھلوں سے ہمیں ۶۰۵ روپئے ملیں گے ۔ آپ لوگ تعجب کرینگے ۔ یاد رکھئے دو آنہ اوسط قیمت رکھی گئی ہے پہلے اور دوسرے سال ہمیں کچھ بھی نہیں ملیگا ۔ تیسرے سال سے پھل ملنا شروع ہوگا ۔ اس طرح ایک سال کا اوسط ۲۰۰ روپیہ مان لیجئے ۔ چوتھے سال سے ہر سال پھل ملیں گے ۔

کسان ایک ساتھ ایک ایکڑ کھیتی شروع نہیں کرسکتے ۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ایک ایکڑ کھیتی کیلئے جتنے پودھوں کی ضرورت ہوگی انکے خریدنے میں بہت زیادہ روپئے لگیں گے ۔ اسلئے سب سے اچھا یہی ہوگا کہ کسان ایک کٹھا زمین اناناس کی کھیتی کیلئے نکالے ۔ خرچ کم پڑیگا ساتھ ہی ہر ایک سال کھیتی بڑھتی جائیگی اور اسے پودے خریدنے نہیں پڑیں گے ۔ دیسی اناناس کے پودے نرسری سے خریدنے پر کم سے کم ایک روپیہ چار آنہ فی درجن کے حساب سے ملیں گے ۔ ایک کٹھے میں ہمیں ۲۰ درجن پودے کی ضرورت پڑے گی ۔ جن کے خریدنے میں ہمارے ۲۵ روپئے لگیں گے ۔ تیسرے سال جاکر ۲۴۰ پھل ملیں گے جنکی قیمت دو آنہ فی کے در سے ۳۰ روپئے ہونگے ۔ ہر ایک پودے کی جڑ سے کم سے کم ۵ نئے پودے نکلینگے اس طرح ۱۲۰۰ نئے پودے ہمیں ملے ۔ ان پودوں سے ہم اپنی کھیتی بڑھانی شروع کریں گے اس طرح چوتھے سال ہماری کھیتی ۶ کٹھے ہوگئی ۔ اسی حساب سے ہماری کھیتی بڑھتی جائے گی اور منافع ہوتا جائیگا ۔ ۱۲۰۰ نئے پودوں نے ہمارے ۱۲۵ روپئے بچا دے ۔ اگر اپنی کھیتی نہ بڑھاکر پودوں کی بکری کریں تو ہمارے گھر میں ۱۲۵ روپئے اور آجائیں اس طرح ہماری آمدنی ۱۵۵ روپئے ہوتی ۔ جو کسی بھی حالت میں کم نہیں ہے ۔



اناناس کا ایک ہرا بھرا کھیت

اناناس کی کھیتی کیلئے گوبر سب سے عمدہ کھاد ہے ۔ جڑوں میں گوبر دینے سے یہ بہت زور کرتا ہے اور پھل بہت بڑے لگتے ہیں ۔ ایک پھل کا وزن زیادہ سے زیادہ ۱۵ سیر تک ہوسکتا ہے ۔ ۵ یا ۶ سیر تو معمولی طور پر بھی پایا جاتا ہے ۔

ہمارے کسان بھائی خود اس پر غور کریں کہ اسکی کھیتی کتنی مفید ہے ہم ضلع جلپائی گڑی سے اپنے ضلع بلیا میں کچھ پودے لیکئے تھے گو کہ کھیتی کرنے کے مطلب سے پودے نہیں لیجائیگئے تھے لیکن آج ان پودوں کی ہمارے پاس کافی تعداد ہے ۔



زندگی اور موت کے درمیان

از قمری ناتھ سنگھو

(۱)

دنیا کا کوئی بھی مشہور ڈاکٹر باقی نہیں رہ گیا تھا جس سے رائے من بودھن لال نے مشورہ نہ لیا ہو۔ لیکن اُن کا مرض اچھا نہ ہوا۔ وہ بستر پر پڑے رہتے تھے، کھا پی سکتے تھے، بات کر سکتے تھے، ہنس بول سکتے تھے اور تیمار داروں کی مدد سے کروٹیں بھی بدل سکتے تھے لیکن وہ اُٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے۔ چلنا پھرنا تو ان کے لئے خواب سا ہو گیا تھا۔

ایک سال پہلے وہ تندرست تھے۔ بیوی کے انتقال کے بعد ہی وہ بیمار ہوئے اور ان کی حالت یہاں تک خراب ہو گئی۔ وہ ضلع باندہ کے بہت بڑے زمیندار تھے۔ غدر کے زمانے میں کانپور سے بھاگے ہوئے کچھ انگریزوں کی اُنکے بزرگوں نے حفاظت کی تھی اس کے معاوضے میں اُنھیں انگریزی حکومت کی طرف سے اور بھی بہت سے گاؤں مل گئے تھے اور سرکار کے اچھے خاصے خیر خواہوں میں ان کا شمار تھا۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی وہ دکھی تھے کیونکہ انکی صحت بہت زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ اُنکے خاندان کے بہت سے افراد اسی مرض میں مر چکے تھے اس لئے وہ بھی اپنی زندگی سے بہت کچھ مایوس ہو چکے تھے۔

جب سب تدبیریں بیکار ہوئیں تو اُنھوں نے یہ جاننے کی کوشش کی کہ آخر وہ کب مریں گے؟ ان کا خیال تھا کہ اگر مرنے کا وقت اُنھیں معلوم ہو جائیگا تو شاید وہ مطمئن ہو جائینگے۔ رائے صاحب کو اُنکے مرنے کا دن بتانے کیلئے جوتشی پر جوتشی آنے لگے۔ لیکن ٹھیک تاریخ بتانے کی جرأت کسی کو نہ ہوئی۔ سب یہی کہکر چلے گئے کہ ابھی رائے صاحب بہت دن زندہ رہیں گے۔

ایک روز اُنکے محل کے سامنے ایک عجیب جوتشی نے آواز لگائی۔ یعنی رائے من بودھن لال کو بغیر دیکھے یہ اعلان کر دیا کہ رائے صاحب ۶ ماہ کے اندر اندر مر جائیں گے۔ وہ جوتشی رائے صاحب کی خدمت میں پیش کیا گیا اُن کے سامنے اُس نے اپنی بات اسی استقلال کے ساتھ دہرائی۔

جوتشی کی اس پیشین گوئی سے بجائے مطمئن ہونے کے رائے صاحب اور بھی پریشان ہو گئے۔ اُن کی لاکھوں کی وصول تحصیل تھی خزانے میں بیشمار دولت غدر کے پہلے سے جمع تھی اور اب تک کی بے اندازہ دولت بھری تھی۔ لیکن اب اس سے فائدہ اُٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ رائے صاحب نے احباب کی یہ تجویز کہ مرنے سے پہلے اپنی برادری میں سے کسی لڑکے کو گود لے لینا چاہیئے ٹھکرا دی اور کہا مرنے سے پہلے ہی میں اپنی یہ ساری دولت اپنا دل بہلانے میں صرف کر دوں گا۔

اسی وقت انھوں نے یہ اعلان کیا کہ تندرست ہونے کی میری ایک ذرا سی خواہش پوری نہ ہو سکی اس لئے میں انسان کی اس تکلیف کو جو اس کی خواہش پوری نہ ہونے سے ہوتی ہے اچھی طرح محسوس کر سکتا ہوں اور اسی لئے میں یہ اعلان کر رہا ہوں کہ آج کی تاریخ سے لیکر ۶ ماہ تک یعنی جب تک میں زندہ ہوں کوئی شخص بھی مجھ سے اپنی خواہش ظاہر کرے گا تو میں فوراً اس کی خواہش، اگر وہ میری دولت سے پوری ہو سکتی ہے پوری کر دوں گا۔

نرگڈھ کے قاعدے کے مطابق رائے صاحب کا یہ اعلان ڈگی پٹوا کر گاؤں گاؤں اور گلی گلی سنا دیا گیا اور مصیبت زدہ انسان اپنی مصیبت دور کرنے کی غرض سے اپنی اپنی عرضیاں لے لے کر انکی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔

ایک ہفتے میں ان کے محل کے سامنے ہزاروں انسانوں کا مجمع جمع ہو گیا اور ان کے ملازموں کے لئے ان سب کی درخواستیں لینا، سب پر غور کرنا اور انھیں رائے صاحب کے سامنے غور کے لئے پیش کرنا مشکل ہو گیا جب درخواستوں کی بھرمار ہونے لگی تو رائے صاحب نے ایک بہت بڑا لوہے کا صندوق محل کے سامنے رکھوا دیا اور حکم ہوا کہ سب لوگ اپنی اپنی درخواستیں اس میں ڈال دیں۔ آج کے تیسرے روز سے کوئی درخواست نہیں لی جائیگی اور پھر ان پر غور کیا جائیگا۔

تین روز بعد محل کے سامنے ایک بہت بڑا شامیانہ لگا دیا گیا اور شامیانے کے اندر وہ سب لوگ جمع ہوئے جنھوں نے اپنی اپنی تکلیفیں دور کرنے کے لئے درخواستیں دی تھیں۔ رائے صاحب کا بھی پلنگ شامیانے کے اندر ایک خاص چبوترے پر لایا گیا اور وہ صندوق بھی اسی وقت رائے صاحب کے سامنے کھولا گیا۔

ان سب درخواستوں کو دیکھکر رائے من موہن لال نے حاضرین سے کہا۔ میری زندگی کے دن بہت تھوڑے ہیں۔ اگر میں ان سب عرضیوں کو کھول کر پڑھنا شروع کروں اور رات دن پڑھتا ہوں تو بھی شاید سارا وقت اسی میں صرف ہو جائیگا اور کسی کا دکھ دور نہیں کر سکوں گا۔ اسلئے اگر آپ سب کی رائے ہو تو قرعہ اندازی کیجائے اور جسکی درخواست سب سے پہلے نکلے اس کی درخواست پر سب سے پہلے غور کیا جائے اور اس کے بعد دوسری عرضی بھی قرعہ کے ذریعہ نکالی جائے۔

حاضرین نے رائے صاحب کی یہ تجویز منظور کر لی۔ مجمع میں سے ایک چھوٹا سا بچہ جو اپنی بیوہ ماں کے ساتھ اپنی درخواست لے کر آیا تھا رائے صاحب کے قریب لایا گیا۔ اس لڑکے سے کہا گیا کہ صندوق سے ایک درخواست نکالکر رائے صاحب کو دیدے۔

لڑکے نے صندوق کے اندر ہاتھ ڈالا۔ حاضرین سراپا اضطراب بنکر یہ انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں کس کی درخواست پہلے نکلتی ہے اور وہ کیا چاہتا ہے؟

(۲)

لڑکے نے صندوق میں سے ایک درخواست نکالکر رائے صاحب کو دینے کے لئے ہاتھ بڑھایا۔ رائے صاحب نے بھی بڑے اشتیاق کے ساتھ ہاتھ بڑھانے کی کوشش کی لیکن ان کا ہاتھ کانپ کر رہ گیا۔ وہ اس کاغذ کے ٹکڑے کو پکڑ نہ سکے چنانچہ انکے پرائیویٹ سکریٹری نے وہ کاغذ لیکر کھولا اور پڑھ کر رائے صاحب کو سنایا۔

رائے صاحب نے کہا۔ یہ رتن چند جوہری کی عرضی ہے اگر مجمع میں رتن چند موجود ہوں تو میں درخواست کرونگا کہ وہ آگے تشریف لائیں۔

مجمع میں سے ایک نہایت باوقار اور رعب دار شخص باہر نکلا رتن چند جوہری نرگڈھ کے دولت مند ترین لوگوں میں سے تھے۔ انھیں بھی کوئی دکھ ہو سکتا ہے یہ خیال بھی کوئی نہیں کر سکتا تھا رائے صاحب نے حاضرین کو پھر ایک بار مخاطب کرکے کہا۔ بھائیو! رتن چند اپنی بیوی کے زیوروں کا شوق پورا نہیں کر سکے اس لئے دکھی ہو کر میرے پاس آئے ہیں۔ جب رتن چند ...

ہے تو میں نہیں سمجھ سکتا کہ عام غریب کسانوں پر کیا گزرتی ہوگی۔ لیکن میں رتن چند کی خواہش پوری کروں گا"

یہ کہنے کے بعد انھوں نے رتن چند سے کہا۔ آپ براۓ مہربانی اپنی بیوی کو یہاں لے آئیے میں اپنی مرحومہ بیوی کے زیوروں کی الماری کھلوا دیتا ہوں۔ وہ اپنی مرضی کے زیورات پسند کرلیں۔

رتن چند اپنی بیوی کو لانے چلے گئے اور راۓ صاحب نے اس لڑکے سے کہا۔ "دوسری چٹھی نکالو"

لڑکے نے صندوق کے اندر ہاتھ ڈالا ہی تھا کہ آواز آئی۔ حضور میرا مطالبہ بہت چھوٹا ہے۔ پہلے اسی پر غور کرلیا جاۓ۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مجھے سب کام قاعدے کے مطابق کرنا ہے" راۓ صاحب نے کہا۔

لڑکے نے دوسری درخواست نکالکر راۓ صاحب کے ہاتھ پر رکھی۔

حاضرین ایک بار پھر مضطرب، بیقرار اور خاموش ہوگئے۔

راۓ صاحب نے حاضرین کو مخاطب کرکے کہا۔ یہ بلو خاں کی درخواست ہے۔ یہ حج کرنے جانا چاہتے ہیں اسکے علاوہ انکی کچھ اور خواہش نہیں ہے۔"

مجمع میں سے کچھ لوگوں نے کہا۔ حضور! دھرم کرم سب اپنے پیسے سے کیا جاتا ہے یہ حج نہ کرنے جائیں گے تو مر نہ جائینگے۔ اسلئے رعایا کی بھلائی کے خیال سے اس درخواست پر آپ توجہ نہ دیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ راۓ صاحب نے گرج کر کہا۔ مجھے ہر ایک کی خواہش پوری کرنی ہے بشرطیکہ میں اسے اپنے پیسے سے پوری کرسکوں اور بلو خاں کی خواہش کوئی بڑی خواہش نہیں ہے حالانکہ میں جانتا ہوں کہ رتن چند جوہری کی طرح بلو خاں بھی میرا مقصد نہیں سمجھ سکے۔

بلو خاں مارے خوشی کے اُچھل پڑے اور مجمع میں سے نکلکر انھوں نے راۓ من بودھن لال کو جھک کر بڑے ادب سے سلام کیا۔

اب راۓ من بودھن لال نے اس لڑکے کو تیسری عرضی نکالنے کا حکم دیا۔ مجمع میں سے پھر آواز آئی" حضور ہزاروں درخواستیں ہیں اور میری بہت ذرا سی درخواست ہے معلوم نہیں میری باری کب آۓ گی۔ میں بہت ہی بدنصیب ہوں۔ ممکن ہے میرا نمبر کبھی آۓ ہی نہیں۔ اسلئے حضور اس پر پہلے غور فرمالیں۔

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" راۓ صاحب بولے۔

وہ آدمی پھر چیخ کر بولا" اچھا حضور میری بات تو سن لیجئے۔



توکیا وہ خواب تھا جسے ان لوگوں نے دیکھا تھا



نہیں ہیں۔ اس طرح میں کوئی بات بھی نہیں سنونگا - اور اگر میں ایک بات سن بھی لوں تو سبھی مجھکو اپنا اپنا دکھڑا سنانے لگیں گے اور پھر وہی اندھیر مچ جائے گا اور کوئی کام کی بات نہ ہو سکے گی "

مگر وہ آدمی اس پر بھی نہ مانا اور اپنی پوری قوت کے ساتھ بلند آواز میں بولا " میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ گیرو تھیل کے جنگل ٹیلے میں جو بھیڑیا رہتا ہے وہ مار ڈالا جائے۔

رائے صاحب نے حکم دیا کہ اس آدمی کو باہر نکال دیا جائے اور شامیانے کے اندر اس وقت لایا جائے جب اس کی درخواست نکلے۔

سپاہی اس آدمی کو پکڑ کر مجمع سے باہر لے گئے - اس نے جاتے جاتے اونچی آواز میں چلا کر کہا " زیادہ آدمیوں کی ضرورت نہیں ایک آدمی بھی اگر بندوق لیکر چلا جائے تو اسکو مار سکتا ہے۔

اسکی بات پر کسی نے توجہ نہ کی اور رائے صاحب نے لڑکے سے تیسری درخواست نکالنے کے لئے کہا - لڑکے نے ایک اور کاغذ کا ٹکڑا اس لوٹ کے صندوق سے نکال کر رائے صاحب کے ہاتھ میں رکھدیا -

سکریٹری نے اُسے پڑھکر بتلایا کہ یہ سوامی شنکر انند کی درخواست ہے یہ رات دن گانجا پینا چاہتے ہیں اور انکے پاس اتنی دولت نہیں ہے کہ وہ ہر وقت گانجا پی سکیں - سوامی جی کو زندگی میں صرف یہی ایک تکلیف ہے اور اگر رائے من بودھن لال کی زندگی میں یہ تکلیف دور نہ ہوئی تو کبھی نہ ہو سکے گی -

رائے من بودھن لال نے مجمع کو مخاطب کرکے کہا سوامی شنکر انند میں آپ کو سلام کرتا ہوں -

اسکے بعد رائے صاحب نے انگلیوں پر کچھ حساب لگایا اور کہا - تقریباً ۸ گاؤں آپ کو ہر وقت گانجا پینے اور پلانے نیز آرام سے رہنے کے لئے کافی ہوں گے - اسلئے میں وہ گاؤں آپکے نام لکھنے کا حکم دیتا ہوں -

مجمع میں سے ایک آدمی بولا - حضور! یہ تو دولت اور حکومت دونوں کا ناجائز استعمال ہے -

" ٹھیک ہے " رائے صاحب نے کہا " لیکن راجاؤں کے کام اسی قسم کے ہوتے ہیں اور پھر میں تو جائز و ناجائز کی بالکل پروا نہ کرکے سب کی خواہش پوری کرنے کی کوشش کر رہا ہوں "

رائے صاحب نے لڑکے کو حکم دیا کہ وہ ایک اور درخواست صندوق میں سے نکالے لڑکے نے فوراً ایک درخواست نکال کر رائے صاحب کے ہاتھ میں دیدی ۔

اس درمیان میں رائے صاحب کے نائب ریاست اور پرائیویٹ سکریٹری میں کچھ باتیں ہوئیں - اُن کا خیال شاید یہ تھا کہ اس طرح تو دو ہی تین روز میں ساری ریاست برباد ہو جائیگی اور ہم سب لوگ کہیں کے نہ رہیں گے ۔ اسلئے کچھ ایسا انتظام ہونا چاہیئے کہ ریاست تباہ ہونے سے بچ جائے اور اسکے لئے دونوں نے یہ تدبیر سوچی کہ کسی طرح بھیڑیا مارنے والے سوال کو پہلے پیش کرنا چاہیئے اور رائے صاحب سے یہ کہنا چاہیئے کہ معلوم نہیں بھیڑیا مارنے میں کتنے روپئے صرف ہونگے - اسلئے جب تک وہ نہ مارا جائے دوسری عرضیوں پر غور کرنا ملتوی کر دیا جائے۔

مگر وہ درخواست نکلے تو کیونکر؟ اسکے لئے نائب صاحب نے ایک تدبیر سوچی وہ فوراً جلسے سے باہر اُس جگہ گئے جہاں وہ آدمی کھڑا تھا اُس سے اُنھوں نے ۱۵، ۲۰ درخواستیں لکھوائیں اور چپکے سے ان سب کو لاکر اور تمام لوگوں کی نظر بچا کر صندوق میں اس طرح رکھدیں کہ لڑکا جب ہاتھ ڈالے تو انہیں سے کوئی نہ کوئی درخواست اُسکے ہاتھ آ ہی جائے -

رائے صاحب نے اپنے ہاتھ کی عرضی کو پڑھکر پنڈت رام آسرے کو مجمع میں سے بلایا - پنڈت رام آسرے جس گاؤں میں رہتے تھے - اُس میں کوئی کنواں نہیں تھا - بیچارے گاؤں والوں کو پانی پینے کی سخت تکلیف تھی - اسی لئے رام آسرے نے صرف اسی بات کی درخواست کی تھی - رائے صاحب نے پنڈت رام آسرے کے گاؤں میں فوراً کنواں بنوانے کا حکم دیا - اور لڑکے کو درخواست نکالنے کا حکم دیا - لوگوں نے کہا " دراصل اس طرح کے کام رعایا کے لئے زمیندار کی طرف سے ہونے چاہئیں -

اس بار لڑکے نے ہاتھ ڈالا تو نائب صاحب کی تدبیر کارگر ہوئی اسکے ہاتھ میں سچ مچ بیرو جاٹ کی درخواست آگئی - اُس میں تحریر تھا حضور! میری ایک درخواست ہے - گیرو کے تالاب کے پہاڑی ٹیلے پر جو بھیڑیا رہتا ہے وہ مار ڈالا جائے "

راے صاحب کا حکم ہوا کہ بیرو کو اندر بلایا جائے۔ بیرو جاٹ فوراً رائے صاحب کے پاس لایا گیا۔ رائے صاحب نے کہا۔ بیرو! تم بڑے بیوقوف معلوم ہوتے ہو۔ لیکن خیر! میں گیرو کے تال کے جنگلی پہاڑی ٹیلے پر بجائے ایک کے ۲۰ سپاہی بھیجتا ہوں۔ تم بھی انکے ساتھ جاؤ اور اُس بھیڑیے کو ختم کراؤ۔"

اسکے بعد رائے صاحب نے لڑکے کو دوسری درخواستیں نکالنے کا حکم دیا مگر نائب صاحب نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ لیا اور رائے صاحب سے کہا "حضور! میں نے اُس بھیڑیے کی عجیب کہانی سنی ہے میں نے سُنا ہے کہ اس کے قبضہ میں ایک خوبصورت ترین شہزادی ہے اور وہ انسانوں کی آہٹ پاکر فوراً غائب ہوجاتی ہے۔ میرا تو یہاں تک خیال ہے کہ وہ کوئی بہت بڑا راز ہے۔ جو بیس سپاہیوں کے بس کا نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کا سارا خزانہ خالی ہوجانے پر بھی وہ بھیڑیا مارا نہ جاسکے۔ اسلئے آپ اور لوگوں کی خواہش اس وقت پوری کریں جب بھیڑیا مار ڈالا جائے۔

نائب صاحب کی یہ بات رائے من بودھن لال کو پسند آگئی۔ اور انھوں نے حکم دیا کہ سب لوگ گیرو کے تالاب کے کنارے چلیں۔ وہیں کیمپ لگایا جائے گا اور بھیڑیے کو مارے جانے کے بعد باقی درخواستوں پر وہیں غور ہوگا۔

(۳)

یہ تال چترکوٹ کے پاس پہاڑی علاقے میں ہے۔ گیرو کا تال یہ اسلئے کہلاتا ہے کہ اسکے چاروں طرف گیرو کی چٹانیں ہیں۔ اور ان چٹانوں پر سے برسات کا پانی جب بہہ کر آتا ہے تو سارا تال لال ہوجاتا ہے۔ چاروں طرف ہری بھری پہاڑیوں کے بیچ میں یہ لال تال بہت ہی دلکش نظر آتا ہے۔

اتنا خوبصورت قدرتی نظارہ رائے من بودھن لال نے کبھی نہیں دیکھا تھا جو لوگ چترکوٹ کی یاترہ کرنے جاتے ہیں وہ بھی اس تال تک نہیں پہنچ پاتے۔ کیونکہ اس تال تک جانے کا راستہ بہت خطرناک ہے۔ مگر رائے صاحب کو بیرو جاٹ کی خواہش پوری کرنی تھی اسلئے وہ تال کے کنارے تک گئے۔ اور وہاں انھوں نے باقاعدہ ڈیرے ڈالے۔ ان کے ساتھ وہ روپے کا صندوق بھی گیا جسمیں سب درخواستیں تھیں اور وہ سب آدمی بھی گئے جو ان درخواستوں کو لیکر رائے صاحب کے سامنے حاضر ہوئے تھے۔

خاصہ پڑاؤ پڑگیا۔ سب کے رہنے سہنے کا ریاست کی طرف سے انتظام ہوگیا اور اُس بھیڑیے کی تلاش ہونے لگی۔ اس عجیب بھیڑیے کو دیکھنے کی خود رائے صاحب کے دل میں بھی خواہش پیدا ہوئی اور وہ بھی اپنے سپاہیوں کے ساتھ پالکی پر سوار ہوکر اُس جنگلی ٹیلے کی طرف گئے۔

آدمیوں کی آہٹ پاکر بھیڑیا کہیں بھاگ نہ جائے اس خیال سے سب آدمی جھیل کے کنارے ایک کیمپ میں ٹھہرا دیئے گئے تھے اور بہت تھوڑے آدمی اُس ٹیلے پر چڑھنے پائے۔ مسلسل چھ گھنٹے کی تلاش کے بعد کہاروں نے یکایک متعجب ہوکر پالکی رکھدی اور رائے صاحب کی طرف اشارہ کرکے کہا "حضور! ذرا ادھر ٹیلے پر سب سے اونچی چٹان پر دیکھئے۔"

رائے صاحب نے دیکھا کہ سچ مچ ایک بھیڑیا بیٹھا ہے اور اُسکے پاس ہی ایک نہایت حسین دوشیزہ کھڑی لمبی بیلوں کے جنگل میں پھول اور پتیاں گوندھ رہی ہے۔ انھوں نے اتنی حسین اور تندرست عورت اس سے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ انکا اضطراب اتنا بڑھا اور ان کے اعصاب میں اتنا جوش پیدا ہوا کہ وہ پالکی سے اٹھکر بیٹھ گئے اور بیٹھتے ہی انھوں نے محسوس کیا گویا وہ کبھی بیمار ہی نہیں ہوئے تھے۔ ابھی ابھی سوکر اٹھے ہیں۔ اُس وقت انھیں اپنا جسم اُس تندرست آدمی کی طرح معلوم ہوا جو گہری نیند کے بعد اٹھتا ہے۔ رائے صاحب نے پالکی میں بیٹھے ہی بیٹھے اپنی دوربین مانگی اور اُس سے انھوں نے جنگلی ٹیلے پر کھڑے ہوئے اُس انسانی مجسمے کو بغور دیکھا۔

مذہبی کتابوں میں انھوں نے پریوں کا قصہ پڑھا تھا۔ بچپن میں قصے کہانیاں انھوں نے پریوں اور شہزادیوں کی خوبصورتی کا ذکر سنا تھا۔ لیکن ٹیلے پر کھڑی ہوئی دوشیزہ انھیں ان پریوں اور شہزادیوں سے کہیں زیادہ حسین و دلکش نظر آئی وہ دوشیزہ کون ہے؟ وہاں اس ٹیلے پر اُس بھیڑیے کے قبضے میں کس طرح پہنچی؟ بیرو جاٹ اُس بھیڑیے کو کیوں مار ڈالنا چاہتا ہے؟ وغیرہ سوالات انکے دماغ

میں طوفان کی طرح پیدا ہونے لگے۔ اُنھوں نے بیرو جاٹ کو بلایا اسکو بھی وہ سین دکھلا کر پوچھا وہی بھیڑیا ہے؟

"ہاں سرکار۔ وہی ہے"

تو اُسے کیوں مروانا چاہتا ہے؟

"حضور میں پنجاب کا رہنے والا ہوں۔ یہاں میرا کوئی عزیز یا رشتہدار نہیں ہے۔ میرے والد آپ ہی کے یہاں ملازم تھے میں چھوٹا تھا تبھی انکا انتقال ہو گیا۔ میری بیوہ ماں نے کسی طرح مجھے پالا پوسا اور آپکے مرحوم والد صاحب سے مجھے کچھ کھیت اسی تالاب کے کنارے کھیتی کرنے کے لئے ملے۔

میری ماں نے باپ کی ساری کمائی دیکر ایک لڑکی خریدی اور میرا گھر بسایا میرے ایک لڑکا ہوا۔ مگر اُس لڑکے کی شادی ہزار کوششیں کرنے پر بھی کہیں نہ ہو سکی۔ میں لکڑی اور چارے کی تلاش میں اکثر ٹیلے پر جاتا تھا اور اُس بھیڑیئے کو اور اسکے ساتھ کی لڑکی کو اکثر دیکھتا تھا میں نے سوچا کہ میرے لڑکے کی شادی اس لڑکی سے ہو سکتی ہے کیونکہ اس کا کوئی والی وارث نہیں ہے اور اس کی کوئی ذات پات بھی نہیں ہے۔ لیکن یہ بھیڑیا حارج ہے اسلئے میں چاہتا ہوں کہ یہ مارا جائے۔ اس لڑکی کا حال شاید ہی میرے سوا کوئی جانتا ہو کیونکہ یہاں تک کوئی آیا نہیں"۔

"ہوں" رائے من بودھن لال نے کہا اُنھوں نے دوربین اُٹھا کر پھر اُس بھیڑیے کو دیکھنے کی کوشش کی مگر وہاں کوئی نہ تھا۔ شاید آدمیوں کی آہٹ پاکر دونوں غائب ہو گئے تھے۔ اسکے بعد اس روز سہ پہر سے شام تک اور دوسرے روز دن بھر اس بھیڑیئے کی تلاش کی گئی مگر اسکا کہیں پتہ نہ چلا۔ ذرہ ذرہ پتہ پتہ چھان ڈالا گیا مگر اس کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ تو کیا وہ خواب تھا جو رائے من بودھن لال نے دیکھا تھا؟ مگر وہ نظارہ تو اوروں نے بھی دیکھا تھا اُسے وہ کسی طرح خواب ماننے کے لئے تیار نہ ہوئے اور اس من موہنی صورت کو ایک بار پھر دیکھنے کے لئے بیقرار ہو اُٹھے۔

۴

بیرو جاٹ اس بھیڑیئے اور لڑکی کے بارے میں اس سے زیادہ نہ بتا سکا۔ لیکن رائے صاحب اسکے بارے میں زیادہ جاننے کے لئے بیقرار ہو گئے اسی لئے وہ اُس گاؤں میں گئے جسمیں بیرو جاٹ رہتا تھا۔ گاؤں کی حالت بہت خراب تھی۔ رائے صاحب نے سارا گاؤں چھان ڈالا مگر ایک بھی گھر ایسا نہ ملا جس میں دو چار روز ٹھہر سکیں۔ ہر گھر گرا ہوا، ہر دروازے پر کوڑا اور ہر آدمی بیمار۔ یہ تھی اُس گاؤں کی حالت۔ رائے صاحب نے کبھی اپنی عملداری میں پیر نہیں رکھا تھا۔ انکا سارا وقت یا تو اپنے محل میں یا الہ آباد، کانپور، لکھنؤ اور بنارس میں گزرا تھا۔ باندہ چونکہ چھوٹا شہر تھا اسلئے وہ باندہ بھی بہت کم جاتے تھے گاؤں جس میں کرشن اور بلدیو کھیلتے تھے، جو آب و ہوا کے لحاظ سے شہروں سے بہت اچھے بتائے جاتے ہیں۔ اتنے گندے ہو سکتے ہیں؟ رائے صاحب کو کبھی خواب میں خیال نہ ہوا تھا۔

آکاش سندر تھا۔ اس میں صبح سورج کا آنا اور رات میں چاند تاروں کا میلہ لگنا بہت دلفریب معلوم ہوتا تھا۔ گاؤں کے باہر کے پہاڑی ٹیلے کی سرسبزی کی دلکشی آسمان سے کسی طرح کم نہ تھی اور ٹیلے کے نیچے کا وہ گیرو کا تالاب تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا قدرت کی حسین دیوی نے اپنے تلوے میں مہندی لگائی ہو۔ مگر اسکے خلاف وہ گاؤں کتنا بھدا تھا اور اس گاؤں کے لوگ کتنے میلے کچیلے کتنے دبلے پتلے اور کتنے بدصورت تھے۔ اتنا ہی نہیں اس گاؤں کے انسانوں کا جس چیز میں ہاتھ لگا تھا یعنی اُنکے کھیت، وہ بھی ان گاؤں والوں کی طرح کتنے منحوس سے تھے۔ انکے کھیتوں میں نہ تو فرحت بخش سرسبزی تھی اور نہ تازگی۔ چاروں طرف نحوست چھائی ہوئی تھی۔ جس طرح انسان دُبلے پتلے تھے اسی طرح اس گاؤں کے مویشی بھی دُبلے پتلے تھے۔ کیا یہی گاؤں ہے جہاں سے رائے صاحب کے محل میں سونے چاندی کے ٹکڑے جا جا کر جمع ہوتے ہیں؟ رائے صاحب نے ان گاؤں والوں سے پوچھا۔ کیا سب گاؤں اسی قسم کے ہوتے ہیں؟ کیا سب گاؤں کے باشندے ایسے ہی ہوتے ہیں؟ گاؤں والوں نے کہا حضور! بعض بعض گاؤں تو اس سے بھی گئے گذرے ہیں۔ یہ گاؤں تو تاہم غنیمت ہے۔

رائے من بودھن لال کو اتنا غصہ آیا کہ وہ اُٹھکر کھڑے ہو گئے اور کانپنے لگے۔ انھوں نے گرج کر کہا "یہ گاؤں ہے یا جہنم؟ تم سب حیوان ہو یا انسان؟ تم اپنے بچوں کو دیکھو یہ سب کتنے دُبلے پتلے مریض اور میلے کچیلے ہیں۔

ان سب سے اچھا تو اس پہاڑی ٹیلے پر کا بھیڑیا ہے۔ جس نے ایک لڑکی کو پال کر اتنا سندر بنایا۔ میرا بس چلے تو تم سب کو قتل کروا دوں اور اس گاؤں میں آگ لگوا دوں۔ اس گاؤں میں جب ایک آدمی بھی زندہ نہ بچےگا تو یہ گھنونا نظارہ بھی سامنے نہ آئیگا۔

گاؤں والے خوف سے کانپ اٹھے۔ جس کے ملازمین انھیں موت کی طرح نظر آتے تھے آج وہ خود کھڑا ہے۔ اب کیا ہوگا؟ بیچاروں کی گھگھی بندھ گئی۔ رائے صاحب کو نفرت کے ساتھ ہی اُن پر ترس بھی آگیا۔ بولے "تم لوگوں نے بھی ہمارے پاس کوئی درخواست بھیجی ہے؟"

"حضور! ہم لوگوں نے کوئی درخواست نہیں بھیجی"۔

"کیوں؟"

"ہمارا خیال ہے کہ ہم کسانوں کی راج دربار میں کبھی شنوائی نہیں ہوتی۔ ہم صرف محنت کرنے، لگان دینے اور قرض پاٹنے کے لئے پیدا ہوتے ہیں"۔

"ہوں"! رائے صاحب بڑی فکر میں پڑ گئے۔ بھیڑیئے کے ساتھ رہنے والی وہ لڑکی اتنی خوبصورت کیوں ہے؟ اور اسی ٹیلے کے نیچے رہنے والے اس گاؤں کے باشندے اتنے گندے اور بدصورت کیوں ہیں؟ رہ رہ کر اُن کے دل میں یہ سوال پیدا ہونے لگا۔

شائد وہ دیوی ہو اور یہ کرموں کا پھل بھگتنے والے گنہگار انسان۔ اُنھیں کچھ اطمینان ہوا اور اُنھوں نے اس لڑکی کے بارے میں بات شروع کی۔ گاؤں والوں میں سے جو بوڑھے تھے اُنھوں نے بتایا کہ ۱۵۔۲۰ سال پہلے ایک بھیڑیا ایک کسان کی دودھ پیتی بچی کو اُٹھالے گیا تھا۔ کسان کی بیوی لڑکی کو دھان کی مینڈھ کے پاس سُلا کر دھان کاٹ رہی تھی۔ اُسی وقت ایک بھیڑیا آیا اور اُس دودھ پیتی بچی کو اُٹھالے گیا۔ غریب کسان اور اُس کی بیوی دونوں رو کر رہ گئے۔ بعد میں کچھ افسروں نے اُس بھیڑیئے کو لڑکی کو لئے ہوئے پھرتے دیکھا مگر کوئی اُسے پکڑ نہ سکا نہ لڑکی کو اُس سے چھڑا سکا۔ ممکن ہے یہ وہی لڑکی ہو اور یہی بھیڑیا ہو۔ رائے صاحب کے حکم سے وہ کسان بُلایا گیا جس کی لڑکی کو بھیڑیا اُٹھالے گیا تھا۔ اُسکے کئی اور لڑکے لڑکیاں بھی تھیں۔ رائے صاحب نے دیکھا کہ وہ بھی بہت دُبلے پتلے اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اُن میلے کچیلے کپڑے پہننے والوں سے وہ ننگی لڑکی کہیں زیادہ خوبصورت اور تندرست تھی۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ رائے صاحب نے گاؤں والوں سے دریافت کیا۔

ایک بوڑھے نے جواب دیا "حضور! جس لڑکی کو بھیڑیا اُٹھالے گیا اُسکو بھیڑنی نے دودھ پلایا ہوگا، پالا ہوگا۔ اسکے علاوہ چونکہ بھیڑیئے کے پاس کوئی کام نہیں ہوتا اسلئے اُسے کافی فرصت ہوتی ہے۔ چنانچہ اُن دونوں نے مل کر لڑکی کو کھلایا ہوگا اُس کا جی بہلایا ہوگا اس لئے وہ لڑکی اتنی تندرست اور سندر ہے۔ ہمارے یہاں گاؤں میں نہ تو بچوں کو پیٹ بھر کھانا ملتا ہے اور نہ ماں باپ ایسی کوشش ہی کرتے ہیں کہ وہ لڑکوں کو خوش رکھیں۔ سارے گاؤں کے لڑکے کچھ تو بھوک اور کچھ ماں باپ کی لاپروائی اور غصے سے اُداس اور غمگین رہتے ہیں۔ اسی لئے وہ ہمیشہ کے لئے نکمّے اور غریب ہو جاتے ہیں"۔

"بیشک! اُداسی ہی کا نام بدصورتی اور خوشی کا نام خوبصورتی ہے"۔ رائے صاحب نے کہا "کیا کوئی ایسی تدبیر ہو سکتی ہے کہ جس سے گاؤں والے بھی خوش ہو سکیں! میں یہ بات جاننا چاہتا ہوں"!

ایک بوڑھے نے کہا "حضور! یہ تو آپ ہی خوب سوچ سکتے ہیں۔ آپ ہم سے زیادہ سمجھ دار ہیں۔ ہم تو کچھ نہیں جانتے"۔

رائے صاحب گہری تشویش میں پڑ گئے اور کسی طرح اُسی گاؤں میں دو تین روز گزار کر اپنے ڈیرے پر لوٹ آئے۔

(۵)

رائے صاحب پھر اپنے کچھ معتبر ملازموں کو ساتھ لیکر اُس پہاڑی ٹیلے کا چکر لگانے لگے۔ مگر اُنھیں اُس لڑکی اور بھیڑیئے کا کوئی پتہ نہیں چلا۔ اُنھوں نے اپنے پرائیویٹ سکریٹری اور نائب ریاست کو ریاست کا بندوبست کرنے کیلئے واپس بھیج دیا۔ جن لوگوں کی درخواستیں اُنکے پاس پہنچی تھیں اور جو اپنی مصیبتیں لیکر اُن کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اُن سب سے اُنھوں نے کہا "جب تک اُس لڑکی کو میں بھیڑیئے کے ساتھ سے نہ چھڑا لوں گا تب تک اور کسی درخواست پر غور نہیں کر سکتا کیونکہ قاعدے کے مطابق پہلے یہ کام کرکے پھر دوسرا کام کرنا چاہئے"۔

کئی روز لگا تار گھومنے کے بعد ایک روز جب رائے صاحب بہت تھکے ہوئے ایک پیڑ کے نیچے بیٹھے تھے کہ یکایک کسی انسانی آواز کے سسکنے کی سی آواز آئی۔ انھوں نے دیکھا کہ جہاں وہ بیٹھے ہیں وہاں سے کچھ ہی فاصلے پر وہ لڑکی کھڑی ہوئی سسک سسک کر رو رہی ہے اور وہ بھیڑیا مرا پڑا ہے۔ رائے صاحب نے خیال کیا جب انھوں نے پہلی بار بھیڑئے کو دیکھا تھا تو شاید وہ بیمار تھا اور اب وہ مر گیا ہے۔ یہ لڑکی اُسی کے غم میں رو رہی ہے۔ شائد اس بھیڑئیے کے علاوہ اس لڑکی کا کوئی اور سہارا نہیں تھا۔ اسی لئے وہ اپنے آنے والی مصیبتوں کا خیال کرکے رو رہی ہے۔ وہ فوراً اُٹھ کر کھڑے ہو گئے اور اُس لڑکی کی طرف بڑھے۔ لیکن انھوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی وہاں سے بھاگ کر ماند میں گھس گئی اور جیسے برسات کی اندھیری رات میں گھنے بادلوں کے بیچ میں بجلی چمک کر چھپ جاتی ہے اور راہگیر کے لئے پھر گہری تاریکی چھا جاتی ہے۔ اسی طرح رائے صاحب کو بھی معلوم ہوا۔ بہت دیر تک وہ اُس ماند کے پاس کھڑے رہے پھر اپنے ڈیرے پر چلے آئے۔

دوسرے روز صبح رائے صاحب کھانے پینے کی خوش ذائقہ چیزیں پکوا کر اُس ماند کے پاس گئے اور ماند کے دروازے پر اُن چیزوں کو رکھ کر باہر کھڑے ہو گئے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ وہ لڑکی آئی اور اُن چیزوں میں سے کچھ کو چکھا اور کچھ کو سونگھ کر پھینک دیا اور پھر اپنی ماند میں چلی گئی۔ رائے صاحب روزانہ یہی عمل کرنے لگے اور لڑکی اُن سے زیادہ سے زیادہ مانوس ہونے لگی۔ ایک روز اُنھوں نے بہت سے بیش قیمت زیورات اور کپڑے لے جا کر اُس ماند کے سامنے رکھے اور باہر کھڑے ہو کر یہ دیکھنا شروع کیا کہ وہ لڑکی اُن زیوروں اور کپڑوں کا کیا کرتی ہے۔

جس طرح ایک ناسمجھ لڑکی اپنی ماں کے زیوروں اور کپڑوں کو لیکر اپنے جسم کو بھدے طریقے سے سجانے کی کوشش کرتی ہے اُسی طرح رائے صاحب نے دیکھا کہ وہ لڑکی اُن کپڑوں اور زیوروں سے اپنے کو سجانا چاہتی ہے۔ کچھ کپڑے اُس نے پھاڑ ڈالے اور کچھ بیش قیمت ہار توڑ کر بکھیر دئے۔ وہ حیران تھی کہ یہ چیزیں آخر ہیں کیا اور کس کام آتی ہیں؟ مہذب دنیا کی ان قیمتی چیزوں کا مہذب دنیا سے باہر بھیڑئے کی ماند میں پلی ہوئی اُس لڑکی کا یہ استعمال رائے صاحب کو بہت پسند آیا اور اُس کی خوبصورتی سے وہ اور بھی متاثر ہوئے۔

اسی طرح ہوتے ہوتے ایک روز وہ لڑکی رائے صاحب کے اتنے قریب آ گئی کہ اُنھوں نے اُسے پکڑ لیا اور پھر نہیں چھوڑا۔ اپنے ہاتھ سے ایک عمدہ قیمتی ساری پہنا کر وہ اُسے اُس گاؤں میں لے آئے جہاں سے اُسے پہلی بار بھیڑیا اُٹھالے گیا تھا۔ گاؤں کے سارے باشندے اُسے دیکھنے کے لئے جمع ہوئے۔ قرب و جوار کے دوسرے گاؤں کے لوگ بھی اُسے دیکھنے کے لئے آئے۔ رائے صاحب کے کیمپ میں جو لوگ جمع تھے وہ سب بھی وہاں پہنچے۔ سب کسانوں نے ایک ساتھ کہا کہ اگر اس لڑکی کو بھیڑیا نہ اُٹھالے جاتا تو یا تو یہ مر جاتی یا اِسی طرح دُبلی پتلی اور غریب ہوتی جیسی کہ اِسکے بھائی بہن ہیں۔ رائے صاحب نے اِس غریب کسان اور اُسکے بچّوں کو دیکھا جن سے چھینی جا کر وہ بھیڑئیے کی ماند میں پہنچی تھی۔ اُن پر رائے صاحب کو ترس آ گیا۔ اُنھوں نے دل ہی دل میں کہا۔ اِس گاؤں کی غریبی اور بدصورتی کی بہت کچھ ذمہ داری میرے اوپر بھی ہے۔ آخر یہ گاؤں میری ہی عملداری میں ہے۔ خود بھوکے رہ کر، خود ننگے رہ کر اور خود گندے اور اپاہج رہ کر اس گاؤں والوں نے سونے اور چاندی کے ٹکڑے ہمارے محل میں بھیجے ہیں۔ ہمارے محل کی جو رونق ہے، ہمارے محل کی جو چمک دمک ہے اور ہمارے محل میں جو آرام اور ضروریات کے ذرائع ہیں اُن کے سرچشمے تو یہ گاؤں ہی ہیں اور جس طرح اس گاؤں سے ہمیں محل میں رہنے کی جو سہولیت حاصل ہے اُسی طرح کیا میرا یہ فرض نہیں تھا کہ میں بھی اس گاؤں کی طرف دیکھتا اور اس کو خوبصورت بنانے کی کوشش کرتا۔ ایک بہت بڑا اندھیرا جیسے اُن کے سامنے سے ہٹ گیا اور اُنھوں نے محسوس کیا کہ وہ ایک نئی زندگی میں داخل ہو رہے ہیں۔ اُنھوں نے عہد کیا کہ اب اپنا بقیہ وقت زیادہ نہیں تو کم از کم اس باغ کو خوبصورت بنانے میں صرف کروں گا۔ کیونکہ اس نے مجھ کو پھر سے زندہ کیا ہے اور پھر سے اُنکی گئی گزری صحت واپس کی ہے۔

وہ اُس لڑکی کو لیکر نرگڑھ واپس چلے آئے۔ اُس کو انھوں نے پڑھنا لکھنا سکھایا اور آخر میں وہی لڑکی نرگڑھ کی رانی بن گئی اور رائے من بودھن لال بہت دنوں زندہ رہے نیز اُنکی زندگی بڑی آرام و عیش سے گزری۔

جوتشی کی پیشین گوئی غلط ثابت ہوئی۔ ایک لحاظ سے وہ سچ بھی تھی یعنی اب رائے صاحب بالکل بدل گئے تھے۔ وہ اب دوسری کی محنت سے فائدہ اُٹھاکر زندہ رہنے والے رئیس ہی نہیں تھے بلکہ اب وہ خود بھی دوسروں کو خوشحال بنانے کی کوشش کر رہے تھے۔ شائد جوتشی کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ جس انسان کی زندگی میں محبت نہیں ہے، خواہش نہیں ہے، جوش نہیں ہے، حوصلہ نہیں ہے وہ مُردوں کی طرح ہے اور اب تو رائے صاحب عموماً کہا کرتے ہیں کہ اگر میں اس عجیب کوشش کے سلسلے میں نکل نہ پڑتا اور مجھے موت نہ بھی آتی تو میں خود ہی خودکشی کر لیتا۔ وہ زندگی بھی کوئی زندگی ہے جو محبت سے خالی ہو؟

گھریلو دوائیں

سانپ اور بچھو کا زہر

کیلے کے کھمبے کا رس پلانے سے سانپ کا زہر دور ہو جاتا ہے اور سورن پیس کر اُس جگہ رکھنے سے (جہاں بچھو نے ڈنک مارا ہو) رکھنے سے بچھو کا زہر دور ہو جاتا ہے۔

کان کا درد

آم اور سرسوں کے پتوں کا رس گرم کرکے کان میں ٹپکانے سے کان کا درد دور ہو جاتا ہے۔

مرگی

سہجن کی جڑ کا جوشاندہ پینے سے مرگی کا مرض دور ہو جاتا ہے۔

جوڑی بخار

آدھ سیر پانی میں ۲ ماشہ ہینگ اور ۴ ماشہ سیندھا نمک ڈال کر جوشاندہ بنائیں۔ ایک چھٹانک جوشاندہ رہ جانے پر اُسے چھان کر پلانے سے جوڑی بخار جاتا رہتا ہے۔

آگ سے جلنا

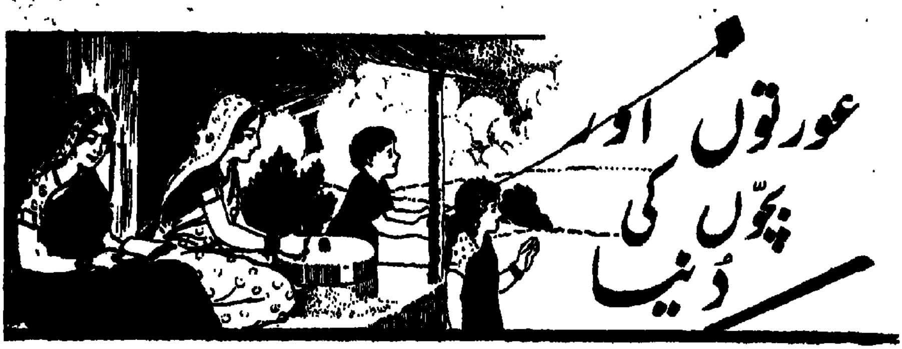
نصف میٹھا تیل اور نصف چونے کے پانی میں کپڑا تر کرکے جلی ہوئی جگہ پر رکھ کر تھوڑی روئی رکھدیں اور پانی و ہوا سے بچائیں۔

داد۔ خارش اور اپرس

سرپھونکا کی جڑ، نیم کا پھول، منڈی، سنائے اور سونف کا جوشاندہ پینے سے کچھ دنوں میں داد، خارش اور اپرس اچھا ہو جاتا ہے۔

آنکھ کا درد

پھولی ہوئی پھٹکری ۱ رتی، افیم ۱ رتی اور املی کے پتے چھ ماشہ ان سب کو ایک میں پیس کر آنکھوں پر لیپ کرنے سے آنکھ کا درد جاتا رہتا ہے۔



بچوں کی تعلیم

از شریمتی تارا پانڈے

ہندوستان میں بہت پُرانے زمانے میں جس طرح پر بھی تعلیم ہوئی۔ لیکن موجودہ زمانے سے کچھ سال پہلے یہی سمجھا جاتا تھا کہ بچوں کا دماغ ایک خالی بوتل کی طرح ہوتا ہے اور ماسٹر اس میں اچھی اچھی باتیں بھر دیتے ہیں جس سے کہ اُنکا دماغ اچھا بن جاتا ہے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ تعلیم صرف نوکری کرنے والے لوگوں کے لئے ہی ضروری سمجھی جاتی تھی لیکن اب یہ بات سبھی سمجھدار لوگ ماننے لگے ہیں کہ تعلیم صرف نوکری کے قابل ہی بنانے کے لئے نہیں دی جاتی بلکہ بچوں کے اندر جو قدرتی طاقتیں ہوتی ہیں اُن کو اس ڈھنگ سے پڑھانے اور کام میں لانے کے لائق بنادی جائیں جس سے کہ وہ ایک مہذب آدمی بن جائے اور اپنی جسمانی و دماغی طاقتوں کو اس طرح منظم کرنے کے قابل ہو سکے کہ کسی پہلو سے بھی پچھڑا نہ رہے اور اپنے کو پوری طرح اپنے ماحول کے مطابق بنا سکے۔ اب نفسیات کے ماہروں نے یہ بات اچھی طرح ثابت کر دی ہے کہ بچے کا دماغ زندہ طاقتوں کا ایک ڈھیر ہے اور تعلیم کا کام انھیں طاقتوں کو پہچان کر اُنھیں بڑھانا ہے۔ اسلئے جن لوگوں پر بچوں کی تعلیم کا بار پڑتا ہے انکے لئے یہی کافی نہیں ہے کہ وہ بچوں کے دماغ میں وہی باتیں بھر دیں جو وہ سمجھتے ہیں کہ ان کی زندگی میں اُنھیں فائدہ پہنچائیں گی۔ انکے لئے بچوں کی تعلیم شروع کرنے سے پہلے یہ جاننا نہایت ضروری ہے کہ بچوں کی دماغی اور جسمانی طاقتیں کس قسم کی ہوتی ہیں اور کس کس طرح الگ الگ صورتوں میں یہ بڑھتی یا گھٹتی جاتی ہیں جیساکہ مغربی ماہرین نفسیات اب یہ کہنے لگے ہیں کہ بچے کی تعلیم اسی وقت سے شروع ہو جاتی ہے جب وہ پیدا ہوتا ہے ہمارے یہانتک عقلا یہ مانتے تھے کہ کسی بچے کی تعلیم اسی وقت شروع ہو جاتی ہے جب وہ ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے اس بات کو سچ مانتے ہوئے کہنا پڑتا ہے کہ بچوں کی تعلیم گھر سے ہی شروع ہوتی ہے اور اس کا بار سب سے پہلے ماؤں کے اوپر ہی پڑتا ہے۔ کسی بزرگ نے کہا ہے کہ میں جو کچھ ہوں یا ہونے کی خواہش کرتا ہوں یہ سب میری ماں ہی کا طفیل ہے" دنیا کی عظیم ترین شخصیتوں نے اپنی عزت اور نیکنامی کو والدین ہی کا طفیل بتلایا ہے۔ والدین ہی بچوں کا کردار بنا سکتے ہیں۔ لیکن ہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ بچوں کا بننا یا بگڑنا زیادہ تر ماں ہی پر منحصر ہے۔ کیونکہ ان کا بچپن ماں ہی کی نگہداشت میں گزرتا ہے اسلئے عورتوں کو بچوں کی فطرت سے واقف ہونا بہت ضروری ہے

قدرتی طاقت ہی سب طاقتوں کا بیج ہے اسی کے بڑھنے اور نمے سب کام ہوتے ہیں۔ پیدائش کے چند روز بعد تک اگر بچے یا بچھڑے کو ماں کا دودھ نہ پلایا جائے تو اُس کی دودھ کھینچنے کی طاقت جاتی رہتی ہے۔ کسرت کرنے کھیلنے کودنے گانے بجانے اور سواری کرنے کا موقع نہ دیا جائے تو زیادہ عمر ہونے پر سب سامان ہوتے ہوئے بھی ان باتوں سے طبیعت ہٹی ہی رہتی ہے۔

ماں کو چاہئے کہ بچہ اگر کسی کی چیز ناجائز طور پر چھین رہا ہو تو

اُسے ایسا کرنے سے منع کریں۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ بچے کی قدرتی طاقت ختم کر دی جائے بلکہ جب مناسب موقع ہو تو اسکو بڑھانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

کوئی خوبصورت کھلونا دیکھنے پر بچہ اسے چھیننے کی کوشش کرتا ہے۔ چھیننے کی عادت بُری ہے لیکن بچہ کی یہ فطرت ہوتی ہے جسکی وجہ سے وہ چھیننے کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے کھلونا نہ دے کر بچہ کو اگر ڈانٹ دیا جائے تو وہ رونے لگتا ہے اسوقت بچے کو یہ سمجھانا چاہئے کہ چھیننے سے کھلونا نہیں ملتا بلکہ سیدھے سے مانگنے سے ملتا ہے۔ اس طرح بچہ کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ چھیننے کی عادت بُری ہوتی ہے۔

بچوں میں کسی چیز کے بارے میں جاننے کی خواہش بہت ہوتی ہے۔ چمکدار رنگین اور چلتی ہوئی چیزوں کی طرف بچے بڑی جلدی متوجہ ہوتے ہیں اور ان کے متعلق زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی انکی خواہش ہوتی ہے۔ اسی خواہش سے وہ ہر ایک اچھی چیز کو چھوتے ہیں، اُٹھتے ہیں اور جو کچھ ان کے بارے میں سیکھتے ہیں اُسے بھولتے نہیں۔ ہمیں چاہئے کہ بچوں کے سامنے اچھی اور مفید چیزیں رکھیں اور اُن کو اس طرف متوجہ کریں تاکہ بچوں کو خود انکے بارے میں زیادہ واقفیت حاصل ہو جائے۔

بچوں میں نقل کرنے کی بھی بہت عادت ہوتی ہے۔ ہماری زبان، ہمارے اوصاف اور ہمارے رسم و رواج سب اسی نقل کا نتیجہ ہیں۔ ایک جگہ کے رہنے والے ایک ہی قسم کی معاشرت اختیار کرتے ہیں۔ اس لئے بچوں کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہئیں جس سے بچہ اچھی باتیں سیکھے۔ اچھی عادتیں ڈالنے یا عادات کی اصلاح کیلئے حالات کا بھی اثر پڑتا ہے کھانا پینا، سونا، مکان کی بناوٹ اور آب و ہوا وغیرہ بھی اس میں معاون یا حارج ہوتے ہیں۔

بچے بچوں ہی کا ساتھ پسند کرتے ہیں لیکن ماں کا فرض ہے کہ انھیں بچوں کے ساتھ اپنے بچوں کو کھیلنے دے جنکی نیکی کا بھروسہ ہو۔ بچوں میں اپنا پن بہت ہوتا ہے۔ اپنے کھلونے، اپنی کتاب

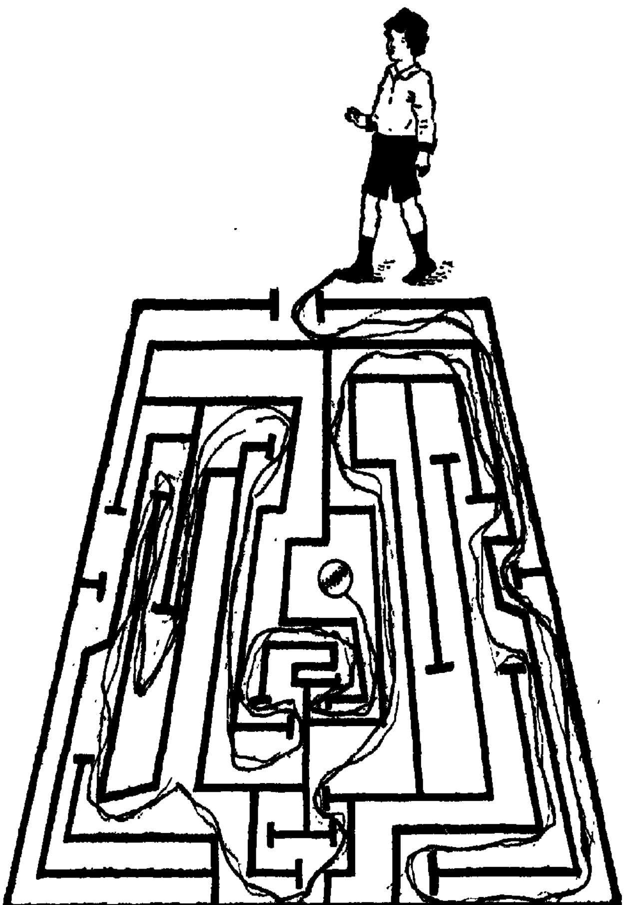
اپنے گھر اپنے محلے اور اپنے گاؤں سے بچے بڑی محبت کرتے ہیں۔ دھیرے دھیرے یہ محبت پھیلتی جاتی ہے۔ یہی محبت بڑھاکر ماں بچوں کو وطن سے محبت کرنے والا بنا سکتی ہے۔

اکثر بچے ڈر کے مارے جھوٹ بولا کرتے ہیں۔ اگر قصور ہو جاتا ہے تو وہ اُسے چھپانے کی کوشش کرتے ہیں یا بالکل انکار کر دیتے ہیں۔ یہ عادت مارپیٹ سے نہیں چھوٹ سکتی بلکہ اور بگڑ جاتی ہے بچوں سے جھوٹ کی عادت چھڑانے کا طریقہ یہ ہے کہ انکے معمولی قصوروں پر اُنھیں ڈرا دھمکا کر پریشان نہیں کرنا چاہئے۔ پیار سے سمجھا دینا ٹھیک ہے۔ جب بچے کو یہ یقین ہو جائیگا کہ جو غلطی ہوگئی ہے اسکے لئے اُنھیں سزا نہیں دیجائیگی بلکہ آئندہ سے ایسا نہ کرنے کیلئے صرف ہدایت کر دیجائے گی تو بچے جھوٹ بولنے کی ضرورت نہیں سمجھیں گے۔

والدین کے دل میں اولاد کی بے پناہ محبت ہوتی ہے لیکن اکثر ماں اس جذبہ کا بیجا استعمال کرتی ہے کبھی کبھی زیادہ لاڈ پیار سے بچے بگڑ جاتے ہیں اور کبھی بہت سختی دکھلانے سے انکا نازک دل مرجھا جاتا ہے۔ ماہرینِ نفسیات کا قول ہے کہ بچے محبت کے بھکاری ہوتے ہیں بچوں کے اُوپر محبت کے ساتھ حکومت ہونی چاہیئے ڈر سے نہیں۔ بچوں کے ساتھ تھوڑی دیر کے لئے بچہ بننا انھیں تعلیم دینے والوں کیلئے ضروری ہے۔ تاکہ بچے انکو اپنا ساتھی سمجھیں۔ یہ اُسی وقت ہو سکتا ہے جب بچوں پر رُعب نہ ڈالا جائے۔ بچوں کو ہنس مکھ بنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ ہمیشہ خوش رہنے والا بچہ آسانی سے سب کے دل میں جگہ پا جاتا ہے اچھی تندرستی، اچھی عادتیں اور صاف ستھرے کپڑے بچوں کی سچی خوشی کا سبب ہیں۔ ان تھوڑی باتوں پر اگر مائیں خاص طور پر ان باتوں پر توجہ دیں تو انکے بچوں کی زندگی پُر مسرّت بن سکیگی۔ بچوں کی بنیادی تعلیم اعلیٰ طرز پر ہو جانے سے بعد کی ان کی تعلیم ان کی خداداد طاقتوں کو بڑھاکر پھلنے پھولنے دیگی اور وہ مکمل انسان بن کر دنیا میں اپنا کام کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ اور بلاشبہ مستقبل میں ایسے ہی بچے قابل بنکر اپنی ماں کے لئے مایۂ افتخار بنیں گے اس میں ذرا شبہ نہیں۔

بھول بھلیاں

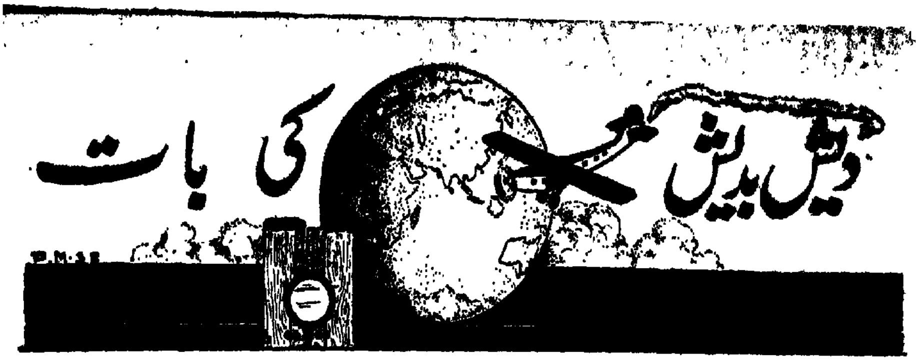
(از شری متی لکشمی دیوی بھاگو اجمیر)



(صحیفہ ترمال)

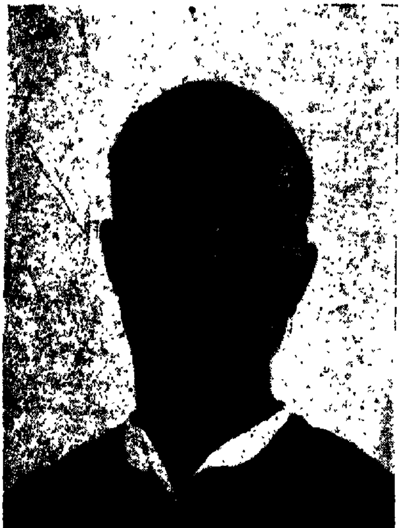
اس لڑکے کی گیند اندر چلی گئی ہے - یہ گیند لانا چاہتا ہے بتاؤ کدھر سے جاوے -

دیش بدیش کی بات



(از رائے بہادر پنڈت شکدیو بہاری مشر لکھنؤ)

ہمارے یہاں جسے بندر گھڑکی یا گیدڑ بھبکی کہتے ہیں اسے انگریزی میں bluffing کہا کرتے تھے لیکن آج کل اُس سے بہتر طریق پر اظہار رائے کرنے کو اُسے war of nerves کہتے ہیں۔ یہ ضرب المثل رائج ہمیشہ سے تھی۔ حالانکہ شاہ ماگدہ کی حالت خراب تھی اور یہ بات سکندر کو معلوم بھی تھی پھر ہندوستانیوں نے اُس کی فوج سے ماگدہ قوت کا ایسا بڑھا چڑھا کر ذکر کیا تھا کہ خواہش نہ ہونے پر بھی اُسے ماگدہ کو فتح کرنے کا خیال ترک کرنا پڑا۔ آجکل ہوائی و آبی جہاز' ریل، تار، ریڈیو' ڈاک وغیرہ کا انتظام اتنا ترقی کر گیا ہے کہ منٹوں میں ساری دنیا کے واقعات معلوم ہوتے ہیں۔ دنیا میں عقلمندی بھی بہت بڑھ گئی ہے اور انسانی اختیارات بڑھ جانے سے سبھی کو اپنے خیالات دوسروں پر ظاہر کرنے کا موقع رہتا ہے۔ انتظام سلطنت بھی زیادہ تر رعایا کی رائے کے ماتحت ہو گیا ہے۔ اِس سے رفتہ رفتہ یہ سب پر ظاہر ہوتا جاتا ہے کہ اصلی مالک رعایا ہے اور لیڈر محض اُس کے گماشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس لئے دوست اور دشمن دونوں رعایا کے اصلی خیر خواہ بنتے ہیں اور دشمن ملکوں کی رعایا کو بھی سمجھانے کی کوشش کیا کرتے ہیں کہ ہم دراصل تمھارے نہیں بلکہ تمھارے خود غرض لیڈروں کے دشمن ہیں۔ آجکل ہمارے ہی یہاں کسانوں کا سوال پیش ہے۔ کانگریس گورنمنٹ اُنھیں کئی حقوق دے رہی ہے اور لگان بھی کم کر رہی ہے پھر بھی زمیندار کہہ رہے ہیں کہ تمھارے سچے بھی خواہ ہمیں ہیں۔ اور کسان سبھا والے کہتے ہیں



پنڈت جواہر لال نہرو۔ آپ لنکا کے ہندوستانی مزدوروں کی مشکلیں حل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں

کہ کانگریس بھی کافی مدد نہ کرنے کے باعث اُن کی پوری دوست نہیں ہے اور اُنھیں اُس کا بھی ساتھ نہ دینا چاہئے۔ آج کل سب سے اچھی یہ ترکیب کی جاتی ہے کہ دشمن کو ایسا سمجھایا جائے کہ جن لیڈروں کو وہ اچھا جانتی ہے وہ بھی درحقیقت خود غرض، مکار یا بیوقوف



جرمنی کے ڈکٹیٹر ہر ہٹلر

ہیں۔ اس طرح عوام میں پھوٹ ڈالکر اس کی طاقت کم کرنے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ دشمن مُلکوں میں جاسوس اور سُراغ رساں بھیج کر اور وہیں اخباروں کو روپیہ دیکر اُن کے ذریعے عوام کو سمجھایا جاتا ہے۔ اُن کے لیڈر مکار یا احمق ہیں اُنکے مُلک کی قوت کم ہے۔ یا دشمن کی قوت بہت زیادہ ہے مطلب یہ ہے کہ اُسے کسی طرح کمزور کیا جائے یا اس غلط بات کا یقین دلایا جائے کہ اُن کا مُلک بہت کمزور ہے۔

اپنے لیڈر کوئی تقریر کرتے ہیں اور اُدھر جاسوسوں سے یہ پتہ لگاتے ہیں کہ دشمن عوام پر اس کا کیا اثر ہوا؟ اپنے جاسوسوں کے ذریعے عوام پر اپنی تقریر کا اپنی حسب مرضی اثر ڈالنے کی کوشش بھی کرتے ہیں۔ ان کاموں میں لاکھوں کروڑوں روپئے بھی خرچ کئے جاتے ہیں۔ جب اس طرح وہ جان لیتے ہیں کہ اب فلاں کام کرنے کا موقعہ آگیا تو وہ کام کرتے ہیں۔ آجکل لڑائی کی دھمکیاں روز دی جایا کرتی ہیں اور یہ دیکھا جاتا ہے کہ اُن کا کیا اثر ہوا۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پار سال جرمنی نے لڑائی کی دھمکی دیکر جوزیکوسلوویکیہ بغیر لڑے حاصل کر لیا وہ صرف گیدڑ بھبکی تھی

اور وہ خود لڑنے کو تیار نہ تھا۔ بڑے بڑے لیڈر جو تقریریں کرتے یا کام کرتے ہیں وہ دیکھنے میں تو کچھ دکھائی دیتے ہیں لیکن اُن کی اصلی منشا نہ جانے کیا ہوتی ہے۔ آنجہانی پنڈت موتی لال نہرو کو جب اُن کے مخالفین نے پُرانے بیانات یاد دلا کر بہت پریشان کیا تو ایک روز اُنھوں نے تنگ آ کر کہا کہ ایک طور پر ہمیشہ چلتے رہنا گدھوں کا کام ہے کیونکہ عقلمند آدمی نئی نئی باتوں سے ہمیشہ نئے تجربے حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہ پھر بھی نہ کہا کہ نہ جانے کب کیا سمجھ کر لیڈر کیا کہتے ہیں؟ اُن کے زمانے تک گیدڑ بھبکیوں کے فن نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور اُن کا اختلاف رائے دراصل خیالات کی واقعی تبدیلی کا بھی نتیجہ ہو سکتا تھا۔ بہرحال آج کل یہ فن روزبروز ترقی کر رہا ہے۔ لیڈروں میں کچھ دغا باز اور احمق ہو بھی سکتے ہیں۔ ایک آدھ غلطی ہو جانا تو سب کے لئے کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

آجکل ہر ایک مُلک میں بڑے بڑے لیڈر ہیں۔ ہمارے مہاتما گاندھی تک کی رہنمائی کے خلاف غلطی کرنے کا الزام لگایا ہی جاتا لگا ہے۔ بائیں بازو والے کچھ لوگ سوچنے لگے ہیں کہ حکومت برطانیہ آجکل کچھ ایسی دبی ہوئی ہے کہ ہمارے ذرا سے اکڑ جانے سے مکمل آزادی تک فوراً دیدیگی۔ اُدھر دُنیا کا یہ حال ہے کہ پارلیمنٹ کے مخالف پارٹی کے ممبر تو روس سے جلد از جلد سمجھوتہ کر لینے کے لئے چلا ہی رہے ہیں خود ٹوری پارٹی والے تک عموماً زیادہ تعداد میں یہی سوچتے ہیں۔ حالانکہ اپنی پارٹی وقار کا خیال کر کے وہ ظاہر طور پر ایسا کہتے نہیں مسٹر چرچل مسٹر ایڈن، مسٹر ڈف کوپر وغیرہ کو وزارت میں لینے اور سر تھامس لارڈ زٹلینڈ اور سر سیموئیل ہور وغیرہ کو علحدہ کرنے کی بیشتر ممبروں کی خواہش ہے۔ لیکن وزیراعظم اپنے ساتھیوں کا اتنا بھی لحاظ نہیں کرتے۔ جرمنی۔ اٹلی اور جاپان سے ساتھ ہی ساتھ لڑائی ہونے کا خطرہ درپیش ہے اور روس سے سمجھوتہ ہو جانے سے وزارت کو اچھی طاقت حاصل ہو کر جنگ تک کا خوف دور ہو سکتا ہے۔ اور سمجھوتے کے خلاف کوئی بڑا معاملہ بھی



روس کا ڈکٹیٹر سٹیلن

نہیں ہے۔ بلکہ ایک چھوٹا سا اصول کا سوال ہے۔ پھر بھی وزیر اعظم آڑا ہے ہوئے ہیں اور سب کی خواہش ہوتے ہوئے بھی منظوری نہیں دیتے۔ اتنی باتیں دیکھ کر بھی "نہ دیکھتے" ہوئے جب لوگ مہاتما جی کا مقابلہ کرنے کو تیار ہیں تو جان لینا چاہئے کہ سیاست کا خود سری بھی ایک اہم جزو ہے۔ ان دنوں غریبوں کی امیروں کے خلاف دنیا بھر میں مخالفت جاری ہے۔ مہاتما جی سیاست پر تو سختی سے نظر رکھتے ہیں اور امیروں کے خلاف بھی مناسب کارروائی کرنے سے نہیں جھجکتے بلکہ ان کو بھینٹ ہی نہیں دینا چاہتے۔ خاص اختلاف صرف اتنا ہے کہ اُس کا قول خصوصیت کے ساتھ سیاست کی صورت میں ہوتا ہے۔

آجکل فیڈریشن کے متعلق والیان ریاست اور مسلم لیگ کی مخالفت اتنی شدید ہے کہ کانگریس کے دائیں بازو والوں کی مخالفت کچھ دھیمی معلوم ہوتی ہے۔ وائسرائے نے موجودہ مرکزی اسمبلی کی میعاد ایک سال اور بڑھا دی ہے۔ دو بار اس سے پہلے بھی میعاد بڑھ چکی ہے اس طرح ۳ سال کی جگہ پر اُس کا وقت چھ سال ہو گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وائسرائے کو پورا اطمینان ہے کہ فیڈریشن ٹھیک وقت پر نافذ ہو جائے گا۔ والیان ریاست میں بھی نئے سمجھوتے کی گفت و شنید جاری ہے جس کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی ہے لیکن



مذکورہ وجوہ کی بنا پر اُسے اطمینان بخش سمجھنا چاہئے۔ جنوبی افریقہ والوں سے وہاں کے ہندوستانیوں سے جو جھگڑا چل رہا ہے اور جسکے سلسلے میں وہاں ستیاگرہ ہونے والا تھا وہ مہاتما گاندھی کے مشورہ سے ملتوی کر دیا گیا ہے۔ اور حکومت ہند سے جنوبی افریقہ کی حکومت اس موضوع پر سمجھوتے کی باتیں کر رہی ہے جن سے حکومت برطانیہ کو بھی ہمدردی ہے۔ ہندوستان سے جاپان کی تجارتی سمجھوتے کی باتیں شروع ہونے والی ہیں۔ اس میں ہندوستانی تاجر متفق رائے ہو گئے ہیں۔ برما میں ہندوستانی تاجروں سے اُن لوگوں کی بگاڑ ہے جس کے سلسلے میں یہاں سے ہرجانا مانگا جاتا ہے جو وہ دینا نہیں چاہتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ہرجانا تو ملے گا نہیں لیکن اس کی آڑ میں ہندوستانیوں کا برمی سوال اور تجارتی معاملہ مناسب طور پر طے ہو جائے گا۔ یہاں کے مسلمان جن برمی عورتوں سے شادی کرتے ہیں اُنھیں پہلے مسلمان کر لیتے ہیں یہی بات مالی معاملات کے علاوہ اُنھیں بُری معلوم ہوتی ہے اور اسی لئے دو تین بار وہاں کافی خونریزی بھی ہو چکی ہے جس میں ہندوستانیوں خصوصاً مسلمانوں کا کافی نقصان ہوا ہے۔ اُدھر ہندو جو برمی عورتوں سے شادی کرتے ہیں تو اپنی ناعاقبت اندیشی سے اُن کی اولاد کو اپنے میں ملانے سے ہچکتے ہیں اور وہ مجبور ہو کر برما والوں میں مل جاتے ہیں۔ لنکا میں تقریباً ایک کروڑ آبادی ہے جس کی ایک تہائی ہندوستانی ہے۔ یہ لوگ کام اچھا کرتے ہیں جس کے باعث خود لنکا والے اپنے ملک والوں کے بجائے انھیں نوکر رکھتے ہیں۔ سرکاری ملازمتوں میں بھی ان کی تعداد زیادہ ہے۔ ان دنوں ہزاروں ہندوستانی مزدوروں کو لنکا کی سرکار نکال رہی ہے۔ اور جو لوگ ہندوستانیوں کو نوکر رکھتے ہیں اُن پر بھی ٹیکس لگانا چاہتی تھی۔ کانگریس کی طرف سے پنڈت نہرو معاملہ طے کرنے لنکا گئے تھے جہاں اُن کا شاندار خیر مقدم ہوا اور برخواستگی میں بھی تھوڑی بہت کمی کر دی گئی۔ نیز ہندوستانی نوکروں کے مالکان پر ٹیکس لگانے کی تجویز قریب قریب گر گئی۔ لیکن برخواستگی کے موجودہ ارادے میں کوئی خاص

تبدیلی نہیں ہوئی۔ وائسرائے صاحب نے یہ قاعدہ بنادیا ہے بغیر مدراس کے خاص افسر کی منظوری کے کوئی جاہل ہندوستانی وہاں مزدوری کرنے نہ جانے پائے۔ خیال ہے کہ اس حکم سے سال دو سال میں لنکا میں دشواری پیش آئے گی۔ حالانکہ یہاں اور وہاں کی دونوں حکومتیں اس سے انکار کرتی ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ لنکا کا مال یہاں آنے میں جو آسانیاں مہیا کی جاتی ہیں اُن میں بھی شاید کچھ کمی آئے سو وہاں اپنے مال کو بھی تھوڑی سہولتیں حاصل ہیں ابھی یہ مسئلہ ولایت میں پیش ہے۔ دیکھئے کب فیصلہ ہوتا ہے۔ آجکل اُڑیسہ کی ریاستوں سے اُنکی رعایا کو کچھ سیاسی معاملات میں اختلاف ہے یہ مسئلہ طے کرنے کو گورنر جنرل اُڑیسہ گئے تھے۔ لیکن ابھی کوئی راز ظاہر نہیں ہوا۔

جاپان اور چین کی جو لڑائی جاری ہے اُس میں ابھی کوئی فیصلہ نہیں ہوا۔ قریب قریب چین کا ایک تہائی حصہ جو سمندر کی طرف ہے وہ جاپان کے قبضے میں آچکا ہے۔ دولتمند رعایا اُسی حصے میں آباد ہے اور اپنی جان بچانے کو جاپانی اقتدار تسلیم کر رہی ہے۔ جاپان والے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ سمجھوتہ ہو جائے یا نہ ہو وہ چین کے اس حصہ کو اپنے دوست چینیوں کے سپرد کرکے اُس سے تجارتی و دیگر فائدے اُٹھائیں اور ایسا انتظام کریں کہ مغربی چین سے جھگڑا چلتے رہنے پر بھی کسی طرح اُن کا نقصان نہ ہو۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ اس کوشش میں وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ اُدھر وہاں کے صدر رچانگ کائی شیک مغربی چین میں بیٹھکر اپنا انتظام کر رہے ہیں۔ روس، برطانیہ، فرانس اور امریکہ کی امداد انھیں حاصل ہے اور پہلے تو ان کی فوج غیر منظم تھی لیکن دو سال کی لڑائی سے اب تقریباً ۱۰ لاکھ فوج منظم ہو گئی ہے۔ اسکے علاوہ ۳ چار لاکھ گوریلا فوج اُن کی ایسی ہے جو سامنے تو نہیں لڑتی لیکن دشمن کو تنگ کیا کرتی ہے اور جو چینی جاپان کی ماتحتی میں آئے ہیں انھیں بہت تنگ کرتی ہے۔ کچھ لوگوں کو یہ امید ہے کہ ان سب کوششوں کا کوئی نتیجہ بھی نکلے گا۔ جاپان نے ان دنوں انگریزوں کو بڑا دشمن سمجھ کر اور یورپین ممالک کی گڑبڑی کے باعث انکے مشرق میں نہ لڑ سکنے کی کمزوری کا خیال کرکے انھیں دبایا۔ فرانس تو انکے ساتھ کھڑا ہوا لیکن امریکہ نے ڈھیل دیدی۔ حالانکہ جاپان اگر برطانیہ کو دبا لیتا تو نقصان تینوں کا تھا۔ امریکہ کا یہ ڈھیلا پن دیکھ کر برطانیہ کچھ دب کر سمجھوتہ کرنے کو تیار ہو گیا اور اب اس کی گفت و شنید جاری ہے۔ یہ دیکھ کر امریکہ نے ہوش



جنرل چانگ کائی شیک

سنبھالے۔ اُس نے کہا کہ برطانیہ کے کچھ ماننے سے ہم نہ مانیں گے اور مشرق میں نو طاقتوں کا جو سمجھوتہ ہے اُسکے خلاف جاپان کو کچھ نہ کرنے دینگے۔ اُس نے ۱۹۱۱ء والے جاپان سے تجارتی سمجھوتہ توڑنے کی بھی نوٹس دیدی ہے۔ اگر امریکہ، برطانیہ اور فرانس مل کر جاپان پر تجارتی دباؤ ڈالیں تو اُسے پوری دشواری پیش آسکتی ہے۔ حالانکہ وہ کہتا ہے کہ ہمارا سارا کام پھر بھی چل جائیگا۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ جاپان سے برطانیہ کی سمجھوتے والی بات کیسی چلتی ہے اور جاپانی تجارت پر امریکن عتاب کا کیا اثر پڑتا ہے۔ اگر یہ تینوں مُلک تجارتی سمجھوتہ کرلیں تو چین کی طرف کی قوت بڑھ جانے کی امید ہے۔ اس سے ہندوستان کا بھی فائدہ ہے کیونکہ اس کو بھی چین کی تجارت سے اچھا فائدہ ہے۔ برطانیہ کی روس سے جو سمجھوتے سے متعلق بات چیت چل رہی ہے اُسکے پورے ہو جانے کی اب پوری امید ہے۔ سمجھوتے کی خواہش دونوں کو ہے۔ لیکن دونوں کو ایک دوسرے پر شبہ ہے۔ اب فرانس اور ان دونوں کی رائے سے یہ طے ہوا ہے کہ تینوں ملکوں کے سپہ سالار آپس میں مشورہ کریں کہ جرمنی اور اٹلی سے لڑائی ہونے میں کس طرح مورچہ بندی ہو؟ ان باتوں سے تینوں مُلکوں کے شکوک دور ہونگے اور سمجھوتہ مضبوط ہو جائیگا۔ ایسی امید ہے۔

آٹلی ان دنوں خاموش ہے۔ جرمنی کا آجکل خاص جھگڑا ڈینزگ اور کاریڈر پر ہے۔ اس سے آٹلی کا رتی بھر بھی فائدہ نہیں۔ لیکن جنگ کی صورت میں پہلا سخت مورچہ اسی کو لینا پڑیگا۔ اور دوست طاقتوں کی بحری فوج سے اسکے کافی نقصان کا احتمال ہے۔ اسلئے آٹلی سے جہاں تک ہوسکے گا وہاں تک لڑائی نہ چھڑنے دیگا مسولینی بذات خود ہٹلر کے دوست ہیں لیکن آٹلی کے بیشتر عوام جرمنی کو ناپسند کرتے ہیں۔ مسولینی صاحب اگر چاہیں تو تنہا ہوتے ہوئے بھی آٹلی کو جرمنی سے لڑائی میں شریک کرلیں۔ لیکن عوام کی بے اطمینانی سے لڑائی بھی کھول کر نہ ہوگی اور خود انکا اعتبار خطرے میں پڑجائیگا اسلئے ان کی ایسی لڑائی کی خواہش مشکل معلوم ہوتی ہے۔ مالٹا بحر روم میں ایک ایسا اہم جزیرہ ہے جو برطانیہ کے قبضے میں ہے۔ اُس میں آٹلی والوں کے علاوہ بہت سے برطانیوی بھی آباد ہیں۔ ان دونوں میں فطرتاً میل نہیں ہے۔ اِن دنوں وہاں اسمبلی کا انتخاب ہوا تو اٹالیوں کو بڑی طرح شکست ہوگئی۔ معاملہ ہے چھوٹا لیکن مالٹا برطانیہ کی بحری فوج کا بڑا مرکز ہونیکے باعث بڑا سمجھا جاتا ہے۔



بم برسانیوالے جاپانی ہوائی جہازوں کا ایک بیڑا جس نے حال میں کینٹن کے صوبے کے کئی مشہور مقاموں کو برباد کردیا

جرمنی اگر ڈینزگ پاجائیگا تو کاریڈر لینا بھی اسکے لئے آسان ہوجائیگا۔ ان دونوں کے جانے سے پولینڈ کا بحری سلسلہ ختم ہوجائیگا۔ وہ جرمنی کا محتاج ہوجائیگا۔ اسی لئے ڈینزگ کا معاملہ تھوڑا ہوتے ہوئے بھی بہت بڑا ہے۔ پولینڈ ہی کی تجارت پر ڈینزگ چل رہا ہے۔ آج کل وہاں والوں نے پولش جنگی گھر سے دست اندازی کی ہے۔ جس سے پولینڈ نے اپنی تجارت ڈینزگ سے ہٹا لینے کی دھمکی دی۔ اس کا جواب جرمنی یہ دے رہا ہے کہ ڈینزگ سے اپنے صوبہ پرشا کے تعلقات بڑھائے جائیں۔ پولینڈ

اب بھی ڈینزگ نازیوں کے پورے اختیار میں ہے کیونکہ اسکے جرمن شہر ہونے کے باعث قاعدے ایسے بنے ہوئے تھے کہ وہاں کے لوگ پورا قبضہ کرکے پولینڈ کو صرف جنگی گھر چلانے دیں اور اسے کئی تجارتی اور دیگر سہولتیں دیں۔ ڈینزگ کو پولینڈ نے واقعی جرمن سمجھکر پہلے ہی سے اسکے قریب اپنے قبضے میں ایک نیا شہر بسا رکھا ہے جس کے ذریعے اس کا سارا بحری کاروبار چل سکتا ہے لیکن اگر کاریڈر چلا گیا تو وہ بھی نکل جائیگا۔ اگر نہ بھی جائیگا تو ڈینزگ کے دشمن شہر ہونے سے لڑائی کے وقت پولش شہر محفوظ نہیں رہ سکتا۔ ان وجوہ سے پولینڈ جرمنی سے شاید کہے کہ ڈینزگ کا پرشا سے اگر تعلق ہوا تو جنگ کی ابتدا میں کوئی کسر نہ رہیگی۔ جرمنی اس فکر میں ہے کہ ہم تو ڈینزگ پر حملہ کرتے نہیں ہیں۔ خود ڈینزگ اپنی آزادی کے باعث کوئی بھی قانون بنانے کا اختیار ہے۔ باخبر لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اسی ماہ اخیر اگست تک ڈینزگ کا سوال ہوجائیگا اُس وقت پولینڈ اور دوست طاقتیں جنگ

کرتی ہیں یا نہیں یہ دیکھنا ہے ۔ حالانکہ برطانیہ کے بڑے بڑے افسروں نے جنگ کی رضامندی ظاہر کی ہے پھر بھی جرمنی کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ڈینزگ برطانیہ کے لئے بہرحال ایک چھوٹا سا سوال ہے اور اسکے لئے وزیر اعظم چیمبرلین آخر میں جنگ نہیں کرینگے حالانکہ پارلیمنٹ اُنکے خیالات کے خلاف معلوم ہوتی ہے ملک میں لوگ انھیں کو مانتے ہیں خصوصاً عورتوں کی ہوائی میں انکی خاص عزت ہے اور برطانیہ میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور انھیں ووٹ بھی حاصل ہیں ۔ غالباً جرمنی کے گماشتوں نے اسے یہی اُمید دلا رکھی ہے ۔ جس سے اٹلی کی کچھ سرد مہری اور جرمنی کے جوش میں بہت کچھ کمی دیکھکر ہر ہٹلر ڈینزگ کے سوال پر اڑا ہوا ہے ۔ اٹلی اور جرمنی میں محکمۂ جنگ کی توسیع کے لئے دنیا سے لمبے لمبے ٹیکس لئے جارہے ہیں۔



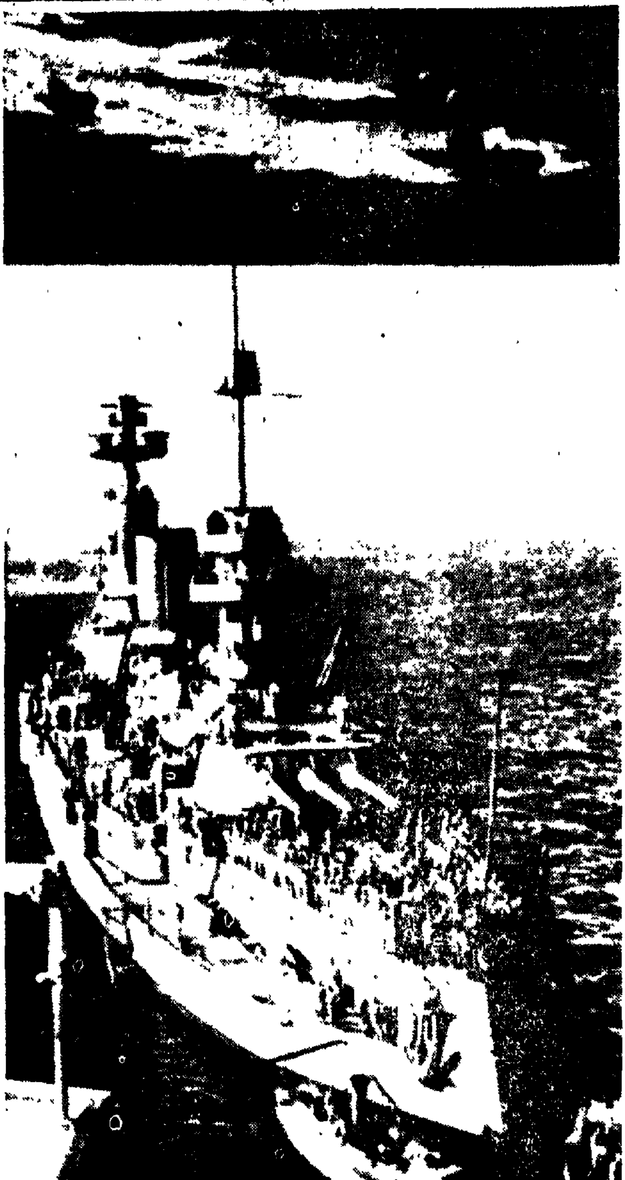
سپین میں جنرل فرانکو کی فتح کا راز ۔ ہٹلر ۔ مسولینی ۔ اور فرانکو ۔

اگر ان کا نتیجہ کچھ نہ برآمد ہوا اور ملک کی کوئی خاص مالی ترقی بھی نہ نظر آئی تو خود ہٹلر اور مسولینی کا وقار خطرے میں پڑ جائے گا ۔ یہ سب ہوتے ہوئے بھی وزیر اعظم روس کے ساتھ سمجھوتے پر دستخط ابھی نہیں کر رہے ہیں ۔ حالانکہ فرانس نے کہا ہے کہ فوجی مشوروں کے مضبوط ہو جانے سے ان تینوں ملکوں کے سمجھوتے کا معاملہ اتنا پختہ ہو چکا ہے کہ گویا صرف مسودہ بننا باقی ہے فرانس اور برطانیہ کا اتحاد بھی اتنا گہرا ہو چکا ہے کہ وہاں ایک وزیر اعظم تک نے یہ کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں ملک تو گویا اب ایک ہوگئے ہیں ۔ اسلئے روس سے سمجھوتہ اب طے ہی سا ہے ۔ حالانکہ لندن کی پارلیمنٹ کے بیشتر ممبر اس بات کو مشکوک سمجھتے ہیں اور وزیر اعظم پر پورا شبہہ کرتے ہیں کہ آپ خود سمجھوتہ نہیں چاہتے اور اس سوال کو ٹال رہے ہیں ۔ پھر بھی سمجھوتا ہوا سا معلوم ہوتا ہے ۔

اسپین میں آج کل افسران میں جنرل فرینکو کے خلاف کچھ رجحان نظر آتا ہے ۔ حالانکہ اسکا نتیجہ شائد وہاں کچھ نہ نکل سکے گا ۔ وہاں کے سابق بادشاہ الفانسو کے پاس فرینکو نے

تحت قبول کرنیکی درخواست نیکر قاصد بھی بھیجے ہیں۔ وہ یہ درخواست منظور کرنے میں کچھ ہچکچا رہے ہیں حالانکہ کوئی صاف جواب نہیں دیا ہے۔ ترکی میں فرانس سے سنجق کے ملنے پر خوشی منائی جا رہی ہے۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ میں آجکل کئی بڑے معاملے درپیش ہیں وہاں کا صدر براہ راست عوام کے ووٹ سے چار سال کے لئے منتخب ہوتے ہیں اور حالانکہ کوئی قاعدہ نہیں ہے تاہم کسی صدر نے اب تک تیسری بار اپنے چُنے جانے کی کوشش نہیں کی۔ کہتے ہیں موجودہ صدر مسٹر روزویلٹ بھی یہی ہیں۔ کیونکہ انکا عہد صدارت سال ڈیڑھ سال میں ختم ہونے والا ہے۔ پھر بھی بعض واقف کار یہ محسوس کرتے ہیں کہ انکار کرتے ہوئے بھی وہ کسی حکمت سے تیسری بار صدر بننے کی فکر میں ہیں۔ اسلئے وہاں جو دو بڑی جماعتیں ہیں کانگریس اور سینیٹ اور جنھیں بہت کچھ اختیارات حاصل ہیں۔ ان دنوں صدر کے خلاف کارروائی کر رہی ہیں۔ پہلے تو انھوں نے یہ تجویز پیش کی کہ اگر یوروپ میں جنگ ہو تو صدر کو یہ اختیار



روس کے جنگی جہاز

رہے کہ وہ لڑنے والوں میں سے جسکے ہاتھ چاہے اسلحات فروخت کرلے امریکہ والے لڑائی جھگڑوں میں پڑنا نہیں چاہتے کیونکہ انکا ملک یوروپ سے دور ہے اسلئے وہ وہاں کے معاملات میں خود نہیں الجھنا چاہتے حالانکہ یہ خیال مشکوک ہے۔ دوسرے موجودہ صدر غریب پارٹی کے لیڈر ہیں اور امیروں کو اپنے عہد میں پریشان بھی خوب کر رہے ہیں اس سے امیر جماعت کا اثر ان کے خلاف پڑتا ہے پھر بہت سے لوگ ایسے ہیں جو انکی تیسری بار کی کوشش کو برا سمجھتے ہیں۔ ایسے ایسے لوگوں اور ان کے دوسرے مخالفوں کے اثر سے ان کی تجویز ابھی اجلاس میں ۲ مہینے کے لئے ٹال دی گئی ہے۔ دوسری کچھ باتیں انھوں نے مالیات سے متعلق پیش کی ہیں اور وہ بھی بہت کچھ نامنظور ہوگئی ہیں۔ جاپان آج کل برطانیہ سے جو سمجھوتے کی بات چیت کرتا ہے اس میں بھی امریکن صدر نے دخل اندازی کی ہے جیسا کہ اوپر لکھا جاچکا ہے حالانکہ اس بات سے بھی بیرونی لڑائی کا امکان ہے لیکن رعایا نے یہ پسند کرلیا ہے

امیریکن کاشتکاروں کا امیروں کی بڑی بڑی تجارت سے پہلے سے نقصان تھا جس سے کاشتکاروں کا کام وہاں گرا ہوا تھا۔ صدر پر کاشتکاروں کی جماعت کا بہت اثر تھا اور یہ انکے خیالات سے بھی متفق تھے۔ اس لئے امیروں کی بڑی بڑی تجارتوں کو انھوں نے گرا کر کاشت کاروں کی مدد کی۔ ان دنوں وہاں اتنی روئی پیدا ہوئی کہ نہ تو ملک میں سب روئی کی کھپت ہے نہ گراں نرخ کی وجہ سے غیر ملکوں میں فروخت ہے۔ اسلئے دنیا کی تجارت کو بڑھانے والے اپنے اصول کے خلاف جاکر ان دنوں صدر نے یہ حکم جاری کیا ہے کہ جتنی روئی اپنے ملک سے باہر فروخت ہوگی اس پر ریاست مقررہ رقم دیگی تاکہ وہ باہر اسکا نرخ ارزاں ہو اور کسی طرح وہ فروخت تو ہو۔ اس کاروائی سے دوسرے ملکوں کی روئی کی تجارت کو نقصان ہوگا۔ اور امریکن حکومت کا بھی روپیہ بیجا صرف ہوگا۔ پھر بھی کسانوں کے اثر سے مجبور ہوکر یا بخوشی صدر نے ایسا کیا ہے۔ کچھ دن ہوئے کئی دیگر ممالک سے چاندی کے سکے اٹھکر دوسرے سکے جاری ہوگئے جس سے ان میں چاندی کی مانگ کم ہوگئی۔ پھر کانوں سے چاندی نکلنے بھی زیادہ لگی۔ اس سے دنیا میں چاندی کا دام گر گیا۔ ہندوستان اور چین میں چاندی بہت ہے۔ انھیں دونوں میں امریکہ کا مال بھی زیادہ بکتا تھا اس نے دیکھا کہ چاندی کا نرخ گرنے سے اگر یہ دونوں ملک غریب ہوگئے تو ان میں ہمارا مال نہ بکے گا۔ اسلئے اپنی طاقت سے امریکہ دنیا بھر میں چاندی کا نرخ اٹھاتے رہا۔ ان دنوں جنگ کے سلسلے میں جاپان نے چین کی ڈھیروں چاندی لوٹ لی۔ اب امریکہ نے سوچا کہ چاندی کا نرخ بڑھا رکھنے سے چین کے مقابلے میں جاپان ہی کا خاص فائدہ ہے۔ اس لئے اس نے چاندی کا نرخ گرا دیا۔ اس سے جاپان کے ساتھ چین اور ہندوستان کا بھی نقصان ہے اور ممکن ہے کہ یہاں بیرونی مال کی بھی کھپت کم ہوجائے۔ اب امریکہ کے بیچ میں پڑنے سے ممکن ہے کہ جاپان سے برطانیہ کی جو سمجھوتے کی باتیں چل رہی ہیں انہیں کچھ تبدیلی یا شبہ ہے اٹلی اور جرمنی کی خواہش ہے کہ اگر برطانیہ سے جاپان کی لڑائی ہونے لگے تو دوست طاقتوں کا پلہ یوروپ میں کچھ ہلکا پڑجائے جس سے ان دونوں کا مطلب نکلے۔ اسی لئے اس سوال پر انھوں نے جاپان کو بڑھاوا بہت دیا۔ اور اسی لئے کچھ دکر بھی وزیر اعظم چیمبرلین سمجھوتہ کرنے کو تیار بھی ہوئے تھے۔ ان دنوں ایک یہ بھی ہوا اڑی تھی کہ اگر جرمنی اپنی فوج کم کرکے سکون اختیار کرلے تو تجارتی ترقی کیلئے برطانیہ اسے ایک ارب ساورن قرض دیدے۔ ابھی یہ معاملہ کچھ آگے نہیں چلا ہے۔ جرمن نوآبادیات کا بھی سوال اسی سے ملحق ہے۔ برطانیہ کو نوآبادیات کا لالچ نہیں ہے۔ لیکن کینیا اور مغربی جنوبی افریقہ کی نوآبادیاں ایسی ہیں جن کے دینے سے ہندوستان اور جنوبی افریقہ پر خطرہ ممکن ہے اسی لئے نوآبادیات جرمنی کو واپس کرنے کا سوال پیچیدہ ہو رہا ہے۔

سوال جواب

[دیہاتوں سے تعلق رکھنے والے سب سوالوں کا جواب بذریعہ ڈاک بھیجا جائے گا۔ شرط صرف یہ ہے کہ سوال کرنے والے جوابی کارڈ بھیجیں۔ جو سوال عام لوگوں کی دلچسپی کے ہونگے اُن کو اور اُن کے جواب ہم یہاں بغیر نام اور پتہ وغیرہ کے چھاپیں گے۔ لیکن ہر حالت میں سوال کرنے والوں کو اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکھنا چاہیئے]

کھلی کی کھاد

سوال کھلی کی کھاد کس طرح کام میں لانی چاہیئے؟

جواب۔ قیمتی فصلوں کے لئے کھلی کی کھاد کام میں لائی جا سکتی ہے۔ سینچائی سے پیدا ہونے والے گیہوں، ایکھ، مرچ وغیرہ فصلوں کے لئے کھلی کی کھاد بہت مفید ہے۔ کھلی کی کھاد عموماً ایکھ کی کھیتی میں دی جاتی ہے۔ دینے سے پہلے کھلی کو چونے کی چکی میں ڈال کر باریک کر لینا چاہیئے۔ باریک کی ہوئی کھلی کا آدھا حصہ ایکھ لگانے کے پہلے کیاریوں میں پھیلا دینا چاہیئے اور بقیہ آدھا حصہ ایکھ اُگ آنے پر دینا چاہیئے۔ سینچائی سے پیدا ہونے والے گیہوں میں بوتے وقت ۲ سے ۵ من فی ایکڑ کھلی کی کھاد دینی چاہیئے۔ پھلدار درختوں کو بھی کھلی کی کھاد دینی چاہیئے۔ پانی دینے کے تھالوں میں باریک کی ہوئی کھلی پھیلا دینی چاہیئے۔ اور بعد میں سینچائی کرنی چاہیئے۔ اس سلسلے میں یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ کھاد کے لئے ایسی ہی کھلی کام میں لائی جائے جسے مویشی بہت کم کھاتے ہوں اور جو سستی بھی ہو۔ جیسے انڈی کی کھلی۔ نیم کی کھلی وغیرہ۔

گائے کی کھانسی

سوال۔ ہماری گائے کو کئی روز سے کھانسی آتی ہے۔ برائے کرم اس کا کوئی علاج بتائیے۔

جواب۔ بارش میں بہت دیر تک بھیگنے، ٹھنڈک لگنے یا یکایک گرمی کے بعد ٹھنڈک لگ جانے سے کھانسی پیدا ہو جاتی ہے۔ گلے میں گھر گھر کی آواز ہوتی ہے۔ کھانستے کھانستے مریض مویشی ہانپنے لگتا ہے اور کھانا پینا و جگالی کرنا بند کر دیتا ہے۔ ایسی حالت میں ایک چھٹانک انار کا سوکھا چھلکا پیس کر ایک چھٹانک مکھن کے ساتھ کھلانا چاہیئے۔ صرف گندھک کے دھوئیں سے بھی کھانسی دور ہو جاتی ہے۔ اگر کھانسی سردی کے ساتھ ہو تو ادرک کا رس اور شہد ایک ساتھ استعمال کرانا چاہیئے۔ یا ادرک کا رس ایک چھٹانک، گول مرچ کا سفوف ایک چھٹانک گڑ کے ساتھ کھلانا چاہیئے۔ بیماری کی حالت میں مویشی کو سوکھی گھاس اور گرم پانی دینا چاہیئے۔ اُنھیں دھوپ سے بچانا چاہیئے ساتھ ہی بہت سرد جگہ میں بھی اُنھیں نہ باندھنا چاہیئے۔

تصویر کا مجموعہ



دیہاتی بچے منو گرونیے کا ناٹک دکھا رہے ہیں۔ نگلا شیخ خورجہ، بلند شہر کی کوآپریٹو کانفرنس کے موقعہ پر لی جانے والی ایک تصویر۔ فوٹو شری لچھمن پرشاد بھاردواج بی۔ اے۔ سی۔ ٹی کی مہربانی سے حاصل ہوئی۔



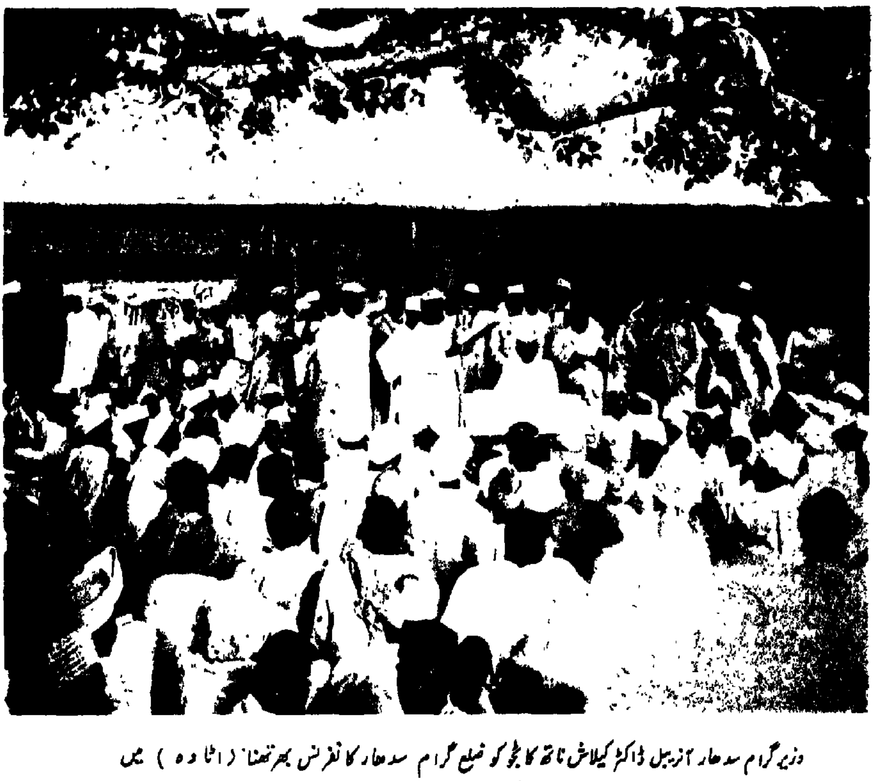
بالغوں کا مدرسہ مہندی پور (گورکھپور)



جناب خورشید کلکٹر، آگرہ۔ شری کپور ا چیرمین گرام سدھار سنگھ، سانڈ اعتماد پور کے میلے کا معائنہ فرما رہے ہیں۔



بچے کتنی صفائی پسند کرتے ہیں



وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو کو ضلع گرام سدھار کانفرنس بھرتھنا (اٹاوہ) میں ایڈریس دیا جا رہا ہے۔



کسان کا ماضی اور حال

(از جناب سید محمد خلیل صاحب فتحپور)

دیہاتی گیتوں میں آلھا کو خاص جگہ حاصل ہے اور وہ آجکل خوب گایا بھی جاتا ہے۔ یہاں ہم ایک آلھا چھاپ رہے ہیں۔ یہ جناب محمد خلیل صاحب نے لکھا ہے۔

سنو کسانو تم ہردے سے سانچی تم سے کری بکھان
دودھ پیاؤ تم بچھران کا کاٹو نا تم اُن کا پیٹ
پیٹ بھر و بَیلن کا پہلے پاچھے پیٹے ماں روٹی جائے
چارا تائے تائے ڈارد تاؤ سے پانی دیو پیائے
چلو تم ہِل مل سب بھین سے جھگڑا کر ڈارت ہے ناس
بَیرہ کونوں سے اُو کینھن نا اُد باپ ماں بورِن ہاتھ
من کا اپنے بس ماں رکھن جیسے بَیل کا ڈارو ناتھ
من کی گھُھنی جب تم چھوڑیو ناتھ جب گھُھنی کریہو ڈھیل
بوڑھا مائی چرخا کاتیں جن کے مکھ نا ایکو دانت
بوڑھوا بوجھن تُستلی کاتیں جن کا بل پورکھ ہرجائے
چھوٹے بڑے سب کریں کساتی کُشتی لڑیں اکھاڑا جائیں

کاہے کھیتی کی نند ابھئے کاہے بھا تمھرا اُپمان
رہی جو بھو کا پُتر گئو کے کوڑی سے نا ہوتی بھینٹ
سمجھو من سے آپن بھائی پُتر گئو ماتا کے آسے
صاف اور چاپر جاگا راکھو بڑھیا چری دیو بنائے
کتوں کچھری ناگے پُرکھا ناپھٹکے تھانہ کے پاس
رار کرتیا سے نارا کھن جنم پائے ہے کے آپن ساتھ
جدھر چلائیں اُدھرے چل بھا گھُھنی راکھن اپنے ہاتھ
بھاگی ایسا دھرے نا پائیہو پاچھے پاچھے لاکھن میل
بہو بیٹیوا سب کے گھر کی پیو دَیں روٹی پیسین جات
بنا چھدے جو ڈگر نہ پاویں آنکھن سے بھو دھر دکھائے
بھَل بھَل ماں گنگا جی کو ست گاوت جات سکھے ننگے پاییں

گھر کے تیل، تماکو گھر کی اپنے ہاتھ کا کاتا تاگ
دودھ، دہی، گھی، میٹھا گھر کا دمڑی کا ہیو ماں نا لاگ

کام کی کتابیں



ہمارے پاس نیچے لکھی ہوئی کتابیں تبصرہ کے لئے آئی ہیں۔ ہم بھیجنے والوں کے دل سے شکرگذار ہیں۔ انہیں جو کتابیں ہمارے خیال میں ہمارے ناظرین کے لئے مفید ثابت ہوں گی ان کا ہم ان صفحوں میں خاص طور سے ذکر کریں گے۔

اُردو کتابیں

(۱) مکتبہ جامعہ دہلی کی کتابیں

(۱) ہندوستانی (ہندوستانی زبان پر ریڈیو سے براڈکاسٹ ہونے والی تقریریں) قیمت ۱۲ر

(۲) ہندوستان میں برطانوی حکومت۔ از ڈاکٹر زین العابدین احمد بی۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ قیمت ۸ر

(۳) اجتماعی زندگی کی ابتدا۔ از پروفیسر محمد عاقل ایم۔ اے قیمت ۸ر

(۴) ہندوستان میں زراعت کا مسئلہ۔ از ڈاکٹر زین العابدین احمد بی۔ ایس۔ سی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ قیمت ۴ر

(۵) ہندوستان کا دیہی قرض۔ از پروفیسر محمد عاقل ایم۔ اے۔ قیمت ۴ر

(۶) سیاسیات کی پہلی کتاب۔ از پروفیسر محمد عاقل ایم اے قیمت ۴ر

(۷) لکڑی کا باریک کام۔ از جناب سید رضا احمد جعفری پبلشر عصمت بکڈپو دہلی قیمت ۸ر

(۸) انمول کہانیاں۔ از جناب شوکت عثمانی۔ پبلشر بھارت پبلشنگ ہاؤس آگرہ قیمت ۱۲ر

ہندی کتابیں

(۱) ہمارا گرام جیون۔ از شری لچھمی نارائن دوبے پبلشر پنڈت مدھوسودن دوبے۔ بی۔ اے نرسنگھ پور سی۔ پی قیمت عہ

(۲) بھارگو پستکالیہ بنارس کی کتابیں

۱۔ بیوپار اور کاریگری۔ از شری بھنوانی پرشاد گوئل بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ قیمت عہ

۲۔ نارد۔ از پنڈت رگھوبر دت قیمت ۱۰ر

۳۔ آدرش ناگرکتا۔ از شری برج بہاری اوجھا دھرم شاستر ساہتیہ شاستری قیمت ۸ر

۴۔ کسی سے مت کہنا۔ از پنڈت رگھوبر دت قیمت ۱۰ر

۵۔ ہزار پہیلیاں۔ از ساشتر پنڈت ستی لال مشر قیمت عہ

۶۔ ہنومت ونود۔ از پنڈت چندر شیکھر قیمت ۴ر

اُردو

پس پردہ (کہانیوں کا مجموعہ) از ٹھاکر چندر بھوشن سنگھ۔ ضخامت ۱۲۸ صفحات قیمت ۱۴ر

پتہ:۔ ٹھاکر ابھیراج سنگھ بی۔ اے ایل ایل۔ بی وکیل۔ جونپور۔

اس مجموعے میں ٹھاکر چندر بھوشن سنگھ کی ۶ کہانیاں شامل ہیں۔ یہ کہانیاں وقتاً فوقتاً اُردو ہندی کے مشہور رسالوں میں شایع ہو چکی ہیں ٹھاکر صاحب نے ان کہانیوں کے علاوہ اور بھی کہانیاں لکھی ہیں لیکن اس مجموعے میں اُنھوں نے اپنی سب کہانیوں کو جگہ نہیں دی بلکہ اچھی اچھی ہی کہانیاں شامل کیں اسلئے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب انکی بہترین کہانیوں کا مجموعہ ہے۔

کہانیاں بڑی دلچسپ ہیں اور پلاٹ کی سادگی کے ساتھ ساتھ زبان بھی اتنی سادی ہے کہ معمولی پڑھا لکھا آدمی اُنھیں پڑھکر لطف اندوز ہو سکتا ہے۔

ان کہانیوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹھاکر صاحب عنقریب اُردو ہندی کے افسانہ نگاروں کی صفِ اولین میں اپنے لئے جگہ حاصل کرلیں گے

دِہلی کی دستکاری۔ مولفہ سید رضا احمد صاحب جعفری پبلشر عصمت بک ڈپو دہلی حجم ۶۲ صفحات قیمت ۸ر

عصمت بک ڈپو اب تک زیادہ تر عورتوں کے لئے کتابیں شائع کرتا رہا ہے لیکن اب یہ ادارہ دستکاری کے متعلق مفید کتابیں شائع کرنے کی طرف رجوع ہوا ہے اس میں شک نہیں کہ ہندوستان کی موجودہ بیکاری کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ ہنرمند اور ماہرفن حضرات بجائے اس کے کہ اپنے ہنر اپنے سینوں میں لئے ہوئے دنیا سے گزر جائیں انھیں چاہیئے کہ وہ دوسروں کو اپنا ہنر سکھانے اور بتلانے میں قطعی بخل سے کام نہ لیں تاکہ آنیوالی نسلیں دستکاریوں کے ذریعے زندگی کی کشمکش کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوجائیں۔

ہمیں خوشی ہے کہ اس سلسلے میں جناب رضا احمد نے ایک ایسا قدم اٹھایا ہے جو ہر ماہر دستکار اور ہنرمند کے لئے لائق تقلید ہے۔ دہلی یعنی گتّا یا کارڈبورڈ کی دستکاری بچوں کے لئے خاص طور سے مفید اور ساتھ ہی بہت سستی اور سہل بھی ہے۔ اسکی کانٹ چھانٹ چھوٹے سے چھوٹے بچوں کے لئے ممکن اور آسان ہے اور یہ بہت تھوڑے اوزار اور سستے سامانوں سے ہوسکتی ہے۔ جرمنی اور جاپان میں بچوں کو تعلیم کے ساتھ ساتھ ایسی دستکاریاں سکھائی جاتی ہیں ہندوستان میں جب تک لڑکوں کو بچپن ہی سے اس قسم کی دستکاریاں سکھانے کا انتظام نہ ہوگا اور ابتدائی درجوں میں دستکاری کی تعلیم لازمی نہ قرار دیجائیگی اسوقت تک یہ امید رکھنا کہ ہندوستان کبھی بھی خوش ہوسکیگا یا ہندوستان سے بیکاری دور ہوگی بہت بڑی غلطی ہے اس کتاب میں دہلی سے ہوائی جہاز، غلّہ گودام، قلعہ وغیرہ بنانے کی سہولیت کے لئے جابجا تصویریں بھی دی گئی ہیں جنکی وجہ سے بنانے والوں کو اور بھی آسانی ہوگی۔ کتاب کی کتابت طباعت عمدہ ہے کاغذ بھی اچھا ہے۔

ہندی

اپرادھی (سماجی ڈراما):- از شری پرتھوی ناتھ شرما بی اے آنرس ایل ایل۔ بی پبلشر :- ہندی بھون لاہور۔ قیمت ۸ر ضخامت ۱۰ صفحات سائز ڈبل کراؤن سولہ پیجی۔

شری پرتھوی ناتھ شرما اچھی کہانیاں لکھنے والوں میں ہیں آپکی کہانیاں بڑی دلچسپ اور موثر ہوتی ہیں۔ آپکا یہ پہلا ہی ڈراما ہے یہ ڈراما لکھنے میں بھی آپ ویسے ہی کامیاب ہوئے ہیں یہ ڈراما ایک ایسے آدرش وادی نوجوان کی کہانی ہے جو ایک چور کے شبہ میں پکڑا جاتا ہے۔ لیکن جو چور کے قصور کو اپنے ذمہ لیکر سزا بھگتنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ خود جج کو اسکے اوپر ترس آتا ہے اور جج کی لڑکی جو غالباً اُسے پیار کرتی ہے اپنے باپ سے اُسے چھڑانے کا اصرار کرتی ہے لیکن جج اپنے فرض کا خیال کرکے ایسا کرنا نہیں چاہتا۔ نوجوان کے آدرش پریم اور قربانی کی خبر اصلی چور تک پہنچتی ہے اور ٹھیک فیصلہ کے دن وہ عدالت میں حاضر ہوکر جرم کا اقبال کرتا ہے اس طرح وہ نوجوان چھوٹ جاتا ہے۔

کہانی بڑی ہی دلچسپ، مکالمے جاندار اور دلکش ہیں۔ کرداروں میں زندگی اور جاذبیت ہے اور پڑھنے کے بعد پڑھنے والے کے دل پر اثر چھوڑ جاتے ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ ڈراما ناظرین کے دل میں اپرادھی (ملزم) کی طرف سے ہمدردی کے جذبات پیدا کرتا ہے اور اس بات کیطرف اشارہ کرتا ہے کہ گرے سے گرے آدمی کے دل میں بھی ہمدردی ایثار اور شکرگذاری کا جذبہ ہوتا ہے اور پیدا کیا جاسکتا ہے۔

ہم ایسا کامیاب ڈراما لکھنے کیلئے شری پرتھوی ناتھ شرما کو ایک بار پھر مبارکباد دیتے ہیں۔



گائے بیلوں کی عمر معلوم کرنا



بمبئی اگریکلچرل انسٹی ٹیوٹ کی ۱۱ مہینے کی بچھیا۔ بغیر گابھن ہوئے ہی یہ پچھلے دو مہینے سے دودھ دے رہی ہے اور تندرست ہے۔ یہ تصویر ایچ۔ رامیا سے ملی ہے۔

حال کے پیدا ہونے والے بچے کے نیچے کے جبڑے میں بیچ میں ۲ دانت ہوتے ہیں۔ ۲ ہفتے میں بچے کے چار دانت نکل آتے ہیں۔ ۲-۳ ہفتے میں ۶ اور چار ہفتے میں آٹھ دانت نکل آتے ہیں ان دانتوں کو دودھ کے دانت کہتے ہیں۔

یہ دانت بہت تیز ہوتے ہیں اور ان پر قلعی دار برتنوں کی طرح اوپر ہی اوپر چلا (سفیدی) ہوتی ہے۔ اندر صرف ہڈی ہی ہوتی ہے۔ دانتوں کی تیز دھار کے گھس جانے اور ہڈی نکل آنے سے اُن کی عمر کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

کنارے کے دانت نکلتے ہی ہوتے ہیں کہ بیچ کے دانت گھسنے لگتے ہیں۔

دو مہینوں میں بیچ کے چاروں دانتوں کی دھار گھس جاتی ہے۔ بچوں کے یہ دانت ٹیڑھے گھستے ہیں اسلئے یہ اب بھی قریب قریب ویسے ہی تیز رہتے ہیں۔ تیسرے مہینے چھ اور چوتھے مہینے میں آٹھوں دانت گھسنے لگتے ہیں۔

بیچ کے دانت سب سے زیادہ گھستے ہیں۔ اور کنارے کے سب سے کم۔ دوسرے یا تیسرے مہینے بیچ کے دانتوں کی دھار گھسنے لگتی ہے۔

دانتوں کے دھیرے دھیرے گھسنے کے سبب چار مہینے کے بعد بیچ کے دو دانت چھوٹے ہونے لگتے ہیں اور اُن کے بیچ میں خالی جگہ بھی نکلنے لگتی ہے۔ گھسنے کے باعث بیچ کے دانت تین کونے کے ہو جاتے ہیں۔

آٹھ مہینے کی عمر میں بیچ کے دونوں دانت گھس کر جیسے تصویر میں نظر آتے ہیں ویسے ہو جاتے ہیں۔ اب یہ دانت اپنے پاس کے دانتوں کے مقابلے میں قریب قریب آدھے ہوتے ہیں۔

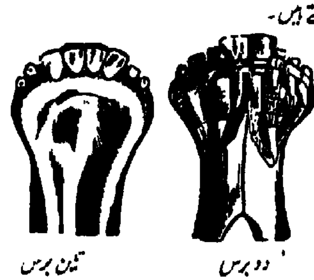


ایک مہینہ — آٹھ مہینے — گیارہ مہینے — پندرہ مہینے — اٹھارہ مہینے

گیارہ مہینے کی عمر میں بیچ کے چاروں دانت گھسنے لگتے ہیں جب بچھڑا پندرہ مہینے کا ہوتا ہے تو ۶ دانت گھسنے لگتے ہیں اور اٹھارہ مہینے کی عمر ہوتے ہوتے آٹھوں دانت گھسنے لگتے ہیں۔

ڈیڑھ سال کے بچھڑے کو دیکھو تو معلوم ہوگا کہ دائیں اور بائیں دونوں طرف کے دانت گھس کر آدھے رہ گئے ہیں بیچ کے دانت اور بھی زیادہ گھس گئے ہیں۔ جیسا تصویر سے ظاہر ہوتا ہے۔ ایک دانت کی جتنی چوڑائی ہے قریب قریب دو دانتوں کے درمیان اُتنی ہی خالی جگہ ہے۔ بیچ کے دانتوں کا تین کو نیا پھل بھی گھس کر لمبا ہو جاتا ہے اور اُس کے پاس ایک نئے دانت کا نشان بالکل صاف ظاہر ہونے لگتا ہے۔

اس طرح ایک طرف تو دودھ کے دانت گھستے جاتے ہیں اور دوسری طرف پکے دانت نکلنے لگتے ہیں۔ انسان کے جب پکے دانت نکلنے لگتے ہیں تو دودھ کے دانتوں کی جڑ پر انکا زور پڑنے لگتا ہے، یہاں تک کہ آخر وہ مسوڑھے سے الگ ہوکر گر جاتے ہیں۔ لیکن گائے کے دانتوں میں ایسا نہیں ہوتا۔ گائے کے پکے دانتوں کا دباؤ دودھ کے دانتوں کی صرف جڑ ہی پر نہیں پڑتا بلکہ سارے دانتوں پر پڑتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُن کا سائز لگاتار گھٹتا جاتا ہے۔ جب وہ بہت چھوٹے ہو جاتے ہیں تو پکے دانت اُنھیں ہٹا کر اُن کی جگہ لے لیتے ہیں۔



دو برس — تین برس

جب گائے کی عمر ۲ سال کے قریب ہوتی ہے تو اُس کے بیچ کے ۲ دودھ کے دانت گر جاتے ہیں اور اُن کی جگہ پکے دانت نکل آتے ہیں۔ باقی چھ دانت ابھی دودھ ہی کے ہوتے ہیں۔ پکے دانتوں کا
دوسرا جوڑ بھی تیار ہو چکتا ہے لیکن ابھی دودھ کے دانتوں کو ۸۱
ہٹا نہیں پاتا۔ تیسرا جوڑ بھی تیار ہوتا رہتا ہے۔ چوتھے جوڑے کے لئے جبڑے میں ابھی جگہ نہیں ہوتی۔



چار برس — پانچ برس

تین سال کی عمر میں ۴ پکے دانت نکل آتے ہیں۔ چار سال کی عمر میں چھ اور پانچ سال کی عمر میں آٹھوں نئے دانت نکل آتے ہیں۔ ۶ سال کی عمر سے ہی یہ دانت بھی گھسنے لگتے ہیں۔ لیکن دانت کتنے گھستے ہیں اور کتنی تیزی سے گھستے ہیں یہ گائے کے کھانے پینے پر منحصر ہوتا ہے۔



سینگ دیکھ کر بھی گائے کی عمر معلوم کی جا سکتی ہے۔ تین سال کی عمر میں بیل اور کلور (جس گائے کے بچہ نہ ہوا ہو) کے بچہ دینے۔۔

بیگل چھلے کی طرح سینگ پر ایک گڑھا پڑ جاتا ہے۔ اس کے بعد ہر سال ایک گڑھا پڑتا جاتا ہے۔ اگر بیل کے سینگ میں چار گڑھے ہیں تو اُس کی عمر چھ سال ہوگی۔ جب سات آٹھ گڑھے پڑ جاتے ہیں تو وہ ایک دوسرے میں مل جاتے ہیں۔ اور اُنکی تعداد ٹھیک ٹھیک معلوم کرنا مشکل ہو جاتی ہے۔ کبھی کبھی چالاک آدمی سینگوں کو گھس کر گڑھے بنا یا مٹا دیتے ہیں۔ اس لئے مویشی کی ٹھیک ٹھیک عمر معلوم کرنے کے لئے ہم گڑھوں کی تعداد پر قناعت نہیں کرسکتے۔

اگر گائے، بیل یا سانڈ کو اچھی طرح رکھا جاتا ہے تو اُن کی عمر بڑھ جاتی ہے اور وہ بہت عرصے تک کام کے لائق بنے رہتے ہیں۔

گائے تین سال کی عمر سے بچہ دینا شروع کرتی ہے اور بیس ۲۱ سال تک بچہ دیتی اور دودھ دیتی رہتی ہے۔ سانڈ تین سال کی عمر سے آٹھ سال تک اچھی طرح کام دے سکتا ہے۔ آٹھ سال کے بعد اُسے گائے سے جُفتی نہ کھانے دینا چاہئے۔ اِس وقت سے اُس کی طاقت کم ہونے لگتی ہے اور وہ اچھی نسل نہیں پیدا کرسکتا۔ چنانچہ آٹھ سال کے بعد اُسے ہل جوتنے اور گاڑی کھینچنے کے کام میں لانا چاہئے۔ تین سال سے کم عمر کے سانڈ کو گائے سے کبھی مختلط نہیں ہونے دینا چاہئے اس سے بڑا نقصان ہوتا ہے۔



میسور۔ راج محل کی گائے کا ایک بچھڑا جو اپنی خوبصورتی کے لئے کافی شہرت پا چکا ہے۔

ریڈیو پروگرام

دیہاتی بھائیوں کے لئے لکھنؤ سے

وقت، ۷ بجے سے ۷½ بجے (رات کو)

۱ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ بھجن۔ من کی آنکھیں کھول مسافر۔ کسانوں کو پیغام شری سیتلا سہائے کی تقریر۔ رحیم کے دوہے۔ بیماری' مکالمہ۔

۲ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ ٹھگنی کیوں نیناجھمکائے، کبیر، تیرے ہاتھ نہ آوے۔ ڈاکٹری امداد۔ ڈاکٹر ایس۔ این سکسینہ، ڈی۔پی۔ایچ۔ انچارج ہائجن پبلسٹی بیورو لکھنؤ کی ایک تقریر۔ دیہاتی گیت۔ سوہر۔ سات مندل راجہ باسودیو۔ گنگا گھر کی کہاوتیں ڈراما۔ منشی جھگڑو لال۔

۳ ستمبر ۱۹۳۹ء گانا۔ پربھو آنے رہنے' مان تیری کنیا میں۔ کھیتی سے متعلق قرض۔ شری ایم۔ایس۔ مشر کی ایک تقریر۔ اس نردھن دین دیس کا۔ پنڈت بنشی دھر کی نظم خوانی۔ ٹوٹکا نہ۔ مکالمہ۔

۴ ستمبر ۱۹۳۹ء گانا۔ کدو رائے بھائی چرخہ سے پیار۔ مست آلس کر، ٹھاکر شری ناتھ سنگھ اڈیٹر' ہل' کی تقریر۔ کہانی۔ پنچایت گھر۔ مکالمہ۔

۵ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ ہل جوت کے کرلے گجارا۔ بیاہ مسٹر امین سلونوی۔ آئی۔ نیوز سروس لکھنؤ کی تقریر۔ دیہاتی گیت برہا۔ بازار نرخ۔ سیوا دل۔ مکالمہ۔

۶ ستمبر ۱۹۳۹ء کرشن جنم اشٹمی کا خاص پروگرام۔

۷ ستمبر ۱۹۳۹ء دیہاتوں کی اندھی عقیدت۔ جناب قاضی محمد جلیل لکھنؤ کی تقریر۔ آؤ آؤ بھائی پریم کے گائیں گیت۔ نظم خوانی۔ شری بنسی دھر شکل گانا۔ آلس ناداں' ہندوستان میں کیسے آیا۔ مسٹر جنگ بہادر خاں۔ کسانوں کی کہاوتیں۔

۸ ستمبر ۱۹۳۹ء گانا۔ گاؤں میں رہ کر دیس کی کرو خوب سیوا۔ ربیع کے کھیتوں کی جتائی اور تیاری۔ جناب اے۔ ایچ عباسی کی ایک تقریر۔ رحیم کے دوہے۔ از بنشی دھر شکل۔ بنواری جگت میں آئے تو بیڑا پار ہو۔ مسٹر جنگ بہادر خاں کا ایک گانا۔ ۸۱

۹ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ کسان گیت بنسی دھر شکل کا ایک گانا ملیریا اور اسکا علاج رائے بہادر ڈاکٹر اے۔سی۔ بنرجی اسسٹنٹ ڈائرکٹر آف پبلک ہیلتھ، لکھنو کی ایک تقریر۔ لاچاری۔ ایک دیہاتی گیت۔ بازار نرخ۔ ناخواندگی۔ ایک مکالمہ۔

۱۰ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ ذرا کرلو تم اپنا سدھار۔ ایک گانا۔ امداد باہمی کیا ہے؟ مسٹر بی۔ایل بیتپال ڈپٹی رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز کی ایک تقریر۔ اسکاؤٹ۔ بنشی دھر شکل کی نظم خوانی۔ آلہا۔

۱۱ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانے، دیہاتی گانے۔ گرام سدھار۔ ڈراما۔

۱۲ ستمبر ۱۹۳۹ء بھجن کہروا دیہاتی گیت۔ افیمچی۔ ایک مکالمہ بازار نرخ۔ آؤ آؤ پیارے بھائی گرام سدھار کرونا۔ کبھی کسانوں کی کہاوتیں۔

۱۳ ستمبر ۱۹۳۹ء کرلو سدھار او گرام نواسی۔ گانا۔ بنشی دھر شکل کی نظم خوانی۔ گاؤں کے کھیل کود ایک مکالمہ گانے (۱) آؤجی آؤ میری دھیر کے ڈرانے والے (۲) سہیوگ کی پتا کا لیکر کے ہم چلیں گے۔

۱۴ ستمبر ۱۹۳۹ء گانا۔ سنو گرام واسی سب بھائی۔ از رام بیلا از سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر آف پبلک انفارمیشن کی تقریر۔ گانے (۱) بھیا موری مائی ناہیں ماکھن کھایو (۲) سکھی ہم تین دیکھی جات میلے میں کیا دیکھا؟ ایک مکالمہ۔

۱۵ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گائے بھینس ادھک پشو جیو نہیں گانا ریڈیو کی ہوائی از زنکار پرشاد ایم۔ اے گرام سدھار انسپکٹر کی تقریر۔ رحیم کے ۵ دوہے۔ بچوں کی نگہداشت۔ ایک مکالمہ۔ نعتیہ ریکارڈ۔

۱۶ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ دیہاتی گیت۔ گانا۔ دیہاتی صفائی از ڈاکٹر راجندر شنکر ڈی۔ ایم۔ او۔ ایچ۔ لکھنؤ کی تقریر۔ دیہاتی گیت۔ بازار نرخ۔ پنچایتی کھیتی۔ مسٹر انصار ہریانوی کا ایک مکالمہ۔

۱۷ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ از جنگ بہادر خاں گھر گرہستی۔ مسٹر ڈی۔ جے قمر لکھنؤ کا ایک ڈراما۔ دیہاتی گیت۔

۱۸ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ مویشی پالنا۔ جناب اے۔ ایچ عباسی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی ایک تقریر۔ رحیم کے دوہے۔ پنچایت کے فائدے۔ مکالمہ و گانا۔

۱۹ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ گاؤں کی ترقی۔ مسٹر جے۔ پی شری واستو اسسٹنٹ رجسٹرار کوآپریٹو سوسائٹیز لکھنؤ کی تقریر۔ نظم خوانی۔ از بنسی دھر گرام سدھار کیسے ہو؟ کالی پرشاد دیکشت اگر کا ایک مکالمہ۔

۲۰ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ بھجن۔ از شری بدھی بھدر۔ چھوت چھات کی کہانی۔ مسٹر کھرے کا ایک مکالمہ۔ آلہا۔ از بنسی دھر شکل۔ گانا۔

۲۱ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ گاؤں کا کتاب گھر۔ قاضی محمد جلیل صاحب کی ایک تقریر۔ نظم خوانی۔ از بنسی دھر شکل۔ گانا کسانوں کی کہاوتیں۔ گانا۔

۲۲ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ لڑکی کی تعلیم۔ کماری ساوتری شری واستو۔ بی۔ اے۔ سندر باغ کی ایک تقریر۔ رحیم کے دوہے۔ اسکاؤٹ کیا ہے؟ مکالمہ از شری پتی سہائے۔ سوہر۔ از جنگ بہادر خاں۔ گانا۔

۲۳ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ گھر کی مکھیاں اور صحت پر ان کا خطرناک اثر۔ مسٹر اے۔ این۔ داس میونسپل میڈیکل افیسر لکھنؤ کی تقریر۔ دیہاتی گیت۔ بازار نرخ۔ آج کا کام کل پہ نہ ٹالو۔ ایک مکالمہ۔

۲۴ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ دیہاتی گھر۔ پنڈت رام نریش ترپاٹھی الہ آباد کی ایک تقریر گرام سدھار۔ مسٹر ڈی۔ جے قمر لکھنؤ کا ایک ڈرامہ۔

۲۵ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ اپنا گاؤں۔ دیا شنکر رائے کا ایک مکالمہ۔ نظم خوانی کسانوں کی کہاوتیں۔ آلہا۔ از بنسی دھر گانا۔ از جنگ بہادر خاں۔

۲۶ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ چرس اور گانجا۔ ایک مکالمہ۔ بازار نرخ۔ دیہاتی گیت از جنگ بہادر خاں۔ کسان کی کہاوتیں۔ نظم خوانی از بنسی دھر شکل۔

۲۷ ستمبر ۱۹۳۹ء بھجن۔ دیہاتوں کی طرف مسٹر پیارے لال گپت۔ ایم۔ ایس سی کی تقریر۔ ہریجن ادھار۔ مسٹر کھرے کا ایک مکالمہ۔ نظم خوانی از بنسی دھر شکل۔

۲۸ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ ریل گاڑی۔ دیہاتی جی کانپور کا ایک مکالمہ۔ دیہاتی گیت۔ از جنگ بہادر خاں۔ گانا۔

۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا از جنگ بہادر خاں۔ دودھارو از سیتلا سہائے ڈپٹی ڈائرکٹر پبلک انفارمیشن یو۔ پی۔ لکھنؤ کی ایک تقریر۔ رحیم کے دوہے گاؤں کی دیکھ بھال۔ ایک مکالمہ۔ گانا۔

۳۰ ستمبر ۱۹۳۹ء۔ گانا۔ بازار نرخ۔ ڈرامہ۔ شکل جی اور ان کی پارٹی لکھنؤ۔



ملیریا یا جوڑی بخار

(اکثر برسات کے بعد گاؤں میں بہت سے لوگوں کو بخار آنے لگتا ہے۔ یہ بخار ہمیشہ ایک فصل کے ساتھ آتا ہے اس لئے یہ فصلی بخار بھی کہا جاتا ہے۔ اس بخار میں بہت زور سے سردی لگتی ہے اور بیمار کو گھر بھر کا کپڑا اوڑھا دیا جائے تب بھی سردی کم نہیں ہوتی بہت زیادہ سردی دیکر ہی بخار آنے سے اس بخار کو بہت سے لوگ جوڑی بھی کہتے ہیں۔ اترا، تجاری، چوتھیا سب اس کی قسمیں ہیں۔ یہ بیماری کیا ہے؟ کیوں آتی ہے اور کیسے دور کی جا سکتی ہے؟ اس سلسلے میں حکومت یو پی کے محکمہ حفظان صحت کی طرف سے ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے اسی کا اقتباس درج ذیل کرتے ہیں)۔

ملیریا بند ہو جانے والی بیماریوں میں ہے اور بہت پھیلی ہوئی ہے۔ بہت تحقیق اور تلاش کے بعد یہ ثابت ہوا ہے کہ اس بیماری کا زہر ایک خاص قسم کے مچھر سے پیدا ہوتا ہے اور اسی مچھر سے یہ مرض پھیلتا ہے۔ کوئی دوسری بیماری اس کے مقابلے میں زیادہ نہیں ہے۔ اس بیماری کا شمار ان سب بیماریوں سے جن سے موت اور انسانوں کو تکلیف ہوتی ہے زیادہ ہوتا ہے۔ جس طرح یہ بیماری پھیلتی ہے اس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ جس مچھر میں اس بیماری کا زہر ہوتا ہے اس مچھر کے کاٹنے سے وہ زہر انسان کے جسم میں داخل ہوتا ہے اور خون میں کچھ تبدیلی ہونے کے بعد وہ زہر چھوٹے چھوٹے جسم والی شکلوں میں داخل ہو جاتا ہے جب کوئی مادہ مچھر ایسے انسان کا خون پیتی ہے جس میں یہ زہر موجود ہے تو کچھ تبدیلی کے بعد اس مچھر کے پیٹ میں بہت چھوٹے چھوٹے باریک انڈے ہو جاتے ہیں جن کے ٹوٹنے پر وہی زہر اس مچھر میں پیدا ہو جاتا ہے۔ جو مچھر کے کاٹنے سے انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہے کہ اگر مچھر نہ ہو تو ملیریا کبھی نہ ہوگا۔ لہٰذا اس بیماری سے بچنے کے لئے مچھروں کو ہلاک کرنا ضروری ہے۔ اور اگر یہ نہ ہو سکے تو ان کے کاٹنے سے انسان ضرور بچا رہے۔ اس بیماری کے روکنے کے لئے لوگوں کو یہ ضرور بتلانا چاہئے کہ مچھروں سے وہ بیماری کیسے پیدا ہوتی ہے۔ کیونکہ اُن آدمیوں کی امداد کے بغیر جنکا فائدہ ہے صحت کے اصولوں پر کافی طور سے عملدرآمد نہیں ہو سکتا۔

اس سے پہلے کہ مچھر اپنی پوری شکل میں آئے انڈے سے نکلنے کے بعد لاروا اور پیوپا کی شکل میں رہتا ہے۔ یعنی اُسکے پر نہیں ہوتے۔ سب مچھر لاروا اور پیوپا کی حالت میں آبی ہوتے ہیں اور جہاں تھوڑا پانی جمع ہوتا ہے وہیں اُن کے پیدا ہونے کی جگہ ہوتی ہے۔ اُس قسم کا مچھر جس سے ملیریا کا زہر پیدا ہوتا ہے لاروا کی صورت میں پانی کی بالائی سطح کے برابر ہی رہتا ہے۔ کیونکہ سانس لینے کا سوراخ اُس کے پچھلے حصے کے آخر میں ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے مچھر لاروا کی حالت میں پانی کے اندر ڈوبے رہتے ہیں اور ایک باریک نلی کے ذریعے جو اُنکے پیٹ کے آخر میں لگی رہتی ہے سانس لیتے ہیں۔ چنانچہ ملیریا

کے مچھر لاروا کی حالت میں پانی پر مٹی کا تیل ڈالنے سے فوراً مرجاتے ہیں۔ کیونکہ مٹی کے تیل کی وجہ سے انکے سانس لینے کے سوراخ میں ہوا نہیں جاتی۔ اندازاً ایک اونس تیل ۱۵ مربع فٹ سطح کیلئے کافی ہے۔

قابل غور باتیں

مچھروں کی عادتیں (۱) صرف مادہ مچھر کاٹتی ہے اور وہی اس بیماری کا سبب ہے۔ وہ دن میں چھپی رہتی ہے اور شام ورات کو آدمیوں کو کاٹنے کے لئے باہر نکلتی ہیں۔

(۲) جہاں پیدا ہوتی ہیں وہاں سے دور نہیں آتیں اور نہ بہت اونچی اُڑ سکتی ہیں۔

(۳) سایہ دار نمی سیلی جگہ اور اندھیرے کمرے انکے رہنے کی جگہ ہیں۔

خیال رہے کہ ملیریا مچھروں سے ہی پیدا ہوتا ہے اور انہیں سے پھیلتا ہے۔

حفاظت

۱۔ لوگوں کو بتلانا کہ یہ بیماری کیسے ہوتی ہے اور کن ذریعوں سے اسکی روک تھام ہوسکتی ہے نہایت ضروری ہے۔ ایک بار جب لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ اس بیماری کے باعث کتنی جانیں اور روپیہ روزانہ ہندوستان میں ضائع ہوتا ہے، اور اُسکے پھیلنے کے ذریعے اور روکنے کے طریقے کیا ہیں تو وہ فوراً مدد کریں گے کہ اس کا سدباب ہو۔

۲۔ انسانی جسم سے اس بیماری کا دور رہنا اس طرح ممکن ہے کہ بیمار کے خون سے اس کا زہر کونین کے ذریعے نکل جائے۔ افسوس ہے کہ جاہل آدمی ابتک کونین کے استعمال کے خلاف ہیں۔

مچھروں کے لاروا کو غارت کرنا اس غرض سے کہ مچھروں کی پیدائش نہ ہو، چھوٹے چھوٹے تالاب، گڑھے، نشیب اور دلدل وغیرہ سب پٹوا دینا چاہیئے تاکہ وہاں پانی جمع نہ ہو۔ تمام ٹوٹے پھوٹے ٹین اور برتن جنمیں پانی جمع ہوسکتا ہے پھینک دینا چاہیئے۔ کشادہ، کھلی ہوئی جگہ میں مچھر نہیں رہ سکتے۔ اس لئے تالابوں میں لٹکتے ہوئے پودے، درخت اور کناروں کی گھاس بالکل دور کردینی چاہیئے۔ ایسے تالاب اور گڈھوں میں جن کا پانی استعمال نہیں کیا جاتا اور جمع رہتا ہے مٹی کا تیل ڈالنا چاہیئے تاکہ



جہاں بھی پانی کے گڑھے ہونگے مچھر اپنی بستی بسا لیں گے۔ اس سے بستی کے پاس گڑھے کبھی نہ رہنے دینا چاہیئے۔

مچھر کے لاروا غارت ہوجائیں۔

مچھروں کو غارت کرنا۔ وہ مادّہ جس سے مچھر مرتے ہیں تین حصوں میں منقسم ہیں۔ بو۔ دھنواں اور گیس۔

پہلے درجے میں تارپین کا تیل اور رایڈوفارم عمدہ تر ہیں۔ اُنکے بعد ٹین پھل اور رجا پھل، انکے بوسے مچھر دس منٹ میں مُردے کی طرح ہوجاتے ہیں اور دو تین گھنٹے میں مرجاتے ہیں۔ کافور اور لہسن سے چند منٹوں میں بےحس وحرکت ہوجاتے ہیں اور تین چار گھنٹے میں مرجاتے ہیں۔

دوسرے درجے میں معمولی دھنواں ہے جو کسی بند کمرے میں آگ



مچھر جن کے کاٹنے سے بخار آتا ہے۔



مچھر جن کے کاٹنے سے بخار نہیں آتا۔

جلانے سے ہوتا ہے۔ اس سے مچھر بہت جلدی مر جاتے ہیں۔ اس سلسلے میں زیادہ موثر تمباکو کا دھنواں ہے۔ تمباکو کے دھنوئیں سے مچھر فوراً ہی ہلنا ڈلنا بند کر دیتے ہیں اور ۲ تین منٹ میں مر جاتے ہیں لیکن مچھروں کو مارنے کے لئے تمباکو بہت بڑی تعداد میں چاہئے جو آسانی سے دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اس لئے تمباکو کے بجائے گھروں میں گیندا اور عقرقرحا کوٹ کر جلانا مفید ہے۔ یوکاپٹس کے ہرے پتے بھی اس کام میں آسکتے ہیں۔ تمباکو کی طرح ہنکے دھنوئیں کا بھی اثر ہوتا ہے۔ لوبان بھی کام میں لاسکتے ہیں۔ روزمرہ کو آشیا کی لکڑی کا دھنواں بھی یہ اثر رکھتا ہے مگر کچھ کم۔

تیسرے یعنی گیس کے درجے میں سلفر ڈی آکسائیڈ ہائیڈروجن سلفائیڈ اور کوملڈی ہاسٹر ہیں۔ اس سے مچھر فوراً ہی بیہوش ہو جاتے ہیں اور ایک یا دو منٹ میں مر جاتے ہیں۔ سلفر ڈی آکسائیڈ گیس کمرے میں گندھک جلانے سے پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے کہ مچھروں کو مارنے کے لئے لو، دھنواں اور گیس کمرے میں خوب بھر جانا چاہئے۔ جسمانی حفاظت کے لئے کونین کا استعمال مفید تر ہے۔ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرنی چاہئے کہ مچھر کاٹنے نہ پائیں۔ رات کو خاص طور سے مسہری کے اندر سونا چاہئے اور اگر یہ کسی وجہ سے ممکن نہ ہو سکے تو معمولی سرسوں کے تیل کی یا تیل کے ساتھ کافور یا یوکلپٹس ملا کر مالش کر لینی چاہئے۔ سردی اور مچھروں سے بچنے کے لئے حسب ضرورت کپڑے ضرور پہننے چاہئیں۔

مشینوں سے کھال اُتارنے کی اسکیم

گذشتہ مئی اور جون کے مہینوں میں حکومت ہند کے اگریکلچرل مارکیٹنگ ایڈوایزر اور ان کے عملے نے جن اہم معاملات پر غور کیا ہے اُن میں مشین کے ذریعے کھال اُتارنا اور پھلوں کے مختلف قسم وار تقسیم بھی شامل ہے۔

ہندوستان میں مشین کے ذریعے کھال اتارنے کی اسکیم تیار کر لی گئی ہے اور کھالوں و چمڑوں پر آگ مارک لگانے کی اسکیم کو کامیاب بنانے کی صورت میں بمبئی کے چمڑا اتارنے والوں اور قصائیوں کی تائید حاصل کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس وقت بھوپال میں کچھ قصائیوں کو مشین سے کھال اتارنے کی تعلیم دینے اور چمڑا اتارنے کی نمائش گاہ کھولنے کے متعلق غور ہو رہا ہے۔

اِس وقت کھال اور چمڑوں کے سلسلے میں آل انڈیا نقشے اور ان کی تجارت و چمڑا کمانے کے متعلق ضروری رپورٹ تیار کی جا رہی ہے اور اندازے فہرستیں تقریباً تیار ہو چکی ہیں۔ کھالوں کی قسم وار تقسیم کے سلسلے میں ایک افیسر کانپور بھیجا گیا تھا۔ بریلی میں کھالوں اور چمڑوں کی قسم وار تقسیم کے لئے ایک مرکز کھولنے کی تیاری ہو رہی ہے۔



گھاگھ کی ڈائری

اس ڈائری کے مضمون نگار قدیمی گھاگھ صاحب پرانے خیال کے ایک بوڑھے زمیندار مالک ہیں اور کسی قسم کا سدھار پسند نہیں کرتے گرام سدھار۔ تحریک سے انکے دل میں کیا الجھن پیدا ہوگئی ہے۔

جناب اڈیٹر صاحب

میں یہ مانتا ہوں کہ زمانہ بدل رہا ہے اور میرے جیسے لوگوں کو اس زمانے میں ایسی باتیں سننے کو ملینگی اور ایسے نظارے دیکھنے میں آئینگے جو ناقابل برداشت ہیں۔ اب انھیں ہم لوگوں کو برداشت کرنا ہی ہوگا۔ لیکن میں اگر یہ سہنے کے لئے تیار ہو رہا ہوں تو صرف یہ سوچکر کہ یہ وہ راستہ ہے جسے وزیر اعظم برطانیہ مسٹر چیمبرلین نے دکھایا ہے چین میں جاپان کے کارنامے دیکھکر انکا خون کھولنے لگتا ہے اور غصے سے انکا دماغ پھٹنے لگتا ہے پھر بھی یوروپ میں لگی ہوئی آگ دیکھکر وہ یہ سب برداشت کر لیتے ہیں۔ جب چیمبرلین جیسے بڑے آدمی جنکے قبضے میں بیشمار ہوائی جہاز بم گولے توپیں اور جنگی جہاز ہیں ضبط کر سکتے ہیں، خاموش رہ سکتے ہیں اور چین جیسا بڑا ملک جاپان کو ہڑپ کر لینے دیتے ہیں تو میں بھی جب گرام سدھار کے پرچی میرے دروازے کا گھور صاف کرنے آئیں کیوں نہ خاموش رہوں۔ کیونکہ جتنا پیارا چیمبرلین کیلئے چین ہے اس سے کسی صورت مجھے اپنا گھور کم پیارا نہیں ہے اور جب وہ برداشت کر سکتے ہیں تو میں بھی برداشت کرونگا۔ آؤ گاؤں کی اصلاح کرنے والو میرے دروازے کے زینت بگاڑو میں خاموش رہونگا۔

× × × × ×

یہ خوشی کی بات ہے کہ بہار کے کسان لیڈر، اور سبھی زمین سر پر اٹھائے ہوئے ہیں اور اسی سرکار کی مخالفت کر رہے ہیں جو کسانوں کی بھلائی کرنے کا دعویٰ کرتی ہے۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے یہ فرمان کیوں نکالا ہے کہ کسان جیل خانے میں خاموش رہیں جیل کے افسر کو سلام کریں نعرہ لگائیں اور تمباکو نہ پئیں۔ میں یہ صاف کہے دیتا ہوں کہ اس سے انکی دھوم اور رونق کم ہو جائیگی۔ چونکہ یہ لوگ وہاں کی کانگریس سرکار کے خلاف ہیں جسکا میں بھی مخالف ہوں اور گرام سدھار کے اسلئے میں نے سوچا کہ انکے ساتھ ہمدردی رکھنی چاہئے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اس قسم کی ہدایتیں جاری کرکے وہ اپنا کام بگاڑ لیں گے کیونکہ آگے قدم بڑھا کے ہٹانا نہیں اچھا۔

× × × × ×

آجکل جسے دیکھئے وہی کوئی نہ کوئی تحریک جاری کر دیتا ہے کل میں نے اخبار میں ہنگری کے بونوں کی ایک عجیب قسم کی تحریک کی خبر پڑھی ہنگری میں تقریباً ۳۳ بونے آدمی وہاں دنیا بھر کے بونوں کی ایک کانفرنس کرنے اور اسمیں وہ بونوں کے جو مطالبات پیش کرنیوالے ہیں انمیں سے کچھ یہ ہیں۔

(۱) بونوں کی شادی بونی عورت ہی سے ہو۔

(۲) جو بونوں کو چڑھائے وہ جیل بھیجا جائے۔

(۳) سنیما اور ریل وغیرہ میں بونوں سے نصف لیا جائے۔

ان تجویزوں کی فہرست دنیا کے ساری حکومتوں کے پاس بھیجی جائیگی تاکہ وہ بونوں کا نقصان نہ ہونے دیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے ملک کے بونوں کو اس کانفرنس کا پتہ ہے یا نہیں۔ میں بھی قد میں کچھ چھوٹا ہی ہوں اور اگر یہاں کے بونوں کی تنظیم ہو تو شاید میں انکا لیڈر بن سکوں اور حکومت کے سامنے میں بھی شیعہ سنی زمینداروں کیطرح مورچہ کھڑا کر سکوں۔

× × × × ×

بہار کے وزیر تعلیم آنریبل ڈاکٹر سید محمود پچھلے دنوں پنجاب گئے تھے۔ وہاں راولپنڈی میں جہاں وزارت بڑی چیز سمجھی جاتی ہے انھوں نے یہ فرمایا کہ میں تو وزارت کو حقیر چیز سمجھتا ہوں۔ میری چپل اندر میں تو شاید کچھ دیر لگے لیکن وزارت چھوڑنے میں تو مجھے ایک منٹ کی بھی دیر نہیں لگ سکتی۔ وہ میری چپل جو انکے خیال میں مستقل ہو سکتی ہے لے لیں اور مجھے غیر مستقل وزارت کی کرسی پر بیٹھنے دیں۔ میں کسی طرح بھی وہاں سے نہیں ہٹونگا اور اس طرح میں اس جگہ کو بھی مستقل بنانیکی کوشش کرونگا

× × × × ×

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ آجکل مسٹر سبھاش چندر بوس کے دن کچھ بگڑے ہوئے ہیں۔ وہ اگر سونے میں بھی ہاتھ لگاتے ہیں تو وہ مٹی ہو جاتا ہے۔ جو کام وہ اچھا سمجھکر کرتے ہیں وہ دوسروں کی نظر میں خراب سمجھا جاتا ہے اور انکے زوال کا سبب ہو جاتا ہے جب آل انڈیا کانگریس کمیٹی کے خلاف انھوں نے آواز اٹھائی تو وہ سمجھے ہونگے کہ اب ہندوستان کی لیڈری میرے ہی ہاتھ آجائیگی۔ لیکن وہی ان کے خلاف ثابت ہوا۔ بمبئی میں انسداد شراب کے خلاف انھوں نے جو بات کہی تھی وہ جلتے توے پر پانی کی ایک بوند کیطرح "چھن" کر کے رہ گیا اور پینے والے وہ نہ پینے والے کسی نے بھی انھیں داد نہ دی۔ خیر انھوں نے اپنا آخری حربہ یہ کہکر استعمال کیا کہ دمدم کے سیاسی قیدیوں کی بھوک ہڑتال تبھی ختم ہو سکتی ہے جب وہ چھوڑ دیئے جائیں۔ جب مہاتما گاندھی نے اُن سیاسی قیدیوں کو رائے دی کہ وہ اپنی بھوک ہڑتال ختم کر دیں تو سبھاش بابو نے کہا۔ مہاتما گاندھی کے بیان نے حکومت بنگال کا ہاتھ بہت مضبوط کر دیا ہے۔ انکے بیان سے قیدیوں کی مصیبت اور بھی بڑھ گئی ہے اور مجھے بہت افسوس ہوا ہے۔" سبھاش بابو کا خیال تھا کہ انکا یہ بیان مہاتما گاندھی کے خلاف جائیگا اور ملک میں انھیں کی تعریف ہوگی۔ مگر جب انھیں قیدیوں نے جو مہاتما گاندھی کی خوشامد درآمد سے بھوک ہڑتال نہیں بند کر سکے، صدر کانگریس بابو راجندر پرشاد کے کہنے سے بھی ہڑتال نہیں بند کر سکے، سبھاش بابو کے کہنے سے بھوک ہڑتال بند کردی تو بھی انکی تعریف نہ ہوئی اور انھیں یہ سُننا پڑا کہ وہ کانگریس کے اندر تین سال تک کوئی ذمہ دار عہدہ نہیں پا سکتے اسکو کہتے ہیں تقدیر کا بن بن کر بگڑنا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے وہ سبھاش بابو کے اس عروج و زوال کو دیکھیں مجھے ان سے پوری ہمدردی ہے۔ لیکن میں بھی اس صوبے کے وزیر مال رفیع احمد قدوائی صاحب کے الفاظ میں یہ کہونگا کہ انھوں نے اپنے اوپر خود مصیبت بلائی۔ جیسی ہونی ہوتی ہے ویسے ہی آدمی عقل بھی ہو جاتی ہے۔

× × × × ×

پٹنے کی خبر ہے کہ قریب ۳۰ سال کی ایک عورت نے ریل کی پٹری پر جان دینے کی کوشش کی کہتے ہیں کہ اسکو ریل کے ڈرائیور نے پٹری پر لیٹے ہوئے دیکھ لیا اور انجن کو اس ہوشیاری سے قابو میں کیا کہ اس عورت کے پاس پہنچتے پہنچتے رُک گیا اور وہ بال بال بچ گئی۔ وہ عورت پولیس کے حوالے کی گئی اور جب اُس سے پوچھا گیا کہ اس نے اسطرح جان دینے کی کیوں کوشش کی تو اس نے بتایا کہ میں بانجھ ہوں میرے لڑکے نہیں ہوتے اسلئے میرا شوہر مجھے روز پیٹتا ہے اور زندگی میرے لئے ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ اس عورت کے شوہر کی میں تعریف کرتا ہوں کہ وہ میرے جیسے پرانے خیال کے آدمی ہیں اور جس عورت کے بچے نہیں ہوتے اسے وہ بیکار سمجھتے ہیں۔ لیکن میں انھیں مشورہ دیتا ہوں کہ وہ مسٹر چیمبرلین سے سبق لیں اور اپنا غصہ اپنے قابو میں رکھیں۔ کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرینگے تو اصلاح کے شیدائی اسی ایک واقعہ کو لیکر قانون بنوائیں گے کہ ہندو عورت کو بھی طلاق کا حق ملے اور جب اس کی عورت بجائے ریل سے کٹنے کے عدالت میں پہنچے گی اور اُسے طلاق دے کر آزاد ہو جائے گی تو بچہ کا تو ذکر ہی کیا اسے اپنی بیوی سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اور اس کی زندگی ہمیشہ کے لئے ایک بار ہو جائے گی۔ اسلئے اسی لحاظ سے ہر شخص کو میں مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے اپنی بیوی کو خوش رکھے۔

ہمارے صوبے میں گرام سدھار

جون ۱۹۳۹ء کے کام کی تفصیل

کارکنان گرام سدھار اِس ماہ غیر معمولی طور پر مصروف تھے۔ برسات قریب ہونے کی وجہ سے کنووں اور پنچایت گھروں کا بنایا جانا گھروں کی مرمت اور پھلوں وایندھن کے درخت لگانے کے لئے زمین تیار کرنا وغیرہ کاموں کو اسی مہینے کے اندر پورا کرنے کے لئے بڑی تیزی سے کام کیا گیا۔ ساتھ ساتھ اس ماہ کبھی جگہ متعدی بیماریوں کے پیدا نہ ہونے کی کوشش کی گئی اور جہاں یہ پھیل گئی وہاں اس کی روک تھام کی گئی اور اس کے مٹانے کی کوشش کی گئی۔ اس ماہ کے آخری ہفتوں میں اس صوبے کے شمالی اور مشرقی حصوں میں بارش شروع ہو جانے کے باعث کارکنوں کو خریف کی بوائی کے سلسلے میں کام شروع کر دینا پڑا۔ قائم شدہ زندگی سدھار سوسائٹیوں کے ممبر بنانے اور نئی سوسائٹیوں کے قائم کرنے کا کام تیزی سے ہوا۔ پنچائتوں اور گرام سیوکوں نے گاؤں والوں سے دیہاتی فنڈوں کے لئے سالانہ چندے اور خیرات کی رقمیں وصول کیں۔

تنظیم

ضلع گرام سدھار ایسوسی ایشنوں اور اُن کی انتظامیہ کمیٹیوں کے قواعد میں کچھ بھی تبدیلی نہیں ہوئی۔ ان میں بیشتر کا کام قابل اطمینان تھا۔ اطلاع ملی ہے کہ دیہاتوں میں جو سوسائٹیاں قائم ہوئی ہیں وہ اچھی طرح کام کر رہی ہیں اور انھوں نے اس ماہ ممبروں کی تعداد بڑھانے اور گاؤں والوں کی زندگی میں شامل ہونے اور اپنے کو اُس کے مطابق بنانے کی کوشش کی۔ اس ماہ ۵۲۳ نئی زندگی سدھار سوسائٹیاں قائم ہوئیں اور محکمۂ امداد باہمی کی طرف سے ۱۴۴ سوسائٹیوں کی رجسٹری ہوئی۔ ۱۲ زندگی سدھار یونین بھی قائم کئے گئے۔ گرام سیوکوں نے ۱۴ فرد غلّی سوسائٹیاں ۲۳ فراہمی سوسائٹیاں ۱۴ قرضہ سوسائٹیاں اور ۵۰ متفرق سوسائٹیاں قائم کیں۔ افیسر صاحب محکمہ گرام سدھار کی رائے کے مطابق کئی ضلعوں کے گرام سدھار مرکزوں کی از سر نو تنظیم کی گئی اور اُس اسکیم پر عمل کیا جانے لگا جن پر دوبارہ غور ہوا تھا۔ معائنہ کرنے کا انتظام اور بھی مستحکم کر دیا گیا اور گرام سدھار مرکزوں کا اس طرح انتظام کیا گیا کہ سبھی کام آسانی سے ہو سکیں اور دیکھ بھال کا کام حتی الامکان بخوبی چلتا رہے۔

محکمے کے انسپکٹروں کی جو جگہیں خالی تھیں وہ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے منتخب امیدواروں کو دی گئیں۔ یہ لوگ اپنے اپنے کام کرنے لگے ہیں اس سے ضلع کے کارکنان اور بھی مستعدی سے کام کرنے لگے ہیں۔

زراعت

خریف کی بوائی کے ابتدائی کام کئے گئے۔ برسات میں کمپوسٹ کھاد تیار کرنے کے لئے سات ہزار سے زیادہ گڑھے کھودے گئے اور پیشاب جمع کرنے کے لئے ۲ ہزار کے قریب کیاریاں تیار کی گئیں جن کھیتوں میں کھاد دی جا چکی تھی اُن میں مسٹن ہل کے ذریعے جوتائی کرنے کے لئے لوگوں کو جوش دلایا گیا اور اس سلسلے میں مظاہرے کئے گئے۔

آب رسانی کی اسکیمیں آگے بڑھائی گئیں اور اس ماہ ۱۶۹ آبپاشی کے کنوؤں کی کھدائی کا کام ختم ہوا۔ ۲۳۱ نئے تالاب اور باندھ بنائے گئے۔ سینچائی کے کنوؤں کی مرمت اور بورنگ کا کام اس ماہ بھی جاری رکھا گیا اور ۲۳۴ کنوؤں کی مرمت ہوئی۔

تقریباً ۵۰۰ اصلاح شدہ اوزار دیہاتوں میں رائج کئے گئے۔ اصلاح شدہ نسل کے ۲۴ سانڈ دیہاتوں میں دو غلی نسل پیدا کرنے کے لئے چھوڑے گئے۔ گاؤں والوں نے ۴۹ اصلاح شدہ نسل کے مویشی خریدے۔ کئی ضلعوں میں مویشیوں کی متعدی بیماریاں پھیلیں، اُن کے انسداد

کی کوشش کی گئی اور ۱۲ ہزار سے زیادہ مویشیوں کو ٹیکے لگائے گئے۔

پھل اور ایندھن کے درخت لگانے کی اسکیموں کو بھی ترقی دی گئی۔ ۱۱۷ نرسریاں اس لئے لگائی گئیں کہ گاؤں والوں کو بارش شروع ہوتے پر کافی تعداد میں پھلوں کے پودے دئے جاسکیں۔ اسی درمیان میں گاؤں والوں سے درخواست کی گئی کہ وہ پھلدار درخت لگانے کے لئے گڑھے اور ایندھن کے درخت لگانے کے لئے زمین تیار کریں اس طرح تقریباً ۲۱۳ ایکڑ زمین پھلدار درخت لگانے کے لئے اور ۳۰۰ ایکڑ بنجر زمین ایندھن کے درخت لگانے کے لئے تیار کی گئی۔

کچھ ضلعوں میں بوائی شروع ہوگئی۔ اس ماہ کے دوسرے پندرہ روز میں ۷،۹۶۷ من اصلاح شدہ خریف کے بیج گرام سدھار مرکزوں میں تقسیم کئے گئے۔ اس کے علاوہ ترکاریوں کے بیج زیادہ تعداد میں ہر جگہ تقسیم کئے گئے اور یہ درخواست کی گئی کہ گاؤں والے اپنے کھانے کے لئے ساگ۔ اور پھل کے باغ میں موسمی ترکاریاں لگاکر اپنی غذا کو زیادہ اچھا بنائیں۔

صحت عامہ

کارکنان گرام سدھار کو خاص طور سے احتیاط رکھنی پڑی اس لئے کہ گرمی کی زیادتی کے باعث متعدی بیماریاں پھیلنے کا خوف تھا۔ پانی پینے کے کنوؤں میں پوٹاش ڈالنے کا کام زیادہ مستعدی سے ہوا۔ دوائیں تقسیم کی گئیں اور بیماری والے مقامات پر زیادہ سے زیادہ لوگوں کے ٹیکے لگائے گئے۔ دیہاتوں کی صفائی پر توجہ کی گئی۔ دھوپ یا لو لگ جانے کے ابتدائی علاج لوگوں کو ریڈیو اور جلسوں میں تقریروں کے ذریعے اچھی طرح سنائے گئے۔ گرام سیوکوں نے سماجی جلسوں اور تیوہاروں پر خاص توجہ دی کیونکہ ایسے ہی موقعوں پر لوگوں کی لاپروائی کے باعث دیہاتوں میں بیماریاں پھیلتی ہیں۔

اسی طرح صفائی کے دوسرے پہلوؤں پر بھی پوری سرگرمی کے ساتھ توجہ کی گئی۔ تقریباً ۱۴۰۰ سوکھنے والے گڑھے بنائے گئے۔ اور ۳۲۸۹ روشندان رہنے والے کمروں میں لگائے گئے۔ ۷،۵۴ کنوؤں کے اوپر سینے تک کی اونچی گول دیوار اٹھائی گئی اور اُن کا پانی صاف کیا گیا۔ ۱۸۸ عام غسلخانے یا گھیرے بنائے گئے ۹۶،۷ گز لمبی پکی نالیاں کنوؤں کے پاس گرنے والے اور مکانوں کے چاروں طرف اکٹھا ہونے والے پانی کو نکالنے کے لئے بنائی گئیں۔ ۸۰۰ سور باڑے آبادی سے دور کئے گئے اور ۲۵ ہزار سے زیادہ گھور صاف کئے۔ ۱۵۳ پاخانے اور ۴۳ پیشاب خانے بنائے گئے ۲۲۰ کھنڈر ہموار کئے گئے اور صاف کئے گئے۔ ۱۱ خالی گڈھے بھرے گئے۔ گاؤں کے تقریباً ۱۲ ہزار راستے صاف کئے گئے۔ اور ۱۷ سو سے زیادہ گاؤں اچھی طرح صاف کئے گئے۔ تقریباً ۲۰۰ دوا کے بکس اس ماہ بھرے گئے اور ۵۸ ہزار مریض محکمہ کی دواؤں کے بکسوں کی امداد سے اچھے کئے گئے۔ تقریباً ۷ ہزار دیہاتی رضاکاروں کو فرسٹ ایڈ کی اور ۳،۹ دائیوں کو تربیت اطفال کی تعلیم دی گئی۔ اس ماہ ۲۲ زچہ بچہ گھر کھولے گئے۔

اشاعت اور تعلیم

پرچار کے لئے تقریباً ۴ ہزار جلسے کئے گئے اور ۲۲ نمائشیں کی گئیں۔ دیہاتی رضاکاروں نے ۱۶۱ ڈرامے کھیلے۔ ۳۴۳ بھجن منڈلیوں نے گانے اور بھجنوں کے ذریعے گاؤں والوں کا دل بہلایا۔ ۳۰۰ سے زیادہ سیوا دل بنائے گئے اور تقریباً ۱۴ سو گرام سیواکوں کو اسکاؤٹ ماسٹروں کے ذریعے جو اس کام کے لئے مقرر کئے گئے ہیں تعلیم دی گئی۔ دیہاتی براڈکاسٹنگ کے سلسلے میں جو آئندہ ماہ کے پہلے ہفتے سے آل انڈیا ریڈیو اسٹیشن لکھنؤ سے ہونے والا ہے۔ لکھنؤ کمشنری میں ۱۰ اور ریڈیو لگائے گئے۔ اس محکمے کی موٹر لاریاں ضلعوں کے اندر دورہ کرتی رہیں۔ وہ اس تحریک کا پیغام لوگوں تک پہنچاتیں گھریلو صنعتوں کی چیزیں لوگوں کو دکھلاتیں اور گراموفون کے ریکارڈوں و میجک لالٹین کے کھیلوں کے ذریعے گرام سدھار مرکزوں کے باشندوں کا دل بہلاتیں۔ ۲۸۴ ٹورنامنٹ اور کھیل ہوئے۔

۷،۸۰ بالغوں کے مدرسے اور ۹۶ لڑکیوں کے مدرسے اس

ماہ محکمہ گرام سدھار کی طرف سے جاری رہے۔ تقریباً ۰۰ ۲ نئے دیہاتی کتاب گھر کھولے گئے اور ۹۷۳ صحت بخش اور تعلیم سے متعلق کلب قائم ہوئے۔ اطلاع ملی ہے کہ گاؤں والوں کی تعلیمی دلچسپی ترقی پذیر ہے اور کلبوں و کتاب گھروں میں جانے والوں کی تعداد بھی بڑھ رہی ہے اخباروں و رسالوں کی مانگ بڑھ رہی ہے۔ بالغوں اور بچوں کو خواندہ بنانے کے لئے ابتدائی اسکولوں کی مانگ بھی بڑھ رہی ہے۔

متفرق کام

۹۴ اور پنچایت گھروں کی تعمیر کا کام اس ماہ ختم ہوگیا اور ۹۶ گھر نمونہ کے طور پر بنائے گئے۔ سبھی جگہ گاؤں والے گھروں اور گلیوں کی مرمت میں لگے ہوئے تھے اور اس موقعہ پر گرام سیوکوں نے گاؤں والوں سے اپنے گھروں کے چبوترے بنانے، گھروں میں روشن دان اور کھڑکیاں لگانے و برسات کے پانی کے بہنے کے لئے نالیاں بنانے کی درخواست کی۔ اس میں بہت کچھ کامیابی ہوئی۔

دیہاتوں میں تیزی کے ساتھ صنعتی ترقی ہو رہی ہے۔ گرام سدھار اپنی سوسائٹیوں کی طرف سے ضلعوں میں کتائی، بنائی، چمڑے کی صفائی کا کام، کاغذ اور صابن بنانے کی تجویز ہو رہی ہے۔ دیہاتی نوجوانوں کو ان صنعتوں کی تعلیم دینے کے لئے گرام سدھار انتظامیہ کمیٹیوں کی نگرانی میں کئی ضلعوں میں یونٹ کلاس کھولے گئے۔ اونی چیزیں تیار کرنے اور شہد کی مکھیاں پالنے کا کام پہاڑی ضلعوں میں خصوصاً المورہ میں کیا جا رہا ہے۔

اس ماہ محکمہ گرام سدھار کے ذریعے ہونے والے کاموں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

یو۔پی کی مختلف کمشنریوں میں جون ۱۹۳۹ء میں گرام سدھار کے ذریعے ہونے والے کاموں کی تفصیل

تنظیم	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کماؤں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
زندگی سدھار سوسائٹیاں											
(الف) قائم شدہ	۸	۳۵	۹۲	۹۹	۱۱۱	۰	۷۱	۰	۷۲	۵۵	۵۳۴
(ب) رجسٹری شدہ	۰	۰	۵	۰	۶۳	۷	۲۷	۰	۳۶	۶	۱۴۴
قائم شدہ زندگی سدھار یونین	۴	۰	۰	۰	۲	۰	۰	۰	۳	۳	۱۲
فروختگی کی سوسائٹیاں	۱۶	۱۰	۷	۱	۲	۰	۰	۰	۱	۴	۴۱
فراہمی کی سوسائٹیاں	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۱۳	۰	۸	۱	۲۳
قرضہ سوسائٹیاں رجسٹرڈ	۱۳	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۱۴
متفرق سوسائٹیاں	۰	۰	۲۸	۱	۱	۰	۰	۰	۲۰	۰	۵۰
۲۔ زراعت											
کھاد کے گڑھے کھودے گئے	۳۲۱	۵۰۱	۸۸۸	۷۳۴	۹۰۳	۳۱۶	۱،۶۱۵	۱۵۰	۷۴۸	۸۷۵	۷،۰۴۴
پیشاب جمع کرنے کے گڑھے بنے	۵۶	۴۳	۳۰۸	۱۴۲	۴۳۰	۹۱	۱۱۳	۸۶	۱۰۹	۵۷۴	۱،۹۴۲
آبپاشی کے پور یا مرمت کئے ہوئے کنوئیں	۷	۶	۸	۴	۵۱	۱۴	۴۹	۵	۲	۸۸	۲۳۴
بنے ہوئے تالاب یا باندھ	۰	۴	۱۷	۹	۵۴	۵۹	۰	۰	۲۶	۲۵	۱۹۹
نئے آلات جو جاری ہوئے	۱۵	۰	۲	۳	۲	۳	۹۵	۰	۱	۳	۱۲۴

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کمایوں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
اصلاح شدہ نسل کے سانڈ جو تقسیم کئے گئے	۵۱	۴	۹۸	۵۱	۷۷	۲۲	۱۶	۱	۱۵۰	۳۴	۴۹۳
عمدہ نسل کے مویشی جو دئے گئے	۱۵	۵۹	۷۱	۷۹	۶۵	۳۰	۱۰	۰	۱۵	۵	۳۴۹
بیل آختہ کئے گئے	۲۹	۱,۴۵۹	۹۳	۶۲	۱۴۹	۲۶	۱,۰۰۰	۰	۱۹	۷۱۴	۳,۵۹۰
بیمار مویشیوں کا علاج ہوا	۴۳۳	۲۰	۱,۰۵۲	۸۱۱۸	۶۵۴	۱۳۱	۰	۷	۷۷۹	۱,۳۹۴	۱۲,۵۸۸
مظاہرے ہوئے	۵۴۴	۱۰	۱۹	۰	۱۴۹	۰	۰	۰	۵۰	۲۱۱	۲,۹۸۳
نرسریاں کھلیں	۰	۰	۶	۱	۶۴	۴۵	۰	۰	۱	۰	۱۱۷
پھلوں کے پودے لگائے گئے	۱,۵۱۰	۳۰	۹۷۸	۰۰	۲۱۰	۳	۲۴	۱۵۴	۹۳۲	۰	۳,۲۶۹
جس زمین میں پھلوں کی کاشت ہوئی (ایکڑوں میں)	۳۴	۵	۶۹	۰	۹۱	۲	۱	۲	۴	۵	۲۱۳
ایندھن کے درخت لگائے گئے ایکڑوں میں	۱۲۵	۲۳۰۵	۱۳۲	۰	۳۰	۰	۴۴۷	۰	۴۴	۲۰	۳,۰۸۳
خریف کے بیج تقسیم کئے گئے (منوں میں)	۲۴۸	۳۴	۱۵۳	۵۰۴	۹۷۷	۴۸۳	۳۳	۶۶	۸۰۴	۴,۰۵۵	۷,۹۶۷
۳۔ صحت عامّہ											
سوکھنے والے گڑھے بنے	۳۲	۵۹	۸۶	۶۸	۹۵	۸۱	۲۶۶	۵۴	۲۷۴	۴۲۳	۱,۴۳۹
روشن دان بنے	۱۸۳	۲۵۶	۴۹۵	۲۱۳	۷۰۳	۱۵۲	۴۵۷	۱۴	۱۷۵	۶۴۱	۲,۳۸۹
کنوئیں صاف کئے گئے	۱۶	۳۳	۴۰	۳۲	۸۲	۹۳	۱۸	۱۰۳	۲۹	۴۱	۴۵۷
عام غسلخانے یا گھیرے	۱۰	۸	۱۷	۸	۴۲	۳۲	۸	۸	۱۲	۴۳	۱۸۸
نالیوں کی لمبائی (گزوں میں)	۲۹۴	۱۹۰	۴۹۳	۴۸	۱۹۰	۱۹۴	۴۴	۰	۲۳۱	۶۵۵	۲,۲۹۶
سوربائے آبادی سے ہٹے	۸۲	۳	۵	۲۰	۲۴۹	۲	۷	۲۹۴	۱۷	۲۲	۸۰۱
گھور صاف ہوئے	۱۴۳۹	۳۸۳۳	۳۳۱۹	۵۵۲۳	۲۴۲۳	۹۱۱	۱۷۵۱	۹۵۸	۲۵۱۲	۲۶۸۱	۲۵,۰۵۲
پاخانے بنے	۱	۰	۳	۱	۳۶	۰	۰	۱۱۱	۰	۱	۱۵۳
پیشاب خانے بنے	۲	۳	۶	۰	۴	۰	۰	۳۱	۰	۷	۴۳

	میرٹھ	آگرہ	روہیلکھنڈ	الہ آباد	بنارس	گورکھپور	جھانسی	کماؤں	لکھنؤ	فیض آباد	میزان
کھنڈر ہموار ہوئے۔	۲۴	۳۶	۵	۴	۱۵۲	۲۵	۰۰	۲	۱۱	۹۱	۳۲۰
گڑھے پاٹے گئے۔	۱۳۶	۲۴	۳۰۳	۵۵	۲۱۳	۱۲۲	۱۸۷	۱۹	۱۸	۲۶	۱۱۰۳
راستے صاف کئے گئے۔	۲۶	۲۵	۱۹۲	۲۶	۵۰	۷۰	۴۲	۴	۳۸	۲۰۰	۱۱۸۳
گاؤں صاف کئے گئے۔	۶۹	۵۴	۱۴۸	۹۱	۴۳۵	۱۸۲	۴۴	۲۷	۳۳۹	۲۸۳	۱۹۴۲
دوا کے بکس رکھے گئے۔	۲	۷	۱۵	۹	۴۸	۸۱	۲	۵۰	۳۷	۳	۲۰۹
ٹیکے لگے۔	۴۳۹	۳۱۸	۳۴۸	۵۰۸	۲۰۵۴	۱۵۶	۰۰	۱۴۸۵	۹۲۲	۵۲۶	۶۷۵۲
مریضوں کا علاج ہوا	۸۰۳۵	۷۹۳۳	۴۴۵۰	۵۶۱۹	۶۵۴۴	۲۳۱۴	۹۲۹۱	۴۸۴۷	۷۰۵۱	۵۵۴۳	۵۸۹۲۷
دائیوں کو تربیت دی گئی	۶	۲۷	۵۳	۱۹	۱۶۰	۱۰	۳۵	۰۰	۱۲	۷۵	۳۷۹
فرسٹ ایڈ کی ٹریننگ دی گئی	۱۱	۰۰	۱۲۹	۴۵	۷۷	۲۰	۸۹	۱۴۰	۷۰	۱۲۳	۷۰۴
زچہ بچہ گھر کھولے گئے	۰۰	۲	۰۰	۱	۱۳	۰۰	۵	۰۰	۰۰	۱	۲۲
۴ - اشاعت اور تعلیم۔											
جلسے ہوئے۔	۲۴۵	۹۶	۷۳۵	۲۱۴	۷۵۹	۱۴۹	۴۷۶	۲۹۸	۴۷۵	۵۵۲	۳۹۹۹
نمائشیں ہوئیں	۰۰	۶	۳	۳	۸	۰۰	۰۰	۰۰	۲	۰۰	۲۲
ڈرامے ہوئے	۶	۱۷	۱۳	۱۰	۱۴	۱	۴۹	۳۱	۱۴	۶	۱۶۱
بھجن منڈلیاں قائم ہوئیں	۳	۱۶	۲۷	۴	۷۳	۲۵	۱۸	۷	۳۸	۲۲	۲۳۳
کتاب گھر جاری رہے	۱۹	۴۹	۱۸	۲۶	۲۱	۱۲	۰۰	۹	۴۰	۸	۲۰۲
کلب کھلے	۳۲	۶۸	۴۴	۷	۹۱	۶	۰۰	۱۰	۸۰	۳۷	۳۶۹
(الف) مدرسے بالغوں کے لئے۔	۱۰	۲۶	۹	۶۱	۴۱۳	۱۷	۴	۱۱	۱۲۱	۱۰۸	۷۸۰
(ب) مدرسے لڑکیوں کے لئے۔	۱	۱۰	۳	۷	۲۰	۳	۰۰	۱	۳	۲	۲۰
سیوا دل قائم ہوئے	۱۸	۵۹	۱۸	۷	۵۶	۱۰	۲۷	۱۲	۲۵	۷۷	۳۱۰
اسکاؤٹوں اور گرام سیوکوں کو ٹریننگ دی گئی۔	۲۱	۱۶۶	۲۲۵	۳۶	۹۳	۱۰۹	۱۰۹	۱۴۶	۱۲۲	۲۶۷	۱۲۹۴
ریڈیو سیٹ لگائے گئے۔	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۰۰	۱۰	۰۰	۱۰
کھیل اور ٹورنامنٹ	۴	۱۶۶	۱۵	۶	۵۰	۱	۶	۶	۲۶	۹	۲۸۴
۵۔ متفرق کام											
پنچایت گھر بنائے گئے	۲	۵	۱۴	۰۰	۶	۲	۲	۰۰	۱۹	۱۳	۹۳
نمونہ گھر بنے	۳	۰۰	۱۵	۱	۴۰	--	۵	۲	۱۰	۲۰	۹۶
صنعت و حرفت کی تعلیم دی گئی	۳۸	۲۱	۲۴۴	۱۶	۱۵۲	۵	۱۲	۹۱	۴۰	۱۱۸	۷۰۷
آلات دستکاری جاری کئے گئے	۱۲	۰۰	۲۹	۱۳	۱۱۵	۶	۲	۴۹	۲۵	۱۰	۲۶۱



تبرّا ایجی ٹیشن پر گاندھی جی کی رائے

تحریک تبرّا کے سلسلے میں گذشتہ ۱۲ جون کو مہاتما گاندھی نے شیعہ لیڈروں کو ایک خط لکھا تھا۔ جواب اُنھوں نے شائع کر دیا ہے۔ وہ خط یہ ہے:۔

میرے سامنے کافی دستاویزات موجود ہیں جن کی بنا پر میں شیعہ سنی تنازعہ کے متعلق انقطاعی رائے قائم کر سکتا ہوں۔ میرے پاس پنڈت پنت کی ایک لمبی چٹھی بھی رکھی ہوئی ہے اور کچھ چھپے ہوئے کاغذات بھی ہیں جن میں غیر متعصبانہ طور پر اصل حالات بتائے گئے ہیں۔

یہ بات بالکل صاف معلوم ہوتی ہے کہ مدح صحابہ میں منتخب خلفاء کی تعریف کی جاتی ہے اور تبرّا میں ابتدا کے تین خلفا کی مذمت ہوتی ہے کسی کی سر عام تعریف کرنے کا حق تو سمجھ میں آ سکتا ہے لیکن کیا مرے ہوئے لوگوں کو گالیاں دینے کے حق کے قسم کی بھی کوئی چیز ہو سکتی ہے؟ کیا یہ بھی مذہب کا کوئی جزو ہے؟

تبرّا پڑھنے کا حق قرآن شریف سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس کی سیدھی سادی وجہ یہ ہے کہ خلفاء حضرت محمد صاحب کی وفات کے بعد ہوئے۔ لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس معاملہ پر روشنی ڈالیں کہ مذہباً تبرّا پڑھنا کیونکر فرض ہو سکتا ہے۔ میں یہ ماننے کے لئے تیار ہوں کہ خلفاء کی تعریف کرنا کوئی مذہبی فریضہ نہیں ہے اور بالخصوص پبلک مقامات پر ایسے لوگوں کے سامنے جن کے متعلق یہ معلوم ہے کہ ان کے سامنے مدح صحابہ کہنے سے ان کے جذبات کو ٹھیس پہنچتی ہے۔ لہٰذا باوجود اس کے جو کچھ کہ اس کی مخالفت میں کہا جا سکے میں امن و امان کی خاطر آپ کو مشورہ دوں گا کہ آپ تحریک سول نافرمانی کو



مہاتما گاندھی

واپس لے لیں اور سر عام تبرّا پڑھنے کو غیر مشروط طور پر بند کر دیں اور یہ کام سنیوں کی نیک فہمی پر چھوڑ دیں کہ وہ ایسا طرز عمل اختیار کریں جس سے ان کے شیعہ بھائیوں کے جذبات کو ٹھیس نہ پہنچے۔

میں نے یہ چٹھی چھاپنے کے واسطے نہیں لکھی ہے۔ آپ نے میری صداقت والانہ رائے دریافت کرکے مجھ پر مہربانی کی ہے اور میں ایک دوست کی حیثیت سے انفرادی طور پر رائے ظاہر کر رہا ہوں۔ اگر میرے مشورہ کے مطابق آپ کو اپنے فیصلہ کے متعلق اعلان کرنے میں اس سے کوئی امداد ملے تو آپ میری چٹھی کو شائع کر سکتے ہیں میں نے کسی اور کے پاس اس کی نقل نہیں بھیجی ہے۔ یہ صرف آپکے لئے اور ان اصحاب کے لئے مقصود ہے جو کہ آپ کے ہمراہ تھے اور جن کی جانب سے آپ میرے پاس آئے تھے۔

وزیر گرام سدھار کا کیونکے

وزیر گرام سدھار آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو نے افیسر صاحب گرام سدھار کے پاس مندرجہ ذیل کیونکے بھیجا ہے۔ جسے افیسر صاحب گرام سدھار نے سبھی گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس اس ہدایت کے ساتھ بھیجا ہے کہ اس میں مرقوم سبھی ہدایتوں پر پابندی کے ساتھ عمل ہو۔ اور آرگنائزروں سے کہا جائے کہ وہ اس بات کا خیال رکھیں کہ زندگی سدھار جماعتیں بخوبی کام کر رہی ہیں۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ اس صوبے کے ضلعوں میں زندگی سدھار جماعتیں قائم کرنے میں زیادہ ترقی کی جا رہی ہے۔ کئی جگہ میں نے یہ شکایت سنی ہے کہ جماعتوں کی رجسٹری میں تاخیر ہونے کے سبب آئندہ کے کام روکے جا رہے ہیں اسکے لئے میں علاحدہ سے ہدایتیں بھیج رہا ہوں میرا اندازہ ہے کہ کئی جگہ کے گرام سدھار کارکن زندگی سدھار جماعتیں قائم کر لینا ہی اپنا نصب العین سمجھ بیٹھے ہیں۔ دراصل یہ بات نہیں ہے یہ گاؤں والوں کی تنظیم کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی کی امداد سے وہ اپنی ذہنی ترقی کی کوشش میں مصروف ہو سکتے ہیں۔ کئی جگہ میں نے سنا ہے کہ جب تک جماعت کی رجسٹری نہ ہو جائے اُس وقت تک کچھ کام نہیں کیا جا سکتا یہ بھی ایک غلطی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ افیسر صاحب گرام سدھار اس مضمون کا ایک حکم جاری کریں کہ ایسی جگہوں سے جہاں زندگی سدھار جماعتیں قائم ہو چکی ہیں ایک مہینے میں کم از کم ایک میٹنگ ضرور ہوا کرے۔ اس قسم کی ہر ایک جماعت سے پنچایت چننے کے لئے کہا جائے۔ یہ پنچایت مجلس انتظامیہ کی صورت میں کام کریگی۔ یہ ضروری ہے کہ ان پنچایتوں میں گاؤں کے سبھی فرقوں اور قوموں کے نمائندوں کو جگہ دی جائے۔ پہلی بحث میں مجھ سے کہا گیا کہ گرام سدھار کارکنوں نے پہلے ۵ یا ۷ پنچ چننا طے کیا تھا لیکن انھیں معلوم ہوا کہ کچھ گاؤں والے اس تعداد کو اور بھی بڑھانا چاہتے ہیں جس سے ہر ایک فرقے کے نمائندوں کو جگہ مل سکے۔ میں خیال کرتا ہوں کہ پنچوں کی کوئی تعداد مقرر کر دینا بھی ٹھیک نہیں ہوگا۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا اگر ۱۱ یا ایک دو اور زیادہ پنچ چنے جائیں۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان پنچایتوں کے ذریعے سبھی گاؤں والوں میں امداد باہمی کے خیالات پیدا کر دئے جائیں جس سے گاؤں کے سبھی فرقے اور



گرام سدھار وزیر آنریبل ڈاکٹر کیلاش ناتھ کاٹجو

ذاتیں ایک ہو کر رہیں۔ جیسے ہی ان پنچایتوں کا انتخاب ہو جائے ویسے ہی زندگی سدھار جماعتوں سے کہا جائے کہ وہ گاؤں کی صفائی اور صحت سے متعلق مسئلوں پینے کے پانی کا انتظام اور دیہاتی صنعت و حرفت کے متعلق غور کریں۔ گاؤں کی کھیتی سے متعلق ضرورتوں پر غور کرنے کے لئے ان جماعتوں کی خاص طور سے حوصلہ افزائی کی جائے۔ انھیں یہ بھی طے کرنا چاہئے کہ کس قسم کی فصل انھیں بونی چاہئے اور کس قسم کے اصلاح شدہ بیج کی انھیں ضرورت پڑے گی۔ انسپکٹر زراعت اور بیج گودام کے سپروائزروں سے کہا جائے کہ وہ اس جماعت کے جتنے بھی جلسوں میں شامل ہو سکتے ہوں شامل ہوں۔ اس سے انھیں گاؤں والوں سے اصلاح شدہ قسم کی مشترکہ فروختگی کی ضرورت بھی سمجھائی جائے۔ اس کمیونکے کو بڑھانے کی ضرورت نہیں۔ افیسر گرام سدھار کو صرف یہ بات گرام سیوکوں کے ذہن نشین کرا دینی چاہئے کہ زندگی سدھار جماعتیں قائم ہو جانے پر مقامی گرام سیوکوں کو کام بند نہ کر دینا چاہئے بلکہ انھیں گاؤں والوں کو آپس میں صلاح مشورہ کرنے اور گاؤں والوں کی دلچسپی کے کام کرنے کے لئے لوگوں کو حوصلہ دلانا چاہئے۔

ایک صوبجاتی بینک کا قیام

شری جے سہل۔ مشر۔ ایم۔ اے۔ جلسٹ انیسر کوآپریٹو سوسائٹیز لکھتے ہیں:۔

حکومت صوبہ متحدہ میں ایک صوبجاتی کوآپریٹو بینک قائم کرنے کی تجویز پر اس وقت غور کر رہی ہے۔ سنہ ۱۹۳۹ء کے بجٹ میں ۵۰،۰۰۰ روپئے کی گرانٹ اس لئے منظور کی گئی ہے کہ یہ رقم انتظام کے خرچ میں کام آئے اور صوبجاتی کوآپریٹو بینک کی تقسیم کی سرکاری ضمانت ہو سکے۔

اس بینک کے قیام کے خاص مقاصد یہ ہیں: ضمانت لیکر یا بغیر ضمانت کے مرکزی بینکوں کو روپئے قرض دینا، زمین رہن رکھنے والی جماعتوں کو زیادہ دنوں کے لئے روپئے قرض دینا، کوآپریٹو سوسائٹیوں کو یا اُن کے ایسے ممبروں کو روپئے قرض دینا جو ضمانت کی شکل میں کھیتی کی پیداوار بینک کے ذریعے بیچنے کے لئے لائیں اور دستکاری کی جماعتوں اور اُن کے ممبروں کے ذریعے تیار ہونے والی چیزیں کمیشن پر فروخت کرنا وغیرہ۔ مختصر یہ کہ صوبجاتی کوآپریٹو بینک ضلع کے بینکوں کا حساب بیباق کرے گا اور کوآپریٹو سوسائٹیز کے چکوں کی رقم ادا کرے گا۔

پہلے ایک بہت بڑے بینک کا قیام اِس خوف سے نہ ہو سکا کہ بہت سی رقم رُکی رہیگی۔ وہ ڈر اب نہیں ہے کیونکہ اس وقت کئی طرف تحریک پھیل گئی ہے اور اس کے لئے بہت بڑی رقم کی ضرورت ہے۔ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے ذریعے گنا مہیا کرنے کا کام بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ غلہ اور تلھن بیچنے کا کام ابھی حال ہی میں ہاتھ میں لیا گیا ہے اور اس کام میں بھی ترقی کے لئے بہت بڑا میدان ہے۔ اس کے علاوہ ضلع بینک، شہری سوسائیٹیاں، صنعتی سوسائٹیاں وغیرہ بہت بڑی رقم استعمال کر سکتی ہیں۔

صوبجاتی کوآپریٹو بینک قائم ہو جانے سے زیادہ دنوں کے لئے روپئے قرض دینے کی کمی دور ہو جائے گی۔ اس اسکیم کے مطابق اس بڑے بینک کا ایک علیحدہ صیغہ زیادہ دنوں کے لئے روپئے قرض دینے کے لئے رقم جمع کرے گا۔ پہلے کا قرض ادا کرنے، گروی رکھی ہوئی زمین چھڑانے، زمین خریدنے اور زمین پر مستقل اصلاح کی چیزیں بنانے کے لئے روپیہ قرض دیگا۔ اس کے لئے یہ صیغہ تمسک نکال کر رقم جمع کریگا۔ اس صوبے میں ۵ زمین رہن رکھنے والی جماعتیں ہیں جنھیں کم دنوں کے لئے بہت کم دنوں کے لئے جمع کی ہوئی رقم ملتی ہے۔ اس لئے ایسی سوسائٹیاں زیادہ عرصے کے لئے بہت کم رقم اُدھار دے سکتی ہیں کیونکہ اُن کے پاس ایسا سرمایہ نہیں ہے۔ اِس طرح صوبجاتی کوآپریٹو بینک زمین رہن رکھنے والی جماعتوں کو اس صوبے میں بہت بڑے پیمانہ پر چلانے میں مدد دے گا۔

صوبجاتی کوآپریٹو بینک قائم کرنے کا ایک دوسرا خاص سبب یہ ہے کہ ایکٹ کے مطابق ریزرو بینک صرف صوبجاتی کوآپریٹو بینکوں کے ساتھ اپنا تعلق رکھ سکتا ہے۔ صوبجاتی کوآپریٹو بینک قائم نہ ہونے سے اس صوبے کی کوآپریٹو تحریک ریزرو بینک کے ساتھ تعلق نہیں رکھ سکتی۔ ایکٹ کے مطابق صوبجاتی حکومت کسی بھی مرکزی بینک کو صوبجاتی بینک بنا سکتی ہے۔ لیکن اگر کسی بینک کے مرکزی ہونے کا اعلان کر دیا جائے پھر بھی وہ ریزرو بینک سے ملی ہوئی امداد کے ذریعے مکمل تحریک کی امداد نہیں کر سکتا۔ ریزرو بینک اگر چاہے تو ایک ضلع بینک سے کاروبار کرنا آسانی سے ناپسند کر سکتا ہے۔

یہ سچ ہے کہ ریزرو بینک ابھی تک صرف ایک ہی صوبجاتی کوآپریٹو بینک کے ساتھ لین دین رکھتا تھا۔ لیکن اس کا یہ سبب ہے کہ صوبے کے دیگر خوشحال بینکوں کو روپیوں کی ضرورت نہیں ہے۔ گنے کی فروخت کی ترقی کے ساتھ ساتھ صوبے کو بیرونی امداد کی ضرورت پڑ سکتی ہے اور اس کے لئے ریزرو بینک کے پاس تبھی پہنچا جا سکتا ہے جب ایک صوبجاتی بینک قائم ہو جائے۔

اس امداد کے علاوہ جو ریزرو بینک سے مل سکتی ہے صوبجاتی کوآپریٹو بینک بڑی بڑی تجارتی انجمنوں سے کاروبار کر سکیگا اور تحریک کے لئے وہ فاضل رقم بھی جمع کرے گا جس کی ضرورت پڑے گی۔

یوپی میں کرگھے کی صنعت کی ترقی

شری جے بہاری مشر ایم۔اے لکھتے ہیں:۔

محکمہ امداد باہمی کی امداد سے یوپی میں کرگھے کی صنعت کو زیادہ سے زیادہ ترقی دینا اس وقت محکمہ صنعت وحرفت کا خاص مقصد ہے ۱۳۱،۵۹۰ روپئے کی رقم حکومت کے ذریعے ۱۵۰ سپروائزروں کو تربیت دینے کے لئے منظور کی گئی ہے سپروائزر جلد ہی اس کے لئے بھرتی کئے جائیں گے۔

تربیت دینے کے لئے چار مرکز قائم کئے جائیں گے (۱) سنٹرل ویونگ انسٹی ٹیوٹ بنارس۔ (۲) ماڈل ویونگ اسکول نجیب آباد۔ (۳) ماڈل ویونگ اسکول مئو اور (۴) گورنمنٹ ویونگ اینڈ کلاتھ اسکول بلند شہر۔ ہر ایک مرکز میں تقریباً ۴۰ سپروائزروں کو ۹ مہینے تک بُنائی کی اصولی اور عملی تعلیم دی جائے گی۔ ساتھ ساتھ اُنھیں امداد باہمی کے قانونوں سے بھی واقف کرایا جائے گا اور اُنھیں عملی تعلیم بھی دی جائے گی۔ زمانۂ تعلیم تک ۱۵۰ امیدواروں میں سے ہر ایک امیدوار کو ۲۰ روپیہ ماہوار وظیفہ دیا جائیگا۔ ہر ایک مرکز ایک کوآپریٹو انسپکٹر اور ایک ٹیکسٹائیل انسپکٹر کے سپرد کیا جائے گا۔ جن میں سے پہلے کا انتخاب محکمہ امداد باہمی سے کیا جائے گا اور دوسرے کا انتخاب محکمہ صنعت وحرفت سے ہوگا۔

تعلیم ختم ہونے پر کامیاب اُمیدوار منتخب مرکزوں پر تعینات کئے جائیں گے۔ اُنھیں ۴۴ روپیہ ماہوار تنخواہ دی جائے گی جس میں سفر اور قلی کا خرچ شامل ہے۔ تقرری کے وقت ان باتوں پر پھر سے غور کیا جائے گا۔ سپروائزروں کا فرض ہوگا کہ وہ بنائی کرنے والے لوگوں میں اصلاح شدہ کرگھے کا پرچار کریں۔ اُنھیں بُنائی کے اصلاح شدہ طریقے سکھلائیں اور اُن میں نئی ڈیزائنوں کو مقبول بنائیں۔ اُنھیں بُنائی کرنے والوں کو امداد باہمی کے اصولوں پہ منظم کرنا پڑے گا جس سے بُنائی کا سامان اور کرگھا خریدنے کے لئے ضروری رقم مل جائے اور اُن کے ذریعے تیار ہونے والی چیزوں کی فروخت کا بھی انتظام ہو جائے۔

کین ڈیولپمنٹ ٹریننگ کیمپ بستی

شری رام راج ادجھا انچارج کین ڈیولپمنٹ ٹریننگ کیمپ بستی لکھتے ہیں:۔

کین ڈیولپمنٹ کے کارکنوں کو تربیت دینے کے لئے گذشتہ ۰ جولائی کو بستی میں ایک ٹریننگ کیمپ قائم ہوا تھا۔ گذشتہ ۱۵ اپریل کو اس ٹریننگ کیمپ کا زمانۂ تربیت ختم ہوگیا۔ اُس روز مقامی گورنمنٹ ہائی اسکول میں بستی کے ڈسٹرکٹ اور سیشن جج مسٹر بھگوان داس بھارگو کی صدارت میں ایک جشن منایا گیا جس میں مقامی سرکاری و غیر سرکاری سبھی حضرات نے حصہ لیا۔ اس موقعہ پر امیدواروں کو اسکاؤٹنگ کے انعامات و تمغے دئے گئے۔ ٹریننگ کلاس میں تربیت حاصل کرنے کے لئے کین ڈیولپمنٹ کے مختلف مرکزوں سے ۲۰ سپروائزر اور ۸۰ کامدار بھیجے گئے تھے اِنکے علاوہ پبلک ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کے کچھ کارکنوں نے بھی اِس ٹریننگ کلاس سے فائدہ اُٹھایا۔ اِس ٹریننگ کیمپ میں تقریباً ۵ ہفتے تک امیدواروں کو زراعت، امداد باہمی، حساب اور اسکاؤٹنگ کی تعلیم دی گئی۔ مذکورہ تعلیم کو اور بھی مفید بنانے کے لئے صحت، صفائی، علاج مویشیان اور شہریت بھی شامل کر دئے گئے۔ مقبول موضوعات پر قابل شخصیتوں کی تقریریں بھی کرائی گئیں جنھیں لوگوں نے پسند کیا۔ زمانۂ تعلیم میں کیمپ فائر کی بھی تجویز کی گئی۔ اسکاؤٹوں نے ڈرامے، مکالمے، رامائن اور آلھا وغیرہ کے ذریعے لوگوں کا دل بہلایا۔ اتوار کا روز باہر جانے اور گاؤوں کا معائنہ کرنے میں گزارا جاتا تھا۔ گاؤں والوں کی روزمرہ زندگی کی مشکلیں اور مسئلے بھی کارکنوں کو سمجھائے جاتے تھے۔ کیمپ کی طرف سے کھیلنے کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔

کامیاب اسکاؤٹوں کو سند دی گئی اور کھیل تماشے کے مقابلوں میں جیتنے والے اسکاؤٹوں کو سند اور تمغے دئے گئے۔ مسٹر مادھو پرشاد ڈپٹی کین ڈیولپمنٹ آفیسر نے اسکیم کی پیدائش اور ترقی کے حالات بتائے۔ آپ نے کہا کہ اِس اسکیم میں خرچ ہونے والی رقم کے لئے کچھ سرکاری مدد ملی ہے اور کچھ فیکٹریوں سے اِس اسکیم کے ذریعے کئی لاکھ روپیہ کا فائدہ ہوا۔

گرام سُدھار مدرسے

جناب عبد الحیٔ عباسی پبلسٹی آفیسر محکمہ گرام سُدھار۔
یو۔پی لکھتے ہیں :۔

گرام سدھار کے حلقوں میں بالغ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے لئے صوبجاتی حکومت نے سنہ ۱۹۳۹-۴۰ء کے لئے ۱۶۰۰۰ روپیہ منظور کیا ہے۔ اس وقت ۲۴۶۴ مدرسے جاری ہیں جن میں۔

(۱) بالغوں کے مدرسے ۱۸۰۱
(۲) لڑکوں کے مدرسے ۹۹
(۳) لڑکیوں " " ۲۳۰
(۴) لڑکوں اور لڑکیوں کے مشترکہ مدرسے ۵ اور
(۵) بالغوں اور لڑکوں کے مشترکہ مدرسے ۳۲۹ ہیں

ان مدرسوں میں پڑھنے والوں کی حاضری ۱۷ ہزار سے کچھ زیادہ ہے۔ ہر ایک مدرسے پر ماہوار اوسط خرچ ۸ روپئے کے قریب ہوتا ہے جس میں استاد کی اوسط تنخواہ ۶ روپیہ شامل ہے ہر ایک مدرسے میں اوسط حاضری تقریباً ۳۰ نفر ہے۔ محکمہ گرام سُدھار کے یہ مدرسے بہت ہی مفید عام ثابت ہو رہے ہیں اور زیادہ سے زیادہ مدرسے جاری کرنے کے لئے گاؤں والوں کے مطالبے بڑھ رہے ہیں۔

نقلی گھاگھ کی لال بجھکڑی

پنڈت رام نریش ترپاٹھی لکھتے ہیں :۔

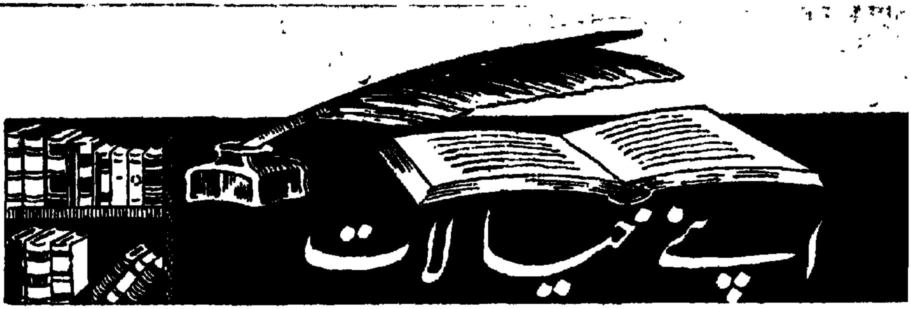
مجھے اجازت دیجئے کہ میں ہل کے ذریعے آپکے گمنام گھاگھ، کا شکریہ ادا کروں جو "کرم یوگی" میں شائع ہونے والے میرے مضمون کو ہضم نہیں کر سکے اور 'ہل' کے ناظرین کے سامنے قے کر دی۔ شکریہ اس لئے کہ ہزاروں ایسے پڑھے لکھے نقلی گھاگھوں میں سے ایک نے اُٹھکر اپنی بولی تو سنائی اسی طرح تو سب پہچانے جائینگے۔ اس جرأت کو آفریں ہے۔ خیر، ان نقلی گھاگھ صاحب اور 'ہل' کے سارے ناظرین سے میں 'کرم یوگی' میں شائع ہونے والے اپنے مضمون کو بغور مطالعہ کرنیکی درخواست کرتا ہوں۔ 'ہل' کے گھاگھو نے اُسمیں بھی اپنا ہلکا پن ہی دکھلایا ہے۔ اصلی گھاگھ کی طرح انکی عقل مندی اس میں ظاہر نہیں ہوئی۔

میں نے 'کرم یوگی' میں وہ لیکھ ان عقلمندوں کے لئے لکھا تھا جو دیہاتوں کی اصلی حالات سے کافی واقف ہیں اور انکی اصلاح کے کاموں میں کافی دلچسپی لیتے ہیں۔ اُس میں مجھپر ذاتی طور سے آوازہ کسنے یا طعنہ دینے کی تو ایک بھی بات نہیں ہے۔ گھاگھو صاحب کی رائے جہاں میری رائے سے اختلاف رکھتی ہو اسکا اظہار نہ کر کے شری متی رانی پریتم کنور صاحبہ زمینداروں کے جلسے میں تقریر کرنے سے پہلے پنڈت رام نریش ترپاٹھی سے مشورہ کر بیٹھیں" جیسی اول جلول باتیں لکھنا صاف رزالت ہے۔ اگر یہ باتیں ہوتیں تو میرا ذاتی طور پر مذاق نہ اُڑایا جاتا اور 'ہل' کے تقریباً ۲ صفحوں میں اُسکے ناظرین کے لئے کوئی اور مفید مضمون خواہ میرے مضمون کی تردید ہی ہوتا شائع کیا جاتا۔

گھاگھو کے مضمون سے یہ بات اور بھی صاف واضح ہو جاتی ہے کہ گاؤں کا جاہل آدمی گھاگھو جیسے پڑھے لکھے سے کہیں زیادہ اچھا ہے کیونکہ وہ کٹ حجت نہیں ہے۔ عقلمندی کی باتوں کو ہضم کرنیکی کوشش کرتا ہے وہ فضول نہیں چلاتا اور وہ کسی ایڈیٹر، سیاہی، ٹائپ و کاغذ کا سہارا پاکر اپنی بیوقوفی کو دور دور تک پھیلانے کی جرأت بھی نہیں کرتا۔ ایسی حالت میں گاؤں سُدھار کی بہ نسبت "گھاگھو سُدھار" کی زیادہ ضرورت ہے۔

میں نے اپنے مضمون میں لکھا ہے "گرام سدھار کا سب سے پہلا کام ہونا چاہئے گاؤں والوں کی مالی حالت درست کرنا" مجھے یقین ہے کہ دیہاتوں سے واسطہ رکھنے والے سبھی حضرات متفق ہونگے لیکن گھاگھو نے اپنے مذاق میں اسے چھوا بھی نہیں۔ لہذا گھاگھو کی بیکار باتوں کا جواب نہ دیکر ہم اڈیٹر صاحب 'ہل' سے درخواست کرینگے کہ وہ کرم یوگی' میں شائع شدہ میرا وہ مضمون بجنسہٖ شائع کر دیں۔ اور اس پرچہ 'ہل' کے قارئین کو غور و فکر کا موقع دیں۔

جو غور کرنے کی چیز ہے اُسی پر غور ہونا چاہئے اس کے لکھنے والے پر نہیں۔



بنیادی تعلیم



وزیر تعلیم آنریبل بابو سمپورنا نند

ہمارے ملک میں لڑکے لڑکیوں کو جو تعلیم دی جاتی ہے وہ بہت سے لوگوں کو پسند نہیں ہے۔ کیونکہ اُس تعلیم نے بیشتر کو بیکار بنا دیا ہے۔ ہمارے لیڈر اور ملک کے بڑے بڑے مدبّر اس بات کا احساس کرتے تھے کہ ہمارے بچوں کی تعلیم اس قسم کی ہونی چاہئے کہ بڑے ہونے پر وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکیں، اپنی روزی خود پیدا کر سکیں اور انھیں دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ صوبے میں سئے طرز حکومت کے قیام کے بعد یہ موقع آیا ہے کہ طرز تعلیم میں تبدیلی کی جائے۔

ہماری خوش قسمتی سے صوبے کے وزیر تعلیم آنریبل بابو سمپورنا نند صوبے کے ایک ایسے ہی لیڈر ہیں جو تعلیم میں بالکل تبدیلی چاہتے ہیں۔ جس روز انھوں نے یہ عہدہ قبول کیا تھا اُسی روز اُنھوں نے فرمایا تھا کہ میں جلد ہی موجودہ طرز تعلیم میں زبردست تبدیلی کر دوں گا۔ یہ خوشی کی بات ہے کہ گذشتہ ۸ اگست کو صوبے کو وہ روز سعید دیکھنے کو ملا۔ اُس روز بنیادی تعلیم کے ۱۷۰۰ اسکولوں کے کھولنے کی ابتدا ہو گئی ہے۔

مہاتما گاندھی نے آنریبل وزیر تعلیم کے اس کام کو ایک جرأت کہا ہے اور اسکے لئے اُنھوں نے مبارکبادی ادا کیا ہے اور اُمید کی ہے کہ وہ اس کوشش میں کامیاب ہوں۔ ہز ایکسیلینسی سر ہیری ہیگ گورنر یوپی نے اس نئے دَور کی ابتدا کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس طرز تعلیم سے نہ صرف صوبے بلکہ سارے ہندوستان کی ابتدائی تعلیم میں ایک نئے دور کا آغاز ہو رہا ہے۔ گورنر موصوف اپنے پیغام میں مزید فرماتے ہیں کہ تعلیم کے اس نئے طریقہ کو میں نے خود دیکھا ہے۔ پُرانے طریقوں سے یہ کئی باتوں میں آگے بڑھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔

اس موقع پر نواب چھتاری، نواب محمد اسمٰعیل خاں، جامعہ ملیہ کے قائمقام پرنسپل اور پنڈت جواہر لعل نہرو وغیرہ نے کامیابی خواہش کے پیغام بھیجے ہیں۔

دراصل جو تعلیم انسان کی زندگی کی ضرورتوں کو پوری کرے وہی بنیادی تعلیم ہے۔ وردھا میں اور الہ آباد میں بھی ہمنے اسکے طریقہ کو دیکھا ہے۔ اسمیں کسی نہ کسی دستکاری کام کرنا کر اُسی کے گرد سب موضوعوں کی تعلیم دیجاتی ہے۔

اس میں لڑکوں کو لکھنے پڑھنے اور حساب کے علاوہ کوئی نہ کوئی دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے مثلاً کپڑا بُننا لکڑی کا کام، چمڑے کا کام یا اور کوئی کام سکھایا جاتا ہے۔ اس طریقے کے مطابق جب لڑکے اسکول سے نکلیں گے تو انھیں کلرکی وغیرہ کے لئے دربدر بھٹکنا نہیں پڑے گا اور وہ اپنے گھر ہی میں بیٹھکر اپنی روزی خود پیدا کر سکیں گے۔ ہم اس صوبے میں آنریبل وزیر تعلیم کو یہ نئی تعلیم شروع کرنے کے لئے مبارکباد دیتے ہیں۔ جو خوش قسمت لڑکے اس طریقے کے مطابق تعلیم حاصل کریں گے، وہ جب تعلیم ختم کرکے نکلیں گے اور اپنی زندگی کے میدان عمل میں قدم رکھیں گے اُس وقت ہمارے صوبے کے باشندوں کو اس نئے طرز تعلیم کی مکمل شکل دکھائی دیگی اور وہ اس کی اہمیت کو محسوس کریں گے۔

صوبے کی حکومت نے تعلیم سے متعلق تحقیقات کے لئے کئی کمیٹیاں مقرر کی تھیں ان میں سے کچھ کی رپورٹ شائع ہوئی ہے اور کچھ کی ابھی نہیں شائع ہوئی۔ لوگوں کا مطالبہ یہ ہے کہ شروع سے آخر تک تعلیم کا جو بھی انتظام کیا جائے وہ نئے نقطۂ نظر سے ہونا چاہیے۔ یونیورسٹیوں کے کارکنان اس نئے نقطۂ نظر سے کچھ خوف زدہ سے معلوم ہوتے ہیں۔ آج وہ کتنا ہی ڈریں لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ دن ضرور آئے گا جب وہ اسکی اہمیت محسوس کریں گے اور یونیورسٹیوں میں بھی اسی طرز کے مطابق پڑھائی ہوگی۔

بیسک ٹریننگ کالج کنووکیشن

آنریبل وزیر تعلیم کی کوشش سے الہ آباد میں بنیادی تعلیم کے اسکولوں کے اُستاد تیار کرنے کے لئے جو ٹریننگ کالج کھولا گیا تھا اُس کا کنووکیشن گذشتہ ۲۰ راگست کو بڑی دھوم دھام کے ساتھ منایا گیا۔ کنووکیشن یونیورسٹی سے نکلے ہوئے فارغ التحصیل طالب علموں کو سند دینے کے موقع کو کہتے ہیں یہ کنووکیشن صوبے کے وزیر اعظم آنریبل پنڈت گووند ولبھ پنتھ کی صدارت میں ختم ہوا اور اُنھوں نے ایک تقریر فرمائی۔ پنتھ جی کو کرسی



وزیر اعظم آنریبل پنڈت گووند ولبھ پنتھ

صدارت کے لئے مخاطب کرتے ہوئے آنریبل وزیر تعلیم نے ایک مختصر لیکن اہم تقریر فرمائی تھی جس میں آپ نے فرمایا تھا کہ اب یہ طالب علم اُستاد کے اس پاک پیشے کے رُکن ہوں گے جس میں ایثار، ادائیگی، فرض اور خدمت انسانی کا بہترین موقع حاصل ہوتا ہے مجھے اُمید ہے کہ یہ اپنے کالجوں کے پر عظمت ماضی اور اپنے وطن کی عزت کی حفاظت کریں گے۔

اوپر لفظ کالجوں کا استعمال اس لئے ہوا ہے کہ یہ کنووکیشن پُرانے ٹریننگ کالج اور بنیادی ٹریننگ کالج کا مجموعی کنووکیشن تھا۔ اپنی تقریر آنریبل وزیر اعظم نے یہ صاف واضح کیا ہے کہ تعلیم کی یہ اصلاح کیوں کیجارہی ہے۔ آپ نے بتلایا کہ مستقبل کے متعلق ہماری اُمیدیں اپنے چھوٹے بچے بچیوں ہی سے وابستہ ہیں اور اُن کو ملنے

الی تعلیم جب تک جاندار، مفید اور اُن کی قوت، قابلیت و کیرکٹر
دا بھارنے والی نہ ہو تب تک وہ اپنے ملک کو ترقی کرنے میں امداد
ہیں دے سکتے اور اُسے دنیا کے آزاد ملکوں میں باوقار جگہ نہیں
دلا سکتے - یہ مانی ہوئی بات ہے کہ موجودہ طرز تعلیم ایسا کرنے سے
اصر ہے اور وقت آگیا ہے کہ اُسے سدھارنے اور اُسے ملک
ی بیچی ضرورتوں کے مطابق بنانے کی سخت کوشش کی جائے۔

در حقیقت آنریبل وزیر اعظم کا یہ ارشاد حرف بحرف صحیح ہے
یسا کہ اُنھوں نے فرمایا ہے کہ ابتدائی تعلیم سے عوام کو کوئی
ائدہ نہیں ہوا اور اُس میں ملک کے سماجی و اقتصادی نظام
و بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ ہم نے پرانے طرز تعلیم کے مطابق
ہت سے پڑھے ہوئے نوجوانوں کو دیہاتوں میں دیکھا ہے کہ وہ
پنے کھیتی کے کام کے بھی نہیں رہ گئے اور جو کچھ انھوں نے
لکھنا پڑھنا سیکھا تھا وہ بھی بھول گئے اور ہمیشہ کے لئے نکمے
ہو گئے۔ اس لئے کہ دیہات میں حاصل ہونے والی واقفیت قائم
رکھنے کے لئے اور اُن کو ترقی کے لئے کوئی ذریعہ ہی نہیں ہے۔
نئے طریقۂ تعلیم کے مطابق جب ہمارے نوجوان کوئی دستکاری
یکھ کر نکلیں گے تو وہ اُسے جاری رکھ سکیں گے کیونکہ وہ ضرورت
سے مجبور ہوں گے۔ اس کے علاوہ موجودہ حکومت کی طرف
سے دیہاتوں میں جو کتاب گھر قائم ہو رہے ہیں اُن سے بھی وہ فائدہ
اُٹھا سکیں گے اور مطالعہ کے ذریعے علمی ترقی بھی کرتے رہیں گے۔
س لحاظ سے ہم اس طریقۂ تعلیم کا دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور
س دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ہر ایک گاؤں میں بنیادی اسکول
نظر آئیں گے۔

ایندھن کے درخت لگانا

جناب ایم۔ ڈی۔ چتر ویدی آفیسر صاحب محکمۂ گرام سدھار
نے سبھی گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے نام
س مضمون کا ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں موصوف نے اس
ات پر زور دیا ہے کہ گرام سیوک دیہاتوں میں برسات میں
ایندھن کے درخت لگانے کے لئے گاؤں والوں کو متوجہ کریں۔

در حقیقت جیسا کہ چترویدی جی فرماتے ہیں کہ یہ تحریک برسات ہی میں ہونی چاہئے۔ درخت لگانے سے لوگوں کو مکان بنانے کے لئے اور چولھے میں جلانے کے لئے لکڑی مل جائیگی اور اس کے ساتھ ہی اُنھیں بیٹھنے کے لئے سایہ بھی ملے گا۔ ہر گاؤں میں بنجر زمین کے کچھ ٹکڑے پائے جاتے ہیں ایسے ہی ٹکڑوں میں درخت لگائے جائیں۔ گاؤں والوں کے دلوں میں یہ بات اچھی طرح جگہ کر چکی ہے کہ کنوئیں، تالاب اور مندر بنوانا اور درخت لگانا بہت نیک کام ہے۔ ان میں سے کنوئیں، مندر اور تالاب بنوانے میں کافی روپئے کی ضرورت پڑتی ہے۔ لیکن درخت لگانے کا کام بہت ہی آسان ہے اور اسکے لئے زیادہ رقم بھی نہیں صرف ہوتی یہ کام سب لوگ آسانی سے کرسکتے ہیں۔ یہی سمجھا کر گاؤں والوں سے ایندھن کے درختوں کے لئے کہا جائے تو وہ بات مان لیں گے کیونکہ اس قسم کے خیالات اُن کے دل میں پہلے ہی سے موجود ہیں۔

چترویدی صاحب موصوف نے درخت لگانے کے بہت سے تجربے کئے ہیں۔ اُن کا ارشاد ہے کہ چار من گوبر سے ایک من اُپلے تیار ہوتے ہیں جو جلانے پر ڈیڑھ من لکڑی کا کام دیتے ہیں۔ اس طرح یہ صاف ظاہر ہے کہ دیہاتوں میں جلانے کی لکڑی کا انتظام کر دینے پر ۵ من گوبر چولھے میں جلنے سے بچایا جا سکتا ہے۔ اس گوبر کی عمدہ کھاد کھیتوں میں ڈالی جا سکتی ہے۔ ہم موٹے طور پر مان لیں کہ اگر ایک من گوبر جلایا نہ جائے بلکہ کھاد کی شکل میں استعمال ہو تو ۲ آنہ فی من کے حساب سے فائدہ ہوگا۔ اس حساب سے ہم دیکھیں گے کہ اِس صوبے کے لوگ ۱۵ کروڑ من ایندھن کی شکل میں جلا ڈالتے ہیں جس کی قیمت ۲ کروڑ روپیہ کے قریب ہوئی۔ اگر ہم صوبے بھر میں ایندھن کے درخت لگا دیں تو یہ رقم بچ جائے گی۔ کھیت کو گوبر کی کھاد ملنے سے فصلیں بڑھ جائیں گی، مٹی کا کٹنا رُک جائے گا، حرارت کم ہو جائے گی اور لو بھاگ جائیگی۔ ببول، شیشم، جامن، (جو یا دیر تک نمی میں)، ڈھاک (بنجر زمین میں)، شہتوت، نیم، کھیر، املی اور دیسی آم کے درخت لگائے جا سکتے ہیں۔ ان درختوں کے بیج ہر جگہ پائے جاتے ہیں لیکن جن لوگوں کو بیج نہ مل سکیں یا جنھیں درخت لگانے کے متعلق کوئی خاص معلومات حاصل کرنی ہو وہ برائے کرم

فارسیٹ ڈیولپمنٹ آفیسر یو۔ پی نینی تال سے خط و کتابت کریں۔

گرام سیوکوں کا فرض ہے کہ چترویدی صاحب کی اس مفید اسکیم کو عملی جامہ پہنائیں، لوگوں کو ایندھن کے درخت لگانے کے لئے متوجہ کریں، انھیں بیج وغیرہ دلانے میں مدد دیں اور اپنے حلقہ میں لگائے ہوئے درختوں کی فہرست چترویدی صاحب کے پاس بھیج دیں۔

بمبئی میں شراب بندی

یکم اگست سے بمبئی میں شراب بندی کی بسم اللہ ہو گئی ہے تقریباً ۲۰۰ مربع میل کے رقبہ میں جس میں ۱۵ لاکھ مرد عورت قیام کرتے ہیں، شراب پینے اور بیچنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔



بمبئی میں شراب بندی کے کام کے لئے سینکڑوں آدمیوں کو ٹریننگ دی گئی ہے۔ اس ٹکڑی کو بھی اسی قسم کی ٹریننگ دی جا رہی ہے۔

ہندوستان کی تاریخ میں اس سے قبل یہ واقعہ نہیں پیش آیا تھا۔ بمبئی کی کانگریس حکومت کا یہ کام درحقیقت بہت بڑی ہمت کا کام ہے اور اس کی کامیابی کا سارے ہندوستان پر بہت بڑا اثر پڑیگا۔ بلاشبہ اس کی مخالفت بھی بمبئی میں کچھ لوگ کر رہے ہیں۔ جہاں تقریباً ۹۰۰ شراب کی دکانیں ہوں اور وہ سب یکایک بند کر دی جائیں تو ۹۰۰ آدمیوں کی مخالفت بہت بڑی مخالفت معلوم ہوگی۔ لیکن شراب بندی کے سلسلے میں بمبئی میں جو بےمثال جلوس نکلا اُس کے مقابلے میں اس آٹھ یا ۹۰۰ آدمیوں کی مخالفت سمندر میں پھینکی جانے والی ایک کنکری کی طرح سمجھی چاہئے۔

اس موقع پر مہاتما گاندھی نے جو پیغام حکومت بمبئی کے نام بھیجا ہے وہ قابل مطالعہ ہے۔ گاندھی جی کہتے ہیں: مجھے اُمید ہے کہ بمبئی جو سمجھداری کے لئے مشہور کہا جاتا ہے بالآخر اس پر فتح پا کر رہے گا اور سب لوگ وزارت کی مجوزہ اصلاحات کو کامیاب بنانے میں ملکر کام کریں گے۔ اس کامیابی کا بمبئی مستحق بھی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ نشئی پیشوں اور دواؤں کے روک دیئے جانے سے ملک کو بہت فائدہ ہوگا۔

شراب بندی کی مخالفت وہاں کے پارسی کر رہے ہیں۔ کیونکہ انھیں کے ہاتھوں میں زیادہ تر شراب کا روزگار تھا۔ لیکن پارسی قوم ایک مالدار قوم ہے اس کے لئے نیا روزگار تلاش کر لینا کوئی مشکل نہیں ہے اور اس کا یہ ایثار ملک کے مفاد کو دیکھتے ہوئے بہت بڑا ایثار بھی نہیں ہے۔



بمبئی میں شراب بندی شروع ہونے سے پہلے وہاں کے محکمۂ آبکاری کے کچھ کارکنوں کو اس کام کے لئے
تیار کیا جا رہا ہے۔



نئے بھرتی ہونے والے لوگوں کی ایک ٹکڑی جو بمبئی میں شراب بندی کے انتظام کیلئے ٹریننگ پا رہی ہے

یو - پی کا تجربہ

ہمارے صوبے کے چند ضلعوں میں جو نشہ بندی ہو رہی ہے اس سے وہاں کے عوام کو بہت بڑا فائدہ پہنچنے کی خبریں آ رہی ہیں - اُن خبروں سے تصدیق ہوتی ہے کہ نشہ بازوں نے اپنی عادت چھوڑ دی ہے اور پہلے جو لوگ شراب پیتے تھے وہ اب نہیں پیتے - شراب بندی کے سرکاری کارن جو نشہ بازوں کے گھر گئے ہیں اُن کا اُنکی عورتوں نے شکریہ ادا کیا اور بتایا کہ جب سے نشہ بند ہوا ہے گھر کے اخراجات میں بہت سُدھار ہوا ہے - ضلع مین پوری کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہاں کتنے ہی لوگوں نے اپنے پرانے قرضے تک ادا کر دیئے ہیں اور ان کی مالی حالت بہت کچھ سُدھر گئی ہے - جونپور میں مچھلی شہر کے محکمہ آبکاری کے سکریٹری نے آنریبل ڈاکٹر کاٹجو سے بتلایا کہ تحصیل کا چپراسی جس کی تنخواہ دس روپیہ ہے روز چار آنے کی افیون کھاتا ہے - اسکے معنی یہ ہوئے کہ وہ مہینے میں ۸ روپیہ کی صرف افیون کھاتا ہے - ظاہر ہے کہ نشہ بندی سے ایسے لوگوں کی حالت سدھرے گی اور ان کے گھر والوں کو بہت فائدہ ہوگا - اسلئے یہ مانتے ہوئے بھی کہ اس طرح حکومت کا مالی نقصان ہوتا ہے یہ کہنا پڑے گا کہ نشہ بندی ضروری چیز ہے کیونکہ اس سے غریبی کی اور ملک کی بہت بڑی بھلائی ہے اور حکومت کا مقصد ہے -

پنچایت گھروں میں لگنے والی پتھر کی پٹیا

جناب ایم - ڈی - چترویدی افیسر محکمہ گرام سُدھار نے سبھی گرام سُدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس پنچایت گھروں کی عمارتوں کے بارے میں ایک گشتی مراسلہ بھیجا ہے جس میں اس بات پر زور دیا ہے کہ ہر ایک پنچایت گھر کے صدر دروازے پر پتھر کی پٹیا لگی رہتی ہے - اس پٹیے کا نقشہ سبھی گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے پاس بھیج دیا گیا ہے - یہ تختہ ۱۶" × ۹" کا ہوگا اور اس کا سائز ایک مربع فٹ ہوگا اس کا بالائی حصہ بہت چکنا ہوگا - اس پر نہرو کی تصویر اور یہی لفظ نقش ہوگا اسکے لئے چمکیلی سیاہ سیاہی استعمال کی جائیگی -

اور نئ (ضلع جالون) کے شری لچھمی رام پتھر کے تاجر نے مذکورہ قسم کے تختے پنچایت گھروں کو دینے کا ٹھیکہ لیا ہے اس قسم کے تختے کے لئے انسپکٹر گرام سُدھار اورئی (جالون) کے پاس آڈر بھیجنا چاہئے وہ ہر ایک تختہ دیکھنے سے پہلے دیکھ لیں گے اور اسکا دیئے ہوئے نقشے سے مقابلہ کرینگے ایک پتھر کے تختے کا دام ۴ ہے - ریل کا خرچ منگانے والے کو دینا ہوگا یہ رقم پنچایت گھر کو ملنے والی رقم میں سے خرچ کی جا سکتی ہے -

حیدر آباد کا ستیہ گرہ ختم

خوشی کی بات ہے کہ حیدر آباد میں آریہ سماجیوں کی طرف سے جو ستیہ گرہ جاری تھا وہ ختم ہو گیا - اس موقع پر ہم اعلیٰ حضرت نظام دکن کو مبارکباد دینا چاہتے ہیں اور آریہ سماج کے لیڈروں کو مبارک باد دیتے ہیں کہ آپس میں سمجھوتہ کرکے اُنھوں نے ایسی صورت نکال لی جس سے یہ افسوسناک کام ختم ہو گیا - ہمارے ملک میں ایسی کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ہندو اور مسلمان دونوں ساتھ ساتھ نہ رہتے ہوں - امن چین سے سبھی جگہ رہ سکتے ہیں اگر وہ اپنے مذہب کے معاملے میں اسی طرح آپسی سمجھوتے سے کام لیں - ہمیں امید ہے کہ حیدر آباد کے سمجھوتے کا اثر ایسے سبھی جھگڑوں پر پڑے گا اور لوگ اسی طریقے سے انکا تصفیہ کرنا سیکھیں گے -

کسانوں کو بندوق

سی - پی کی حکومت نے صوبے کے ان حصوں میں کسانوں کو جہاں ان کی فصلوں کو جنگلی جانور نقصان پہنچا سکتے ہیں - بندوق رکھنے کی اجازت دینے کا فیصلہ کر لیا ہے ایسے کاشتکار جو بالغ ہیں جنکے پاس ۲۰ ایکڑ زمین ہے اور جنھیں کسی جرم میں سزا نہیں ملی یا جو ایسے گاؤں میں نہیں رہتے جہاں گمری

قرآن وغیرہ ہو بند وقیں رکھ سکتے ہیں حکومت کی یہ پابندی کا یہ کام قابل تعریف ہے - ہمارے صوبے میں بھی کچھ ایسے جنگلی علاقے ہیں جہاں اس بات کی ضرورت ہے کہ کسانوں کو ہتھیار دیئے جائیں - اُمید ہے کہ ہمارے صوبہ کی حکومت بھی اس طرف دھیان دے گی۔

کیا جادو سے بیماری دور ہوسکتی ہے؟

بلند شہر کی خبر ہے کہ وہاں پولیس نے ایک سادھو کو گرفتار کیا ہے جو اپنے پانچ چیلوں کے ساتھ وہاں کے دیہاتوں میں گھومتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ میں جادو کے زور سے مرض اچھا کر سکتا ہوں - سینکڑوں بھولے بھالے کسان اپنا مرض اچھا کرانے کے ارادے سے اس کے پاس جمع ہوتے تھے اور وہ اُنھیں ٹھگتا تھا - جب وہ گرفتار ہوا تو اس کے پاس بھانگ چرس وغیرہ نشیلی چیزیں برآمد ہوئیں اور یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ پہلے کا کوئی مجرم تھا - اکثر سادھو یا نجومی کا بھیس بنا کر ٹھگ لوگ دیہاتوں میں گھومتے ہیں اور اُن سے کسانوں کو دھوکا ہوتا ہے - ایسے واقعات سے ہمارے کسان بھائیوں کی آنکھیں کھلنی چاہئیں مرض اُسی وقت دور ہو سکتا ہے جب اسکی وجہ دور کیجائے جادو یا ٹونوں سے اگر مرض دور ہونے لگیں تو اسپتالوں، حکیموں اور ڈاکٹروں کی ضرورت ہی کیوں ہو مناسب یہی ہے کہ ہم ہر ایک کی بات کا اُس وقت تک اعتبار نہ کریں جب تک اسکی بات اپنی عقل کی ترازو پر تول نہ لیں۔

ہَل کا نیا انتظام

جناب ایم - ڈی - چترویدی صاحب محکمہ گرام سُدھار نے سبھی گرام سدھار ایسوسی ایشنوں کے سکریٹریوں کے نام حسب ذیل مضمون کا ایک گشتی مراسلہ ارسال کیا ہے :۔

'ہل' کا مکمل انتظام کیا جاچکا ہے - آئندہ ہر ضلع میں ایک کی تعداد میں ہل کے پرچے بھیجے جائینگے - یہ پرچے اسطرح تقسیم کئے جائینگے :

(۱ - الف) ۵ پرچے گرام سدھار دفتر کیلئے ان پرچوں میں سے ایک ایک پرچہ چیرمین سکریٹری اور انسپکٹر کو دیا جائیگا - بقیہ دو پرچے (ایک ہندی ایک اُردو) دفتر میں رکھے جائینگے - یہی قاعدہ ضلع کمایوں کے لئے بھی عمل میں لایا جائیگا جہاں اُردو کا ایک پرچہ کم از کم ضلع کے صدر دفتر میں ضرور رکھا جائیگا -

(۱ - ب) ک - ۵ کاپیاں گرام سُدھار مرکزوں کے لئے ہر ایک گرام سدھار مرکز کو ایک کاپی دیجائیگی جو بیج گودام کتاب گھر (محکمہ کا یا پرائیوٹ) یا پنچایت گھر ان تینوں میں سے کسی ایک میں رکھا جائیگا - گرام سیوک، بیج گودام کے سپروائزر کامدار اور گاؤں والے یہ پرچہ پڑھیں گے -

ک کی قیمت ہر ایک ضلع میں کیا ہوگی - یہ آگے دی ہوئی فہرست میں بتا دیا گیا ہے -

(۲) ہر ایک ضلع میں کتنی کاپیوں کی ضرورت ہو یہ بات مذکورہ قاعدہ کے مطابق ضلع انتظامیہ کمیٹی طے کرے گی - یہ بات نوٹ کر لی جائے کہ گرام سدھار کے ہر ایک کتاب گھر میں ہندی اور اُردو 'ہل' کا ایک ایک پرچہ ضرور رکھا جائیگا آئندہ گرام سیوک ذاتی طور پر 'ہل' کے کسی بھی پرچے کے مالک نہ مانے جائیں گے - دفتر میں رکھے ہوئے 'ہل' کے پرچوں کی دو جلدیں تیار کی جائینگی - ہر ایک جلد میں چھ پرچے ہوں گے - یہ جلدیں گرام سُدھار دفتر میں رکھی جائینگی۔

(۳) یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ فوراً منیجر 'ہل' انڈین پریس الہ آباد کو اس بات سے مطلع کر دیں کہ آپکو ہندی اور اُردو 'ہل' کے کتنے پرچوں کی ضرورت پڑے گی - ستمبر کے پرچے آپ کو تبھی مل سکیں گے جب آپ انڈین پریس کے پاس مذکورہ اطلاع بھیجینگے۔

(۴) 'ہل' کی سالانہ قیمت عام لوگوں کیلئے ساڑھے چار روپیہ ہے - حکومت نے اس قسم کا انتظام کر دیا ہے کہ یہ صرف ۲ روپیہ سالانہ قیمت ہی میں لوگوں کو دیا جا سکے - اس قسم کی رعایت جنکے ساتھ کیجائیگی انکا ذکر چترویدی صاحب نے اپنے "ہمارا ہل" کے عنوان کے مضمون میں کیا ہے - ناظرین اُسے ملاحظہ فرمائیں اور اسکے مطابق چھپے ہوئے فارم بھر کر بھیجیں۔

ڈیل تقسیم کرنے کی فہرست

نمبر شمار	ضلع	پرچوں کی تعداد ـ ک
۱	ڈیرہ دون	۱۹
۲	سہارن پور	۳۰
۳	مظفرنگر	۲۲
۴	میرٹھ	۲۸
۵	بلند شہر	۲۸
۶	علیگڑھ	۲۹
۷	متھرا	۲۲
۸	آگرہ	۲۵
۹	مین پوری	۲۸
۱۰	ایٹہ	۲۴
۱۱	بریلی	۲۵
۱۲	بجنور	۲۲
۱۳	بدایوں	۲۹
۱۴	مراد آباد	۲۸
۱۵	شاہجہاں پور	۲۳
۱۶	پیلی بھیت	۲۱
۱۷	فتح گڑھ	۲۵
۱۸	اٹاوہ	۲۸
۱۹	کانپور	۲۶
۲۰	فتح پور	۲۲
۲۱	الہ آباد	۳۰
۲۲	باندہ	۲۴
۲۳	ہمیر پور	۲۴
۲۴	جھانسی	۲۵
۲۵	جالون	۲۲
۲۶	بنارس	۲۵
۲۷	مرزا پور	۳۰
۲۸	جون پور	۳۰
۲۹	غازی پور	۲۶
۳۰	بلیا	۲۶
۳۱	گورکھپور	۴۲
۳۲	بستی	۳۰
۳۳	اعظم گڑھ	۳۷
۳۴	نینی تال	۲۰
۳۵	الموڑہ	۲۸ *
۳۶	گڑھوال	۲۹
۳۷	لکھنؤ	۲۲
۳۸	اناؤ	۲۷
۳۹	رائے بریلی	۲۸
۴۰	سیتاپور	۲۴
۴۱	ہردوئی	۲۸
۴۲	کھیری	۲۶
۴۳	فیض آباد	۲۴
۴۴	گونڈہ	۲۲
۴۵	بہرائچ	۲۵
۴۶	سلطانپور	۲۸
۴۷	پرتاپ گڑھ	۲۶
۴۸	بارہ بنکی	۲۶
	میزان	۱،۲۰۶

نمبر شمار ـ ک ـ کی قیمت یوں دیکھی جاسکتی ہے :-

ک = گرام سدھار مرکزوں کو دینے جانے والے پرچے + گرام سدھار دفتر کے لئے ۵ پرچے + گرام سدھار کتاب گھروں کے لئے ۵ پرچے۔

یہ بات مانی ہوئی ہے کہ گرام سدھار کتاب گھر گرام سدھار مرکزوں میں قائم ہیں۔ جہاں ہر حالت میں مرکز کے لئے ایک پرچہ ضرور بھیجا جایا کریگا۔ ہر ایک گرام سدھار کتاب گھر میں دو پرچے (ایک ہندی کا ایک اردو رکھی جائیگی) اسلئے ۵ فاضل پرچے بھیجے جارہے ہیں۔

اضلاع کمایوں کے لئے اردو پرچوں کی ضرورت نہیں ہے اسلئے اُن ضلعوں کے لئے اردو ڈیل کا انتظام نہیں کیا گیا۔ ایسے ضلعوں کو جہاں ۵ سے زیادہ کتاب گھر منظور کئے گئے ہیں فاضل پرچے بھیجنے کی قسم ذیل کا انتظام کیا گیا ہے۔

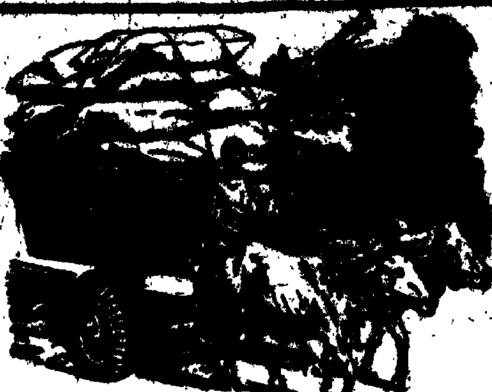
مرزاپور	۱	گورکھپور	۳
اعظم گڑھ	۲	نینی تال	۱
سیتاپور	۱	فیض آباد	۱
		جملہ	۹

* نوٹ: ڈویژنل سپرنٹنڈنٹ گرام سدھار کمایوں کمشنری، الموڑہ کے لئے ایک فاضل پرچہ بھیجا جائے گا۔

معافی نامہ

[illegible] کے [illegible] فعل اور
انکساری [illegible] کتاب کی کتاب [illegible] اڑا آیا
[illegible] سکتے [illegible] شرمسار ہوں [illegible]
[illegible] نامناسب [illegible] تصویریں
[illegible] تصویروں کے سوا کیا ہوگا لیکن اس کا
مطالعہ کرکے میں اس قدر [illegible] ہوا کہ بیان
نہیں کرسکتا۔ خدارا مجھے معاف کردیجئے میں نہایت
شرمسار ہوں میں نے [illegible] لکھا

شیخ ...... علی ...... محلہ ...... امرتسر



سستی
مال ڈھوائی کے لئے

اپنے مال ڈھوائی کے خرچ میں بچت کیجئے
ٹائروں کی لاگت میں بچت کیجئے

DUNLOP [illegible] گاڑیوں وغیرہ کے لئے نہایت عمدہ سامان

[illegible] ملتا ہے۔ امپیریل کیمیکل انڈسٹریز (انڈیا) لمیٹڈ

دی مال کانپور سے خط و کتابت کریں۔

ADV.7

اُردو مطبوعات انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

ضروری ہدایات (۱) صاحب فرمائش کو اپنا نام اور پتہ خوش خط اور مفصل لکھنا چاہیئے (۲) جو کتابیں کسی فرمائش کی بنا پر روانہ ہوں گی وہ کسی صورت میں واپس نہ ہوسکیں گی۔ (۳) بعض کتابیں بہت کم تعداد میں باقی رہ گئی ہیں۔ اسلئے اگر فرمائش میں دیر کی گئی اور وہ کتابیں ختم ہوگئیں تو انکا مہیا کرنا مشکل ہوگا۔ (۴) کتابیں منگاکر اُن کو بعد انکاری واپس کر دینا ایک قسم کا دھوکا دہی کا جرم ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجبوراً ایسا کرنا پڑے تو صرفہ روانگی بھیجدینا چاہیئے۔ (۵) چھوٹی قیمت کی فرمائشوں کی تعمیل کرنے میں ہمیں کچھ عذر نہیں مگر مناسب یہ ہے کہ اگر فرمائش ایک روپیہ سے کم کی ہے تو قیمت نقد بھیجدیجائے (۶) اگر آٹھ روز تک آپ کی فرمائش کا جواب نہ ملے تو خیال کر لینا چاہئے کہ ہمیں آپ کا آرڈر نہیں ملا۔ (۷) صرفہ روانگی (پیکنگ ومحصول ڈاک وغیرہ) ذمہ خریداران ہوگا (۸) جملہ فرمائشات پتہ ذیل پر روانہ کی جائیں

منیجر صاحب بکڈپو، انڈین پریس لمیٹڈ - الہ آباد

رُوح انیس مرحوم

فردوسی ہند میرانیس اعلی اللہ مقامہ کے بہترین مرثیوں، سلاموں اور رباعیوں کا مجموعہ۔ ملک کو سیّد مسعود حسن صاحب رضوی ادیب ایم اے (صدر شعبۂ فارسی و اُردو، لکھنؤ یونیورسٹی) کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ انھوں نے متعدد قلمی نسخوں کے مقابلہ کے بعد اس مجموعہ کو مرتب فرمایا ہے۔ شروع میں ۸۰ صفحات کا مقدمہ ہے جس میں میرانیس مرحوم کے حالات زندگی اور کلام پر مختصر تبصرہ کے علاوہ حضرت امام حسین علیہ الصلاۃ والسلام کی شہادت کا مختصر بیان، مرثیہ اور اختصاص مرثیہ کے تحت میں نہایت ضروری اور قابل قدر معلومات بہم پہنچائی گئی ہیں۔ آخر میں ۷۶ صفحات میں ضروری فرہنگ اور توضیحی حواشی ہیں۔ کتاب کا یہ حصّہ اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ شروع میں میرانیس مرحوم کی سہ رنگی تصویر ہے علاوہ ازیں جناب انیس مرحوم کی تحریر، مکان، مدفن اور ایک مجلس کی تصویر دی گئی ہے۔ جلد پر کربلائے معلیٰ کا سنہرا نقشہ ہے۔ دیدہ زیب طباعت، خوبصورت جلد ۴۶۸ صفحات تقطیع کلاں۔ قیمت تین روپیہ۔

جذبات بسمل

منشی سکھ دیو پرشاد صاحب سنہا بسمل (الہ آبادی) کا مجموعۂ کلام "کتاب کا نام جذبات بسمل بہت موزوں ہے کیونکہ جذبات ہی مصنف کے کلام کا بہترین امتیاز ہیں۔ زبان کی سادگی اور سلاست ان کے کلام کی دوسری خصوصیت ہے اور کیوں نہ ہو، فن شاعری میں آپ ناخدائے سخن حضرت نوح ناروی مدظلہ کے شاگرد ہیں جو فصیح الملک حضرت داغ دہلوی مرحوم کے بلند پایہ تلامذہ میں ہیں"

جناب بسمل زمانہ حال کے مقبول شعرا میں شمار کئے جاتے ہیں۔ زبان کی سادگی کیوجہ سے اُن کا کلام بہت پسند کیا جاتا ہے۔ آجکل جتنے اچھے اُردو رسالے چھپتے ہیں وقتاً فوقتاً بسمل صاحب کے کلام سے مزین ہوتے ہیں۔ شروع کتاب میں آنریبل جسٹس سر عبدالقادر جج ہائی کورٹ لاہور نے مقدمہ تحریر فرمایا ہے۔ ۲۱ تصویروں سے "جذبات بسمل" مزین ہے جس میں زیادہ سہ رنگی تصاویر ہیں اور بعض ہندوستانی فن تصویر کا بہترین نمونہ ہیں۔ لکھائی چھپائی کے متعلق صرف اتنا بتا دینا کافی ہے کہ ایسی نفاست وخوشنمائی سے کوئی کتاب اُردو زبان کی آج تک شایع نہیں ہوئی کوئی کتب خانہ اس کتاب سے خالی نہ ہونا چاہیئے۔ قیمت ساڑھے چار روپیہ۔

پیام رُوح

یعنی مجموعہ کلام مسٹر حامد اللہ افسر۔ بی اے "مع تقریب"

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

(آنریبل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل۔ ڈی چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ "مقدمہ" از میاں بشیر احمد صاحب بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر ایڈیٹر رسالہ "ہمایوں" لاہور۔

میرے خیال میں ظاہری صورت اور باطنی خوبیوں کے لحاظ سے یہ مجموعہ اس قابل ہے کہ اُسے زبان اُردو کی بہترین اور پائدار تصنیفات کے ساتھ جگہ دی جائے اس ظاہری و معنوی محاسن پر میں لائق شاعر کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ پبلک انھیں وہ داد دے گی، جس کے وہ مستحق ہیں"۔ (میاں بشیر احمد بی۔ اے (آکسن) بیرسٹر، ایڈیٹر "ہمایوں" لاہور۔)

"افسر کا نام اور کلام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اُن کی شہرت خود ان کی مقبولیت کا ثبوت ہے۔ پیام رُوح ان کی تمام نظموں اور غزلوں کا مجموعہ ہے اس کی اشاعت سے شاعری میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا"۔

(آنریبل سرشاہ محمد سلیمان صاحب ایم۔ اے ایل ایل ڈی۔ چیف جسٹس ہائی کورٹ الہ آباد۔)

کاغذ دبیز لکھائی چھپائی دیدہ زیب۔ چھ ہاف ٹون تصویریں جن میں تین سہ رنگی ہیں اس مجموعہ سے کتب خانہ خالی نہ رہنا چاہیئے۔ قیمت صرف تین روپیہ۔

صبح وطن ومضامین چک بست

صبح وطن۔ یعنی مجموعۂ نظم پنڈت برج نرائن چکبست لکھنوی (مرحوم) "چک بست کی شاعری کی تحریک کا باعث کبھی تو حب وطن کا جوش ہوتا ہے۔ اور کبھی کوئی گزشتہ یا حال کا تاریخی واقعہ اُن کے طائر خیال کو پرواز میں لاتا ہے۔ کبھی قدرت کے نظاروں یا مذہبی رازوں کے انکشاف سے وہ اپنی نظموں کو آراستہ کرنے میں مدد لیتے ہیں اور کبھی انسانی جذبات اور احساس کی سچی تصویریں کھینچ کر عبرت کا سبق دیتے ہیں۔ قومیت کا خیال ان کی شاعری کی ساخت کا جزو اعظم ہے۔ برج نرائن چکبست دور جدید کے صرف ترجمان ہی نہیں بلکہ اس دور کے نمائندوں میں ان کا پایا بہت بلند ہے جس قدر زمانہ گذرتا جائے گا اور اُردو شاعری مصنوعی قیود سے آزاد ہوتی جائیگی نیز آزادی کی ہوا میں اس کو نشو ونما پانے کا موقع ملے گا، اسی قدر برج نرائن چکبست کی شہرت بتدریج بڑھتی جائے گی اور آیندہ نسلیں اس امر کو تسلیم کرلیں گی کہ وہ دور جدید کے رہنماؤں میں سے ہیں۔

(سرتیج بہادر سپرو)

مضامین چکبست۔ پنڈت برج نرائن چکبست مرحوم بلند پایہ شاعر ہونے کے علاوہ بہترین مضمون نگار بھی تھے۔ انکی وفات کے بعد ان کے مضامین نثر کا مجموعہ بھی شائع کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں سوانحی، تنقیدی، تاریخی، قومی وغیرہ مضامین ہیں، اور بہت خوب ہیں۔

صبح وطن۔ مجلد۔ قیمت دو روپئے۔

مضامین چکبست۔ حجم ۳۵ صفحات قیمت صرف عہ

یادگار نسیم

یعنی منشی دیاشنکر نسیم کی مشہور ومعروف مثنوی "گلزار نسیم" و انتخاب "دیوان نسیم" مع حواشی وتبصرہ کلام مرتبہ مولوی اصغر حسین صاحب اصغر گونڈوی۔ آنریبل ڈاکٹر سر شاہ محمد سلیمان ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ ڈی، چیف جسٹس الہ آباد ہائی کورٹ تحریر فرماتے ہیں:۔

"یادگار نسیم جو مولوی اصغر صاحب نے تصحیح کے بعد شایع کی ہے مشہور ومعروف شاعر نسیم کی مثنوی جسے انھوں نے مصلحتاً نامناسب اشعار کو حذف کرنے کے بعد شایع کیا ہے۔ غزلیات میں سے جن غزلوں کا انتخاب کیا ہے وہ شاعر موصوف کی بہترین غزلیں ہیں۔ . . . . حواشی کا بھی اضافہ کیا گیا ہے . . . . . اس کتاب کا مقدمہ بجائے خود ایک عالمانہ تصنیف ہے مجھے یقین کامل ہے کہ اس کتاب کی قدر کما حقہ ہوگی جو اسکے

شایانِ شان ہے" طباعت دیدہ زیب، خوشنما جلد۔ قیمت دو روپئے

کلام الملوک

یعنی شہزادگانِ دہلی کے کلام کا مجموعہ۔ ایک زمانہ میں قلعہ دہلی زبانِ اُردو کا مرکز تھا۔ یہاں وہ لوگ جمع تھے جو الفاظ کو بہت ہی صحت کے ساتھ بولتے اور بہت ہی اچھے اور مزور دار معنی میں استعمال کرتے تھے اور انھیں کی زبان آج صحیح اور مستند سمجھی جاتی ہے۔ شہزادگانِ دہلی کا کلام بھی اس لحاظ سے قابلِ قدر ہے۔ محاورات و اصطلاحات، روانی، صحت وزن، سلسلۂ خیالات، بلند آوازی، نازک خیالی، جوشِ بیان، نشستِ الفاظ اور عمدہ بندش کے علاوہ زبان صاف اور فصیح، تکلف اور ابتذال نام کو نہیں۔ اگر زبان کا خاص رنگ اور شاعری کی اصل حقیقت معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس مجموعہ کو ضرور ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت دس آنہ

معراجِ سخن

جناب سید خورشید حسن صاحب عروج مرحوم المتخلص بہ "دولھا صاحب" نبیرۂ خدائے سخن میر انیس اعلی اللہ مقامہ کے تین مرثیوں کا نادر مجموعہ میں حسبِ ذیل مراثی ہیں:-

۱۔ ہے زیورِ عروسِ فصاحت سخن مرا - ۱۱۹ بند

۲۔ خلق میں خلقتِ آدم کا سبب کون ہوا - ۱۴۰ بند

۳۔ صبحِ عاشورِ محرم ہے قیامت کی سحر ۹۵ بند

اس کتاب پر ہندوستانی اکیڈیمی صوبجات متحدہ قابل مصنف کو پانسو روپیہ انعام عطا فرمایا ہے۔ زبان کے فدائیوں کے لئے نادر تحفہ ہے۔ قیمت ڈیڑھ روپیہ۔

کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟

(مرتبہ و مؤلفہ منشی کنھیا لال صاحب ایم اے۔ آر۔ ایل۔ ایل بی) کہانی کیسے لکھنا چاہئے؟ اس کتاب کا موضوع اس کے نام ہی سے ظاہر ہے مختصر افسانوں کے باب میں ساری باتیں بہت اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔ مختصر ہونے کے باوجود جامع ہے۔ ایڈیٹروں، مضمون نگاروں، اور مبتدیوں کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ قیمت آٹھ آنہ۔

بہترین ناول و افسانے

فردوسِ خیال

منشی پریم چند کے گیارہ افسانوں کا مجموعہ۔ منشی پریم چند کے افسانے ہمیشہ اصلاحِ اخلاق و معاشرت پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کا مقصد شریفانہ جذبات مثلاً غیرت، حیا، خوفِ خدا، شجاعت اور آزادی ضمیر وغیرہ کا برانگیختہ کرنا ہوتا ہے۔ غیر ممکن ہے کہ کوئی سمجھدار منشی صاحب موصوف کی تصنیف پڑھے اور آپ کی جادو بیانی اور سحر نگاری کا قائل نہ ہو جائے۔ اگر آپ نے اب تک اس مجموعہ کو ملاحظہ نہیں فرمایا تو آج ہی طلب فرمائیے۔ سرورق پر تین رنگ کی نہایت خوبصورت تصویر ہے۔ ۲۷۳ صفحہ کی کتاب ہے اور قیمت صرف ایک روپیہ۔

جلوۂ ایثار

بالاجی کے قومی کارناموں سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے۔ "جلوۂ ایثار" میں اُن حالات اور واقعات کو کسی قدر تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے جو اس کارنامے کے محرک ہوئے تھے۔ حالات اور واقعات دلچسپ و دلکش ہونے کے علاوہ حسبِ قومی وجودت روحانی سے معمور ہیں۔ اس پر منشی پریم چند صاحب کی جادو نگاری! سونے پر سہاگا ہے واقعی قابلِ مطالعہ ناول ہے۔ ۲۳۲ صفحات کی کتاب اور قیمت صرف بارہ آنہ۔

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

ڈالی کا جوگ

(اور دوسرے افسانے) مسٹر حامد اللہ افسر (میرٹھی)
کے گیارہ فسانوں کا مجموعہ۔ یہ تمام فسانے مختلف اوقات
میں بعض اُردو جرائد میں شایع ہو کر خلعت قبولیت حاصل
کر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اس قدر مقبول ہو گئے ہیں کہ
انگریزی، ہندی، اور گجراتی میں بھی ترجمے ہوئے فوٹو بلاک
کی چند تصویریں بھی شامل ہیں۔ قیمت ایک روپیہ۔

شاما

مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس
آف انڈیا سوسائٹی لکھنؤ)

یہ ایک دکھیاری کی درد بھری داستان ہے۔ اقبال
کا یہ شعر اس پر صادق ہے۔

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے
ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

سرورق پر سہ رنگی تصویر اور کتاب کے شروع میں بھی
ایک تصویر (فوٹو بلاک) لگائی گئی ہے۔

قیمت ڈیڑھ روپیہ

سادھو اور بیسوا

یعنی دو حرماں نصیبوں کی کایا پلٹ۔ ایک جگ بیتی کہانی
مصنفہ پنڈت کشن پرشاد صاحب کول، ممبر سرونٹس آف انڈیا
سوسائٹی لکھنؤ۔ فرانسیسی اناطول فرانس کے ایک تاریخی ناول
"تائیس" کو پڑھنے کے بعد اس کی تصنیف کا خیال پیدا ہوا۔
"سادھو اور بیسوا" میں اُسی خیال کی پیروی اور اسی تصور کے
تائید کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو "تائیس" کا امتیازی
جوہر ہے۔ اس کے باوجود نہ یہ اُس کا ترجمہ ہے نہ خلاصہ۔ نہایت
دلچسپ ناول ہے۔ سرورق پر سہ رنگی تصویر ہے۔ قیمت بارہ آنے۔

"انور"

"شمیم" کے مشہور و معروف مصنف مسٹر فیاض علی
ایڈووکیٹ فیض آباد کا دوسرا بے نظیر۔ دلپذیر۔ انقلاب انگیز
شاہکار۔ اور ...... زبان اُردو کا بہترین ناول......
۵۰۰ صفحے۔ کاغذ۔ کتابت۔ طباعت نہایت
عمدہ جلد بہت نفیس۔ ۶ عدد تصویریں بہت ہی دلکش
اور خوبصورت ...... قیمت عہ

گھر بیٹھے دنیا کی سیر

کہنے والوں کو "تحفہ سیریز" کا ضرور مطالعہ کرنا چاہئے!
اس سلسلہ کی ایک ایک کتاب ایک ایک ملک کے متعلق ہے۔
ملک کی مفید اور کارآمد معلومات ہر کتاب میں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ کوئی
ضروری بات نظر انداز نہیں کی گئی۔ کتابوں کو زیادہ مفید
اور دلچسپ بنانے کے لئے مکالمہ کا طرز اختیار کیا گیا ہے جسکے
باعث نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کو ان کے مضامین پر بہت جلد
عبور ہو جاتا ہے۔

مندرجہ ذیل کتابیں تیار ہیں۔

(۱) تحفہ جاپان (۲) تحفہ چین
(۳) تحفۂ مصر و حبش (۴) تحفۂ لندن
(۵) تحفۂ فرانس (۶) تحفۂ جرمنی
(۷) تحفۂ آسٹریلیا (۸) تحفۂ فلسطین
(۹) تحفۂ امریکہ (۱۰) تحفۂ روس

ہر کتاب میں متعدد تصاویر ہیں اور سرورق
نہایت خوبصورت۔ قیمت ہر کتاب کی چھ آنے۔

آئی۔ سی۔ ایس

اُردو کے بہترین فسانہ نگار پروفیسر علی عباس حسینی، ایم۔اے
مصنف رفیق تنہائی، سر سید احمد پاشا، وغیرہ کے
چودہ انقلاب انگیز افسانوں کا تازہ ترین مجلد دیدہ زیب مجموعہ
قیمت صرف عہ

مینیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

خدمتِ خلق

(مرتبہ مولوی نیاز محمد خاں صاحب معلم نارمل اسکول الہ آباد) اس کتاب میں خدمت خلق کے عملی طریقے بتائے گئے ہیں جس سے دل پر پورا اثر ہوتا ہے۔ کتاب بہت اچھی، اور عجیب وغریب اخلاقی نکات و روحانی لطائف پر مشتمل ہے۔ حکومت صوبجات متحدہ نے اس کتاب پر مؤلف کو انعام بھی عطا فرمایا تھا۔ قیمت صرف بارہ آنہ

بچوں کی دلچسپی

کا لوگ بہت کم خیال کرتے ہیں، اور شاید یہی وجہ کہ اُردو زبان میں ایسی کتابیں بھی بہت کم ہیں جنھیں بچے دلچسپی اور شوق سے پڑھیں تاہم انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد نے چند کتب خاص طور پر بچوں کے لئے چھاپی ہیں۔ جن کو بچوں کی دلچسپی کا سامان کہا جا سکتا ہے۔

الف بے کا کھلونا

یہ پیاری کتاب ننھے منے بھائی بہنوں کے لئے ہے۔ کھیل ہی کھیل میں وہ حروف تہجی سے آشنا ہو جاتے ہیں۔ ہر حرف کے لئے ایک رنگین تصویر اور ایک شعر ہے۔ زبر، زیر، اور پیش وغیرہ کا بھی خیال رکھا گیا ہے چھپائی رنگین اور بہت صاف۔ ۳۲ عکسی تصویریں۔ اگر آپ کے یہاں کئی بچے ہوں تو متعدد نسخے طلب فرمایئے ورنہ بچے آپس میں لڑیں جھگڑیں گے۔
قیمت صرف تین آنے

انوکھی کہانیاں

یہ کتاب بہت پسند کی گئی ہے گیارہ نصیحت آموز کہانیاں اس میں درج ہیں۔ زبان بہت آسان۔ ممکن نہیں کہ کوئی بچہ اسکو ختم کئے بغیر چھوڑ دے۔ ہر کہانی کے ساتھ ایک تصویر ہے۔ خوبصورت کتاب ہے، بچے اس کو دیکھتے ہی مچل جاتے ہیں۔ سرورق پر تین رنگ کی تصویر ہے۔ قیمت ۴ر آنہ

مفید ایجادات کی کہانی

"یہ منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی) کی قابلِ قدر تصنیف ہے۔ یہ کتاب اُردو میں اپنی وضع کی بالکل انوکھی تصنیف ہے اور مفید معلومات کے لحاظ سے اس قابل ہے کہ ہر شخص کے مطالعہ میں آئے۔ کاغذ، کتابت، طباعت اور سرورق بے انتہا نفیس ہے۔ اس قدر اچھے اہتمام سے بہت کم کتابیں اُردو میں چھپی ہیں۔ تشریح مطالب کے لئے جا بجا بے شمار تصاویر دی گئی ہیں"

قیمت علاوہ محصول ڈاک ۱۲ر

ایسپ کی کہانیاں

ایسپ ایک مشہور حکیم گزرا ہے جو مورخین کے بیان کے مطابق حضرت مسیح سے ۶۲۰ برس قبل پیدا ہوا تھا۔ حکیم ایسپ انسان کی پند و نصیحت کے لئے مختلف قسم کی فرضی حکایات اور کہانیاں بیان کیا کرتا تھا۔ انھیں کہانیوں کی وجہ سے دُنیا میں اس کا نام اب تک زندہ ہے۔ اس مجموعہ میں ایسپ کی تین سو کہانیاں یکجا شائع کی گئی ہیں۔ چھیاسی تصویریں بھی شامل کتاب ہیں جن کے باعث یہ مفید کتاب اور زیادہ دلچسپ ہو گئی ہے۔ لڑکوں اور لڑکیوں کے لئے یہ ایک اچھا تحفہ ہے۔ کتاب مجلد ہے۔ قیمت دو روپے۔

میرے وطن کی کہانی

تاریخ ہند کے کئی خاص اور روشن ابواب طلباء کو اسکولوں میں نہیں پڑھائے جاتے، حالانکہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ان کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔ اس کتاب میں بعض اسی قسم کے واقعات نوعمر لڑکوں اور لڑکیوں کے تفریحی مطالعہ کے لئے بیان کئے گئے ہیں بیس ہاف ٹون عکسی تصویریں قیمت ۱۰ر

شیخ چلی کی کہانیاں

شیخ چلی کا نام آپ نے ضرور سنا ہوگا۔ یہ وہ جاوید ہستی

ہل کے قواعد

۱- 'ہل' ہر ماہ میں ہندی اُردو دونوں زبانوں میں شائع ہوتا ہے۔

۲- محصول ڈاک سمیت اسکی سالانہ قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ پیشگی ہے۔ ایک نمبر کی قیمت ۶ آنہ ہے۔ ہندوستان کے باہر سالانہ قیمت ۶ روپیہ ۱۲ آنہ ہے۔ برما کے لئے ۵ روپیہ آٹھ آنہ ہے۔

۳- جن صاحب کو کسی ماہ میں 'ہل' نہ ملے انھیں پہلے اپنے ڈاکخانہ میں دریافت کرنا چاہئے۔ پتہ نہ لگنے پر ڈاکخانہ کے جواب کے ساتھ ہمیں اگلے ماہ کی ۱۵ تاریخ تک لکھنا چاہئے۔

۴- خط لکھتے وقت نمبر خریداری ضرور لکھنا چاہئے۔ ورنہ جواب ملنا مشکل ہوگا۔

۵- مضمون، تصویر، تبصرہ کے لئے کتابیں اور تبادلے کیلئے اخبارات وغیرہ بنام اڈیٹر 'ہل'، انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد بھیجنا چاہئے۔

۶- 'ہل' میں صرف دیہاتوں کی دلچسپی اور گاؤں سے تعلق رکھنے والی چیزیں چھپتی ہیں اور اس کی زبان ہندوستانی یعنی آسان اُردو یا آسان ہندی ہے۔ 'ہل' کے لئے مضامین بھیجنے والوں کو اس بات کا ضرور خیال رکھنا چاہئے۔

۷- کسی مضمون یا نظم کے شائع کرنے یا نہ کرنے اور اسے واپس کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی اڈیٹر کو ہے۔ واپس شدہ مضامین کا ڈاک خرچ اور رجسٹری خرچ مضمون نگار کے ذمہ ہوگا۔ بغیر اس کے مضامین نہ واپس ہوں گے۔

۸- نامکمل مضامین نہیں شائع ہوتے۔ جگہ کے مطابق مضامین ایک یا زیادہ تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔

۹- جن مضامین میں تصاویر ہوں گی اُن تصاویر کے ملنے کا جب تک مضمون نگار انتظام نہ کر دینگے تب تک وہ مضامین نہ شائع ہوں گے۔ اگر تصاویر حاصل کرنے میں خرچ ضروری ہوگا تو دیا جائے گا۔

ہل کی اُجرت اشتہارات

سرورق کا دوسرا صفحہ	۴۵	روپیہ ماہوار
" " تیسرا صفحہ	۴۵	" "
" " چوتھا صفحہ	۸۰	" "
مضامین کے اختتام کے سامنے کا صفحہ	۳۵	" "
" " " " کا ایک کالم	۱۸	" "
سرورق کے دوسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " " ایک کالم	۱۸	" "
سرورق کے تیسرے صفحہ کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " " ایک کالم	۱۸	" "
رنگین تصویر کے سامنے والا صفحہ	۳۵	" "
" " " ایک کالم	۱۸	" "

عام اُجرت

ایک صفحہ یا دو کالم کی اُجرت	۳۰	روپیہ ماہوار
½ " یا ا کالم	۱۶	" "
¼ " یا ½ کالم	۹	" "
⅛ " یا ¼ کالم	۵	" "

۱- 'ہل' میں مخربِ اخلاق اشتہارات نہیں شائع ہوتے لہٰذا گندے اور عُریاں اشتہار نہ بھیجئے۔

۲- ایک کالم یا اس سے زیادہ اشتہار دینے والے کو 'ہل' بلا قیمت بھیجا جاتا ہے۔

۳- اُجرت اشتہارات جو اُوپر درج کی گئی ہے مکمل (Final) ہے۔ اسکے لئے خط و کتابت کرنی بیکار ہے۔

۴- جتنے وقت کیلئے کنٹریکٹ کیا جائیگا اُسوقت تک اشتہار چھپانا ہوگا۔ اشتہار نہ چھپانے پر اُسکی قیمت ادا کرنی ہوگی۔

خط کتابت کا پتہ۔

منیجر 'ہل'، شعبہ اشتہار

انڈین پریس لمیٹڈ۔ الہ آباد

علم قدرت کی تعلیم

... صاحب بی - اے ... مکرجی - سکریٹری ... اسکول آف انڈسٹریل آرٹس ...

قیمت ۱۲ آنہ

ادبی افسانہ

مصنفہ سید محی الدین عباسی

قیمت ایک روپیہ ۳ آنہ

مختصر تاریخ اردو ادب

مصنفہ اعجاز حسین صاحب ایم - اے ...

... قیمت ایک روپیہ ۸ آنہ

نذر احباب

... مولوی ... صاحب ... لکھنوی قیمت ایک روپیہ

دنیا کی سچی کہانیاں

حصہ اول ...

... قیمت ... آنہ

ثمرۂ تجارت

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت ۶ آنہ

یورپ کے سیاح

مولوی سید ناصر حسین صاحب ... مولوی ... اسکول ...

قیمت ۶ آنہ

مونگے کا جزیرہ

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت ۱۲ آنہ

بالشتیوں کی سرزمین

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت ۱۰ آنہ

آئینہ قدرت

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت ۶ آنہ

اچھوتی کہانیاں

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت ۶ آنہ

افسانۂ ادب

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت ۶ آنہ

انوار حیات

سید وقار عظیم صاحب ایم - اے

قیمت ۱ آنہ

دیوزادوں کا ملک

منشی پیارے لال صاحب شاکر (میرٹھی)

قیمت ۸ آنہ

رسیلی کہانیاں

سید رام بی - اے قیمت ۶ آنہ

نیک بچوں کی کہانیاں

سید رام بی - اے قیمت ۶ آنہ

نصیحت بھری کہانیاں

سید رام بی - اے قیمت ۸ آنہ

منیجر بکڈپو انڈین پریس لمیٹڈ الہ آباد

Printed by K. Mittra, at The Indian Press, Ltd., Allahabad.

Regd. No. A—3288

اسکبس ایگو اسپسفک



انفلوئنزا اور دیگر بخاروں کے لئے

نقالوں سے

اسکٹس آف اسکول

مدن اینڈ کمپنی